

الصواعق المحرقة



علامہ اختر فتح پوری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْلَمُ الْبَاقِ



بِرَقِ سَوَا

تَرْجِمَةُ عَلَامَةِ خَيْرِ مَسْتَحْ پُورِ

شیر برادرزہ اردو بازار لاہور

اس کتاب کے جلد حقوق خرید کر بشیر برادرز کے نام محفوظ ہو گئے ہیں

نام کتاب	الصواعق المحرقة
نام ترجمہ	برق سوزاں
مترجم	علامہ اختر فتح پوری
تعداد	600
ناشر	محمد شاہ
پریسی	ایس ایم اشتیاقی پرنٹرز لاہور
قیمت	

عارف باللہ قطب الارشاد مظہر تجلیات غوث الوری
حضرت سید حافظ شاہ جمال اللہ علیہ الرحمۃ

چشتی قادری نقشبندی . رام پوری

کے نام

جنکی توجہ خاص سے میں اس کتاب کو شائع کرنے کے قابل ہوا

گر قبول افتد نہ ہے عز و شرف

احقرہ

حافظ محمد رئیس خاں رئیس جمالی

آستانہ فیضانِ جمالی

۱۸۳- ایل علامہ اقبال کالونی فیصل آباد

عرض حال

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "الصواعق المحرقة" کا اردو ترجمہ برق سوزاں "اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے مجھے ایک گونہ مسرت حاصل ہو رہی ہے، کیونکہ اس کتاب میں اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مخالفین و معاندین کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کے نہایت مدلل اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں، نیز ان کی شان و عظمت کا اس رنگ میں تحفظ کیا گیا ہے کہ بے اختیار مؤلف کے لئے منہ سے دُعا کے خیر نکلتی ہے، اس کے علاوہ مؤلف نے صحابہ کرام کے مشاہیرات و مناقشات پر بھی اس عالمانہ انداز میں گفتگو کی ہے کہ قاری کے دل میں محبت کا ایک سمندر مٹھا مٹھیں مارنے لگتا ہے، اس چرخ نیلی نام کے نیچے صحابہ کی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں رضی اللہ عنہم و رضوانہ کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے اور یہی وہ جماعت ہے جس کے بارے میں سرور کائنات فخر موجودات سید ولد آدم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتباہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے متعلق بات کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، پس جو شخص اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق ثراثر خانی کرتا ہے حقیقت میں وہ اپنی عاقبت آپ خراب کرتا ہے۔

مجھے مدت سے جستجو تھی کہ کوئی شخص اس بے نظیر اور لاجواب کتاب کو اردو زبان میں منتقل کر دے، سو میں جناب علامہ اختر فتح پوری کا ممنون ہوں کہ انہوں نے میری اس خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے اسے نہایت سلیس اور شگفتہ انداز میں اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے، علاوہ ان میں اپنے واجب الاحترام بزرگ محترم جناب سید صادق علی شاہ صاحب مدظلہ العالی کا سپاس گزار ہوں،

جنہوں نے کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں اپنے مفید مشوروں سے میری راہنمائی فرمائی، اگر وہ اپنا دستِ تعاون دراز نہ کرتے تو شاید کتاب کی اشاعت میں مزید کچھ التوا پڑ جاتا، ان کے علاوہ چند دیگر مخلص احباب جو میرے حلقہ دوستی میں ہیں، بھی میرے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے میرا ساتھ دیا ہے اور کتابت سے لے کر پائینڈنگ تک تمام مراحل ان کی ہی نگرانی میں طے پائے۔

موضوع کی مناسبت سے ہم نے علامہ ابن حجر کی دوسری کتاب "تطہیر الجنان" کا ترجمہ چھاپنے کا بھی ارادہ کر رکھا تھا کہ اس موضوع کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے اس کتاب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات دیے گئے کہ ان کی مجتہدانہ شان اور بلند مقام کو واضح کیا گیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے اہل علم حضرات اور محبانِ اہل بیت و صحابہ کرام کے قلوب میں ایک نور بصیرت پیدا ہوگا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزال فرمائے۔
اللہم آمین

طالبِ دعا

حافظ محمد رئیس خاں رئیس جمالی رامپوری

فہرست مضامین

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۲۰۳	فصل اول، بالترتیب خلفاء کی افضلیت اور ساری امت پر شیخین کی افضلیت		مقدمہ
۲۲۸	فصل دوم، قرآن و حدیث میں حضرت ابو بکر کے ان فضائل کا تذکرہ جن میں آپ مندر ہیں	۱۹	اسلامی فرقے اور امت محمدیہ کا اختلاف
۲۴۳	فصل سوم، حضرت ابو بکر کے ان فضائل کا تذکرہ جن میں اصحاب ثلاثہ اور دوسرے لوگوں کا ذکر بھی شامل ہے	۲۲	اختلاف کا مینح
		۳۸	صحابہ کا صحیح مقام
			محدث ابن حجر البیہقی
			مقدمہ ثانیہ
			مقدمہ ثالثہ
۳۰۰	فصل چہارم، آپ کی افضلیت کے متعلق صحابہ، سلف صالحین اور عربوں کے بیانات	۴۷	پہلا باب، حضرت صدیق کی کیفیت کا بیان
۳۰۹	باب چہارم، دربار خلافت حضرت عمرؓ		فصل دوم، آپ کی ولایت پر اجماع
۳۰۹	فصل اول، آپ کی خلافت کی حقیقت کے متعلق		منعقد ہو چکا ہے
۳۱۲	فصل دوم، حضرت ابو بکر کا وقت ارتحال حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا	۷۴	فصل سوم، قرآن و سنت کی وہ سماعی نصوص جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں
	فصل سوم، آپ نے خلیفۃ الرسول کی بجائے اپنا لقب امیر المؤمنین کیوں رکھا	۱۰۷	فصل چہارم، کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر کوئی نص بیان فرمائی ہے
۳۲۰	باب پنجم، حضرت عمرؓ کے فضائل و خصوصیات	۱۱۸	فصل پنجم، شیعوں اور روافض کے شبہات کا ذکر
۳۲۰	فصل اول، آپ کا قبول اسلام	۱۸۷	باب دوم، اکابر اہل بیت کی طرف سے شیخین کی تعریف
۳۲۷	فصل دوم، آپ کا نام فاروق رکھنے کے بیان میں	۲۰۳	باب سوم، حضرت ابو بکر تمام امت سے افضل ہیں

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۳۱۳	فصل دوم، آپ کے فضائل کا تذکرہ	۳۳۰	فصل ثالث، آپ کی ہجرت کے بیان میں
۳۳۱	فصل ثالث، در بیان شنائے صحابہ و سلف	۳۳۱	فصل چہارم، آپ کے فضائل کے متعلق
۳۳۴	فصل چہارم، آپ کی کرامات، فضیلت جات اور کمالات کا بیان	۳۴۵	فصل پنجم، صحابہ اور سلف کی زبان سے آپ کی تعریف
۳۵۱	فصل پنجم، آپ کی وفات	۳۴۸	فصل ششم، قرآن و سنت اور تورات کے ساتھ حضرت عمر کی موافقات
۳۵۷	باب دہم، حضرت حسن کی خلافت فضائل، کمالات اور کرامت کا بیان	۳۵۳	فصل ہفتم، آپ کی کرامات کے بیان میں
۳۵۷	فصل اول، آپ کی خلافت کے بیان میں	۳۶۲	باب ششم، حضرت عثمان کی خلافت کا تذکرہ
۳۶۳	فصل دوم، آپ کے فضائل		
۳۶۸	فصل سوم، آپ کے بعض کارنامے		
۳۷۷	باب یازدہم، اہل بیت نبوی کے فضائل	۳۷۱	باب ہفتم، آپ کے فضائل
۳۸۴	فصل اول، اہل بیت کے متعلق قرآنی آیات	۳۷۱	فصل اول، آپ کا قبول اسلام اور ہجرت
۴۲۱	فصل دوم، اہلبیت کے متعلق احادیث	۳۷۴	فصل دوم، آپ کے فضائل
۴۳۳	فصل سوم، حضرت فاطمہ اور حسنین کے متعلق احادیث	۳۸۲	فصل سوم، آپ کے کارناموں، روشن فضائل، شہادت اور منظومیت کا بیان
۴۴۲	حضرت امام زین العابدین	۳۹۷	باب ہشتم، حضرت علی کی خلافت اور حضرت عثمان کے واقعہ شہادت کا بیان
۴۴۷	ابو جعفر محمد الباقر	۴۱۰	باب نہم، حضرت علی کے فضائل
۴۴۸	حضرت جعفر صادق		کارنامے اور حالات
۴۷۳	حضرت موسیٰ کاظم		فصل اول، آپ کے قبول اسلام اور ہجرت کا بیان
۴۷۸	علی رضا	۴۱۰	

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۷۹۳	باب ۱، حضور علیہ السلام کا اہل بیت	۷۸۵	علی العسکری
	کی تکالیف کے متعلق اشارہ	۷۸۷	ابو محمد الحسن الخالص
۷۹۴	باب ۲، اہل بیت سے بعض رکھنے اور	۷۸۹	ابو القاسم محمد الجعفی
	وشتام طرازی کرنے کے متعلق انتباہ	۷۹۰	صحابہ کی اقسام
۷۹۷	باب ۳، اہم امور کے متعلق اختتامی بیان	۷۹۷	تتمہ
۸۲۷	باب ۴، دربارہ تحفہ و خلافت	۷۹۹	باب ۱، اہلیت کے متعلق آنحضرت
			صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت
		۷۹۰	باب ۲، اہل بیت سے محبت کی ترغیب
		۷۹۰	باب ۳، رسول اللہ کی تبعیت میں اہلیت
			پر درود پڑھنے کی مشروعیت
		۷۹۱	باب ۴، قابل تکریم نسل کے متعلق
			آپ کی دعائے برکت
		۷۹۵	باب ۵، بیہنج، اس نسل کے متعلق جنت
			کی بشارت
		۷۹۹	باب ۶، امت کی امان
		۷۸۲	باب ۷، ان کی عظیم کرامات پر ولایت
			کرنے والی خصوصیات
		۷۸۸	باب ۸، اصحاب کرام کے بعد آنے والوں
			کا اہلیت سے عزت سے پیش آنا
		۷۹۲	باب ۹، اہل بیت سے حسن سلوک کرنے
			والے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
			بدلو دیں گے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ اصحابہ
وازدواجہم وآل بیتہ الطاہرین ابا بعد۔۔۔ یہ دونوں عظیم الشان کتابیں محدث احمد بن حجر
المکی المہتمی کی تالیف ہیں پہلی کتاب صواعق مرقرہ ہے جو اہل بدعت اور زندقہ کی تردید میں لکھی
گئی ہے، جسے کتاب وسنت اور اس امت کے علمائے سلف کے عقیدہ کے مطابق ائمہ مجتہدین
اور ائمہ علماء کی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے خلافت خلفائے راشدین کی حقیقت کے اظہار کے
لئے تالیف کیا گیا ہے۔ پھر اس کی ذیل میں مناقب آل بیت نبویؐ کا اعتدال پسند علماء مثلاً
محب طبری اور حافظ سخاوی کی کتب سے ملخصاً ذکر کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ مزید تحریرات
کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں شیعہ کے ان کج و فرتوں اور وافضی کا رد بھی پیش کیا گیا ہے جو اصحاب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ اچھا لیتے اور بعض کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں اور اجماع اور اہل حق کے طریق
کی خلاف بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں جس سے صحابہ کا غیر عادلانہ معائن کی روایات کا عدم
قبول اور ان کی عدم اقتدا لازم آتی ہے حالانکہ وحی ظاہر و باطن کے نقل کرنے میں وہی ایک
متعین راستہ ہیں۔ ایسے اس طریق کی صحت پر بحث کو نا ضروری تھا تا کہ شریعت اسلامیہ، ثبوت
احکام میں ایسی قابل اعتماد دلیل صحیح سے مستند قرار پائے جس سے احتجاج کیا جاسکے اور حجت
کو ثابت کیا جاسکے۔

دوسری کتاب تطہیر الجنان واللسان، عن الخطیۃ والتفویہ بثلث
معاویۃ بن ابی سفیان ہے جس میں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے فضائل۔
اپنی سرکہ آرائیوں اور ان اختلافات کا ذکر ہے جو آپ کے اور صحابہ کے درمیان ہوئے

اس کے بعد شیعہ اور خوارج کے جن فرقوں نے آپ کو سب و شتم کرنا اور آپ پر لعنت کرنا جائز سمجھ لیا ہے ان کے شبہات کا ذکر ہے، اس تعلق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقطہ نگاہ بھی ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کیوں جنگیں کیں اور خوارج کے ساتھ آپ کی جنگوں کی کیا وجہ تھی، اس میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ خوارج کے سوا، جن لوگوں نے آپ سے جنگ کی وہ خطا کار ہونے کے باوجود ثواب کے مستحق ہوں گے کیونکہ وہ مجتہد اور متاویل تھے، لیکن خوارج نے جو کچھ کیا اس کی کوئی دلیل اور اجتہادی مصلحت نہ تھی اور نہ ہی ان کے زیادتیوں کی کوئی تاویل کی جاسکتی ہے۔

اس کتاب میں، شیعہ اور روافض اور دوسرے فرقوں میں سے غلاۃ جیسے خوارج میں سے نیز یہ فرقہ کارڈیشن کیا گیا ہے، دراصل یہ کتاب پہلی کتاب کے موضوع کی تکمیل کرنے والی ہے کیونکہ اس سے امامت اور عدالت صحابہ کا موضوع پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے، مؤلف نے دونوں کتابوں میں اہلسنت اور جماعت المسلمین کے ان لوگوں کے طریق کو اختیار کیا ہے جن سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے یہی ناجی فرقہ ہے، اس موضوع پر اس کے دلائل نہایت مضبوط اور روایات بالکل صحیح، معتزل اور مقبول ہیں۔ اس بحث میں ایسے انصاف اور تقویٰ سے کام لیا گیا ہے جس سے بہالت اور عصیت کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور اس کی بجلیوں سے زینج و جاہلیت کے بت پاش پاش ہو جاتے ہیں، دلوں سے عقیدے کی پلیدی کافور ہو جاتی ہے اور بیان و برہان کے ساتھ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے دل منور ہو جاتے ہیں۔

اس کے باوجود مؤلف دونوں کتابوں میں بعض ایسی روایات بھی لے آئے ہیں جن سے مطالب کا ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی طریق حجت میں وہ کوئی مستقل چیز ہیں، ان کا ذکر صرف مؤانست کی بنا پر کیا گیا ہے تاکہ جس چیز پر دلیل لائی جا رہی ہے اسے مؤکد طور پر بیان

کر دیا جائے اور قبل ازیں اسے دلیل صحیح اور خیر قبول سے ثابت کر دیا گیا ہے، اس لحاظ سے مولف نے وہ طریق اختیار کیا ہے جسے محدثین شواہد و متابعات کے ذکر میں اختیار کرتے ہیں تاکہ اس سے قوی، قوی تر اور ضعیف قوی ہو جائے۔ یہ بات ان لوگوں پر غصی نہیں جو فن حدیث میں کامل ہیں خصوصاً مناقب اور فضائل کے باب میں۔ جب ازہر شریف کے مکتبہ النہارہ نے ان دونوں کتابوں کے دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے ان دونوں کتابوں پر حاشیہ لکھنے، احادیث کی تخریج کرنے اور ان کے اصول کی مراجعت کی ذمہ داری پٹی گئی تو میں نے علم کی خدمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور اہل بیت کی قربت کی خاطر اس بات کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی محبت میں فقا کر دے اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی توفیق ارزاں فرمائے، یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں۔

میں نے قارئین اور محققین کی سہولت کے لئے دونوں کتابوں پر ایک مقدمہ لکھا ہے تاکہ محققین کو ان کے مطالب پر بصیرت کاملہ، دل بیدار اور فہم سلیم حاصل ہو جائے اور اختلاف کی سبب دیکھیں کہ ہم نے انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں بھڑا اور میں نے دونوں کتابوں میں احادیث کی تخریج و تعلیق میں اس بات کو مد نظر رکھا ہے کہ قاری کو ان کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہو جائے، میں اللہ تعالیٰ سے عوذ و نصرت کا طلبگار ہوں اور وہی میرے لئے کافی کارساز ہے۔ مکتبہ النہارہ کے اس دوسرے ایڈیشن میں توضیح و تخریج اور تعلیق اور مقدمہ میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

مقدمہ میں اجمالی طور پر بعض اسلامی فرقوں اور ان کی تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے نیز ان کے عقائد اور تفرقہ کے اسباب بھی زیر بحث لائے گئے ہیں، خصوصاً ان امور کے بارہ میں جن کی تردید میں یہ دونوں کتابیں لکھی گئی ہیں، یہ تمام باتیں ایسے طور پر لکھی گئی ہیں جن سے حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو جاتا ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ میں مقدمہ کے مطالب میں ائمہ مجتہدین کے افکار و نظریات اور بیدار مغز اصحاب کی صحیح رائے مصادر علمیہ معتدلہ سے لکھوگا

ان اہل بعدیہ اور ان فرقوں کا ذکر کروں گا، اس کے بعد موافق کے حالات زندگی بیان ہوں گے جس میں ایک وطن، تعلیم، تعلیم، رحلت اور علم و روایت میں اس کے شیوخ کا تذکرہ ہوگا، پھر ان کی تالیفات کا تذکرہ ہوگا جو دنیا بھر کے علماء اور طلباء کے لئے ایک بجزرِ خار کی حیثیت رکھتی ہے

اسلامی فرقے اور امتِ محمدیہ میں اختلاف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت، سوائے منافقین کے جو باطنی نفاق اور بظاہر وفاق کا اظہار کرتے تھے، تمام مسلمان ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی طریقہ پر قائم تھے، جیسے کہ آیدی سے، سید نے شرحِ مواقف میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں، سب سے پہلے ان اجتہادی امور میں اختلاف رونما ہوا جن سے کفر و ایمان واجب نہیں ہوتا اور اس اختلاف سے ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ مراسمِ دین اور شرحِ قویم کے طریقہ ہائے کار کو قائم کیا جائے اور ان کا یہ اختلاف اسی طرح کا تھا جیسے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں آپ کے اس قول پر اختلاف کیا تھا کہ ایتونی بقسطاس اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدی۔ یعنی مجھے کاغذ دوتا کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ حضور تکلیف کے غلبہ کی وجہ سے ایسا فرما رہے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے جب اس بات پر کافی شور و غل ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "میرے ہاں سے چلے جاؤ، میرے پاس جھگڑا کرنا درست نہیں۔ اس خبر سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھگڑا امامت اور منصب خلافت کے بارے میں تھا، لیکن یہ نزاع اس وقت ختم ہو گیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علی رؤوس الاشهاد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان متحد ہو گئے۔

اور پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں بھی اس اختلاف

نے نہ اٹھایا، ہاں عام انتظامی امور میں اگر کسی کو آپ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو اور اس پر اختلاف ہو تو یہ الگ بات ہے اور آپ کی شہادت اس بات کے نتیجے میں ہوئی کہ غیر مسلم مسلمانوں کی صفوں میں گھس آئے تھے اور آپ کا قتل ایک عظیم سانحہ اور بڑا فتنہ تھا کیونکہ دشمنانِ دین مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر مضبوط ہو چکے تھے یہاں تک کہ آپ کے فاتحوں اور آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے والوں میں وسیع پیمانہ پر اختلاف پیدا ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ فیصلہ آپ پر آ پڑا، پھر آپ کے اور اصحابِ جمل اور معاویہ اور اہل صفین کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی اور دو بیچوں کے درمیان جو کچھ ہوا اس نے بھی اختلاف کو ہوا دی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں اور آپ کے باغیوں میں اختلاف کو مضبوط کیا کیونکہ آپ نے حکیم کے بارے میں رضامندی کا اظہار کیا تھا اس سے شیعہ اور خوارج و فتنہ معرضِ وجود میں آ گئے، مگر مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے آپ کے عہدِ خلافت میں آپ کی پیروی کی وہ لوگ مخلص تھے مگر وہ مسلمانوں کی مصلحت کے نقطہ نگاہ سے اجتہادی طور پر آپ سے الگ رہے، وہ اصحابِ رسولؐ میں سے کسی کی تنقیص نہ کرتے تھے، جنگِ صفین میں حضرت علی کے ساتھ اصحابِ بیتِ رضوان میں سے آٹھ سو صحابی تھے جن میں سے آپ کے بھنڑے تھے تین سونے شہادت پائی لے ان کے علاوہ بھی ایسے صحابہ موجود تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے مگر انہوں نے تقویٰ کے باعث آپ کے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی جیسے کہ حضرت ابنِ عمرؓ، بلکہ جنگِ جمل میں آپ کے ساتھ جنگ کرنے والے بھی آپ سے محبت رکھتے تھے، جیسے حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت ام المومنین عاتکہ صدیقہؓ۔

ان لوگوں کا مقصد جنگ کرنا نہ تھا بلکہ یہ سب سمجھ ان قاتلینِ عثمان کی سازش کے نتیجے میں ہوا جو حضرت علی کے لشکر میں موجود تھے اور انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ حضرت علی انہیں

حضرت عثمان کے وارثوں کے سپرد کر دیں گے، پس انہوں نے فریقین کے درمیان جنگ برپا کر رکھی اور ۳۷ھ میں شیعہ لقب اختیار کر کے منظر عام پر آئے۔ جیسا کہ عبد العزیز دہلوی نے ذکر کیا ہے، ہاں دو تین سال کے اندر اس غلط کردہ میں تشیع کا اثر درسوخ بڑھ گیا اور شیخین اور دوسرے صحابہ پر بغیر کسی صحابی سے بغض کے حضرت علیؑ کی فضیلت کا پرچا ہونے لگا، انہوں نے بتایا ہے کہ ابوالاسود الدؤلی اور حافظ عبد الرزاق صاحب المصنف اسی عقیدہ کے حامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کانوں تک جب ان لوگوں کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا:-

لَسْتُ سَمِعْتُ أَحَدًا يُفْضِلُنِي عَلَى الشَّيْخَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لِأَحَدِهِمَا الْغَرِيبَةُ
اگر میں نے سنا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دے رہا ہے تو میں اسے جھوٹ کی حد لگاؤں گا۔ پھر یہ معاملہ حضرت علیؑ کے دور خلافت میں مزید وسعت اختیار کر گیا اور آپ کے زمانہ میں سبائی فرقہ ظاہر ہوا جو چند ایک صحابہ کے سوا سب کو گالیاں دیتے تھے اور انہی طرف کفر و نفاق کو منسوب کرتے تھے اور ان سے اظہار بیزاری کرتے تھے اسی لئے انہوں نے اپنا نام تبرئہ رکھا ہوا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا، ان لوگوں کا لیڈر عبد اللہ بن سبا یہودی تھا جس نے مسلمانوں کو فریب دیکر بظاہر اسلام قبول کیا ہوا تھا اور وہ امت میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے غدا اختیار کرنے کی دعوت دیتا تھا جیسے کہ قدیم و جدید عیسائیوں میں سے اس کے امثال نے عداوت پیدا کرنے اور اپنی قوم اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معرکہ آرائی کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا، حضرت عمرؓ نے ان کے باقی ماندہ لوگوں کو سرزمین حجاز سے جلا وطن کر دیا تھا۔ اس بدعت کے اختیار کرنے میں ابن سبا کے دیگر ہم مذہبوں، نصاریٰ، بت پرستوں اور صابیوں نے بھی اس کی مدد کی اس وقت تک شیعہ کا لقب، حبال بیت اور عقیدہ سنت کی علامت نہ بناتا تھا، شیعہ مخلصین نے اسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ پھر یہ معاملہ بڑھتا ہی گیا اور ان میں سے ایک جماعت حضرت علیؑ کی الوہیت کی قائل ہو گئی اور آپ کو ان لوگوں سے

جنگ کرنی پڑی حضرت علیؑ کے بعد یہ معاملہ بیان تک بڑھا کہ شیعہ فرقہ ۲۲ فرقوں میں تقسیم ہو گیا جیسا کہ مختصر التحفۃ میں ہے اور العصد نے لکھا ہے کہ یہ ۲۲ فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ان سب فرقوں کی اصل تین فرقے ہیں۔ غلاۃ، زیدیه اور امامیہ، پھر غلاۃ کے ۸ فرقے ہیں اور زیدیه کے تین اور امامیہ کے بارہ میں آیا ہے کہ وہ صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، خوارج کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حضرت علیؑ اور ان بارہ ہزار صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، جنہوں نے حکیم سے رضامندی کا اظہار کیا تھا، وہ نصب امام کو واجب قرار نہیں دیتے اور حضرت عثمانؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور اکثر صحابہ کو کبیرہ کے مرتکب مانتے ہیں، ان میں سے ایک اباضیہ فرقہ ہے جس سے آگے بات فرقے بنے ہیں۔ العصد کے بیان کے مطابق زیدیه اور امامیہ اعتدال پسندی، غالی نہیں، امامیہ میں سے اثنا عشریہ، جعفریہ بھی کہلاتا ہے۔ آگے پھر یہ دو فرقوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں، ایک اصولی و دوسرا بخاری اصولی صرف ان باتوں کو قبول کرتے ہیں جو ان کے آئمہ کے اصول کے مطابق ہوں اور بخاری خلاف عقل باتوں کو بھی مان لیتے ہیں۔ زیدیه۔ زید بن علی بن حسین کے پیروکار ہیں جو شیخین سے اظہار بیزاری نہیں کرتے اور اعتدال پسندی اور جو زید کی طرف منسوب ہو کر شیخین سے اظہار بیزاری کرتے ہیں وہ غالی رافضی ہیں۔

ابوالمظفر اسفہانی متوفی ۴۷۱ھ نے لکھا ہے کہ شیعہ کے ۲ فرقے ہیں، جن میں سے امامیہ کے پندرہ فرقے ہیں جو صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں کمی بیشی ہو گئی ہے اور اہل سنت کی احادیث پر اعتماد نہیں کرتے۔ خوارج کے تین فرقے ہیں جو سب کے سب حضرت علیؑ، حضرت عثمانؓ، اصحاب الجمل اور حکیم سے رضامندی اختیار کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ وہ ظالم امام کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔

اباضیہ، اپنے سوا، سب کی تکفیر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ نہ مومن ہیں نہ مشرک، حنفیہ طور پر ان کا خون بہانا مباح ہے لیکن ان سے نکاح کرنا جائز ہے اور ان کی شہادت بھی قبول کی جاسکتی ہے۔ ان میں ایک زید یہ فرقہ ہے، عبد القادر بغدادی نے لکھا ہے کہ اباضیہ فرقہ اصحاب حکیم کو مشرک کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے بلکہ کفر ان نعمت کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں مگر نظام انہیں فاسق قرار دیتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ تشیع، حضرت علی کی محبت اور صحابہ پر ان کی فضیلت کا نام ہے، پس جو شخص حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر مقدم کرے وہ غالی ہے، اسے رافضی بھی کہتے ہیں، اگر ایسا نہیں تو وہ شیعہ ہے پھر آپؐ نے فرمایا ہے: ہمارے دور میں عرفا اس شخص کو غالی کہتے ہیں جو ان بزرگوں کی تکفیر کرے اور شیخین سے اظہارِ بیزاری کرے پس ایسا شخص گمراہ اور مغربی ہے۔ ابن عقیل علویؒ نے لکھا ہے کہ زید بن ارقم، محمد بن الاسود، سلمان فارسی، ابو ذر، جناب، جابر بن عبد اللہ، ابوسعید خدری، سہل بن حنیف، ابوالطفیل، عامر بن داکلہ، عباس بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب بھی رافضیوں میں سے تھے۔

مگر یہ قول بھی ان دعاوی میں سے ہے جن کی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ یہ حضرات شیخین تو درکنار کسی صحابی کی بھی تنقیض نہ کرتے تھے۔ اسفراینی نے التبصیر میں لکھا ہے کہ اس بات کو ابھی طرح سمجھ لو کہ امامیہ کے جن فرقوں کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے وہ سب کے سب تکفیر صحابہ پر متفق ہیں۔ اور قرآن کریم میں تغیر و تبدل کے بھی مدعی ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ قرآن کریم میں کی بیشی صحابہ کی طرف سے ہوئی ہے۔ انکے خیال کے مطابق قرآن کریم میں حضرت علیؑ کی امامت کے بارے میں نص موجود تھی جسے صحابہ نے متا دیا اور وہ قرآن پر بالکل اعتماد نہیں کرتے جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہے۔ وہ ایک امام کے منظر میں

جسے وہ امام مہدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ ظاہر ہو کر انہیں شریعت سکھانے کا اس وقت وہ دین کی یکسی بات پر قائم نہیں۔ اس تمام گفتگو سے ان کا مقصد امامت کے بارے میں

تحقیق کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کو خیر باد کہراں میں اتنی وسعت پیدا کر لیں جس سے محرماتِ شرعیہ حلال ہو جائیں اور عوام کے پاس وہ یہ عذر پیش کر سکیں کہ شیعہ جہتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں صحابہ کی طرف سے تحریف و تغیر ہوا ہے وہ درست بات ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا کفر ہو سکتا ہے کہ قرآنِ کریم میں دین کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

ابوالمظفر کہتے ہیں کہ عاقل بیہی طور پر ان کی گفتگو کی خرابی معلوم کر سکتا ہے، ان باتوں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اشرافِ اہل بیت کی دوستی کے پردہ میں وہ جس اتحاد اور شرک بچھپائے ہیں اسے نمایاں کر دیا جائے والا ان کے پاس کوئی قابلِ اعتماد دلیل موجود نہیں اور وہ اپنی ان خرافات کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے جاحظ کو خیر تصانیف کرتے دیکھا کہ وہ ہر فرقہ کے لئے تصنیف کرتا ہے تو روافض نے اسے کہا، کہ ہمیں بھی ایک کتاب لکھ دیجئے، تو اس نے انہیں کہا، مجھے تمہارے کسی شیعہ کا علم نہیں کہ میں اسے مرتب کروں، اور پھر میں صرف کروں۔ انہوں نے جواب دیا، آپ جب ہمیں کوئی چیز بتاویں گے ہم اسی سے تمسک کر لیں گے۔ اس نے کہا مجھے تمہارے متعلق کوئی وجہ سمجھ نہیں آرہی، سوائے اس کے کہ جب تم اپنے خیال کے مطابق کوئی بات کہنا چاہو تو کہہ دیا کرو کہ یہ قول جعفر صادق کا ہے۔ ان کی طرف اس کلام کے انتساب کے علاوہ اور مجھے کوئی وجہ معلوم نہیں ہو رہی، انہوں نے اپنی حماقت اور عبادت کی وجہ سے جاحظ کی بیان کردہ اس برائی کو بکڑ لیا اور جب کبھی وہ بھوٹ یا بدعتِ اخترع کرنا چاہتے ہیں اسے جعفر صادق کی طرف منسوب کر دیتے ہیں حالانکہ وہ دونوں جہانوں میں ان کی ایسی باتوں سے بری الذمہ ہیں۔ یہاں تک کہ آپ سے یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ روافض حضرت علی کی مدد کرتے مگر خود انہوں نے عجز اختیار کر لیا اور قریب تھا کہ معزلہ اپنے رب کو واحد قرار دے دیتے مگر وہ اس کے شریک بن گئے اور انہوں نے اپنے رب کے برابر ہونے کا ارادہ کیا تو اس پر ظلم کرنے والے بن گئے۔ یہ وہ تفریق و اختلاف ہے جس نے اعضائے امت کو کاٹ کر رکھ دیا ہے اور ان کے درمیان جنگوں کی آگ کے شعلے مار رہی ہے اور بیگناہوں کے خون بہائے جا رہے ہیں۔ ابو الفرج اصبہانی اور دیگر لوگوں نے ایسے واقعات

کا ذکر کیا ہے جن سے بدن پر لرزہ خیر طاری ہو جاتا ہے اور ہجر بھٹ جاتا ہے۔ اس غلو اور اسراف کی وجہ سے ہر فرقہ نے اپنے فرقہ سے بدلہ لیا ہے اور محرمات الہیہ کو مباح قرار دیدیا ہے اور احکام الہیہ سے بغاوت اختیار کی ہے جس سے مصائب و آلام میں اضافہ ہوا ہے اہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ ان پریشان خاطر منتشر افراد کو مجتمع کر کے ان کے دلوں کو مضبوط کرے حالانکہ وہ اپنی مشیت کو پورا کرنے کی مکمل قدرت رکھتا ہے۔

اختلاف کا منبع

فروق کے اختلاف کے اسباب کا اصل منبع وہ نقطہ ہائے نظر ہیں جو ائمہ اصول میں ہیں پائے جاتے ہیں جیسے کہ بغدادی نے کہا ہے کیونکہ ان میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ مستحق امامت کون ہے کیا وراثت سے استحقاق ملتا ہے اور وراثت کون ہے۔ بغدادی کہتے ہیں کہ جو لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل ہیں وہ امامت کو وراثت قرار نہیں دیتے اور جو لوگ حضرت علیؑ کی خلافت کے قائل ہیں ان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ امامیہ مطلق طور پر اسے وراثت قرار دیتے ہیں اور زید یہ صرف حضرت علیؑ کے دو بیٹوں میں اس کی وراثت کے قائل ہیں۔ نشوان الحمیریؒ متوفی ۵۷۳ نے کہا ہے کہ معتزلہ، مرجئہ، خوارج اور زید یہ میں سے تہرہ کے نزدیک امامت شوریٰ سے ملتی ہے۔ شیعہوں کے نزدیک قریشیوں کے سوا اور کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا، ضرار کے نزدیک بھی اس کے حقدار ہو سکتے ہیں راوندیہ کے نزدیک، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا عباسؓ اس کے حقدار ہیں اور اکثر شیعہ مفسرین کی امامت کے قائل نہیں اس طرح اکثر مرجئہ کا یہی خیال ہے۔ معتزلہ میں سے جاحظ بھی یہی کہتے ہیں۔ امامت صرف قریشیوں میں سے افضل آدمی کو ہی ملے گی۔ مگر نظام کے نزدیک غیر قریشی افضل آدمی کو بھی مل سکتی ہے، جعفریہ اسے صرف حضرت امام حسینؑ کے بیٹوں میں منحصر سمجھتے ہیں۔ القوشچی کہتے ہیں۔ اس بات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد کیا نصب امام واجب بھی ہے یا نہیں وجوب کی صورت میں، عقلی اور سمعی طور پر اللہ تعالیٰ پر اس کا نصب کرنا واجب ہے یا ہم پر، اہل سنت کے نزدیک سمعی طور پر ایسا کرنا ہم پر واجب ہے۔ زید یہ اور معتزلہ اسے عقلاً واجب قرار دیتے ہیں۔ امامیہ کے نزدیک عقلی طور پر یہ بات اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اس بات کو مہضف طوسی نے اختیار کیا ہے اور خوارج کے نزدیک یہ مطلقاً غیر واجب ہے، معتزلہ میں سے ابو بکر رحمہم کا خیال ہے کہ یہ امن کے ساتھ واجب نہیں کیونکہ ایسی صورت میں اس کی ضرورت نہیں

۱۔ اصول الدین ۲۔ المحرر العین ۳۔ شرح التجرید للطوسی

ہوتی بلکہ اس کا وجوب خوف اور فتنوں کے ظہور کے وقت ہوتا ہے اور فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے اسے عقلاً واجب قرار دیا ہے ان میں حاضظ۔ ابو الحسین انجیاط۔ ابو القاسم الکعبی اور ابو الحسین بصری شامل ہیں۔

قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ عصیت اور غلو میں زیادتی کی وجہ سے ہر دور میں علماء کی ایک جماعت نے امامت اور وصیت کے بارے میں شیعہ اور معتزلہ میں سے اپنے اپنے مذہب کا بدلہ لینے کے لئے کتابیں لکھی ہیں، جیسے ہشام بن الحکم، الحکم بن مسکین، الحسین بن سعید، علی بن المغیرہ، محمد بن سعید بن ہلال، احمد بن محمد البرقی، علی بن مسعود المسعودی، صاحب مروج الذهب۔ محمد بن الحسن الطوسی، ابن المطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ نے جو ابن تیمیہ کے معاصر ہیں، ایک کتاب منہاج الکرامۃ کے نام سے لکھی۔ یہ نصیر الدین طوسی کا شاگرد تھا، ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں اس پر نقص وارد کیا ہے اور اس کا نام منہاج الاعتدال رکھا ہے اور الذہبی نے اسے اپنی کتاب مختصر منہاج الاعتدال میں مختصر طور پر بیان کیا ہے اور محمد مہدی الکاظمی القزوینی نے اپنی کتاب منہاج الشرعیۃ میں منہاج السنۃ کا رد لکھا ہے جو دو جلدوں میں ہے۔ ابو جعفر الطوسی نے الفہرست میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن نوینخت، ابن النذیم اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے ان مولفات کا تذکرہ کیا ہے۔

صحابہ کے آخری دور میں قدریہ کا اختلاف بھی رونما ہوا اور اصحاب رسول میں سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے، جیسے ابن عمر، ابن عباس، ابن ابی اوفی، جابر، انس، ابو ہریرہ، عقبہ بن عامر اور ان کے ساتھی وہ ان سب پر یکمیر کرتا تھا۔ اس کے بعد جن بصری کا زمانہ آیا انہوں نے دواصل بن عطا سے قدر کے بارے میں اختلاف کیا ہے، عمرو بن عبید نے دواصل بن عطا کی پیدا کردہ بدعت میں اس سے موافقت کی تو آپ نے اسے اپنی مجلس سے نکال باہر کیا اور خود اپنے پیروکاروں سمیت مسجد کے ایک کونہ میں الگ ہو گئے۔ پھر مامون کا زمانہ آیا اور اسمیں ری اور اس کے نواح میں بخاریہ کا اختلاف رونما ہوا اور حمدان، قمرط اور عبداللہ بن میمون القذاح سے باطنیوں

کی دعوت کا آغاز ہوا مگر یہ لوگ مسلمان فرقوں میں شمار نہیں
ہوتے پھر خراسان میں محمد بن طاہر کے زمانہ میں کرامیہ کا اختلاف
رود نما ہوا۔

صحابہ کا صحیح مقام

حضرت معاویہؓ کی تفقیص کرنے والوں کے متعلق حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی ایک صحابی بھی گناہ سے معصوم نہیں اور نہ ہی اہل سنت انبیاء کے سوا کسی کو معصوم مانتے ہیں لیکن شیعہ اپنے آئمہ کو معصوم مانتے ہیں۔ آنحضورؐ کے صحابہ ایک ایسی جماعت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شریعت کی حفاظت اور اپنے نبیؐ کی نصرت کے لئے چن لیا ہے اور انہیں آپ کی سنت کا امین قرار دیا ہے اور ان کے دلوں کو اخلاص سے بھر دیا ہے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے اسلام کی سرچند سی کے لئے جہاد کرتے ہوئے اپنی جان، مال، اولاد، خاندان اور وطن کو راہِ خدا میں قربان کر دیا، انہوں نے جنگیں کیں، قتل ہوئے، مالوں کو خرچ کیا اور ہجرت کی اور جب مشکاة نور نبوت کی شعاعوں سے ان کے دل نور یقین سے منور ہو گئے اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خارق عادت واقعات اور معجزات کے باعث جو ان کے سامنے ظہور پذیر ہوئے، اس نور میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا اور یہ لوگ اپنی جان سے بھی بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے، انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی، اور جب ان میں کسی ایک پر بشریت کا غلبہ ہو جاتا یا اسے شیطانی خیالات آنے لگتے تو وہ اپنے رب کو یاد کرتا اور جلد ہی اظہارِ ندامت کر کے اللہ کے حضور توبہ کرتا۔ وهو الذی یقبل التوبۃ عن عباده اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر وہ صدق و راستی اور مکمل خوف و خشیت کو اختیار کرتا، یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو عظمت و جلال کا مستحق قرار دیا

۱۔ تنزیہ الانبیاء للہم رضی علم الہدی

ہے اور امت نے بھی ان سے محبت اور رضامندی کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتایا کہ وہ ان سے راضی ہے اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں جنت کی خوشخبری دی ہے اور بتایا ہے کہ صحابہ میری امت کے امین ہیں اور پیروی کرنے والوں کے لئے ستاروں کی مانند ہیں خواہ ان میں سے کوئی فتنوں میں ملوث ہو یا ان سے محفوظ رہا ہو اور خواہ اوائل میں ان میں سے کسی سے گناہ کا صدور ہوا ہو کیونکہ ان کے ایمانی کمال حسن سیرت، اپنے نبی کی متابعت کی محبت اور جان و مال کی قربانی نے، انہیں اس مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں پر ربانی اثر انداز نہیں ہو سکتی کیونکہ نیکیوں کی کثرت، صغیر گناہوں کو دور کر دیتی ہے خصوصاً ان گناہوں کو جو اجتہاداً اور حسن نیت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے ہوں کیونکہ اعمال کا دار و مدار صرف نیات پر ہوتا ہے اگر ایسا آدمی غلط راستہ بھی اختیار کرے، تب بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ ہمارے ان بزرگوں میں حضرت معاویہ بن سفیان، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، ہمرہ بن جندب، ولید بن عقبہ شامل ہیں۔ جو حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے یا حکیم سے راضی تھے، یہ سب اقتدار اور روایت کے لائق ہیں اور ان کی احادیث کو قبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے اور ان کے اعمال کو تقویٰ اور احسان کے ترازو میں تولد جاتا ہے۔

اور اسی عقیدے پر امت کے محدثین بھی ہیں، جن میں بخاری اور مسلم جمہور علمائے اصول، متکلمین اور فقہاء سب سے مقدم ہیں، اصحاب صحاح ستہ نے احادیث الاحکام میں سے تیس حدیثیں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان سے روایت کی ہیں جن کا ذکر ابن الوزيرؒ اور دوسرے لوگوں نے کیا ہے اور شیعہ حضرات اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے، جانتے ہیں کہ پہلے لوگ بغیر کسی کی تفسیق کئے اپنے اصحاب کی روایات پر عمل کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے علم جرح و تعدیل میں بھی کسی قسم کی لب کشائی نہیں کی اور نہ ہی رجال الاسانید کے بارے میں کوئی امتیاز قائم کیا ہے حتیٰ کہ ان میں سے کئی نے سنہ ۱۰۰ میں اسما و الرجال

دارالاداء کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کی، پھر اس کی دیکھا دیکھی الغضائری نے ضعیف
 رائیوں کے بارے میں کتاب تالیف کی اور پھر جرح والتعديل کے متعلق بخاشی اور ابو جعفر طوسی
 نے کتاب لکھی اور شیعوں کے تمام فرقے اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ علوم کو اہل بیت
 سے حاصل کرتے ہیں اور باوجود اس کے ایک دوسرے کی تکذیب و تضلیل کرتے ہیں یہ
 ان کی اہادیث کے جھوٹا اور متناقض ہونے کی دلیل ہے۔ جاوید یہ اس بات کو صحیح تسلیم
 نہیں کرتے کہ حضرت امام حسنؑ نے حضرت معاویہؓ کی بیعت کی تھی اور زبیرؓ میں سے ہتیریہ
 حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں رہنا ہونے والے واقعات سے بعد ان کے معاملہ میں
 متوقف ہیں اور ان کی خلافت کے پھر سالہ دور کو صحیح قرار دیتے ہیں اور سلیمانہ ان کی تکفیر
 کرتے ہیں اور انہیں معصوم قرار نہیں دیتے اور امامیہ میں سے الکاملیہ حضرت ابو بکرؓ اور
 حضرت عمرؓ سے جنگ نہ کرنے کے باعث حضرت علیؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور امامیہ میں سے ایک
 گروہ تقیہ کی خاطر امام کے لئے جھوٹ بولنے کو جائز قرار دیتا ہے، ایسا آدمی دوسرے
 لوگوں کے نزدیک کذاب اور مجروح ہو جاتا ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ لوگ اپنے اکملہ
 سے بھی یہی کچھ بواسطہ ابان بن تغلب، بیان بن سمعان البحرری، محمد بن زیاد الازدی،
 ابراہیم بن مسلم الطحان، زرارہ بن اعین اور دیگر اہل اہواز اور رضا عین سے نقل
 کرتے ہیں جن کا ذکر بہاء الدین العاملیؒ نے کیا ہے اور انصاف سے کام لے بغیر ان کا دفاع
 کیا ہے۔ ان کی کتابوں میں ان باتوں کے خلط ملط ہو جانے اور مذاہب معتزلہ سے مل جانے کے
 باعث ابا حیت اور الحاد کے پھیلنے میں ددرس اثرات پڑے ہیں

پھر یہ لوگ حضرت معاویہؓ پر فسق کا حکم لگاتے اور ان پر لعنت کرنے کو جائز قرار
 دیتے ہیں، اس بارے میں کتابیں تالیف کرتے ہیں۔ ان کتابوں میں سے اس وقت ہمارے
 سامنے یہ کتابیں موجود ہیں۔ النصائح الکافیہ، المن تولى معاویہ اور تقویۃ الایمان بر ذریعۃ
 معاویہ بن ابی سفیان اور الغیب الجلیل علی اہل الجرح والتعديل اور فصل الحاکم فی النزاع

والتمنا صم بین بنی امیہ و بنی ہاشم۔

یہ سب کتابیں محمد بن عقیل العلوی الحسینی نے لکھی ہیں اور ان میں ایسے ظلم و ستم اور بہتان طرازی کا طریق اختیار کیا ہے جس سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور امامیہ نے اس باب میں جو کتابیں لکھی ہیں، ان سب پر وہ غلو کرنے میں سبقت لے گیا ہے جیسے ابن الما مقانی اور اس سے پہلے کئی، بخاشی اور طوسی، ان تالیفات میں کثیر صحابہ اور ائمہ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں اور ان کی طرف جن کبیرہ گناہوں اور ذلیل باتوں کو منسوب کیا گیا ہے ان کی کوئی اصل موجود نہیں ہاں غلو، عصیت اور دین کے دائرہ سے باہر ہو کر یہ سب کچھ کہا گیا ہے۔ یہ کتب ابن الکلبی کی تالیف کی مانند ہے جس میں صحابہ کے عیوب پر بحث کی گئی ہے اور بعض نے تو حضرت ابو ہریرہؓ پر جرح کرتے ہوئے مکمل کتاب ہی لکھ دی ہے مگر یہ سب موضوع روایات اور کمزور شبہات ہیں۔

ان لوگوں کو بھوٹ بولنے، اور موضوع روایات گھڑنے پر، عصیت کی ظلمت سے آمادہ کیا ہے، اور اسی عصیت نے انہیں سنت صحیحہ کی احادیث سے استفادہ کرنے سے محروم کر دیا ہے کیونکہ یہ اہل سنت کی روایات میں سے ہیں۔ ان کے مذہب نے انہیں حقیقت سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ وہ قرآن میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے بھی قائل ہو گئے ہیں اس لحاظ سے وہ بقول اسفرائینیؒ یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہو گئے ہیں اور اور علامہ موسیٰ جبار اللہ نے ان کا ذکر کرنے کے بعد ان کا رد بھی پیش کیا ہے لیکن جو لوگ بفضلِ ایزدی اس عصیت سے آزاد ہو کر غور کرتے ہیں ان پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ کتاب و سنت کے صریح دلائل اور علمائے مسلمین کے اجماع اور عقلاء کی تائید اور محقق منصفین کے انصاف نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام صحابہ عادل تھے اور وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہیں کہتم خیر امۃ اخرجت للناس، تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

۱۔ ابن الجیاط فی الانتصار ۲۔ و لصدیقنا الشیخ محمد السامی الا تاذ بکلیۃ اصول الدین و قوی

علی العالی الذی الف فی انتفاص ابی ہریرۃ ۳: التبصیر فی الدین ۴۔ الوشیعۃ فی نقد علماء الشیعۃ

وَكذلك جعلناكم أمة وسطاً لتكونوا شهداء على الناس (اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے

تم کو اعلیٰ درجہ کی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو)

اور اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے متعلق شہادت دی ہے خیر القرون قسریٰ یعنی بہتر صدی میری ہے اور آپ نے صحابہ پر طعن کرنے سے منع فرمایا ہے جیسے کہ احمد طیبی اور ترمذی نے بیان کیا ہے اوصیکم باصحابی یعنی میں اپنے صحابہ کے بارے میں آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں۔ علامہ بیضاوی نے ان کی شان کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو مطاعن صحابہ کے بارے میں منقول ہیں ان کی تاویلات بھی ہو سکتی ہیں اور وہ محتمل المعنی ہیں۔ مگر جو کچھ ان کے مناقب کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اس کے مقابل ان مطاعن کی کوئی حقیقت ہی نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کی محبت سے متمتع قرار دے۔

ابوزرعة العراقی شیخ مسلم کہتے ہیں کہ جب آپ کسی کو اصحاب رسول کی تنقیص کرتا دیکھیں تو سمجھ لیں کہ وہ شخص زندیق ہے اسلئے کہ قرآن اور سنت رسول اور جو کچھ ان میں آیا ہے سب برحق ہے اور یہ رب چیزیں ہم تک صحابہ کے ذریعہ پہنچی ہیں اور جو شخص ان کو برا کہتا ہے وہ کذاب و سنت کو باطل قرار دیتا ہے پس ایسے شخص کو برا کہنا اور اس پر ضلالت و زندیقیت کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور صحیح ہے۔

سعد الدین تفتازانی کہتے ہیں: صحابہ کی تعظیم کرنا اور ان پر طعن کرنے سے بچنا واجب ہے اور جو باتیں ان کے بارے میں بظاہر طعن کی صورت میں نظر آتی ہیں ان کی تاویلات کرنی چاہئیں خصوصاً مہاجرین، انصار، اہل بیت الضوان، بدر، احد اور حدیبیہ میں شامل ہونے والے صحابہ کے بارے میں یہ صورت اختیار کرنی چاہئے کیونکہ ان کی رفعت شان کے بارے میں اجماع ہو چکا ہے اور آیات صریحہ اور اخبار صحیحہ نے اس بات کی شہادت فراہم کر دی ہے اور ان سب کی تفصیل کتب حدیث و سیر اور مناقب میں موجود ہیں۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ: شرح المقاصد ج ۱: - طوابع الانوار

نے صحابہ کی تعظیم کرنے اور ان پر طعن کرنے سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، آپ نے فرمایا:
 اکرعوا اصحابی فانہم خیادکم صحابہ کی عزت کرو کہ وہ تمہارے بہترین آدمی ہیں۔ پھر فرمایا
 لا تسبوا اصحابی فدون احدکم انفق میرے صحابہ کو گالی نہ دو اگر تم میں سے کوئی شخص
 مثل احد ذہباً ما بلغ مد احدہم ولا احد یاربکے مثل سوا خرچ کرے تب بھی ان کے مٹھی
 دینے ہوئے جو کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔
 نصیفہ

پھر فرمایا:

اللہ اللہ فی اصحابی لا اتخذوہم غرضاً میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور میرے
 بعدی فمن احبہم فبحبی احبہم بعد انہیں نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے وہ میری
 ومن البغضہم فببغضی البغضہم محبت کیوجہ سے کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے
 بغض کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔

روافض میں سے غلامانہ کو خصوصاً بعض صحابہ سے بغض ہے اور وہ ان پر ایسی حکایات
 اور افتراؤں کی وجہ سے طعن کرتے ہیں جن کا دوسری اور تیسری صدی میں وجود تک بھی نہ
 تھا، ان کی باتوں پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ واقعات کو غلط رنگ دیدیتے ہیں
 اگرچہ صراط مستقیم پر قائم رہنے والے شخص پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا، آپ لوگوں کے لئے یہی
 بات کافی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا کہ گذشتہ صدیوں میں ایسی باتوں کا وجود تک نہ تھا۔ اور نہ
 ہی پاکیزہ خاندان میں وہ باتیں موجود تھیں جن کا یہ لوگ ذکر کرتے ہیں، بلکہ ان کا عظیم القدر صحابہ
 علماء اہل سنت اور خلفائے راشدین کی تعریف کرنا ایک مشہور بات ہے اور ان کے خطبات
 رسائل، اشعار اور مدائح میں ان سب باتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ جن باتوں انہوں نے افراط
 سے کام لیا ہے ان میں حضرت امیر معاویہؓ کی تنقیص آپ کے علم و فقہ میں فروتر درجہ پر ہونے
 دین میں سنت کے مخالفت نئی چیزوں کے رواج دینے اور وحی پر اپنی رائے مقدم کرنے کی باتیں
 شامل ہیں ان میں سے۔

ط: النصیف۔ ایک پیمانہ ہے جو مد سے کم یا اس کا نصف ہے۔ جیسے عیش، عشر ہے۔

۱:- ایک بات رکنین یمانین کو بوسہ دینے کے متعلق ہے جو کہ خلاف سنت ہے اور حضرت ابن عباسؓ اس معاملہ میں ان سے بگڑے بھی تھے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی اپنی رائے نہیں بلکہ وہ اس معاملہ میں سنت اور روایت کے متبع ہیں۔ دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ

انه عليه السلام كان يقبل الركن اليماني ويضع يده عليه
حضور عليه السلام رکن یمانی کو بوسہ دیا کرتے تھے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا کرتے تھے

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ

انه عليه السلام اذا استلم الركن اليماني قبله
حضور علیہ السلام رکن یمانی کو بوسہ دیتے تھے۔

اور ابن عمرؓ سے ترمذی کے سوا ایک جماعت نے روایت کی ہے اور مسلم نے اسے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ دونوں بیان کرتے ہیں کہ

لم نرى رسول الله صلى الله عليه وسلم
ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں سے سوائے
يمسح من البيت الا اكركنيذ اليمانين
رکنین یمانین کے اور کسی چیز کو چھوتے نہیں دیکھا۔
اور مسلم کی روایت میں ہے کہ

كان صلى الله عليه وسلم لا يستلم
حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود اور رکن الیمانی کے سوا کسی
الا الحجر والبركن اليماني
کو بوسہ نہ دیتے تھے۔

اس حدیث کو مذاہب اربعہ کے اصحاب نے لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رکن عراقی اور شامی کو بوسہ نہیں دیا جاتا تھا۔

۲:- دوسری بات یہ کہ آپ نے نماز میں بسم اللہ کو با آواز بلند پڑھا ترک کر دیا تھا جس پر مہاجرین و انصار نے آپ پر اعتراض کیا اور کہا، معاویہؓ تو نے بسم اللہ کا سرقہ کر لیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس معاملہ میں بھی روایت پر ہی عمل کیا ہے حضرت انسؓ

روایت ہے کہ انا صلی خلف النبی کریم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر عثمان فلم یسمع احداً منهم یقول بسم اللہ الرحمن الرحیم عثمان

اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ انما یتفتحون کہ یہ حضرات الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

احمد، دارقطنی، نسائی، ابن جہان، ابویعلیٰ، ابو نعیم اور ابن خزیمہ نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔ ابو داؤد نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ

انہ علیہ السلام کان یحافت بالبسطة حضور علیہ السلام بسم اللہ کو نیچی آواز سے پڑھا کرتے تھے توری۔ احمد۔ ابو عیینہ نے حضرت عمرؓ اور علیؓ سے بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے کی روایت بیان کی ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ اپنے حج تمتع سے منع کیا ہے اور یہ ترمذی کی اس روایت کے خلاف ہے جسے ابن عباسؓ سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جیسے کہ سنن ابو داؤد میں ہے کہ

انہ علیہ السلام نہی عن العمرة قبل الحج کہ حضور علیہ السلام نے حج سے قبل عمرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عمرؓ اور عثمانؓ سے تمتع کی روایت بیان کی گئی ہے اور انہی سے تمتع سے منہا کی روایت بھی آئی ہے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے، اوائل میں جواز ثابت ہے اور آخر میں منہا ہونے جواز کو منسوخ کر دیا ہے اور نہی کو عمرہ کے احرام کو حج کے میں داخل کرنے پر بھی معمول کیا

جاسکتا ہے، یعنی یہ کہ پہلے حج کرے پھر عمرہ کا احرام باندھے۔ نووی نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر پہلے حج کا احرام باندھے، پھر عمرہ کا، تو اہم شافعی کے اس کے متعلق دو قول ہیں۔ اور ان دونوں میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کے حج کا احرام درست نہ ہوگا۔

۴:- چوتھی بات یہ ہے کہ آپ نے صدقہ قطر کے بارے میں کہا ہے کہ یمن کی گندم کے دو مد کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے۔ حضرت ابوسعید خدری نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ قیمت معاویہ کی مقرر کردہ ہے میں اسے قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہوں گا، ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ امیر معاویہ کی یہ بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور کتب سنت میں صحابہ کے ثابت شدہ عمل کے خلاف ہے۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابن زبیر کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا:-

بئس الاثم الفسوق بعد الايمان ایمان لانے کے بعد گناہ اور نافرمانی کے راستے کو اختیار کرنا بڑی بات ہے اس کا جواب یہ ہے کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکاة کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اور کھجور میں ایک صاع الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر صدقہ فطر مقرر فرمایا ہے تو لوگوں نے دو مد گندم کو ان فطر الناس فیہ مدین من حنطة کے مساوی قرار دیا۔

سنن دارقطنی اور مصنف عبد الرزاق نے عبد اللہ بن ثعلبہ سے بیان کیا ہے کہ

خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل حضور علیہ السلام نے عید الفطر سے ایک دو یوم قبل خطبہ الفطر بیوم او یومین فقال ادوا صاعاً میں فرمایا کہ گندم کا ایک صاع دو مدوں کے درمیان من بوا و قمح بین اثنتین درمیان ادا کرو۔۔۔۔۔

اور سنن نسائی اور ابوداؤد نے حسن بصری سے اور انہوں نے ابن عباس کے ایک خطبے کے حوالے سے بتایا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ ادا کرو اس صدقہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اور کھجور سے ایک صاع اور گندم سے نصف صاع ادا کرنا مقرر فرمایا ہے۔

تاری کہتے ہیں کہ اس کے راوی مشہور اور ثقہ آدمی ہیں لیکن یہ روایت مرسل کیونکہ جو کچھ کہا گیا ہے اسے حسن نے ابن عباسؓ سے نہیں سنا، آپ کو معلوم ہے کہ غیر مدلس معاصر کی معنی روایت ملاقات ثابت ہونے پر ہی مقبول ہوتی ہے خواہ ملاقات صرف ایک دفعہ ہی ہو، اور آپ جانتے ہیں کہ مسلم صرف معاشرت پر ہی اکتفا کرتے ہیں خواہ ملاقات ثابت نہ بھی ہو۔ آپ کو یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ حسن، ابن عباسؓ کے معاصر تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائی اور حسن نے ۸۱ھ میں تو اس روایت سے حجت پکڑنا تو صحیح ہے، اکثر محدثین کے نزدیک حسن کی مرسل صحیح ہیں، جن میں ابن الدینی ابو زرہ اور یحییٰ قطان شامل ہیں۔ خصوصاً جب اس مرسل روایت کو کسی دوسرے طریق سے مدد مل جائے تو اکمراً رجحان کے نزدیک یہ قابل حجت ہوتی ہے۔ اس اعتراض کا یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ مجتہد، غلطی کرنے پر مجبور ہوگا، ایسے آدمی کے لئے حدیث کی مخالفت کرنا یا تو علت نسخ کی وجہ سے ہوگا یا عدم علم کی وجہ سے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا صحابہ کے کتنے ہی اجتہادات کو رد کر دیا تھا، جن میں سے بہت سوں کو زکشی نے "الاستجابة فيما بين عائشة على لصحابه" میں جمع کر دیا ہے۔ رہا یہ دعویٰ کہ سنت میں امیر معاویہؓ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور وہ مردود الروایت ہیں تو اس کی تردید "تطهير النجاسات" کے حاشیہ میں ہوگی۔

یزید یہ کو اسفرائینی نے اہل بدع کے فرقوں میں ذکر کیا ہے جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر انہیں مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہ بہتر فرقوں میں شامل ہیں، ان کے میں سے زیادہ فرقے ہیں۔ ان میں ایک فرقہ یزیدیہ الخوارج کہلاتا ہے یعنی یزید خارجی کے پیروکار، یزید بصرہ میں رہائش پذیر تھا پھر وہ جو فارس میں آگیا یزید الخوارج میں اباضیہ فرقہ کا لیڈر تھا اور کہا کرتا تھا کہ

”اللہ تعالیٰ عجیبوں میں ایک رسول مبعوث کریگا اور اس پر کتاب نازل کریگا

جس سے شریعت محمدیہ منسوخ ہو جائے گی،
بغدادی نے انہیں یزید بن ابی انیسہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے اس ضلالت کے باوجود وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتا تھا، جنہوں نے اہل کتاب میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی تھی اگرچہ وہ آپ کے دین میں داخل نہ ہوئے ہوں ایسے لوگوں کا نام وہ مومن رکھتا ہے

بغدادی کہتا ہے، اس قول کے مطابق تو عیسائیوں اور یہودیوں میں سے مونکانیہ بھی مومن قرار پائیں گے کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا مگر آپ کے دین میں شامل نہیں ہوئے اور یہ بات کسی طرح بھی جائز نہیں کہ یہود کو مسلمانوں میں شمار کیا جائے اور جو شخص شریعت اسلام کے نسخ کا قائل ہو اسے اسلامی فرقوں میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے، بعض علماء نے اسے یزید بن معاویہ اموی کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ وہ بنو امیہ میں امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ فرقہ اپنے معتقدات کو پوشیدہ رکھتا ہے، اس لیے علماء کو اس کی شناخت میں اختلاف ہے۔

محققین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ فرقہ موصل کی ایک بستی "ترہایا" سے تعلق رکھتا ہے یہ لوگ مجوسی تھے اور کُرْدوں میں سے کچھ لوگوں نے حلوان کے پہاڑوں میں سکونت اختیار کر لی تھی، ان کے پاس شیخ عدی بن مسافر اموی آیا جو ایک زاہد آدمی تھا تو یہ لوگ مسلمان ہو کر اس کے معتقد ہو گئے اور اس کی تعظیم میں غلو سے کام لینے لگے اور انہوں نے اپنا نام عدی رکھ لیا۔ مورخین کے نزدیک عدی بن مسافر اموی ایک متقی اور زاہد آدمی تھا جو شام کی ایک بستی بلبیک میں پیدا ہوا اور حکاریہ کے پہاڑوں میں جبلین کے کُرْدوں کی ہدایت کے بعد رہائش پذیر ہو گیا۔ موصل میں وفات پائی اور لیش کے پہاڑوں میں ۵۵۷ھ میں دفن کیا گیا۔ اس کے بارے میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :- یعنی

لو كانت النبوة تنال بالمجاهدة نالها
عدی بن مسافر
 اگر نبوت مجاہدات سے حاصل ہوتی تو عدی بن مسافر اسے ضرور حاصل کرتا۔

ابن اثیر نے الکامل میں، ابن خلکان، عمر بن الوردی، ابوالنذر اور الذہبی نے دول الاسلام میں اور الیافعی نے مرآۃ النجان میں اور المقریزی نے الخطط میں اور الشعرائی نے الطبقات اور ابن العماد نے الشذرات میں اس کے حالات لکھے ہیں۔

یزید بن، اوائل میں عدی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے العدویہ کہلاتے تھے اس کی وفات کے بعد انہوں نے اس کے بارے میں غلو کرنا شروع کر دیا اور ان کا اعتقاد یہاں تک تھا کہ وہ ان کے نماز روزے کا بھی ذمے دار ہے اور انہیں بغیر حساب کے جنت میں لے جائے گا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے اپنا نام یزید بن رکھ لیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ یزید بن معاویہ کے ساتھ اندھی محبت رکھتے تھے اور اب تک ان کے مساکن لواء الموصل میں سنجار اور شیخان کے مقامات پر موجود ہیں۔ شیخان، باعذرا اور عین سقنی کے قرب و جوار کی ایک بستی ہے۔

ان عقائد میں ہے کہ سات فرشتوں میں سے پہلے عزرائیل پیدا ہوا ہے اور اس کا نام وہ مورف شترہ رکھتے ہیں اور قرآن کریم اپنی بعض آیات کا پابند ہے۔ ان کے نزدیک کتاب مقدس اور کتابیں پہلی کا نام وہ "الجلوة"، رکھتے ہیں اور اس پر جو کچھ تحریر ہے اسے عدی بن مسافر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دوسری کا نام "مصحف رش" ہے۔ کردوں کی زبان میں رش کے معنی سیاہ کے ہیں۔ یہ کتاب عدی کے ایک سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ السفارینی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے، حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے میں توقف یا تو قاتل کے بارے میں عدم علم کو وجہ سے کیا ہے یا اس خوف سے کہ کہیں فساد زیادہ نہ بڑھ جائے اور حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، معاویہؓ اور ان کے ساتھی جنہوں نے اجتہاد سے کام لیا اور دوسرے لوگوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کرنے میں ان کی تقلید کی، پس یہ لوگ متاؤل ہیں اور یہ جنگیں اس لئے ہوئیں کہ صحیح صورت حال مشتبه ہو گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے جسے اجماع کا درجہ حاصل ہے کہ یہ حضرات عادل ہیں ان کی شہادت اور روایات کو قبول کیا جائے گا۔ اور طحاوی جیسے آئمہ نے اپنے عقیدہ میں اور الکمال نے المسایرة میں اور الزبیدی نے احیاء کی شرح میں اور ابن عربی نے عوام

میں اور ابن اثیر نے کامل میں اور الزرقانی نے المواہب کی شرح میں اور الشہاب الألوسی نے الاجوبۃ العراقیہ میں اور دیگر بہت سے لوگوں نے انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔
 علماء نے کسی ایک صحابی کی تنقیص کرنے والے اور اہل بیت یا ازواج کو گالی دینے والے کبھی حکم کا بھی ذکر کیا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے مشہور مذہب امام مالک کا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ان حضرات میں سے کسی ایک کو بھی گمراہ کہے اسے قتل کیا جائے اور قاضی ابویعلیٰ کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت عائشہؓ پر وہ تہمت لگائے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بری قرار دیا ہے بلا اختلاف اس کی تکفیر کی جائے گی اور ایک کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے، یہ مسئلہ مبسوط رنگ میں مؤلف کی کتاب الاعلام بقواطع الاسلام اور تنبیہ الزلاۃ والحکام علی احکام شام خیر الانام أو احسن اصحابہ الکرام میں بیان کیا گیا ہے، اس کتاب کے مؤلف محقق ابن عابدین ہیں جنہوں نے ۱۲۲۸ھ میں وفات پائی، اس کے علاوہ تمام مذاہب کی کتب فروع اور متکلمین اور دیگر اصحاب کی کتب میں بھی یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے یہ وہ بیان ہے جس کا تذکرہ علماء اور محقق متکلمین، فقہاء اور محدثین نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے شیعہ امامیہ اور زیدیہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے کہ وہ اہل سنت کی تکفیر کرتے ہیں یہ عقیدہ ان میں سے متاخرین اور معاصرین امامیہ اور زیدیہ کا نہیں۔ امامیہ شیعہ کے عالم محمد آل کاشف الغطاء نے سفیان ابن السمط کے بارے میں ابی عبد اللہ الصادق سے نقل کیا ہے کہ

”ظاہری اسلام وہ ہے جس پر لوگ قائم ہیں یعنی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا (المحدث)

اس سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ اہل سنت مومن ہیں، اس طرح ابی جعفر الباقر سے صحیح حران بن اعین میں جو کچھ منقول ہے اس میں ایک حدیث یہ ہے کہ ”اسلام وہ ہے جو قول و فعل سے ظاہر ہو اور یہ وہ بات ہے جس پر تمام فرقوں کے مسلمان قائم ہیں اس سے خون محفوظ ہوتے، دراشت کے احکام جاری ہوتے اور نکاح جائز ہوتے ہیں اور لوگ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے لئے جمع ہوتے ہیں ایسے وہ کفر سے نکل کر ایمان کی طرف آجاتے ہیں۔“

مؤید باللہ الحلی بن حمزہ متوفی ۷۲۹ھ نے بیان کیا ہے کہ زید یہ، صحابہ کی تکفیر و تفسیق نہیں کرتے کیونکہ اس پر نہ کوئی دلیل ہے نہ اجماع، یہ ایک بے دلیل بات ہے، بلکہ یہ لوگ خطاکار ہیں۔

اس بناء پر اب اہل سنت اور امامیہ اور زید یہ میں کوئی ایسا اختلاف موجود نہیں جس سے اختلاف کی خلیج کو وسیع کیا جائے یا بغض کی وجہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کیا جائے کیونکہ وہ تو مسیحیوں، یہود اور لادین لوگوں کے درمیان قلیل التعداد ہیں اور ان کے دشمن قومی اور لہجہ ہیں، مسلمانوں کو اس وقت اپنی جمعیت کی بہت ضرورت ہے اور جو جماعت انہیں اکٹھا کر دیگی اللہ تعالیٰ انکی آپس میں صلح کر دیگا اور پیاس کو چشمے کے ذریعہ دور کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے بھی اجتماع اور عدم افتراق کی دعوت دی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المؤمنون اخوة کہ مومن آپس میں بھائی ہیں۔

پھر فرمایا والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض، مومن اور مومنات ایک دوسرے کے اولیاء ہیں۔

پھر فرمایا ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے واضح من بعد ما جاءهم البينات اولئک لهم عذاب عظیم دلائل آجانے کے بعد اختلاف و افتراق کا راسخ

۱۔ الرسالة الوازعہ للمتقین عن سب صحابہ سید المرسلین۔

اختیار کیا ایسے لوگوں کے لئے برا عذاب ہے۔

پھر فرمایا

واعتصموا بحبل اللہ
جميعاً ولا تفرقوا
اللہ کی رستی کو مضبوطی سے تھامے
رہو اور تفرقہ نہ کرو۔

پھر فرمایا ان الذین فرقوا دینہم
وكونوا شیعاً لست منهم فی شیء ان
امرہم الی اللہ ثم وینبہم بہا
کانوا یفعلون
جو لوگ دین میں تفریق کر کے گروہ درگروہ
ہو گئے۔ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ان
کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور طے ہوگا پھر وہ
انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرے گا۔

اور سنت نبوی میں اخوت و محبت، لازم جماعت، مسلمانوں کی خیر خواہی، السلام علیکم
کو رواج دینے کے متعلق بہت کچھ آیا ہے جس کا مقصد اجتماع مسلمین اور عدم تفریق
ہے۔ الموسوی نے العقول المہمتہ میں لکھا ہے کہ امامیہ اور اہل سنت کے نزدیک

کسی اہل قبلہ کی تکفیر کرنا جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کی حدیث صحیح میں ہے۔

من شہدان لا الہ الا اللہ واستقبل
یعنی ہر شخص کو اسی دے کہ اللہ ایک ہے

قبلنا و صلی صلاتنا و اکل فیہ یحیتنا
اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہماری

فذلک اعلمہ (المسلم)
نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے

اور ابو ذر کی حدیث میں آیا ہے

قال لی البنی صلی اللہ علیہ وسلم
کہ مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال لی جبریل من مات من امتی
فرمایا کہ مجھے جبریلؑ نے کہا کہ آپ کی امت کا

لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنة
جو شخص مر جائے اور وہ کسی کو اللہ کا شریک

قلت وان زنا وان سرق قال وان
قرار نہ دیا ہو وہ جنتی ہوگا۔ میں نے کہا کہ خواہ

زنا وان سرق
اس نے چوری اور زنا کا ارتکاب بھی کیا ہو آپ

نے فرمایا ہاں خواہ اس نے چوری اور زنا بھی کیا ہو

پس مسلمانوں میں تفرقہ کس وجہ سے ہے جبکہ انہیں اس وقت وحدت کاملہ اور ہمہ گیر روابط
کی ضرورت ہے اور ان کے درمیان کوئی ایسی اختلافی وجہ موجود نہیں جو تعلقات

کے انقطاع اور دشنام طرازی کا مقتضی ہو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی بصیرت کو
منور فرما کر ان کے قلوب میں اتفاق و اتحاد پیدا کر دیں — آمین

”بقیہ سوزائے کی کامیابی کے بعد ادارہ الجمالے کی دوسری فخریہ پیشے کشی“

شانِ ابوطالبؑ
نقابِ ترمید حوالے بستند
معتبر کتب و تاریخ اقوال
سلف احادیث و روئے اور
تفسیر قرآن سے ماحذہ

منازلہ ابوطالبؑ جسے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ فوتے تاجہ
پسے علماء اہل سنت کے تحقیق و جستج سے کا انمولہ شانِ مبارکہ
اپنے ایمان کے پختگی اور لقا کے لئے اسے کا مطالعہ ضرور کریں

مع شہادت
میں شہادت

تینوں کے ساتھ ایمے اعلانِ حق
وہ بیابانے حینے جنہ کے مطلوبیت پر زمین آسمانے نے خون کے
آنسو بہائے۔ ارفے کر بلا یہ مقدسے خونے کا چھڑکاؤ گلشنِ سالت
کے تاراجی کے روح فرسا اور لہرزہ خیز دستانے۔
اسے کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

۳۸ محدث ابن حجر الھیتی

ابوالعباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الھیتی المکی السعدی الانصاری الشافعی المحدث الفقیہ الصوفی، جو محلہ ابی الھتیم کی طرف منسوب ہیں جو مصر کی مغربی نظامت کے ماتحت ہے اور امیر انبی فہرست المشاہد الفوقیہ میں کہتے ہیں کہ آپ کو الھیاتم بستی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے الھیتی کہتے ہیں۔ الھیاتم مصر کی ایک بستی کا نام ہے۔ آپ مذکورہ بستی میں ۸۹۹ھ میں پیدا ہوئے، صغیر ہی میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی کفالت دو کامل اما مول شمس الدین بن ابی الخلیل اور شمس الدین الشناوری نے کی۔ پھر شمس الدین شناری آپ کو محلہ ابی الھتیم سے سیدی احمد البدوی کے پاس طنطا میں لے گیا، وہاں آپ نے مبادی العلوم پڑھے اور قرآن پاک حفظ کیا، پھر وہ آپ کو ۹۲۲ھ میں کعبۃ العلوم جامعہ ازہر میں لے آئے اور آپ نے اس وقت کے علماء مصر سے علم حاصل کیا۔
علم روایت میں آپ کے شیوخ۔

آپ نے حصول علم کے بعد، جلیل القدر علماء سے روایت کی، جن میں الشہاب الرملی، شمس القفانی، شمس السمہودی شمس المشہدی، الطیلاوی، شہاب بن البخار الجنبلی، شہاب بن الصائغ شامل ہیں نیز آپ نے قاضی زکریا، مہر الزین، عبد الحق السبانی، امین الغمری جو ابن حجر عسقلانی کا شاگرد ہے اور آپ نے سیوطی و ثعالبی الحسین البکری سے بھی روایت کی ہے، اس نے اپنے شاگرد کے لئے معجم وسط اور معجم صغیر لکھی ہے اور انہوں نے اسے ان کتب کے لئے بھی اجازت دی ہوئی تھی جو ان سے روایت کی ہیں اور معجم وسط تو مصر کے دارالکتب میں بھی موجود ہے ان شمس العلماء اور عبقری حضرات کے مدرسہ سے علامہ ابن حجر فقہ، اصول، حدیث

کلام، تصوف، فرائض، صرف و نحو، معانی، منطق اور حساب وغیرہ علوم کثیرہ میں ایک پختہ کار عالم بن کر نکلے، ان علوم کی تحصیل اور پختگی میں خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوت حفظ نے آپ کو بڑی مدد دی کیونکہ آپ حافظ بھی تھے۔ آپ کے ملفوظات میں ایک نمونہ المنہاج الفرعی ہے نیز چھوٹی عمر میں ہی آپ کی شہرت یہاں تک پھیل گئی تھی کہ آپ کے شیوخ نے آپ کو افتاء اور تدریس کی اجازت دیدی تھی جبکہ آپ کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی آپ دنیا سے بے رغبت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے، سلف صالح کا نمونہ تھے آپ ۹۳۳ھ میں حج کی خاطر مکہ تشریف لائے تو یہیں رہ پڑے پھر مصر واپس گئے اور دوبارہ ۹۳۷ھ میں اہل و عیال سمیت حج کیا پھر ۹۴۰ھ میں مستقل رہائش کے لئے مکہ منتقل ہو گئے وہاں کے امام الحرمین درس و تدریس افتاء اور تالیفات کا کام کرتے تھے، الشوکانی نے آپ کے مکہ منتقل ہونے کا سبب یہ بتایا ہے کہ آپ نے مقری کی کتاب الروض کا اختصار کیا اور اس کی شرح لکھی تو بعض حاسدین نے اسے لیکر بھپاڑ دیا تو آپ پر یہ بات بڑی گراں گزری اور آپ اس وجہ سے مکہ منتقل ہو گئے، مکہ اور مصر میں آپ کی بیشمار کتب موجود ہیں جو علم فقہ سے تعلق رکھتی ہیں، جن میں فتاویٰ الشافعیہ فی الحجاز واليمن و مصر اور دیگر کتب شامل ہیں۔ آپ کے پاس عظیم القدر علماء خصوصاً خوشہ چینی اور حصول علم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے بارے میں شہاب الخفاجی کا قول، بالکل سچ ہے کہ وہ حجاز کے علامۃ اللہ ہیں، کتنے ہی فضلاء کے وفود نے آپ کے کعبہ علم کا حج کیا اور اس کے قبلہ کی طرف طلب علم کے لئے متوجہ ہوئے اگر وہ فقہ محدث کے بارے میں گفتگو کرتے تو کسی نے قدیم و جدید میں سے ایسی باتیں نہ سنی ہوتیں، الخفاجی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کا ایک بیٹا محمد نام کا تھا جس کی کنیت ابو النخیر تھی اور بعض مینیوں نے اس سے روایت بھی کی ہے۔

النور السافر مولفہ عبیدروس، اور خفاجی کی رجحانۃ الألباء اور ابی الفلاح

ابن العماد کی شذرات الذهب اور شوکانی کی البدر الطالع اور مرتضیٰ زبیدی کی تاج العروس اور کتانی کی فہرست الفہارس اور محدثین ادران کے مشائخ کی فہارس اور معاجم میں آپ کے حالات زندگی مرقوم ہیں۔ آپ کی وفات شذرات اور البدر الطالع کے مطابق ۹۷۳ھ میں ہوئی اور مشرع الروی اور تاج العروس زبیدی کے مطابق آپ نے ۹۷۲ھ میں وفات پائی اور فہرست المنتقی البکیر میں آپ کا سن وفات ۹۶۲ھ بیان کیا گیا ہے اور المجتبٰی کے نزدیک آپ ۹۹۵ھ میں فوت ہوئے، صحیح روایت یہی ہے کہ آپ ۹۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ الدمنیٰ اور المجتبٰی کی بیان کردہ تاریخ وفات قطعی طور پر غلط ہے جیسے کہ الکتانی نے بیان کیا ہے۔ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی اور معلقات میں طریوں کی زمین میں آپ اسودہ خواب ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو شاد کام کرے اور آپ کی قبر کو نور سے روشن فرمائے اور آپ کو انبیاء، شہداء اور صالحین کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

تالیفات، آپ نے علم فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تحریر کی ہیں۔

شرح مختصر الرضی۔ شرح مختصر ابی الحسن البکری، تحفۃ المحتاج شرح المنہاج، فتح الجواد شرح الارشاد الامداد شرح الارشاد۔ تحذیر النسقات عن اکل الثقات۔ کف الرعاع عن محرمات اللہ والسماع الاعلام بقواطع الاسلام۔ الزواجر عن اقتراب الکبائر۔ در النہای فی الزر والطلیمان والعمامة۔ الجواهر المنظم فی زیارۃ القبر النبوی المعظم۔

علم حدیث میں آپ کی کتب کے نام یہ ہیں۔ شرح مشکاة۔ الفتاویٰ الحدیثیہ۔ جزئی ماوروفی المہدی۔ جزئی، العمامة النبویہ۔ الاربعون حدیثاً فی العدل الاربعون فی الجہاد، فتح المبین فی شرح الاربعین النودیہ۔ الاضیاح شرح احادیث النکاح۔ الصواعق المحرقة فی الرد علی اهل البدع والسماء بذقة تطہیر الجنان واللسان عن الخطور والتفویہ بتلک معاریہ بن ابی سفیان کتاب الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان

۱۔ فہرست الفہارس ۱۲۔ خلاصۃ الاثر فی ترجمہ عبدالعزیز الزمرعی المکی

المولد النبوی - شرح الہمزیۃ - المنہج القویم فی مسائل التعلیم علی الفیہ
 عبد اللہ بافضل شرح علی قطعۃ من الفیہ بن مالک - اتحاف اہل الاسلام
 بخصوصیات الصیام - اتمام النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم -
 ارشاد اہل الغنی والافاقۃ فیما جاء فی الصدقۃ والضيافۃ اسعاف الابرار -
 شرح مشکاة الانوار فی الحدیث - اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب - اشرف الرسائل
 الی فہم المسائل - والامداد شرح الارشاد - تحریر الکلام فی القیام عند ذکر
 مولد سید الانام - تحریر المقال فی ادب واحکام وفوائد یحتاج الیہا مودبو
 الاطفال - تحفۃ الزوار الی قبر النبی المختار رابع مجلدات - تطہیر لعیبۃ
 عن ولس الغیبۃ - تلخیص الاحمر فی حکم الطلاق المعلق بالابرار تنبیہ
 الاخیار عنی معضلات وقعت فی کتاب الوطائف واذکار الازکار - الدر المنصور
 فی الصلوۃ علی صاحب اللوار المقنن - الدر المنظوم فی تسلیۃ الہموم زوائد
 سنن ابن ماجہ - الفتاویٰ الفقیریۃ - فتح الالہ بشرح مشکاة الفضائل
 الکاملۃ لذی الولاية العادلۃ - القول الجلی فی خفض المحتلی - قرۃ العین
 فی ان التبرع لا یطلبہ الدین القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر - مبلغ
 الارب فی نضل العرب - المناہل العذبیۃ فی اصلاح ما دہی من الکعبۃ معدن
 البواقیت الملتئمۃ فی مناقب الأئمة الأربعۃ - المنہج المکیۃ فی شرح الہمزیۃ
 النخب الجلیۃ فی الخطب الجزلیۃ وغیر ذلک من الرسائل والحواشی -
 آپ کی تالیفات اپنے موضوعات کے اعتبار سے بڑی جامع ہیں اور جس طرح سورج
 اپنے مدار میں گردش کرتا ہے اسی طرح ان کا دیار و امصار میں چلن ہے۔

عبد الوہاب عبد اللطیف

الاستاذ المساعد بکلیۃ اصول الدین جامعہ ازہر

محرم ۱۳۸۵ھ

الفوائد البہیۃ للکسوی، وهدیۃ العارفین للبغدادی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ہر قسم کی حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے اصحاب سے مختص فرمایا جو تاروں کی مانند ہیں اور سب لوگوں پر ان کی تعظیم و تکریم کرنا اور اس اعتقاد کی حقیقت اور علوم و معارف کے ان حقائق کو جو انہوں نے بیان کئے اختیار کرنا واجب ہے، میں اس امر پر شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لا شریک ہے، یہ ایک ایسی شہادت ہے جو اس منظم کردہ کے بارے میں مندرج ہے اور میں اس بات کا بھی شہاد ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسرار غفیہ عطا فرمائے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ ہمیش رہتیں نازل ہوتی رہیں۔

اما بعد مدتوں سے مجھ سے یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ ایک ایسی کتاب تالیف ہو جس میں خلافت صدیقی و فاروقی کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہو سو میں نے اس میدان میں خدمت کے لئے جلدی کی اور خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب لطیف نمونوں، شریفانہ طریق اور اعلیٰ مسلک پر مشتمل ہے۔ اور پھر مجھے رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ میں اسے مسجد الحرام میں لانے کیلئے کہا گیا کیونکہ وہاں شیعہ، روافض اور مہمچوسم کے بہت سے لوگ موجود ہیں تو میں نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے جو واضح مسئلے سے ہٹ گئے ہیں اس بات کو بھی قبول کر لیا، پھر مجھے اس بات کا خیال آیا کہ اس میں اضافہ کیا جائے۔ کہ میں آئندہ اربعہ کی خلافت کی حقیقت اور ان کے فضائل اور اس ذیل میں آنے والے چھوٹے موٹے متعلقات کو بھی بیان کر دوں۔ پس یہ کتاب اپنے فن میں کامل، محققانہ رنگ سے مزین اور باطل پر توں اور شر پر مبتدعین کے براہین کا ایسے عقلی اور نقلی دلائل سے قلع قمع کر دینے والی ہے جن کا انکار کوئی منکر آیات الہیہ ہی کر سکتا ہے ہم ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے

ہیں اور ان کے اقوال و افعال کی قباحت سے اس سے سلاحتی کے خواہاں ہیں، کیونکہ وہ سنجی، کریم اور رؤف الرحیم ہے، میں نے کتاب کو تین مقدمات، دس ابواب اور ایک خاتمہ کی صورت میں مرتب کیا ہے۔

مقدمہ اولیٰ۔ اگرچہ میں ان حقائق کے بیان کرنیے قاصر ہوں جنہیں خطیب بغدادی نے الجامع میں اور دوسرے لوگوں نے بیان کیا ہے، مگر مجھے اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے آمادہ کیا کہ آپؐ فرمایا ہے

اذا ظهرت الفتن او قال المذبح وصہب
اصحابی فليظموا العالم عليه فن لم
يفعل ذلك ضل عليه لعنة الله والملائكة
والناس اجمعين لا يعقل الله منه صفاقاً
ولا عدلاً ۲

کہ جب فتنے یا بدعتوں کا ظہور ہو اور میرے
صحابہ کو برا بھلا کیا جائے تو عالم کو اپنے علم کا
اظہار کرنا چاہیے اور جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ
تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔
اور اللہ تعالیٰ اس سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہیں
کرے گا۔

اسی طرح الحاکم نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال ما ظہر اهل بدعة
الا اظہر اللہ فیہم حجة علی لسان
من یشاء من خلقه و اخراج البونعیم
اهل البدع شر الخلق و الخلیقة۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اہل بدعت
جو بدعت بھی اختیار کریں گے، اللہ تعالیٰ جس کی
زبان سے چاہے گا حجت و برہان کی رو سے اسے
ان پر غلبہ دے دیگا اور البونعیم نے روایت کی ہے
کہ اہل بدعت بدترین مخلوق میں

۱۔۔ الجامع بین آداب الراوی والسامع، جس کا ایک نسخہ اسکندریہ کی لائبریری میں موجود ہے۔
۲۔۔ اس قسم کی حدیث ابن عباسؓ نے معاذ سے زیادات الجامع الصغیر میں بیان کی ہے۔
۳۔۔ فی تاریخ ۳۔۔ الحلیۃ میں انسؓ سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ میں
المعانی، اور اعمیٰ سے متفرد ہے اور عیسیٰ بن یونس نے اور اعمیٰ سے روایت کی ہے اسکا ذکر المعانی کے
حالات زندگی میں ہے جو ابی مسعود موسلی نے لکھے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں لفظ مترادف ہیں اور یہ بھی کہ پہلے لفظ سے چوہائے اور دوسرے سے لوگ مراد ہیں ابو حاتم اخراجی نے اپنی کتاب "جتر" میں اہل بدعت کو دوزخ کے گتے قرار دیا ہے اور الرافعی کہتے ہیں کہ سنت پر تھوڑا عمل کرنا بدعت پر زیادہ عمل کرنے سے بہتر ہے الطبرانی کہتے ہیں کہ جو اہل بدعت کی تفسیر کرے اس نے اسلام کو تباہ کرنے میں مدد دی البیہقی اور ابن ابی عامر السنت میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل بدعت کے کسی عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ جب تک کہ وہ اس بدعت سے توبہ نہ کریں۔ الخطیب اور الدیلمی کا بیان ہے کہ جب کوئی بدعتی مرتبا ہے تو اسلام میں فوجاٹ کا دروازہ کھلتا ہے۔ الطبرانی، البیہقی اور الضیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی کی توبہ کو قبولیت سے روکا ہوا ہے اور الطبرانی کہتے ہیں کہ اسلام پھیلے گا پھر اسے کمزوری آئے گی پس جو لوگ غلو اور بدعت کے باعث اس کی کمزوری کا باعث نہیں گئے وہ دوزخی ہوں گے البیہقی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بدعتی سے روزہ، نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد، کوئی خرچ یا معاوضہ وغیرہ قبول نہیں فرماتا، اسے دین سے یوں خارج کر دیا جائے گا جیسے بال آتے ہی نکال دیا جاتا ہے ہم عنقریب آپ کے سامنے ایسی باتیں بیان کریں گے جن سے آپ کو قطعی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ روافض اور شیعہ اور اس قسم کے لوگ، بدعتیوں کے اکابر میں سے ہیں اور ان احادیث میں بیان شدہ وعید کی مستحق ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کے متعلق خاص طور پر احادیث بھی آئی ہیں، الحاملی، الطبرانی اور الحاکم نے عومیر بن سعد سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو بھی منتخب کیا اور ان میں سے میرے وزیر، انصار اور واماد بنائے پس جو انہیں بُرا بھلا کہے گا، ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور رب لوگوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے روز اللہ ان سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہیں فرمائے گا۔

۱۔ یہ ضخیم خلق اور خلیقہ کی طرف جاتی ہے ۲۔ عن ابی امامہ ۳۔ أخرجه الرافعی عن ابی ہریرۃ والدیلمی عن ابن مسعود عن عبد اللہ بن بسرہ۔ عن ابی عباس أخرجه ابن ماجہ ۴۔ عن انس ۵۔ عن انس فی اللامسط وأخرجه ابن فیل ۸۔ أخرجه ابن ماجہ عن حذیفہ

اور ان خطیب نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ

ان الله اختارني واختار لي اصحابا واختار لي الله تعالى نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب
منهم اصهاراً فمن حفظني فيهم حفظه الله کا بھی انتخاب فرمایا ان میں سے میرے لئے داماد بھی منتخب
ومن آذاني فيهم آذاه الله برا

فرمائے پس جو شخص ان کے بارے میں میرا تحفظ فرمائے گا اللہ

تعالیٰ اس کی حفاظت کرے گا اور جو شخص ان کے بارے میں مجھے

تکلیف دے گا اللہ انہیں ایذا دے گا۔

اور العقيلي نے الضعفاء میں حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ

ان الله اختارني واختار لي اصحابا واصهاراً اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب

وسیاتی قوم یسبونہم ویتقصونہم فلا اور داماد بھی منتخب فرمائے عنقریب ایک قوم ہوگی جو

تجاسونہم ولا تشارونہم ولا توالونہم ولا تباکونہم ان کو برا بھلا کہے گی اور ان کی تنقیص کرے گی ایسے

لوگوں کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور نکاح و بیاہ

نہ کرو۔

البغوی، الطبرانی اور ابو نعیم نے المعرفة میں اور ابن عساکر نے عیاض الانصار سے روایت
کی ہے کہ

احفظونی فی اصحابی واصھاری وانصارہ میرے اصحاب، انصار اور دامادوں کے بارے میں میرا

فمن حفظنی فیہم حفظہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ تحفظ کرو، جو ان کے بارے میں میری حفاظت کرے گا

ومن لم یحفظنی فیہم تحلی اللہ منہ ومن تحلی اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت دینا اور آخرت میں نرمانا اور جس نے

اللہ منہ یوشک ان یأخذہ انکے بارے میں میرا تحفظ نہ کیا اللہ تعالیٰ اس سے الگ ہو جائیگا

اور جس کا اللہ تعالیٰ الگ ہو جائے قریب کر دے اسکی گرفت

میں آجائے۔

۱: تاریخ خطیب حالات محدثین بشر الدعا عن انس۔ اور حالات الولید بن الفضل الغزالی جس میں عقیل کی آئندہ آنوالی
روایات بیان ہوئی ہیں ۲: رواہ البیہقی ۳: ایک روایت میں یوشک کے بجائے او شک کا لفظ آیا ہے۔

اور ابوذر اللہ مدی نے حضرت جابر، حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے اور الذہبی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ
 یكون في آخر الزمان قوم يسمون الرافضة آخری زمانے میں روافض نام کی ایک قوم ہوگی جو اسلام
 برفضون الاسلام فاقتلوهم فانهم مشركون کو چھوڑ دے گی اسے جہاں پاؤ قتل کر دو کیونکہ وہ مشرک ہے
 الذہبی نے ایک اور روایت ابراہیم بن حسن بن حسین بن علی عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم
 سے بیان کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليظهرن في آخر الزمان قوم يسمون الرافضة کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آخری زمانے میں میری
 فی امتحانی آخر الزمان قوم یسمون الرافضة امت میں روافض نام کی ایک قوم ہوگی جو اسلام کو چھوڑ
 برفضون الاسلام دے گی۔

اور دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
 سیأتي من بعدی قوم لهم بمنزلة قال لهم الرافضة عنقریب میرے بعد ایک قوم ہوگی جن کا بڑا لقب ہوگا
 فان ادركتهم فاقتلهم فانهم مشركون قال جنہیں رافضی کہا جائے گا اگر تو انہیں پائے تو قتل
 قلت یا رسول الله ما العلامة فيهم قال يطعنون في صدورهم کہ دنیا کیونکہ وہ مشرک ہیں میں نے عرض کیا یا رسول
 بما ليس فيك ويطعنون على السلف۔ اللہ ان کی نشانی کیا ہوگی فرمایا کہ وہ آپ کی طرف ایسی
 چیزیں منسوب کریں گے جو آپ میں موجود نہیں اور سلف
 پر طعن کریں گے۔

اور دارقطنی نے آپ سے ہی ایک اور طریق سے بھی اسی قسم کی روایت بیان کی ہے اور ایک
 دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اہل بیت کی طرف منسوب
 کریں گے حالانکہ انہیں ان سے کوئی نسبت نہ ہوگی اور ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ اپنے
 نام حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھیں گے۔ اسی طرح یہ روایت حضرت
 فاطمہ الزہراء اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے بھی کئی طریق سے آئی ہے۔ آخر میں دارقطنی کہتے

ہیں کہ یہ حدیث ہمارے پاس بہت سے طریقوں سے آئی ہے اور البہرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جو انبیاء کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو صحابہ کو برا بھلا کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور الدیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ
 اذا اراد الله برجل من امتي خيرا القى يعني حبب الله تعالى لميراثك من امتك كمن اراد الله برجل من امتي خيرا القى
 حب اصحابي في قلبه ۲

ڈال دیتا ہے

اور ترمذی نے عبد اللہ بن مفضل سے بیان کیا ہے کہ

الله الله في اصحابي لا اتخذوهم غرضا بعدى يعني ميرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو
 فمن ابعهم فحبي ابعهم ومن البغضهم فبغضى ميرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا جو شخص
 البغضهم ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله ومن آذى الله يوشك ان ياخذه
 آذاني فقد آذى الله ومن آذى الله يوشك ان ياخذه

بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے جس نے

انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے

ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جو اللہ تعالیٰ

کو ایذا دیتا ہے قریب ہے کہ وہ اسکی گرفت میں آجائے۔

اور الخطیب نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ

اذا رايتهم الذين ليسبون اصحابي فقولوا لعنة الله على شرکم
 یعنی جب صحابہ کو برا بھلا کہتے والوں کو دیکھو تو انہیں کہو
 کہ تمہارے پیدا کردہ شریر اللہ کی لعنت ہو اور

اور ابن عدی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت بیان کرتے ہیں۔

انے شرار امتی اجرؤہم علی صحابی کہ میری امت کے شریر لوگ وہ ہوں گے جو میرے

اصحاب کو برا کہنے میں جہارت کریں گے۔

اور ابن ماجہ، حضرت عمرؓ سے بیان کرتے ہیں

أحفظوني في أصحابي ثم الذين يلونهم کہ میرے اصحاب کے بارے میں میرا تحفظ کرو پھر

ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ ہوں گے

اور الشیرازی نے الاقباہ میں ابی سعید سے روایت کی ہے کہ

أحفظوني في أصحابي فمن حفظني فيهم كان میرے اصحاب کے بارے میں میرا تحفظ کرو جو ان کے بارے

عليه من الله حافظ ومن لم يحفظني میں میرا تحفظ کریگا اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ

فيهم تحلى الله منه ومن تحلى الله منه مقرر ہوگا اور جو ان کے بارے میں میرا تحفظ نہ کریگا اللہ تعالیٰ

يوشك ان يأخذه اس سے الگ ہو جائیگا اور جس سے اللہ تعالیٰ الگ ہو

جائے قریب کردہ گرفت میں آجائے۔

المخطیب نے حضرت جابر سے دارقطنی نے الأفراد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے

کہ انت الناس يكثرون واصحابي کہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور میرے اصحاب

يقلون فلا تسبوا اصحابي فمن سبهم کم ہو رہے ہیں پس میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو جو ایسا

فعلیه لعنة الله کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی

اور الحاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ تمہارے بعد ہونے والی قوم تمہارے پاسنگ بھی

نہ ہوگی اور ابن عساکر نے حسن سے مرسل روایت میں بیان کیا ہے

عاشانہ وشدة اصحابي ذروا لہ اصحابي میرے صحابہ کی شان سے آپ لوگوں کو کیا نسبت ہے

فالذی نفسی بیدہ لو انفق احدکم مثل میرے صحابہ کو میرے ٹھہوڑے حصے سے اس ذات کی جس

احد ذهباً ما ادراك مثل عمل احدیوماً کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ

واحداً کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو اتنے ایک دن کے عمل کو

بھی نہ پہنچ سکے۔

احمد اور شخبین، ابو داؤد اور ترمذی نے ابی سعید اور مسلم سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہؓ

سے روایت کی ہے کہ

لَا تَسْلُبُوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي
بِيدِهِ لَوَانِ أَحَدُكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ
أَحَدِ زُهَبًا مَا بَلَغَ مَا أَحَدُهُمْ وَلَا
نَصِيفَهُ لَهُ

میرے صحابہ کو بُرا بھلا نہ کہو مجھے اس ذات
کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی
سونا خرچ کر دے تو ان کے سٹھی بھر جوا کا
مقابلہ نہ کر سکے گا۔

اور احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ :-
لَا يَبْلُغُنِي أَحَدٌ عَنِ أَصْحَابِي شَيْئًا فَإِنِ أَحَبَّ أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ
كَهَيْئَتِي شَخْصٌ مِثْلِي مِثْلِي بَارِكْ فِيَّ مِثْلِي كَلِيفٌ نَهْ يَنْجِئُ كَيْونَكَ فِي جَانِبِي
هَؤُلَاءِ فِي جَانِبِي تَهَارِي بِاسْأَلُ تَوَمِيرَ اسِيَّةٍ صَافٍ هُوَ - اور احمد نے حضرت
انس سے روایت کی ہے دعوائے اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لوانفقتم
مثل احد زهبا ما بلغت اعماهم ، میرے صحابہ کو میرے لئے چھوڑ دو مجھے اس
ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ
کر دو تو ان کے اعمال کو نہ پہنچ سکو اور دارقطنی میں ہے کہ مَنْ حَفَظَنِي فِي أَصْحَابِي
وَرَدَ عَلَى الْحَوْضِ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْنِي فِي أَصْحَابِي لَمْ يَرِدْ عَلَى الْحَوْضِ وَلَمْ يَرِنِ
بِوَصْحَابِهِ كَ بَارِئِ فِي مِثْلِي مِثْلِي حَفَظَ كَرِي وَهُوَ حَوْضٌ كَوْثَرٍ يَرِي وَهُوَ كَا وَرَحْبَانِ مِثْلِي
كَ بَارِئِ فِي مِثْلِي مِثْلِي حَفَظَ كَرِي وَهُوَ حَوْضٌ كَوْثَرٍ يَرِي وَهُوَ كَا وَرَحْبَانِ مِثْلِي
نَضِيبٌ هُوَ كَا الطَّبْرَانِي وَرَأَى كَا فِي عِبَادِ اللَّهِ بَنِي لَبِيسَ رَوَايَتِ كِي هِيَ كَرِطُونِي
لَمَنْ رَأَى وَآمَنْ بِي وَطَوْبِي لَمَنْ رَأَى مِنْ رَأَى وَلَمَنْ رَأَى مِنْ رَأَى مَنْ
رَأَى وَآمَنْ بِي وَطَوْبِي لَمَنْ رَأَى وَحَسَنَ مَا ب - اُس شخص کو خوشخبری ہو جس نے
مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اُسے بھی خوشخبری ہو جس نے میرے دیکھنے

سے اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے ۔

والے کو دیکھا اور اُسے بھی نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا انہیں اچھے انجام کی خوشخبری ہو۔

عبد بن حمید، ابی سعید سے اور ابن عساکر وائلہ سے روایت کرتے ہیں کہ طوبی لمن رانی و لمن رای من رای من رانی کے میرے دیکھنے والے کو خوشخبری ہو، اور میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو بھی خوشخبری ہو۔ اور الطبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لعن اللہ من سب اصحابی، میرے صحابہ کو میرا کہنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ اور ترمذی اور الضیاء نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ ما من احد من اصحابی یموت بار منہ الا بعث قائداً و توراً لہم لیوم القیامۃ، جب کسی علاقہ میں میرا کوئی صحابی فوت ہو جائے تو اُسے اس علاقہ کے لوگوں کے لئے قیامت کے روز قائد اور نور بنا کر بھیجا جائے گا اور ابو نعیم نے حضرت انس سے بیان کرتے ہیں کہ مثل اصحابی مثل الملح فی الطعام لا یصلح الطعام الا بالمح لا میرے صحابہ کھانے میں نمک کی مانند ہیں اور کھانا نمک ہی سے اچھا بنتا ہے۔ اور احمد اور ابو مسلم نے ابی موسیٰ سے روایت کی ہے کہ النجوم امنۃ للسماء فاذا ذهبت النجوم اتی السماء ما توعد وانا امنۃ لاصحابی فاذا ذهبت اتی اصحابی ما یوعدون، ستارے آسمان کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہیں اور جب ستارے ختم ہو جائیں گے آسمان سے موعودہ چیزوں کا ظہور ہو گا اور میں اپنے صحابہ کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ ان چیزوں سے دوچار ہونگے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ترمذی اور الضیاء نے جابر سے روایت کی ہے لا تحسن النار مسلماً رانی اور اُکی من رانی

مکملہ :۔ ابن عساکر نے اسے وائلہ سے روایت کیا ہے۔

آگ اس مسلمان کو نہیں چھوڑی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا، ترمذی اور حاکم کی روایت ہے۔ خیر القرون قرنی ثمالذین یلونہم ثمالذین یلونہم الطبرانی اور الحاکم نے عبد بن ہریرہ سے روایت کی ہے کہ خیر الناس قرنی الذی انا فیہم ثمالذین یلونہم والآخرون اراذلہم، جس صدی میں، میں موجود ہوں اس کے لوگ بہترین میں پھر ان کے بعد والے اور دوسرے لوگ رذیل ہوں گے مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے خیر امتی القرون الذی بعثت فیہ ثمالذین یلونہم ثمالذین یلونہم، میری امت کی بہترین صدی وہ ہے جس میں مجھے مبعوث کیا گیا ہے پھر ان کے بعد آنیوالے لوگوں کی پھر ان کے بعد آنیوالے لوگوں کی، اور حکیم ترمذی نے ابوالدر واد سے روایت کی ہے کہ خیر امتی اولہا و آخرہا وفی وسطہا الکدر، میری امت کا پہلا اور آخری دور بہترین ہے اور درمیانی زمانہ میں کدورت ہے، اور ابونعیم نے الحلیۃ میں مرسل روایت بیان کی ہے کہ خیر هذه الامۃ اولہا و آخرہا فیہم عیسیٰ ابن مریم و بینے

۱۔ حضرت عمر کی روایت میں ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے دوسلوں کا ذکر کیا یا تین کا پھر ان کے بعد کچھ لوگ ہونگے جو گواہی طلب کئے بغیر گواہی دینگے اور خائن ہونگے انہیں کہیں نہیں بنایا جائیگا، نذرمان کرپوری نہ کریگے ان میں خربہ نمایاں ہوگی ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آئے ہیں کہ وہ حلف طلب کئے بغیر حلف اٹھائیں گے اسے بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ۲۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

ذاتی نہیج اعوج لیسوا متی ولست منہم سے اس امت کا
 بہترین حصہ پہلا اور آخری ہے کیونکہ اس میں عیسیٰ بن مریم ہوں
 گے ان کے درمیان کچھ لوگ ہوں گے جن کا میرے ساتھ اور نہ
 میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق ہوگا۔

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے خیر الناس قونی
 ثمالثانی ثمالثالث ثم یجیا قوم لا خیر فیہم میری صدی
 کے لوگ بہترین ہیں پھر دوسری اور تیسری صدی کے پھر چوتھی زندہ
 ہوں گے ان میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے
 روایت کی ہے۔ امتی علی خمس طبقات فاربعون سنة اھل
 وتقوی ثمالذین یلونہم الی عشرین و مائة
 اھل تواصل و تراحم ثمالذین یلونہم
 الی ستین و مائة اھل تدابر و تقاطع ثمالھن و المرح
 النجاء النجاء میری امت کے پانچ طبقے ہیں، چالیس سال تک
 نیکی و تقوی والے لوگ ہوں گے پھر ان کے بعد ایک سو بیس سال

سہ: پوری حدیث یوں ہے کہ پھر ان کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو فرہی کو لپڑ
 کریں گے اور بغیر گواہی طلب کرنے کے گواہی دینگے۔ اسے خطیب نے عروہ بن
 رویم اللخمی سے مرسل روایت کیا ہے جو حدیث میں ان کے حالات میں درج ہے
 مطبوعہ نسخہ اور اس میں شیخ اعوج لیس منک ولست منہم کے الفاظ
 آتے ہیں اور النہایت میں بھی اسی طرح ہے۔ شیخ، کسی چیز کے وسط کو
 کہتے ہیں اور نہیج اور نہیج، شدت حرکت کے ساتھ سانس کے بار بار
 آنے کو کہتے ہیں یا ایسے فعل کو جو تھکا دینے والا ہو اور نہیج کو کسر کے
 ساتھ بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ اس نے چوپائے کو چلایا تو وہ ہانپنے لگا۔

تک صلہ رحمی کرنے والے ہوں گے پھر ان کے بعد ایک سو ساٹھ سال تک اعراض کرتے والے تعلقات قطع کرنے والے ہوں گے پھر لڑائیاں ہوں گی اللہ ان سے بچائے اللہ ان سے بچائے۔
حضرت انس سے ہی ایک اور روایت ہے کہ کلہ طبقۃ اربعون فاما طبقتی و طبقۃ اصحابی فاهل علم و ایمان و اما الطبقة الثانیۃ ما بین الاربعین الی الثمانین فاهل بدو تقویٰ۔ ہر طبقہ چالیس سال کا ہوگا۔ میرا اور میرے اصحاب کا طبقہ علم و ایمان سے آراستہ ہوگا۔ دوسرا طبقہ جو چالیس سے انسی سال تک ہوگا۔ وہ نیکی و تقویٰ والا ہوگا۔ پھر اس کے بعد پہلی روایت کی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

الحسن، ابن سفیان، ابن منذر اور ابو نعیم المرفیہ میں وارم البیہی سے بیان کرتے ہیں کہ الطبقة الاولى انا ومن معی اهل علم و یقین الی الاربعین والطبقۃ الثانیۃ اهل بدو تقویٰ الی الثمانین والطبقۃ الثالثۃ اهل تراحم وتواصل الی العشرین ومائۃ والطبقۃ الرابعۃ اهل تقاطع وتطالم الی السنین ومائۃ والطبقۃ الخامسة اهل هزح وموج الی المائتین۔ پہلا طبقہ میرا اور ان اہل علم و یقین لوگوں کا ہے جو میرے ساتھ ہیں یہ چالیس سال تک رہیگا دوسرا طبقہ جو انسی سال تک ہوگا وہ لوگ نیک اور متقی ہوں گے تیسرا طبقہ جو ایک سو بیس تک رہے گا وہ صلہ رحمی کرنے والوں کا ہوگا، چوتھا طبقہ ظلم اور قطع تعلقات کرنے والوں کا ہوگا جو ایک سو ساٹھ سال تک رہے گا۔ اور پانچواں طبقہ صاحبان جنگ کا ہوگا۔ جو دو سو سال تک رہے گا۔

ابن عساکر نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے مگر اس کے الفاظ یہ ہیں طبقۃ و طبقۃ اصحابی اہل العلم والایمان اور المزح کی جگہ، دیان الحروب کے الفاظ آتے ہیں۔

ان لوگوں کے لئے یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

انکے بارے میں گواہی دی ہے کہ وہ بہترین لوگ ہیں فرماتا ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم بہترین لوگ ہو جو لوگوں کے فائدہ کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔ اس خطاب کی ذیل میں آئیوالے سب سے پہلے لوگ بھی

ہیں اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متفق علیہ حدیث میں ان کے بارے میں گواہی دی ہے کہ میری صدی بہترین صدی ہے اور اس مقام سے بڑھ

کر اور کوئی مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت کی وجہ سے ان سے راضی ہو گیا ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشدا علی الکفار رحماء

بینہم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کفار پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا السابقون الاولون من

المہاجرین والنصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوان، مہاجرین و انصار میں سے سابقون الاولون اور وہ لوگ جنہوں نے

احسان کے ساتھ انکی پیروی کی ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں آپ ان آیات پر غور کریں تو آپ ان تمام قبیح باتوں کے نجات حاصل کریں گے جو افضیوں

لے ابن طریح بخفی مجمع البحرین میں کہتے ہیں کہ رافضی، شیعوں کا ایک فرقہ ہیں جنہوں نے زید بن علی کو اس وقت چھوڑ دیا تھا جب آپ نے انہیں صحابہ پر طعن کرنے سے

منع فرمایا تھا جب انہیں پتہ چلا کہ یہ شخصین کو برا نہیں کہتے تو ان لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا پھر یہ لقب ہر اس شخص کیلئے استعمال ہونے لگا جس نے اس مذہب میں

غلو اختیار کیا اور صحابہ پر طعن کرنے کو جائز قرار دیا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ قتل ترک کرنے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔

نے گھڑ کر ان کے سر تھوپی ہوئی ہیں حالانکہ وہ ان تمام باتوں سے بری ہیں جیسے کہ عنقریب تفصیل کے ساتھ یہ بحث آئے گی، صحابہ کے بارے میں اپنے اعتقاد میں ادنیٰ نقص کا شائبہ رکھنے سے بھی اجتناب کریں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اکمل انبیاء کے لئے بقیہ امتوں میں سے اکمل لوگوں کو ہی پسند فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے اس کے قول سے واضح کیا ہے کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور جو باتیں ان لوگوں نے صحابہ کی طرف منسوب کی ہیں وہ خانہ ساز بھوٹ ہیں ان باتوں کی کوئی ایسی سند موجود نہیں جس کے رجال معروف و مشہور ہوں وہ تو صرف ان لوگوں کا بھوٹ، حلق، جہل اور خدا تعالیٰ پر کذب و افترا ہے۔ پس ہوا و ہوس اور عصبیت کے باعث صحیح بات کو چھوڑ کر غلط بات کو اختیار کرنے سے بچو، عنقریب آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اکابر اہل بیت کے متعلق پڑھیں گے کہ وہ صحابہ کی تعظیم کرنے والے مخصوص شیخین حضرت عثمان اور عشر مبشرہ کے بقیہ لوگوں کی، کیونکہ الہامی طور پر ہدایت پائی والا سرتابی نہیں کر سکتا پس خاندان نبوت کے کسی فرد کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے یا ان سے تعلق رکھنے والا کوئی آدمی حضرت علیؑ کے اس کے قول سے کیسے پہلو تہی کر سکتا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ انت خیر هذه الامۃ بعد نبیہا ابوبکر ثمرہ عمر، کہ اس امت کے نبی کے بعد سب سے بہتر آدمی حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمرؓ، اللہ تعالیٰ روافض پر لعنت کرے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے یہ بات بطور تفسیر کہی ہے، اس بات کے بطلان اور تردید میں عنقریب دوبارہ لکھا جائیگا اور بعض روافض نے تو حضرت علیؑ کی تکفیر تک کی ہے اس لئے کہ انہوں نے کفار کو کفر میں مدد دی تھی، اللہ تعالیٰ ان کا ستیاناس کرے یہ کس قدر جاہل اور احمق آدمی ہیں۔ الطیرانی اور دوسرے لوگوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ اللہ اللہ فی اصحاب نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فانہ اوصی بحدود کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ آپ

نے ان کے بارہ میں وصیت کی ہے۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

مقدمہ ثانیہ

امام کا نصب کرنا واجب ہے بلکہ انہوں نے تو اسے اہم واجبات میں سے قرار دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن نہیں کیا جب تک امام کو مقرر نہیں کر لیا۔ امام کی تعیین کے بارہ میں ان کا اختلاف کرنا اجماع مذکور اور اسکی اہمیت میں کوئی رخصت پیدا نہیں کرتا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے جیسے کہ عنقریب اس کا ذکر آئیگا، آپ نے فرمایا جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ وہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آتی۔ آپ لوگ اچھی طرح نظر دوڑا کر سنجھے اپنی اپنی رائے سے آگاہ کریں کیونکہ اس معاملہ میں کسی آدمی کو مقرر کرنا نہایت ضروری ہے لوگوں نے جواب دیا آپ نے درست فرمایا ہے ہم اس بارہ میں غور کرتے ہیں۔ پھر ہمارے اہلسنت والجماعت کے نزدیک بھی یہ امر واجب ہے اور اکثر معتزلہ، سمع یعنی تواتر اور اجماع مذکورہ کے لحاظ سے اسے واجب قرار دیتے ہیں اور بیشتر لوگ اسے عقلاً واجب قرار دیتے ہیں اور اس کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدود کے قیام، سرحدوں کی حفاظت، جہاد کیلئے لشکروں کی تیاری اور اسلامی معاشرہ کی حفاظت کا حکم فرمایا اور واجب مطلق کی تکمیل اسی سے ہو سکتی ہے اور جس چیز کا کرنا مقدور نہیں ہو وہ واجب ہوتا ہے پھر نصب امامؓ بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بہت سے نقصانات

اے البیضہ کے معنی معاشرہ یا دار الخلافہ کے ہیں جیسے کہ نہایہ اور مجمع البحرین میں ہے، اے بیضۃ الطائر تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ جب وہ ہلاک ہو جائے تو اس میں کھانے اور پینے وغیرہ کی سہولت جو چیز ہوتی ہے ہلاک ہو جاتی ہے یا اسے خود سے لیا گیا ہے جبکہ معنی بیضۃ الدیر یعنی خود کے ہیں۔

کو دور کیا جاتا ہے اور اس قسم کی ہر چیز کا کرنا واجب ہوتا ہے۔ شرح مقاصد کے بیان کے مطابق امامت صغریٰ کا قیام امام کی موت کے ساتھ، ضروریات، مشاہدات اور فتنہ و فساد کے ظہور لوگوں کے معاملات کی خرابی کی وجہ سے ضروری ہو جاتا ہے۔ خواہ اس سے کما حقہ اصلاح اور معاملات کی درستگی نہ بھی ہو، مگر امامت کبریٰ کا قیام ہمارے نزدیک اجماع سے ثابت ہے اور جو لوگ عقلاً اس کے وجوب کے قائل ہیں وہ بھی اسکی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں جیسے کہ معتزلہ میں سے ابی الحسین، جاحظ، خیاط اور کعبی، اب رہا خوارج اور ان کے پیروؤں کا اسکے وجوب کی مخالفت کرنا تو اسکی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ دوسرے بدعتیوں کی طرح انکی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس امر میں کوئی خلل ڈال سکتی ہے جس کا مفید ہونا قطعی طور پر اجماعی حکم سے ثابت ہے اور یہ دعویٰ کہ نصب امام اس لحاظ سے موجب ضرر ہے کہ امتثال امر میں اسے آپ کا مثل قرار دینا ایکی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے جس سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے اور چونکہ وہ کفر و فسق سے محصوم نہیں اس لحاظ سے بھی اس کا نصب نقصان دہ بات ہے اگر وہ معزول نہ ہو تو لوگوں کے لئے زیادہ ضرر رساں ہوگا اور اگر اسے معزول کر دیا جائے تو اس سے جنگ چھڑ سکتی ہے جس سے بے فائدہ نقصان ہوگا، لیکن امام کے تقرر کو ترک کرنے سے جو نقصان ہوگا وہ اس سے بدرجہا زیادہ اور خطرناک ہوگا بلکہ ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہ ہوگی اور تعارض کے وقت بڑے نقصان کو دور کرنا واجب ہوتا ہے اور امام کے بغیر لوگوں کے احوال کا انتظام کرنا ایک محال بات ہے جیسے کہ روزمرہ کے مشاہدہ میں بھی یہ بات آرہی ہے۔

مقدمہ ثالثہ: امامت، یا تو نص سے ثابت ہوتی ہے یعنی یہ کہ امام امامت کے مستحق

۱۔ فخر الدین رازی، اربعین میں مذکور معنوں کے بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اپنے آپ سے بقدر امکان دفع ضرر واجب اور بہت عقلاء کے درمیان متفق علیہ ہے اور جو شخص کہتا ہے کہ حسن و قبح دونوں عقلی باتیں ہیں۔ اسکا مطلب یہ کہ اسکا جواب بدیہہ العقل ثابت ہے، اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کا وجوب انبیاء و رسل کے اجماع اور تمام ادیان کے اتفاق سے ثابت ہے۔

افراد میں سے کسی فرد واحد کے خلیفہ بنائے جانے کے بارے میں کہے، یا ارباب حل و عقد، کسی اہل آدمی کو خلیفہ بنالیں، اس کا بیان آئندہ ابواب میں آئے گا یا اس کے بغیر کوئی صورت ہو اس کا بیان اپنے مقام پر فقہاء اور دوسرے لوگوں کی کتب سے ہو گا۔

اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ خلفائے راشدین کے بعد علماء کے اجلاء سے اس امر کو جائز قرار دیا گیا ہے کہ افضل شخص کی موجودگی میں دوسرے کو امام مقرر کیا جاسکتا ہے جیسے کہ قریش کے بعض آدمیوں کو امام مقرر کیا گیا درناحالیکہ ان سے افضل آدمی موجود تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں میں سے چھ کے درمیان خلافت کو منحصر کر دیا ان لوگوں میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے اور وہ حضرت عمرؓ کے بعد اپنے زمانے کے لوگوں سے افضل تھے اگر افضل آدمی کو متعین کرنا ہو تا تو حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کا تعین کر دیتے آپ کا انہیں مقرر نہ کرنا اس بات پر دل ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی موجودگی میں کسی دوسرے آدمی کو امام مقرر کرنا جائز سمجھتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ غیر افضل، دینی مصالح کے قیام، تدبیر ملک، انتظام رعیت اور فتنوں کے فرو کرنے میں

سلفہ: امام رازی نے کہا ہے جبکہ شخص یہ کہ حضرت ابو بکر کی امامت بیعت سے منعقد ہوئی اور آپ کی امامت اس لحاظ سے صحیح اور درست ہے بیعت، حصول امامت کا ایک طریق ہے مگر اٹھ عشرہ اسکے قابل نہیں۔ سلفہ: باقلانی نے التہدید میں لکھا ہے کہ امام کا تقرر تو صرف دشمن کو دور کرنے، معاشرہ کی حفاظت کرنے، فسادات کو روکنے، عدل کے قیام اور حقوق کی ادائیگی کیلئے ہوتا ہے اور جب افضل کی امامت کے قیام سے فتنہ و فساد، عدم اطاعت اور جنگ کا اندیشہ ہو تو فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو امام بنانے کیلئے یہی ایک واضح عذر کافی ہے پھر انہوں نے بیان کیا ہے کہ اسکا معصوم اور عالم بالغیب ہونا ضروری نہیں

اور حضرت کا ظاہری مفہوم اسکے قریشی ہونیکا متقاضی نہیں اور نہ ہی عقل اسکو واجب قرار دیتی ہے وہ اس حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جسے احمد، ابو یعلیٰ اور عباس نے بیان کیا ہے کہ الائمة فی قریش وہ حکم میں عدل سے کام لیتے والے وعدے کو پورا کر نیوالے اور رحم طلب کر نیوالے تھے۔ ان پر رحم کیا جائیگا۔

افضل آدمی سے زیادہ قدرت رکھنے والا ہوتا ہے۔ امام کے متعلق ہاشمی اور معصوم ہونے اور اس کے ساتھ ہر معجزہ ظاہر ہونے کی شرط لگانا تاکہ اسکی صداقت معلوم ہو سکے یہ سب شیعہ کی خرافات اور جہالات ہیں اس بات کا بیان اور وضاحت حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم کی خلافت کی حقیقت کے سلسلہ میں آئے گا حالانکہ ان میں ایسی کوئی بات موجود نہ تھی ان کی جاہلانہ باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غیر معصوم، ظالم ہوتا ہے اور اس کی تائید مبارک تعالیٰ کا یہ قول پیش کیلئے ”لاینال عہدی الظالمین“ حالانکہ اس کا یہ مفہوم نہیں، نعت میں ظالم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو بے محل اور بے موقع استعمال کرے اور شرعاً نافرمان کو کہتے ہیں اور غیر معصوم، محفوظ بھی ہو سکتا ہے اس سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا یا اگر اس سے گناہ کا صدور ہوتا ہے تو وہ اس سے تو بہ نصوص کر لیتا ہے پس آیت کے مفہوم میں ایسا شخص نہیں آتا یہ آیت تو نافرمانوں کے متعلق ہے کیونکہ آیت میں ایک عہد کا ذکر ہے جیسے اس سے امامت مراد لی جاسکتی ہے ویسے ہی نبوت اور امامت فی الدین بھی لی جاسکتی ہے۔ نیز اسی قسم کے دیگر مراتب کمال بھی مراد لئے جاسکتے ہیں یہ جاہلانہ بات انہوں نے اس لئے اختراع کی ہے تاکہ وہ اس نبیاد پر حضرت علیؑ کے علاوہ دیگر لوگوں کی خلافت کا بطلان ثابت کر سکیں، عنقریب وہ بیان آئیں گے جس سے انکی تردید ہوگی اور ان کی جہالت، ضلالت اور عناد واضح ہو جائیگا رہم فتنوں اور مصائب و تکالیف سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

پہلا باب

خلافتِ صدیقی کی کیفیت کا بیان، دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اسکی تحقیق
پر استدلال اور اسکی ذیلی میں آنیوالے امور کا تذکرہ، اس باب میں پانچ فصلیں
ہیں

خلافتِ صدیقی کی کیفیت کا بیان :- بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور
یہ دونوں کتابیں اجماع امت سے قرآن کریم کے بعد اربع
الکتب ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج سے واپسی کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ
مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ آپ لوگوں میں سے غلام آدمی یہ کہتا ہے کہ اگر عمرؓ مر گیا تو میں غلاموں شخص
کی بیعت کر دوں گا، کسی انسان کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک
ہو گئی تھی۔ ہاں وہ اسی صورت میں ہوئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچالیا اور آج تم میں
کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس کے سامنے ابو بکرؓ کی طرح گردنیں جھک جائیں۔ جب انحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے وفات پائی تو وہ ہم میں سے بہترین آدمی تھا، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اور ان
کے ساتھی حضرت طاہرؓ کے گھر میں بیٹھ رہے اور سب انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم سے
انگ ہو کر بیٹھ رہے اور ہاجرین، حضرت ابو بکرؓ کے پاس اکٹھے ہو گئے، میں نے حضرت
ابو بکرؓ سے کہا ہمارے ساتھ انصار بھائیوں کے پاس چلے، ہم ان کے پاس گئے تو دو ذبک آدمی ہیں
میں اور انہوں نے ہمیں قوم کے کردار کے متعلق بتایا اور کہا اے گروہ ہاجرین کہاں جانے کا ارادہ ہے ہم
نے جواب دیا کہ ہم اپنے انصار بھائیوں سے ملنے جا رہے ہیں انہوں نے کہا وہاں نہ جائیے اور اپنا معاملہ طے
کر لیجئے، میں نے کہا قسم بخدا ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے چنانچہ ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کے پاس
گئے اور وہ اجتماع کے بیٹھے تھے ان کے درمیان ایک کسبل پوشش آدمی تھا۔ میں نے پوچھا
یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا سعد بن عبادہ، میں نے کہا اسے کیا تکلیف ہے انہوں نے کہا
اسے درد ہے جب ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد
کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور اے گروہ ہاجرین آپ

یہی ہمارا ہی ایک قبیلہ ہیں مگر آپ لوگوں میں ہم پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال سما گیا ہے آپ ہمیں یہ یار و مددگار کر کے ہم پر استبداد کرنا چاہتے ہیں جب اس نے تقریر ختم کی تو میں نے بولنے کا ارادہ کیا، میں نے ایک اچھی سی تقریر تیار کی ہوئی تھی جیسے میں حضرت ابو بکرؓ کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا اور میں غصے کی حالت میں بھی ان سے مدارات سے پیش آتا تھا اور وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور با وقار تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا، ٹھہریے، میں نے آپ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم تھے، خدا کی قسم جو باتیں کہتے کیسے میں نے تیار کی ہوئی تھی وہ انہوں نے اپنی فی البدیہہ تقریر میں کہہ دیں بلکہ ان سے بہتر باتیں بھی، پھر آپ نے سکوت فرمایا اور کہا کہ اپنی جس خوبی کا آپ نے اظہار کیا ہے آپ اس کے اہل ہیں مگر اس معاملہ میں عرب، قریش کے اس قبیلے کے سوا کسی کو نہیں جانتے یہ نسب اور گھرانہ کے لحاظ سے عربوں میں معزز ہیں پھر آپ نے میرا اور ابو عبیدہ بن الجراح کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ان دونوں میں سے جس کو آپ چاہیں پسند فرمائیں اس کے علاوہ جو بات آپ نے کی میں نے اسے پسند کیا، قسم خدا اگر میں آگے بڑھوں اور میری گردن مار دیا جائے تو یہ اتنا گناہ نہیں جتنا یہ کہ میں ایک ایسی قوم پر امیر بننا چاہوں جس میں ابو بکر موجود ہوں، انصار میں سے جناب بن منذر نے کہا۔ اے قریش ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے، اس کے بعد بڑا شور و غلبہ ہوا اور مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا تو میں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا، ہاتھ بڑھائیے آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اور حباب بن اسد نے آپ کی بیعت کرنی پھر اس کے بعد انصار نے بھی آپ کی بیعت کرنی، خدا کی قسم ہم نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت سے زیادہ متفقہ بات کوئی نہیں دیکھی ہمیں اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر ہم لوگوں سے علیحدہ ہو گئے اور بیعت نہ ہوئی تو وہ ہمارے بعد نئی بیعت کر لیں گے یا پھر ہم بادل خواستہ ان کی بیعت کر لیں اور یا ان کی مخالفت کریں اس صورت میں فساد ہوگا، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے انصار کے خلاف حدیث الاثمۃ من قریش سے محبت پکڑ لی اور یہ ایک

اے ایک روایت میں ہے کہ ان جیسی مزید کئی باتیں اور ان سے بہتر باتیں بھی آپ نے بیان فرمائیں

اور نہ ہی میں نے خفیہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے متعلق سوال کیا لیکن فتنہ سے ڈر گیا اور مجھے امارت میں کیا راحت ہے میں نے ایک عظیم امر کا بار اٹھایا ہے جسے میں خدا تعالیٰ کی امداد کے بغیر اٹھا نہیں سکتا حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے کہا ہمیں صرف یہ غصہ تھا کہ ہمیں مشورہ میں پیچھے رکھا گیا ہے لیکن ہم حضرت ابوبکرؓ کو سب سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے ہیں وہ آپ کے یارِ غار ہیں ہم آپ کے شرف و منزلت سے واقف ہیں اور حضور علیہ السلام نے اپنے حینِ حیات ہی آپ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

اور ابن سعد نے ابراہیم البقیعی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے حضرت ابوعبیدہ کے پاس بیعت کے لئے آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس امت کا امین قرار دیا ہے انہوں نے کہا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے۔ آپ کے منہ سے میں نے اتنی کمزور بات نہیں سنی کیا تم عدویٰ اور ثانی الشیخ کی موجودگی میں میری بیعت کرو گے اسی طرح ابن سعد نے ایک یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا آپ مجھ سے افضل ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا آپ مجھ سے طاقتور ہیں پھر اس بات کو دوبارہ دہرایا تو حضرت عمرؓ نے کہا، میری قوت آپ کی فضیلت کی معین و مددگار ہے پھر آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔

احمد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب سقیفہ کے روز تقریر کی تو انصار کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو کچھ ذکر کیا ہے سب بیان کیا اور فرمایا آپ لوگوں کو علم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الدِّانِصَارُ وَادِيًا لَسَلَكْتُ وَادِي الدِّانِصَارِ** کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری

وادی میں، تو میں انصار والی وادی میں چلوں گا۔

پھر آپ نے سعد کو فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ قریش اس امر (خلافت) کے والی ہیں، نیک لوگ نیک آدمی کے اور بُرے لوگ، بُرے آدمی کے پیروکار ہوتے ہیں تو حضرت سعدؓ نے جواب دیا آپ نے درست فرمایا ہے ہم لوگ وزیر ہیں اور آپ لوگ امیر ہیں اور ابن عبد البر نے یہ جو روایت کی ہے کہ حضرت سعدؓ نے مرتے دم تک حضرت ابو بکرؓ کی بیعت سے انکار کیا تھا، وہ ضعیف ہے۔

احمد نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت سعدؓ نے آپ کی بیعت سے فتنہ کے خوف سے عذر کیا تھا جس کے بعد ارتداد ہو گا اور ابن اسحاق اور دوسرے لوگوں کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس بات نے اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ لوگوں کے والی بن جائیں جبکہ آپ نے مجھے دو آدمیوں پر امیر بننے سے بھی منع کیا تھا تو آپ نے جواب دیا مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تفرقے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔

احمد نے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک ماہ کے بعد لوگوں میں منادی کروائی کہ نماز جمعہ ہونے والی ہے اور یہ پہلی نماز تھی جس کے لئے منادی کروائی گئی، پھر آپ نے تقریر کی اور فرمایا ”لوگو! میں چاہتا تھا کہ میرے علاوہ کوئی آدمی اس معاملہ کو سنبھال لیتا اگر تم اپنے نبی کی سنت پر مجھ سے مواخذہ کرو تو مجھے اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں اسلئے کہ وہ شیطان سے معصوم تھے ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی، اور ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ مجھے بادل نخواستہ یہ کام سپرد کر دیا گیا ہے، قسم بخدا میں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا آدمی اسے سنبھال لیتا، لیکن اگر تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کام کرنے کا مکلف کرو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ وحی سے سرفراز فرماتا تھا نیز اس آپ کو معصوم قرار دیا تھا، میں تو محض ایک بشر ہوں اور کسی سے بہتر بھی نہیں ہوں پس میرا خیال رکھو، جب مجھے سیدھا چلتے دیکھو تو میری پیروی کرو اور جب مجھے ٹیڑھا چلتے دیکھو تو مجھے سیدھا کرو اور یہ بھی ذہن نشین رکھو کہ میرا ایک شیطان ہے جو مجھ پر غالب آجاتا ہے، پس جب مجھے غضناک دیکھو تو مجھ سے اجتناب اختیار کرو،

میں کسی بُرائی بھلائی میں کسی پرترزیح نہ دوں گا۔

اور ابن سعد اور خطیب کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھے اپنے کایام سپرد کر دیا گیا ہے مگر میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل کیا اور حضور علیہ السلام نے سنت کے طریق بتائے، لوگو! اس بات کو سمجھ لو کہ رب سے بڑی دانائی تقویٰ ہے اور سب سے بڑا عجز فسق و فجور ہے۔ آپ کا کمزور آدمی میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہے جب تک اس کا حق لے کر نہ دوں اور قوی سب سے کمزور ہے جب تک اس سے حق وصول نہ کروں۔ اے لوگو! میں متبع ہوں، متبذع نہیں، اگر کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور جب میں جھگڑوں تو مجھے سیدھا کر دینا، مالک کہتے ہیں کہ کوئی شخص اس شرط کے بغیر امام نہ بن سکے گا۔

حاکم نے روایت کی ہے کہ جب ابو جحاف نے اپنے بیٹے کی ولایت کی خبر سنی تو کہا کیا بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ اس پر رضا مند ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں! تو کہنے لگے جسے تو بلند کرے اسے کوئی گرا نہیں سکتا اور جسے تو گرا دے اسے کوئی اٹھا نہیں سکتا اور وادی نے کئی طریق سے بیان کیا ہے کہ آپ کی بیعت حضور علیہ السلام کی وفات کے روز کی گئی اور طرانی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ منبر پر اس جگہ کبھی نہ بیٹھے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوس فرما ہوا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کبھی اس جگہ نہ بیٹھے جہاں ابو بکرؓ بیٹھا کرتے تھے اور نہ حضرت عثمانؓ اس جگہ بیٹھے جہاں حضرت عمرؓ بیٹھا کرتے تھے۔

فصل دوم

اس بات کے بیان میں کہ آپ کی ولایت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے

قبل ازیں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ صحابہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ سعد بن عبادہ نے بیعت سے تخلف اختیار کیا تھا ایک مردود بات ہے اور اس بات کی مزید تصریح اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے حاکم نے ابن مسعود سے حدیث صحیح میں بیان کیا ہے کہ جس امر کو مسلمان اچھا خیال کریں وہ خدا تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے وہ بُرا خیال کریں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بُرا ہے۔

مَارَآةَ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ

حَسَنٌ وَمَا سَاءَ آةَ الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَكَهُوَ

عِنْدَ اللَّهِ سَيِّئٌ تمام صحابہ کرام نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا کر مناسب خیال کیا پس ابن مسعودؓ کی صحیح روایت پر نظر ڈالیے، آپ متقدم فقیہ اور اکابر صحابہ میں ہیں جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر سب صحابہ کا اجماع بیان کر رہے ہیں اسی لئے ہر دور کے اہلسنت والجماعت یعنی ہمارے زمانے سے لیکر صحابہ کے زمانہ تک سب کے سب حضرت ابوبکرؓ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح تمام مستزلمہ اور اکثر فرقوں کا یہی خیال ہے اور ان کا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر اجماع اس بات کا فیصلہ کن ثبوت ہے کہ وہ خلافت کے اہل تھے اور یہ ایک ایسی بین حقیقت ہے جسے پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں، اس احتمال کا اظہار کرنا کہ شاید یہ واقعہ سب کو معلوم نہ ہو اگر سب لوگوں کو اس کا علم ہوتا تو ضرور بعض لوگ اختلاف کرتے، اس سے یہ وہم تب پیدا ہو سکتا تھا کہ بعض صحابہ جو اس موقع پر موجود تھے اجماع کے بیان کو اوّل سے آخر تک

درست قرار نہ دیتے اور ابن مسعودؓ نے سب کے اجماع کو صحیح قرار دیا ہے پس اس دم کی کوئی بنیاد نہیں ایسے کہ خود حضرت علیؓ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے اس معاملہ کو اجماعی قرار دیا ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، جب آپؐ بصرہ تشریف لائے تو لوگوں نے دریافت کیا، کیا آپؐ کا یہ منفر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عہد کی وجہ سے تو آپؐ نے اپنی اور بقیہ صحابہ کی بیعت کا ذکر کیا اور کہا کہ دو آدمیوں نے بھی اسمیں اختلاف نہیں کیا اور یہ بھی نے زعفرانی سے بیان کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا ایسے کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ان میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور انہوں نے چرخ نیلی فام کے نیچے حضرت ابوبکرؓ سے بہتر کسی کو نہ پایا تو اپنی گردنیں ان کے سلسے میں جھکا دیں اور اسناد السنہ نے معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سے کسی کو حضرت ابوبکرؓ کے خلیفۃ الرسولؐ ہونے میں کوئی شک نہ تھا اور وہ انہیں رسول خدا کا خلیفہ ہی کہتے تھے وہ خطا اور ضلالت پر اتفاق نہیں کر سکتے تھے پس امت نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ میں سے ایک کی خلافت پر اجماع کیا ہے پھر باقی دو نے ان سے تنازعہ نہیں کیا بلکہ ان کی بیعت کر لی اور اس طرح ان کی امامت پر اجماع ہو گیا، اگر حضرت ابوبکرؓ حق پر نہ ہوتے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ ان سے ضرور جھگڑا کرتے جیسے کہ حضرت علیؓ نے امیر معاویہ کے ساتھ جھگڑا کیا جبکہ امیر معاویہ حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ قوت و شوکت کے مالک تھے، حضرت علیؓ نے ان کی قوت و شوکت کی پرواہ کئے بغیر ان سے جھگڑا کیا اور حضرت ابوبکرؓ سے ان کا جھگڑنا زیادہ مناسب تھا، پس آپؐ کا تنازعہ نہ کرنا اس بات کے اعتراف پر دل ہے کہ آپؐ انہیں خلافت کا حقدار سمجھتے تھے حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ میں آپؐ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو آپؐ نے اس

بات کو قبول نہ کیا اور اگر انہیں کسی نص کا علم ہوتا تو ضرور قبول کر لیتے، خصوصاً اسلئے کہ ان کے ساتھ حضرت زبیرؓ جیسے شجاع اور نبوہاشم وغیرہ بھی تھے اور یہ جو پہلے بیان ہوا ہے کہ انصار نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنا پسند نہ کیا، اور کہا کہ ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک آپ لوگوں سے، تو حضرت ابوبکرؓ نے حدیث الائمۃ من قریش سے ان کی تردید کی تو انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کر لی اور حضرت علیؓ تو قوت و شوکت شجاعت و بہادری کے لحاظ سے ان سے کہیں بڑھ کر تھے اگر ان کے پاس کوئی نص موجود ہوتی تو وہ جھگڑنے اور قبولیت کے زیادہ حقدار تھے، اس اجماع پر اسوجہ سے نکتہ چینی نہیں کی جاسکتی کہ اس میں حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بعض امور کی وجہ سے شامل نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خیال کیا کہ اس وقت جو ارباب حل و عقد آسانی سے جمع ہو سکتے تھے، ان کی حاضری کی وجہ سے یہ معاملہ طے ہو چکا ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب یہ لوگ بیعت کے لئے آئے تو انہوں نے وہی عذر پیش کیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہمیں مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے حالانکہ ہم بھی اس کے حق رار تھے انہیں خلافت صدیق پر کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ اس معاملہ کی عظمت کے باعث وہ مکمل شوریٰ کی ضرورت محسوس کرتے تھے اور حضرت عمرؓ سے سند صحیح کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ بیعت ایک فتنہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچالیا،

اولین نے جس عذر کا ذکر کیا ہے اسی کے موافق وہ روایت بھی ہے جسے دارقطنی نے بہت سے طرق سے بیان کیا ہے کہ دونوں حضرات نے ابوبکرؓ سے بیعت کے وقت کہا کہ ہمیں مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے ورنہ ہم آپ کو تمام لوگوں سے زیادہ خلافت کا

لے۔ یا قسمانی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ کسی متقی مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ کے بارے میں اجاد اخبار کی بنا پر جن کے راوی متہم ہیں یہ کہے کہ وہ بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے جہر کہتے ہیں کہ ہم بخوبی جانتے ہیں جو شخص حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں (یقیناً حاشیہ ص ۶۲ پر)

مقدار سمجھتے ہیں کیونکہ آپ حضور علیہ السلام کے یار غار اور ثمانی اثمنین ہیں اور ہم آپ کی بزرگی اور شرف سے آگاہ ہیں اور اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اعتذار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے کبھی امارت کی خواہش نہیں ہوئی اور نہ مجھے اس میں کوئی رغبت ہے اور نہ ہی کبھی میں نے خلوت و جلوت میں اسے خدا سے مانگا ہے لیکن مجھے فتنہ کا خوف دامنگیر ہوا، مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں ملی بلکہ میں نے ایک عظیم امر کو اپنے ذمہ لے لیا ہے جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے تو ان حضرات نے آپ کے عذر کو قبول کر لیا۔

دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے ابو بکرؓ کو کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں، جب آپ آئے تو نبوہاشم حضرت علیؓ کے پاس جمع ہو گئے آپ نے اپنی تقریر میں حضرت ابو بکرؓ کی تعریف کی اور بیعت میں تخلف کرنے پر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے جبکہ منادین میرا حق تھا۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے تقریر فرمائی اور وہی عذر کیا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، پھر حضرت علیؓ نے اسی روز آپ کی بیعت کر لی تو مسلمانوں نے آپ کے اس فعل کو درست قرار دیا اور ایک متفق علیہ حدیث میں اس قصہ کی تصریح اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ آئی ہے، بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف پیغام بھیجا جس میں آپ سے اپنی میراث کے متعلق

(بقیہ حاشیہ ص ۶۷ آگے) سمجھے رہنے کی بات کرتا ہے وہ بھڑکا ہے کیونکہ ایسے عظیم معاملہ میں بڑے بڑے خطبے مشہور و معروف ہونے چاہیں دیکھئے ام الولد اور توریت کے معاملے میں حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور دیگر صحابہ کی مخالفت کی ہے اور ساری امت اس سے آگاہ ہے اور ان کے بیعت سے تاخیر کرنے کے متعلق شاذ اور ضعیف روایت ہی آئی ہے، اور اس کی مخالفت میں بہت سی روایات آئی ہیں حالانکہ ایسی باتوں کے بارے میں عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ پوشیدہ ہونے کی بجائے زیادہ مشہور ہوتی ہیں

دریافت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مالِ مدینہ اور فدک میں دیا تھا اور خمسِ خیر کا جو بقیہ تھا اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لا نورث ما ترکنا صدقۃ کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا اور اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا، آلِ محمد کو صرف اس مال سے کھانے کی اجازت ہے اور قسمِ خدا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کوئی تغیر نہیں کروں گا بلکہ اسے اس کے حال میں رہنے زدوں کا جیسا کہ وہ آپ کے زمانہ میں تھا اور آپ کے عمل کے مطابق اس پر عمل کروں گا، حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے کوئی چیز حضرت فاطمہؓ کو نہ دی جس سے آپ، حضرت ابو بکرؓ سے ناراض ہو گئیں اور وفات تک آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے گفتگو نہیں کی، آپ حضور علیہ السلام کی وفات کے چھ ماہ تک زندہ رہیں جب آپ وفات پا گئیں تو حضرت علیؓ نے رات کے وقت آپ کو دفن کیا اور حضرت ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع تک نہ دی اور آپ ہی نے ان کا جنازہ بھی پڑھا، حضرت فاطمہؓ کی وجہ سے حضرت علیؓ کو لوگوں میں ایک مقام حاصل تھا جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت علیؓ نے دیکھا کہ اب لوگوں کا معاملہ ان سے ویسا نہیں رہا جیسا حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں تھا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت اور ان سے مصالحت کرنا چاہی، ان مہینوں میں آپ نے ان کی بیعت نہ کی تھی، آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف پیام بھیجا کہ آپ اکیلے ہی ہمارے ہاں تشریف لائیں یہ اس لیے کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی آمد کو پسند نہ کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا کہ واللہ وہاں اکیلے نہ جائیں۔ آپ نے کہا مجھے امید نہیں کہ وہ مجھ سے ناروا سلوک کریں، خدا کی قسم میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا، جب آپ ان کے پاس گئے تو حضرت علیؓ نے کہا کہ ہم آپ کی فضیلت اور اللہ نے آپ کو جو مقام دیا ہے اس سے بخوبی واقف ہیں، ہم آپ سے کسی نیکی میں آگے ہونے کے دعویدار نہیں لیکن امرِ خلافت کے بارے میں آپ نے ہم سے زیادتی کی ہے ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے

اس میں اپنا حصہ سمجھتے ہیں اس پر حضرت ابو بکرؓ آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قرابت سے علاحدگی کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور یہ جو اموال کے بارے میں میرے اور آپ کے درمیان جھگڑا ہے میں نے اس سال میں کسی بھلائی سے کوتاہی نہیں کی اور وہی کچھ کیا ہے جو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے اس پر حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا، مکمل رات آپ سے بیعت کا وعدہ ہوا، جب حضرت ابو بکرؓ نے ظہر کی نماز پڑھی تو منبر پر چڑھ کر تشہد پڑھا اور حضرت علیؓ کی شان اور ان کے بیعت سے تخلف کرنے کے عذر کو بیان کیا اور استغفار کیا اس کے بعد حضرت علیؓ نے تشہد پڑھا اور حضرت ابو بکرؓ کے حق کی عظمت بیان کی اور کہا مجھے نہ تو ان کی اس فضیلت سے انکار ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے اور نہ ہی مجھے آپ کی برتری کا خیال ہے مجھے تخلف بیعت پر صرف اس بات نے آمادہ کیا ہے کہ ہم امر خلافت میں اپنا حق سمجھتے ہیں اور آپ نے ہمارے مشورہ کو نظر انداز کر کے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے جس سے ہمیں دکھ محسوس ہوا ہے اور مسلمانوں نے خوش ہو کر کہا کہ آپ درست فرما رہے ہیں اور جب حضرت علیؓ نے امر مروت کو دہرایا تو مسلمان آپ کے نزدیک ہو گئے، آپ حضرت علیؓ کے عذر اور اس قول پر غور فرمائیے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت ابو بکرؓ سے کسی نیکی میں آگے نہیں چلے اور نہ ہمیں آپ کی کسی فضیلت سے انکار ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث جن امور پر مشتمل ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ رافضی جو باتیں آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ان سے بری ہیں اللہ ان کا تینا ناک کرے یہ کس قدر جاہل اور احمق ہیں، پھر وہ حدیث جس میں حضرت فاطمہؓ کی موت تک تخلف بیعت کا ذکر ہے، یہ اس حدیث کے منافی ہے جو ابی سعیدؓ سے پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے آغاز میں بیعت کی، لیکن ابی سعیدؓ کی یہ روایت جس میں تاخیر بیعت کا ذکر ہے اس کو ابن جہان نے اور دوسرے لوگوں نے صحیح کہا ہے، یہ بھی کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں

ابی سعیدؓ جو روایت حضرت علیؓ اور زبیرؓ کی تاخیر بیعت کے متعلق آئی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کی وفات تک بیعت نہ کی یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ زبیرؓ نے اس کی سند کا ذکر نہیں کیا اور ابی سعیدؓ کی پہلی روایت موصول ہے جو زیادہ صحیح ہے اور اس کے اور بخاری کی اس روایت کے درمیان جو حضرت عائشہؓ سے بیان ہوئی ہے منافات پائی جاتی ہے لیکن بعض نے ان کو اس طرح جمع کر کے منافات کو دور کر دیا ہے کہ حضرت علیؓ نے پہلے بیعت کی پھر حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان جو واقعہ ہوا اس کی وجہ سے آپ حضرت ابو بکرؓ سے الگ ہو گئے پھر حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد دوسری دفعہ بیعت کی اس سے بعض حقیقت ناشناس آدمیوں کو یہ وہم ہوا کہ آپؐ نے بیعت سے ایسے تخلف کیا کہ آپ ان کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے تو آپ نے حضرت فاطمہؓ کی موت کے بعد دوبارہ بیعت کی اور منبر پر کھڑے ہو کر اس شبہ کا ازالہ کر دیا، اس کا بیان چوتھی فصل میں آئے گا جہاں حضرت علیؓ کے فضائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب آپؐ نے بیعت میں دیر کی تو حضرت ابو بکرؓ آپ سے ملے اور کہا کیا آپ میری بیعت امارت کو پسند نہیں کرتے حضرت علیؓ نے جواب دیا نہیں! بلکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں جس تک قرآن کریم کو جمع نہ کروں سوائے نماز کے چادر نہیں اڑھوں گا کہتے ہیں کہ آپؐ نے ترتیب نزول کے مطابق قرآن کریم کو جمع کیا ہے۔ آپ کے اس واضح عذر پر غور کیجئے اس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ خلافت صدیقؓ پر صحابہؓ کا اجماع ہو چکا ہے اور آپ ہی اس کے اہل تھے اگر اس کے خلافت کوئی نص نہ ہو تو یہ امر ہی خلافت صدیقؓ کے برحق ہونے کے لئے کافی ہے بلکہ اجماع تو غیر متواتر نصوص سے اقویٰ ہوتا ہے کیونکہ اس کا مفاد قطعی ہوتا ہے اور نص غیر متواتر کا ظنی، جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔

نودی نے اسانید صحیحہ سے، سفیان ثوری سے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ حضرت علیؓ ولایت کے زیادہ حقدار تھے اس نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور مہاجرین و انصار کو غلطی پر قرار دیا اور میر سجیال میں اس خطا کے ہوتے ہوئے اسے کوئی عمل آسمان تک نہیں لے جائیگا۔ اسے واقظنی نے عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے۔

۱۔ باقلانی نے تمہید میں لکھا ہے کہ ہم کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتے جس نے حضرت علیؓ (علیہ السلام) پر

فصل سوم

قرآن و سنت کی وہ سماوی نصوص جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں

نصوص قرآنیہ یا ایہا الذین آمنوا من یوقد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم
 یہی آیت یحبہم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاہدون
 فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ
 واسع علیم۔ اے مومنو! جب تم میں سے کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ
 ایک ایسی قوم لائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ خدا سے محبت رکھنے والے ہوں گے وہ مومنوں
 کے لیے عاجز اور کفار کے مقابل سختی سے پیش آنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد

(بقیہ حاشیہ ص ۶۵ سے آگے) اور حضرت زبیرؓ کے متعلق بیان کیا ہو کہ وہ کبھی دن نبوت سے متاثر رہے ہاں ان کا بیعت
 کی طرف رجوع اور مسلمانوں کے ساتھ اس عمل صالح میں شامل ہونا ضروری بیان ہوا ہے جس سے دوسرے مسلمان شامل ہوئے تھے۔
 ان دونوں حضرات نے بھی یہ کہا کہ اے خلیفۃ الرسول ہم آپ سے ناراض نہیں، بیعت میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ ہمیں مشورہ
 میں شامل نہ کر کے دکھ پہنچایا گیا ہے۔ سعد نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے توقف بیعت کو اس بات
 پر محمول کیا جائے گا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے نظر دا جہاد کیلئے نارغ نہ تھے، جب آپ
 پر حق واضح ہو گیا تو آپ جماعت میں داخل ہو گئے اور اصفہانی نے مطالع الانظار میں لکھا ہے کہ
 حضرت علیؓ ایک دیر آدمی تھے جن کے ساتھ صنادر ید قریش اور سادات بھی تھے لیکن انہوں نے خلافت کے
 متعلق جھگڑا نہیں کیا، لیکن حضرت ابو بکرؓ نے حضرت زبیرؓ جیسے شجاع اور ابوسفیانؓ رئیس بنو امیہ سے اس
 معاملہ میں جھگڑا کیا حالانکہ ابو بکرؓ بوڑھے ضعیف اور غریب آدمی تھے، آپ کے مددگار بھی کم تھے، یہ صرف
 اس وجہ سے ہوا کہ وہ صحابہؓ میں سب سے مقدم تھے۔

کرنے والے اور کسی ملامت کفزدہ کی ملامت سے خائف نہ ہوں گے یہ اللہ کا فضل ہے وہ بے جا متنبہ ہے
اسے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

بیہقی نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اس سے
مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں جب عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے اصحاب ان کو
جنگ کر کے اسلام میں واپس لے آئے، اور یونس بن بکر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضور
علیہ السلام کی وفات کے بعد عرب مرتد ہو گئے پھر آپ نے ان سے حضرت ابوبکرؓ کی جنگ کا
ذکر کیا اور یہاں تک کہا کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے صحابہ کے
بارے میں نازل ہوئی ہے فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم وحبونہ۔ اس آیت کی تشریح

میں ذہبی نے لکھا ہے کہ جب اطراف مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر
مشہور ہو گئی تو عربوں کے بہت سے قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا
اس پر حضرت ابوبکرؓ ان سے جنگ کیلئے تیار ہوئے تو حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ نے کہا کہ جنگ
میں جلدی نہ کیجئے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر انہوں نے اونٹ کا بچہ یا جانور کا گھٹنا باندھنے
والی رسی دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے
تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں
گے جبکہ حضور علیہ السلام نے تو فرمایا ہے: اموت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا

اللہ وان محمد رسول اللہ فمن قاتلہما عزم منی مالہ ودمہ الا بحقصاد حسابہ
علی اللہ۔ کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ

محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کر لیں جو ایسا کرے گا اس کی جان و مال مجھ سے معذور ہو جائیگی سوائے اس کے
کہ ان سے کسی کے حق کی ادائیگی کرنی ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے،، تو حضرت ابوبکرؓ

نے جو ابدیہ، خدا کی قسم کہ جس نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کی میں اس سے ضرور جنگ کروں گا
زکوٰۃ، مال کا حق ہے اور آپ نے الایحقرھا کے الفاظ فرمائے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں خدا

کی قسم میں نے دیکھا کہ جنگ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابوبکر کا انشراح صدر ہو چکا ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق بات ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ لوگوں سے جنگ کیلئے نکلے اور نجد کے قریب پہنچے تو بدو بھاگ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ ان پر ایک آدمی کو امیر مقرر کر دیں اور آپ واپس تشریف لے چلیں تو آپ نے حضرت خالدؓ کو دہاں کا امیر مقرر فرمادیا اور خود واپس آگئے اور دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ جنگ کے لئے نکلے اور سواری پر بیٹھ گئے تو حضرت علیؓ سواری کی مہار پکڑے ہوئے تھے، آپ نے پوچھا اے خلیفۃ الرسول کس طرف جانے کا ارادہ ہے میں آپ سے دی کچھ کہوں گا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے روز فرمایا تھا اپنی تلوار کو تیار کرتے ہوئے مگر میں اپنی جان کے متعلق درمندانہ کیجئے، مدینہ واپس لوٹ چلیئے قسم بخدا اگر میں آپ کا دکھ پہنچا تو ہمیشہ کے لئے اسلامی نظام ختم ہو جائیگا۔ آپ نے حضرت خالدؓ کو نبی اسد اور عطفان کی طرف روانہ فرمایا حضرت خالدؓ نے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور کچھ کو امیر بنا لیا اور باقی اسلام کی طرف واپس آگئے۔ پھر آپ کو یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب سے جنگ کے لئے بھیجا گیا دونوں لشکروں کی بدمعاشی ہوئی اور کئی روز تک محاصرہ رہا آخر لغشی کذاب حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کے ہاتھوں مارا گیا۔

خلافت کے دوسرے سال آپؐ العلاء الحضری کو بحرین کی طرف بھیجا، یہاں کے لوگ بھی مرتد ہو گئے تھے، بحوث مقام پر جنگ ہوئی اور مسلمان کامیاب ہوئے۔

عمان کی طرف آپؐ حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو بھیجا، یہاں کے لوگوں نے ارتداد اختیار کیا تھا اس طرح آپؐ نے المہاجر بن امیہ اور زیاد بن بعیدہ انصاری کو، مرتدین کی دو پٹریوں کی طرف بھیجا

۱۔ اس جنگ میں صحابہ میں سے حضرت عکاشہ بن محسن اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔

۲۔ اس موقع پر صحابہ کی ایک جماعت جسکی تعداد ستر تک پہنچتی ہے شہید ہوئی ان شہداء میں سالم مولیٰ ابی حذیفہ،

زبید بن خطابؓ، ثابت بن قیسؓ، ابو جہانہؓ، سماک بن حربؓ اور ابو حذیفہ بن عقیلؓ رضی اللہ عنہم شامل ہیں

بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر حضرت ابو بکر خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔ یہ بات آپ نے تین بار دہرائی۔ پھر حضرت ابو ہریرہ سے کہا گیا کہ آپ خاموش ہو جائیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ فرمایا تھا جب یہ لشکر ذی خشب مقام پر اترتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رحلت فرما گئے اور مدینہ کے ارد گرد رہنے والے عربوں نے ارتداد اختیار کر لیا حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام حضرت ابو بکر کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہا اس لشکر کو واپس بلا لیجئے اور انہیں روم کی طرف بھیج دیجئے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی ٹانگیں کٹے گھسٹے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا۔ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ اور نہ اس جھنڈے کو کھولوں گا۔ جسے آپ نے باندھا ہے۔ حضرت اسامہ جب کبھی کسی ایسے قبیلے سے گزرتے جو ارتداد کا خواہاں ہوتا تو وہ لوگ کہتے اگر ان لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنی بڑی فوج مدینہ سے کبھی باہر نہ آتی۔ لیکن ہم انہیں چھوڑتے ہیں تاکہ رومیوں سے ان کا مقابلہ ہو چنانچہ رومیوں نے ان سے شکست کھائی اور قتل ہوئے۔ اور یہ لوگ بخیر و عافیت واپس آئے۔ اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

نودی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے حضرت صدیق اکبر کی علمی عظمت کا اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیحین کے حوالہ سے پہلے گزر چکی ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں خود اس شخص سے نبرد آزما ہوں گا۔ جو صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔ اور قسم بخدا اگر ان لوگوں نے

اونٹنی کی ٹانگ سے باندھنے والی وہ رسی جسے وہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے۔ مجھے نہ دی تو میں اس کے لئے بھی ان سے تنگ کر دوں گا۔ اس سے شیخ ابواسحاق وغیرہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صحابہ میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے کیونکہ سوائے آپ کے اور کوئی اس مسئلہ کو نہ سمجھا۔ پھر کثرت و تمجید کے بعد ان پر واضح ہوا کہ آپ کی بات ہی صحیح ہے۔ اور انہوں نے آپ کی طرف رجوع کر لیا۔

نودی کہتے ہیں ہم نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے سوا اور کسی آدمی کو نہیں جانتا۔ لیکن ابن سعد نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی فتوے دیا کرتے تھے۔ پھر آپ کی خلافت پر دلالت کرنے والی احادیث میں سے جو تھی حدیث سے آپ کے اعلم ہونے کا استدلال کیا ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت صدیق تمام صحابہ سے زیادہ قرآن سے پاک کو سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے آپ کو نماز پڑھانے کے لئے دیگر صحابہ سے مقدم کیا تھا۔ اور آپ نے فرمایا ہے

يَوْمَ الْقَوْمِ اقْرَؤْ هَـذَا لَكُمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

لکتاب اللہ سرانجام دے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو۔

اور آئندہ ایک حدیث آئے گی جس میں لکھا ہے کہ ابوبکر کی موجودگی میں لوگوں کیلئے مناسب نہیں کہ کسی اور شخص کو امام بنائیں۔ اس کے علاوہ آپ سنت کے بھی سب سے زیادہ عالم تھے۔ صحابہ کرام پیش آندے

معاملات پر آپ ہی سے رجوع کرتے تھے۔ کیونکہ آپ سنن نبوی کو یاد اور مستحضر رکھتے تھے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ اس لئے کہ آپ بعثت کے پہلے دن سے لیکر یوم وفات تک مسلسل حضور علیہ السلام کی صحبت اختیار کئے رہے۔ اس کے علاوہ آپ بڑے ذہین اور دوسروں سے افضل بھی تھے۔ آپ سے بہت کم احادیث مروی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے اگر آپ زیادہ عرصہ زندہ رہتے تو آپ سے بہت زیادہ احادیث مروی ہوتیں۔ ناقلین حدیث نے ان سچو حدیث بھی نقل کی ہے۔ اس میں کوتاہی نہیں کی۔ آپ کے زمانہ میں جو صحابہ تھے انہیں آپ سے نقل حدیث کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ خود آپ کی روایت میں شریک تھے۔ وہ اس حدیث کو آپ سے نقل کرتے تھے۔ جو ان کے پاس نہ ہوتی تھی۔ اے

ابوالقاسم بغوی نے میمون بن ہیران سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر کے پاس جب کوئی شخص جھگڑا لے کر آتا تو آپ کتاب اللہ

لے لے نو دیا نے ”تہذیب“ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر سے ۱۸۲ احادیث مروی ہیں۔ اس کے باوجود آپ حافظ حدیث ہیں۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے شہادت دی ہے کہ انصار کے بارے میں جو کچھ قرآن پاک میں نازل ہوا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا ان سب باتوں کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اکثر صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ان سے مروی ایک ایک حدیث کا ذکر کیا ہے۔

کو دیکھتے۔ اگر اس میں ان کے جھگڑے کا فیصلہ مل جاتا تو وہ فیصلہ کر دیتے۔
 اگر کتاب اللہ سے فیصلہ نہ ملتا تو سنت کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اگر
 سنت سے فیصلہ نہ ملتا تو مسلمانوں سے دریافت کرتے اور کہتے کہ
 میرے پاس اس طرح کا ایک جھگڑا آیا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں اگر
 آپ لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم ہو تو مجھے بتائیے
 بعض دفعہ متعدد آدمی آپ کے پاس جمع ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کا فیصلہ آپ کو بتا دیتے تو آپ فرماتے خدا کا شکر ہے کہ ہم ہیں وہ
 لوگ بھی موجود ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ جات کو یاد رکھتے
 ہیں۔ اگر آپ کو اس معاملہ میں سنت کا علم نہ ہو سکتا تو لوگوں کو جمع کر کے
 ان سے مشورہ طلب کرتے۔ اگر لوگ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو اسی
 کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اور حضرت عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اگر
 آپ کو قرآن و سنت میں کوئی بات نہ ملتی تو آپ حضرت ابو بکر کے فیصلوں
 کو بھی دیکھتے۔ اگر آپ کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کر
 دیتے۔ ورنہ لوگوں کو بلا کر معاملہ ان کے سامنے پیش کرتے۔ اگر وہ کسی
 بات پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔

دوسری آیت | آپ کی خلافت پر دلالت کرنے والی دوسری آیت یہ
 ہے۔

قل للمخلفين من الاعداب اعراب میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے
 ستد عون الی قوم اولی کہہ دیجئے۔ عنقریب آپ لوگوں کو ایک
 باس شدید تھا تو نہم ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت جنگجو

اُولَیْمُونَ فَاِنْ تَطِيعُوا
 یُؤْتِکُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا
 وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ مِنْ قَبْلِ
 یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا
 ہوگی۔ تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں
 گے۔ اگر تم نے اطاعت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ
 آپ کو بہت اچھا اجر دے گا۔ اور اگر تم
 اس سے قبل پھر گئے تو وہ تمہیں دردناک
 عذاب دے گا۔

ابن ابی حاتم نے جوہر سے روایت کی ہے کہ یہ قوم بنو حنیفہ
 تھی۔ پھر ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ وغیرہ نے اس آیت کے متعلق لکھا
 ہے کہ یہ آیت خلافت صدیق پر حجت ہے۔ کیونکہ آپ ہی نے ان کو
 جنگ کے لئے بلایا تھا۔

امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں
 نے امام ابوالعباس بن سراج کو فرماتے سنا کہ اس آیت قرآنیہ میں
 حضرت صدیق کا ذکر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر
 اتفاق ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کوئی جنگ نہیں ہوئی
 سوائے اس جنگ کے جس میں حضرت ابوبکر نے لوگوں کو بلایا یا مرتدین
 اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کے لئے لوگوں کو بلایا۔ وہ فرماتے ہیں اس
 سے حضرت ابوبکر کی خلافت کے وجوب اور آپ کی اطاعت کے فرض
 ہونے پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس
 سے منہ پھرنے والے کو وہ دردناک عذاب دے گا۔

ابن کثیر کہتے ہیں جو شخص قوم کی تفسیر یہ کرے گا کہ اس سے
 مراد اہل فارس و روم ہیں تو اسے جاننا چاہیے کہ ان کی طرف حضرت
 صدیق ہی نے لشکر تیار کر کے بجوائے تھے اور اس کی تکمیل حضرت عمر اور

حضرت عثمان کے ہاتھوں ہوئی تھی اور یہ دونوں حضرات حضرت صدیق کے درخت وجود کی شاخیں ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ آیت میں داعی سے مراد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی ہیں۔ تو میں کہوں گا یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آیت میں آگے لکھا ہے

قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا

کہہ دیجئے تم ہرگز ہماری پیروی نہ کرو گے۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انہیں کسی جنگ کی دعوت نہیں دی گئی اور اس پر اجماع ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ رہے حضرت علی! تو آپ کو اپنے زمانہ خلافت میں مطالبہ اسلام پر کسی جنگ کا اتفاق نہیں ہوا۔ بل طلب امامت اور رعایت حقوق کے متعلق جنگیں ہوئی ہیں۔ آپ کے بعد جو لوگ ہوئے ہیں وہ ہمارے نزدیک ظالم اور ان کے نزدیک کفار ہیں تو اس سے یہ بات متنبہ ہو گئی کہ عیسٰی کی اتباع پر اجبر حسن اور حسن کی نافرمانی پر عذاب الیم کا آنا واجب ہے۔ وہ خلفائے ثلاثہ میں سے ایک ہے۔ پس حضرت ابو بکر خلافت کی حقیقت ثابت ہے۔ اس لئے کہ دوسروں کی خلافت کسے حقیقت آپ کی خلافت کی حقیقت کی فرع ہے۔ خلافت کی دونوں شاخیں آپ کی خلافت سے نکلی ہیں۔ اور اسی پر مرتب ہیں لے

۱۔ یہ جو شیعہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ کے داعی سے مراد حضرت علی ہیں۔ ابن تیمیہ ذہبی۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ابن المظہر الحلی نے اس کی تردید کی ہے۔ اور کہا ہے کہ حضرت علی سے تاویل کی بنا پر جو مقاتلہ ہوا وہ اس آیت سے مراد نہیں بلکہ اسلام پر مقاتلہ مراد ہے حضرت علی کے زمانہ میں جو کچھ ہوا وہ تو امام کی اطاعت میں ہوا۔

تیسری آیت

وعد الله الذين امنوا منكم الله تعالیٰ نے مومنوں اور اعمال صالحہ بحکم
وعملوا الصالحات لیستخلفنہم لائے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ضرور
فی الارض کما استخلف انہیں زمین پر خلیفہ بنا دے گا۔ جیسے کہ
الذین من قبلہم ولیمکن ان سے پہلے لوگوں کو بنایا اور جو دین ان
لہم وینہم الذی ارتضیٰ کے لئے پسند کرے گا اس میں انہیں تمکین
لہم ولیبدلینہم من بعد بخشنے گا۔ اور ان کے خوف کو امن میں بدل
خوفہم امنایعبدونی لا دے گا۔ وہ میرے عبادت گزار ہوں گے
یشکون فی شیئاً۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائینگے

ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ آیت خلافت صدیق پر منطبق ہوتی ہے
اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبد الرحمن بن عبد الحمید المہری سے بیان کیا
ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی ولایت کا ذکر تو کتاب اللہ میں موجود
ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض
الایۃ ہے

اے اگرچہ یہ آیت خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر منطبق ہوتی ہے۔ کیونکہ امن کا حصول خوف
کا ازالہ اور دین کی تقویت انکی خلافت میں ہوئی۔ استخلاف کے وعدے سے مراد خلافت و
امامت ہے۔ پس حضرت ابو بکر خلیفہ بنانے والے اور خلیفہ اور امام ہیں لیکن آیت استخلاف
میں جن چیزوں کا وعدہ ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی حضرت علی کی خلافت میں
نہیں پائی گئی۔

پونہنی آیت

للفقراء المهاجرين الى قوله اولئك هم الصادقون
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صادقین رکھا ہے اور
جس کے صدق کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دے۔ اس کی تکذیب
نہیں کی جاسکتی۔ اس سے لازم آیا کہ صحابہ نے جو حضرت ابوبکر کو خلیفہ
الرسول کہا وہ سچے تھے۔ اس لحاظ سے یہ آیت آپ کی خلافت پر نص ہے
اسے خطیب نے ابی بکر بن عباس سے بیان کیا ہے۔ مگر یہ حسن کا استنباط
ہے۔ بیسیا کہ ابن کثیر نے کہا ہے۔

پانچویں آیت

اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم
فخرالدین رازی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کی خلافت
پر دلالت کرتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر دوسری
آیت میں بیان ہوئی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے منعم علیہ لوگوں کا ذکر
کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

اولئك الذين انعم الله علیہم من النبیین والصدیقین
والشهداء والصالحین۔

اور بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیقوں کے سردار ہیں۔ اور
اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ہدایت
کے طلب کرنے کا حکم دیا ہے جس پر حضرت ابوبکر اور دوسرے
صدیقین تھے۔ اگر حضرت ابوبکر عالم ہوتے تو آپ کی اقتدا کرنا
جائز نہ ہوتا۔

پس ہماری بات ثابت ہو گئی کہ یہ آیت حضرت ابو بکر کی امامت

پر دال ہے۔
نصوص حدیثیہ وہ نصوص جن میں آپ کی خلافت کا صراحتہ یا اشارہ
ذکر ہے ان کی تعداد بہت ہے۔

پہلی حدیث شیخین نے حضرت جابر بن مطعم سے روایت کی
ہے کہ

انت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم فامرها
ان ترجع اليه فقالت دوباره آنا۔ اس نے کہا اگر میں آؤں اور
اُمرت ان جئت ولم اجدك كانها تقول الموت قال ان لم
تجدني فات ابا بكر ہوں تو ابو بکر کے پاس آ جانا
اور ابن عباس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

جاءت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم تسالہ کسی مسئلہ کی دریافت کیلئے حاضر ہو گئی۔
شيئاً فقال لها تعودين آپ نے فرمایا دوبارہ آنا۔ اس نے کہا
فقلت يا رسول الله ان يا رسول الله اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ
عدت فلم اجدك تعرضي موجود نہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ
بالموت فقال ان جئت رحلت فرما گئے ہوں تو میں کیا کروں۔
فلم تجدني فات ابي بكر فرمایا اگر تو آئے اور میں موجود نہ ہوں

الخليفة من بعدى تو ابو بکر کے پاس آجانا جو میرے بعد
خليفة ہوں گے۔

دوسری حدیث ابو القاسم بغوی نے سند حسن کے ساتھ حضرت

عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يكون خلفي

عليه وسلم يقول يكون خلفي سنا کہ میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے ابو بکر

اثنا عشر خليفة ابو بکر تھوڑی دیر خلیفہ رہیں گے۔

لا يلبث الا قليلا قال الائمة

ایک روایت میں خلیفہ کی بجائے ائمہ کے الفاظ آتے ہیں

اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ کئی طریق سے مروی

ہے۔ جسے شیخین اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اسے انہی طرق

سے روایت کیا ہے۔

لا يزال هذا الامر عزيزا اسلام ہمیشہ غالب رہے گا۔ اور مسلمان

ينصرون على من ناولهم اپنے دشمنوں پر بارہ خلیفوں تک غالب

عليه الى اثني عشر خليفة رہیں گے۔ یہ سب خلیفے قریش میں سے

كلهم من قریش۔ ہوں گے۔

اس حدیث کو عبداللہ بن احمد نے صحیح سند کے ساتھ

روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک روایت میں لا يزال هذا الامر

صالحا اور دوسری میں لا يزال هذا الامر ماضيا کے الفاظ آتے ہیں

ان دونوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا ہے اور ایک

روایت میں لا يزال امر الناس ماضيا ما وليهم اثنا عشر

رجلاً اور ایک روایت میں انے هذا الامر لا ینقضى حقہ
بعضی فیہم اثنا عشر خلیفۃ اور ایک روایت میں لا یزال
الاسلام منیعاً الی اثنی عشر خلیفۃ کے الفاظ آئے ہیں اس روایت
کو مسلم نے بیان کیا ہے اور ہزار کی روایت ہے لا یزال امر امتی
قائماً حتی یمضی اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قولشہب - اور ابو داؤد
نے یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ جب آپ واپس گھر تشریف لائے
تو قریش نے آکر آپ سے سوال کیا کہ اس کے بعد کیا ہوگا تو آپ
نے فرمایا کہ پھر جنگیں ہوں گی اور ابو داؤد ہی کی ایک دوسری روایت
کے الفاظ یہ ہیں کہ لا یزال هذا الدین قائماً حتی یکون علیکم
اثنا عشر خلیفۃ کلہم یجتمع علیہ الامۃ کہ یہ دین بارہ خلیفوں سے
تک قائم رہے گا۔ اور ان خلیفوں پر تمام امت کا اجماع ہوگا۔

ابن مسعود سے بسند حسن یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ
سے پوچھا گیا کہ اس امت کے کتنے خلیفے بادشاہ ہوں گے۔ تو آپ نے
جواب دیا کہ ہم نے یہ سوال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت
کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی طرح ان کی
تعداد بارہ ہوگی۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان احادیث میں بارہ سے مراد شاید یہ
ہے کہ ان کے زمانہ تک اسلام کو قوت و شوکت حاصل ہوگی۔ امور
اسلامی میں کوئی بگاڑ نہ ہوگا۔ اور لوگ ان کی خلافت پر متفق ہوں گے۔
لوگوں نے جن خلفاء کی بیعت متفقہ طور پر کی۔ ان کے
زمانے میں یہ سب امور انہوں نے مشاہدہ کئے۔ یہاں تک کہ بنو امیہ

کا معاملہ بگڑ گیا اور ولید بن یزید کے زمانے میں ان کے درمیان فتنہ پیدا ہوا اور یہ فتنہ اس وقت تک مسلسل پیدا ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ بنو عباس کی حکومت قائم ہو گئی اور انہوں نے ان کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیا۔ شیخ الاسلام نے فتح الباری میں کہا ہے کہ قاضی عیاض نے اس حدیث کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ سب سے احسن ہے۔ اور میں بھی اس کا مؤید ہوں اور اس کے قول کو جو بعض طرق سے آیا ہے، ترجیح دیتا ہوں۔ یجتمیع علیہ الناس سے مراد یہ ہے کہ لوگ انکی بیعت کے لئے اطاعت و انقیاد اختیار کریں گے۔ جن خلفاء کے بارے میں لوگوں نے اتفاق کیا ان میں خلفائے ثلاثہ شامل ہیں پھر حضرت علی ہیں یہاں تک کہ صفین میں حکمین کے تقرر کا واقعہ ہوا اور حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ کا نام دے دیا گیا۔ پھر جب حضرت حسن نے ان سے صلح کر لی تو لوگوں نے ان کی خلافت پر بھی اتفاق کر لیا۔ پھر ان کے لڑکے یزید پر بھی اتفاق ہو گیا۔ مگر حسین علیہ السلام اس صورت حال کے پیدا ہونے سے قبل ہی شہید ہو گئے۔ پھر جب یزید مر گیا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت زبیر کی شہادت کے بعد انہوں نے عبدالملک پر اتفاق کر لیا۔ پھر اس کے چاروں لڑکوں ولید سلیمان یزید اور ہشام پر بھی اتفاق ہو گیا۔ سلیمان اور یزید کے درمیان سے، عمر بن عبدالعزیز آگئے۔ خلفائے راشدین کے بعد یہ سات خلفاء ہوئے ہیں اور بارہویں خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک ہوئے۔ جسے اس کے چچا ہشام کی موت کے بعد لوگوں نے متفقہ طور پر خلیفہ بنایا۔ اس نے چار سال تک خلافت کی۔ پھر لوگوں نے بغاوت کر کے اسے

قتل کر دیا۔ اس دن سے حالات دگرگوں ہو گئے۔ فتنہ و فساد کا دور دورہ ہو گیا۔ اور پھر بنو امیہ میں فتنوں کے پیدا ہو جانے، اندلس میں مروانیوں کے غالب آ جانے اور عباسیوں سے مغرب اقصیٰ کے نکلے جانے کے باعث لوگوں کو یہ توقع ہی نہ ملا کہ وہ کسی شخص کو خلافت کے نام سے موسوم کر سکیں اور یہ معاملہ یہاں تک بڑھا کہ خلافت کا صرف نام ہی باقی رہ گیا۔ اگرچہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے تمام علاقوں میں عبد الملک کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور کسی شخص کو خلیفہ کے حکم کے بغیر کوئی کام سپرد نہیں کیا جاتا تھا۔ لے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بارہ خلیفوں سے مراد قیامت تک ہونیوالے بارہ خلیفے ہیں جو حق کے مطابق کام کرنیوالے ہونگے خواہ ان کا زمانہ مسلسل نہ ہو۔ لے

لے اس عبارت کے بعد امام سیوطی نے حالات کی خرابی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پانچویں صدی میں صرف اندلس میں چھ آدمی خلیفہ کہلاتے تھے اور ان کے ساتھ مصر کا عبیدی اور بغداد کا عباسی ان لوگوں کے علاوہ ہیں۔ جو علویوں اور خوارج میں سے دوسرے علاقوں میں مدعی خلافت تھے۔ سیوطی کہتے ہیں کہ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس تاویل کی بنا پر الہرج سے مراد وہ قتل و غارت ہے جو فتنوں سے جنم لیتی ہے۔ لے سیوطی کہتے ہیں کہ وہ حق کے مطابق کام کرنے والے ہونگے۔ خواہ ان کا زمانہ مسلسل نہ ہو۔ اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے مسند البکیر میں ابی الجلد سے بیان کیا ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے لا تھلك هذا الامة حتی یکون منها اثنا عشر خلیفۃ کلہم یعمل بالہدی۔ یہ امت بارہ خلیفوں کے زمانہ تک جو ہدایت کے مطابق کام کرنے والے ہوں گے۔ ہلاک نہ ہوگی۔

اس کی تائید ابی الجعد کے اس قول سے ہوتی ہے کہ وہ سب ہدایت اور دین حق کے ساتھ کام کرنے والے ہوں گے۔ ان میں سے دو آدمی اہلبیت نبوی سے ہوں گے۔ اس بنا پر اہرج سے مراد بڑے بڑے فتنے ہوں گے جیسے فتنہ دجال اور بارہ خلفاء سے مراد خلفائے اربعہ، حضرت حسن، حضرت معاویہ، حضرت ابن زبیر، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ بعض نے مہدی عباسی کو بھی ان میں شامل کیا ہے۔ کیونکہ اس کی حیثیت عباسیوں میں وہی ہے۔ جو امویوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہے۔ اور ظاہر عباسی کو بھی عدل و انصاف کی وجہ سے ان میں شامل کیا گیا ہے۔ باقی رہ گئے دو خلیفے۔ ان کا انتظار ہے۔ ان میں سے ایک مہدی علیہ السلام ہیں جو آل بیت نبوی میں سے ہیں۔ بعض محدثین نے گذشتہ روایت کو ایک روایت کی بناء پر مہدی علیہ السلام کے بعد آنیوالے خلفاء پر محمول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام کے بعد بارہ آدمی دلی الامر ہوں گے۔ جن میں سے چھ حضرت حسن اور پانچ حضرت حسین کی اولاد میں سے ہوں گے۔ اور آخر میں ایک خلیفہ ہوگا۔ جو ان کے دونوں کی اولاد سے نہ ہوگا۔ لیکن بارہویں آیت پر گفتگو کرتے ہوئے جہاں اہل بیت کے فضائل کا ذکر ہوگا وہاں بتایا جائے گا کہ یہ کمزور روایت ہے۔ اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری حدیث احمد نے اس کی تخریج کی ہے۔ اور ابن ماجہ اور حاکم نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اور حذیفہ نے اسے صحیح قرار دیا گیا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني ارايكم من بعد

علیہ وسلم اقتدوا بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا ۔
 باللذین من بعدی
 ابی بکر و عمر ،

اور طبرانی نے ابی الدرداء اور حاکم نے اس کی تخریج ابن
 مسعود کی حدیث سے کی ہے اور احمد ، ترمذی ، ابن ماجہ اور ابن حبان
 نے اپنی صحیح میں اسے حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بیان
 فرمایا ۔

انی لا ادری ما قدر باقائی میں نہیں جانتا کہ میں کتنا عرصہ آپ لوگوں
 فیکم فاقتدوا باللذین من میں زندہ رہوں گا پس میرے بعد
 بعدی ابی بکر و عمر و تمسکوا ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا اور عمار کی ہدایت
 بھدی عمار و ما حدثکم سے تمسک کرنا ۔ اور ابن مسعود جو تم سے
 ابن مسعود فصدقوا ۔ کہیں اس کی تصدیق کرنا ۔

ترمذی نے ابن مسعود ، رویانی نے حذیفہ اور ابن عدی
 نے انس سے روایت کی ہے کہ

اقتدوا باللذین من بعدی یعنی میرے بعد میرے صحابہ میں سے ابوبکر
 من اصحابی ابی بکر و عمر اور عمر کی اقتدا کرنا اور عمار کی ہدایت پر
 و اهتدوا بھدی عمار چلنا اور ابن مسعود کے عہد سے تمسک
 و تمسکوا العہد ابن مسعود کرنا ۔

چوتھی حدیث شیخین نے ابی سعید خدری سے بیان کیا ہے
 کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ۔
 ان اللہ تبارک و تعالیٰ کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور

خیر عبد بن الدنیا و بن
 ما عندہ فاختر نیک
 العبد ما عند اللہ فیکو
 ابوبکر و قال بل نفدی
 یا بائنا و امہاتنا فعینا
 لیکائنہ ان ینخبہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 عن عبد خیرہ اللہ فکان
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم هو المنخب و کان
 ابوبکر اعلمنا فقال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ان من امن الناس علی
 فی صحتہ و مالہ ابوبکر
 و لو کنت متخذاً خلیلاً
 غیور بی لا تمخذت ابوبکر
 خلیلاً و لکن اخوۃ الاسلام
 و مودتہ لا یمقین باب
 الاسد الباب ابی بکر۔ کھلا نہ رہے۔

جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اس میں اختیار
 دیا کہ وہ دونوں میں سے جس چیز کو چاہے
 اختیار کرے تو اس بندے نے جو کچھ اللہ
 کے پاس ہے۔ اُسے پسند کیا۔ اس بات
 کو سنتے ہی حضرت ابوبکر رو پڑے اور کہا
 ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہمیں
 آپ کے اس رونے پر بڑا تعجب ہوا کہ
 حضور علیہ السلام نے ایک بندے کے بارے
 میں خبر دی ہے کہ اللہ نے اُسے اختیار دیا
 تھا۔ دراصل جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ
 خود حضور علیہ السلام ہی تھے۔ اور ابوبکر
 ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔ رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
 ابوبکر کی صحبت اور مال نے مجھے بڑا سکون
 بخشا ہے۔ اگر خدا کے سوا میں کسی کو دوست
 بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔ لیکن اسلامی
 بھائی چارہ اور اس کی محبت رہے گی۔
 ابوبکر کے دروازے کے سوا کوئی دروازہ

اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر کی کھڑکی کے
 سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں اور عبد اللہ بن احمد سے آخر میں

یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ ابو بکر میرے یارِ نثار اور مونس ہیں مسجد میں ابو بکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ اور بنی رکھا کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کے مال نے مجھے ابو بکر بن ابی قحافہ سے زیادہ سکون بخشا ہو۔ اگر میں کسی کو دوست بنانے والا ہوتا تو ابو بکر کو دوست بناتا۔ لیکن اسلام دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد کی تمام کھڑکیاں، سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے بند کر دی جائیں۔ اور ابن عدی کی روایت کے آخر میں ہے کہ مسجد میں آنے والے تمام دروازے سوائے ابو بکر کے دروازے کے بند کر دیے جائیں۔ یہ روایت بہت سے طرق سے مروی ہے۔ جن میں حذیفہ، انس، عائشہ، ابن عباس اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

علمائے کرام نے کہا ہے کہ ان احادیث میں خلافت صدیق کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ خلیفہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے اور دیگر کاموں کے لئے مسجد کے قریب کی ضرورت ہے۔

پانچویں حدیث حاکم نے حضرت انس سے اس حدیث صحیح کو بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

بغثنی بنوالمصطلق الحسے	مجھے بنو مصطلق نے رسول کریم صلی اللہ علیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	وسلم کے پاس یہ بات دریافت کرنے
وسلم ان اسئلہ الی من	کیئے بھیجا کہ آپ کے بعد ہم کس کو صدقا
ندفع صدقاتنا بعدک	دیں۔ میں نے آکر آپ سے پوچھا تو آپ
فاتیتک فسالته فقال الی	نے فرمایا ابو بکر کو اور جو شخص ابو بکر کو صدقہ
ابی بکر ومن لازم دفع	دینے کی پابندی کرے گا وہ اس کا نائب

الصدقة اليه كونه خليفة ہوگا کیونکہ صدقات لینے کا متولی وہی
ازہو المتولی قبض الصدقات ہے۔

چھٹی حدیث مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ
قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضور علیہ السلام
اللہ علیہ وسلم فی مرضہ نے اپنے مرض الموت میں مجھے فرمایا کہ
الذی مات فیہ ادعی اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلا لاؤ
لی اباک و اخاک حتی تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ
اكتب کتابا فانی اخاف ہے کہ کوئی متمنی تمنا کرے گا۔ اور کوئی
ان یتمن متمن ویقول کہے گا کہ میں سب سے ادلی ہوں مگر
قائل انا اولی ریالی اللہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابو بکر کے سوا کسی اور
والمؤمنون الا ابابکر سے راضی نہ ہوں گے

احمد اور اس کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اسے کئی طرق
سے بیان کیا ہے اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ مجھے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ میرے پاس
عبدالرحمن بن ابوبکر کو بلا لاؤ۔ میں ابو بکر کے بارے میں ایک تحریر لکھ
دیتا ہوں جس پر کوئی اختلاف نہیں کرے گا۔ پھر فرمایا، اس بات کو
چھوڑ دو۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ مومن ابو بکر کے بارے میں اختلاف کریں
اور عبداللہ بن احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اے ابو بکر اللہ تعالیٰ
اور مومن تیرے بارے میں اختلاف کرنے سے انکار کریں گے۔
ساتویں حدیث شیخین نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی
ہے کہ

مرض النبی صلی اللہ علیہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض
وسلم فاشتد مرضه فقال شدت اختیار کر گیا تو آپ نے فرمایا
مروا ابابکر فلیصل بالناس ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں
قالت عائشة یا رسول اللہ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
انہ رجل رقیق اذا قام وہ رقیق القلب آدمی ہیں۔ آپ کی جگہ
مقاماً لم یستطع ان یصلی کھڑے ہو کر وہ نماز نہیں پڑھا سکیں گے
بالناس فقال مروی ابابکر آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم دے دو کہ
فلیصل بالناس فعاذت لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ
فقال مروی ابابکر فلیصل نے دوبارہ وہی بات دہرائی آپ نے
بالناس فانک صواحب پھر فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز
یوسف فانماہ الرسول فصلی پڑھائیں یہ تم تو یوسف والیاں ہو حضرت
بالناس فی حیاة رسول اللہ ابوبکر کے پاس ایچی آیا تو آپ نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم وفی کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی اور
روایۃ انہما لما راجعاً اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت
فلما یومع لہا قالت لحفۃ عائشہ نے آپ کو دوبارہ کہا تو آپ نے
قوی لہ یا مومنہ فقالت حضرت عائشہ کو جواب نہیں دیا۔ اس پر
لہ فأبی حتی غضب وقال حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا
انتین او انکین او لا انتین کہ آپ حضور کو کہیں کہ وہ حضرت عمر کو
صواحب یوسف مروا حکم دیں۔ انہوں نے کہا تو آپ نے انکار
ابابکر کیا اور غصے ہو کر فرمایا تم تو یوسف والیاں
ہو۔ ابوبکر کو حکم دو۔

اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث متواتر ہے جو حضرت عائشہ

ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن زمرہ، ابوسعید، علی بن ابی طالب اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور بعض طرق میں حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعہ کیا اور آپ سے بکثرت مراجعہ پر مجھے اس بات نے آمادہ نہیں کیا کہ میرے دل میں یہ بات پڑ گئی تھی کہ لوگ ہمیشہ اسی شخص سے

محبت کریں گے جو آپ کے قائم مقام ہوگا۔ اور نہ ہی میں یہ بات سمجھتی تھی کہ جو شخص آپ کا جانشین بنے گا۔ لوگ اسے منحوس خیال کر سکیں گے میں چاہتی تھی کہ ابوبکر کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معتدل سی بات فرمادیں اور ابن زمرہ کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز کا حکم دیا تو حضرت ابوبکر وہاں موجود نہیں تھے۔ اس پر حضرت عمر نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں انہیں اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہ کریں گے۔ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

اور انہیں کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ ابوبکر سے جا کر کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں باہر نکلا تو حضرت عمر دروازے پر مجھے ایک عجات کے ساتھ ملے۔ مگر ان میں ابوبکر موجود نہ تھے۔ تو میں نے کہا، اے عمر لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ جب آپ نے تکبیر کہی تو آپ کے بلند آواز ہونے کی وجہ سے آپ کی آواز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سُن لی۔ اور تین بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے

سو کسی کو قبول نہ کریں گے۔ اور ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ جب حضرت عمر نے تجبیر کہی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آواز کو سنا اور براہِ فروختہ ہو کر سر اٹھا کر فرمایا ابن ابی قحافہ کدھر ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت صدیق علی الاطلاق سب صحابہ سے افضل اور امامت و خلافت کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ اشعری کہتے ہیں کہ اس سے یہ ضرور کا علم بھی حاصل ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو مہاجرین و انصار کی موجودگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا جیسا کہ آپ نے فرمایا۔

یَوْمَ الْقَوْمِ اقْرَؤْهُمْ لِكِتَابِ یعنی کتاب اللہ کا زیادہ عالم قوم کی امامت کرے۔

پس پتہ چلا کہ ابو بکر سب صحابہ سے زیادہ عالم قرآن تھے۔ اور صحابہ نے خود بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور بیعت کی فضیلت کے بارے میں آپ کا قول پہلے ذکر ہو چکا ہے ان میں سے حضرت علی بھی شامل ہیں۔ اور ابن عساکر نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور میں اس کا شاہد ہوں اور میں کہیں غیر حاضر نہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی بیماری تھی۔ پس ہم اپنی دنیا کیلئے اس چیز سے راہنی ہو گئے جس چیز کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا تھا۔

علماء نے کہا ہے کہ زمانہ نبوی میں ہی آپ امامت کی اہلیت کے لئے مشہور تھے۔ احمد، ابو داؤد اور دیگر لوگوں نے سہیل بن سعد سے بیان کیا ہے کہ نبی عمر و بن عوف کے درمیان جنگ ہوئی اور حضور علیہ السلام کو خبر پہنچی تو آپ ان کی آپس میں صلح کروانے کیلئے ظہر کے بعد تشریف لے گئے۔ تو آپ نے فرمایا اے بلال اگر نماز کا وقت آجائے اور میں نہ آؤں تو ابو بکر کو کہہ دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ جب نماز عصر کا وقت آیا۔ بلال نے امامت نماز کہی اور حضرت ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو آپ نے نماز پڑھا دی۔ آپ کے تقرر اور نماز میں مقدم کرنے میں اس بات کی تصریح اور اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور عالم امام کے تقرر سے اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ مامور بہ ادائے واجبات، ترک محرمات، احیائے سنن اور بدعات کو مٹانے سے شعائر دینیہ کو قائم کرے۔ باقی رہے امور دنیوی اور ان کی تدبیر جیسے امراء سے اموال لے کر مستحقین کو پہنچانا اور ظلم کو دور کرنا وغیرہ تو یہ باتیں مقصود بالذات نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ امور دینیہ کی بجا آوری کے لئے فارغ ہوں۔ کیونکہ صحیح فراغت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ان کے امور معاش کا انتظام نہ ہو جائے یعنی مال و جان مامون ہوں اور ہر حقدار کو اس کا حق ملے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کی امامت عظمیٰ پر راضی ہوئے۔ کیونکہ انہیں نماز میں امامت کیلئے آپ نے مقدم کیا تھا۔ اور پھر جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے۔ سب لوگوں کا آپ کی امامت پر اجماع

ہو گیا تھا ۔

ابن عدی نے ابو بکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ مجھے
 یارون الرشید نے کہا اسے ابو بکر لوگوں نے ابو بکر الصدیق کو کیسے خلیفہ
 بنالیا ۔ میں نے جواب دیا امیر المؤمنین ، خدا ، اس کے رسول اور مومنین
 سب نے خاموشی اختیار کر لی تھی ۔ اس لئے وہ خلیفہ بن گئے ۔ اس نے
 کہا تو نے مجھے اور اندھیرے میں دھکیل دیا ہے ۔ میں نے کہا اے
 امیر المؤمنین حضور علیہ السلام آٹھ دن بیمار رہے تو آپ کے پاس حضرت
 بلال نے آکر لوچھا یا رسول اللہ لوگوں کو نماز کون پڑھائے تو آپ
 نے فرمایا ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیجئے ۔ تو حضرت ابو بکر نے آٹھ
 دن لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی ۔ رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سکوت کرنے کی وجہ سے خاموش
 رہے اور مومنوں نے حضور علیہ السلام کے سکوت کی وجہ سے خاموشی
 اختیار کی ۔ یارون الرشید کو یہ بات پسند آئی تو اس نے کہا
 بَارِكَ اللَّهُ فِيكَ

آٹھویں حدیث ابن حبان نے حضرت سفینہ سے روایت کی ہے کہ
 لما نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد وضع فی البناء حجراً
 قال قال لابی بکر وضع حجراً الی
 جنب حجری ثم قال لعمریع
 حجراً الی جنب حجرا بی بکر
 ثم قال لعثمان وضع حجراً الی جنب
 حجری ثم قال لحواء الخلفاء بعدی
 جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مسجد تعمیر کی تو اس کی بنیاد میں ایک پتھر
 رکھا ۔ اور ابو بکر سے کہا کہ آپ اپنا پتھر
 میرے پتھر کے پہلو میں رکھیں پھر عمر سے
 کہا آپ اپنا پتھر ابو بکر کے پتھر کے پہلو
 میں رکھیں پھر عثمان سے کہا آپ اپنا پتھر

عمر کے پتھر کے پہلو میں رکھیں پھر فرمایا
یہ میرے بعد خلیفے ہوں گے۔

ابو زرعمہ کہتے ہیں اس کی اسناد میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں
حاکم نے اسے مستدرک میں صحیح قرار دیا ہے۔ اور بیہقی نے اسے الدلائل میں
بیان کیا ہے۔ ان دونوں کے علاوہ بھی لوگوں نے اسے روایت کیا ہے۔ آپکا
عثمان سے فرمانا کہ اپنا پتھر عمر کے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ اس میں ان لوگوں کا
رد پیش کیا گیا ہے جو خیال کرتے ہیں کہ اس میں انکی قبروں کی طرف اشارہ
ہے۔ کیونکہ حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ میرے بعد خلیفے
ہوں گے۔ صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ترتیب خلافت مراد ہے۔
نوویں حدیث شیخین نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا

رأيت كافي أنزع بدلو
بكرته على قليب لم تطو
فجاء أبو بكر فنزع ذنوباً
مملئة ماء أو قربة
من مائه أو ذنوبين
نزعاً ضعيفاً والله يغفر له
ثم جاء عمر فاستقى
فاستحالت غوباً فلم ار
عبقراً من الناس
يفرحا فريه حتى روى

میں نے رویا میں دیکھا کہ میں ایک کنویں پر
لگی ہوئی چرخہ سے ڈول نکال رہا ہوں۔
جسے پٹیا نہیں گیا۔ پھر ابوبکر آئے تو انہوں
نے پانی سے بھرا ہوا یا قریباً بھرا ہوا
ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے
نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں
بخشتے پھر عمر آئے۔ انہوں نے ڈول اس
حالت میں نکالا کہ وہ بڑا ڈول بن گیا تھا
میں نے لوگوں میں کوئی طاقتور آدمی ایسا
نہیں دیکھا جو ان جیسا کام کرتا ہو۔ یہاں

اناس وضر بنو البطن تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے بیٹھنے کی جگہ بنائی ۔

اور شیخین ہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے سوتے میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ڈول تھا۔ میں نے اس میں سے پانی نکالا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ نے لیا اور ایک یا دو ڈول نکالے اور اس کے نکالنے میں ضعف تھا اللہ تعالیٰ اُسے بخشے۔ جب عمر نے اسے لیا تو وہ بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں کوئی طاقتور آدمی ایسا نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی نکالتا ہو۔ یہاں تک کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

اور انہی کی ایک اور روایت ہے کہ میں ایک کنویں سے ڈول نکال رہا ہوں کہ میرے پاس ابو بکر اور عمر آ گئے۔ اور ابو بکر نے ڈول لے کر ایک یا دو ڈول نکالے مگر ان کے نکالنے میں ضعف تھا۔ پھر عمر نے ابو بکر کے ہاتھ سے وہ ڈول لے لیا اور وہ اس کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں کوئی ایسا طاقتور آدمی نہیں دیکھا جو عمر کی طرح کام کرتا ہو۔ یہاں تک کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے ابھی ڈول نہیں نکالا تھا کہ لوگ چلے گئے۔ اور غرض سے پانی جو شش مار رہا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرے پاس ابو بکر آئے اور انہوں نے مجھے آرام پہنچانے کیلئے مجھ سے ڈول لیا ایک روایت میں ہے میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور

ابوبکر نے کھڑے ہو کر ایک یا دو ڈول نکالے ہیں مگر ان کے نکالنے میں صنف ہے۔

نودی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اس

ابوبکر اور عمر کی خلافت اور حضرت عمر کے زمانے میں ہونے والی

بکثرت فتوحات اور اسلام کے غلبے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض دوسرے

نے کہا ہے کہ دونوں خلیفوں کے زمانے میں جو اچھے آثار ظاہر ہوئے

اور لوگوں کو دونوں سے جو فائدہ پہنچا اس خواب میں اُسے مثالی طور

پر دکھایا گیا ہے۔ اور یہ سب چیزیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے ہی ماخوذ ہیں کیونکہ وہ صاحب امر تھے اور اکمل مقام پر فائز تھے

اور انہوں نے دین کے ضابطے مقرر کئے پھر ابوبکر آپ کے جانشین ہوئے

اور مرتدین سے جنگ کر کے ان کی جڑ کاٹ دی۔ پھر عمر ان کے جانشین

ہوئے اور ان کے زمانے میں اسلام پھیلا تو مسلمانوں کا معاملہ اس

کنویں کے مشابہ ہو گیا جس میں حیات بخش پانی ہو اور ان کا امیر اس

کنویں سے ان کے لئے پانی نکالتا ہو اور حضور نے یہ جو فرمایا ہے

کہ ابوبکر نے مجھے آرام پہنچانے کیلئے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اس

میں آپ کی وفات کے بعد ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ

موت دنیا کی تکالیف سے راحت کا باعث ہوتی ہے پس ابوبکر امور

امت کی تدبیر اور ان کے اموال کی نگہداشت کے لئے کھڑے ہو گئے۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ ان کے پانی نکالنے میں صنف تھا۔ اس میں اس

بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی مدت ولایت کم ہوگی اور عمر کی ولایت

کا زمانہ لمبا ہوگا۔ اور لوگ اس سے بہت فائدہ اٹھائیں گے۔ اور

فتوحات کی کثرت، شہروں کی آبادی اور دوا دین کی تدوین سے اسلام کا دائرہ وسیع ہو جائے گا۔ اور حضور کا یہ فرمان کہ اللہ انہیں بخشے۔ اس میں کوئی نقص کی بات نہیں۔ اور نہ اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے۔ بلکہ یہ کلمہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی بات کی طرف خاص توجہ دینا مطلوب ہوتا ہے۔

احمد اور ابو داؤد نے سمروہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میں نے دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا ہے کہ ابو بکر آئے انہوں نے ڈول کو پکڑا اور تھوڑا سا پیا۔ پھر عمر آئے انہوں نے ڈول کو پکڑ کر آٹا پیا کہ سیراب ہو گئے۔ پھر عثمان آئے انہوں نے بھی ڈول پکڑ کر پیا اور سیر ہو گئے۔ پھر علی آئے تو وہ ڈول اوپر کھینچ لیا گیا۔ اور اسکے کچھ قطرے ان پر پڑے۔

دوسری حدیث ابو بکر الشافعی نے غیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جب آپ نے ابو بکر کو مقدم کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا میں نے ابو بکر کو مقدم نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے مقدم کیا ہے۔

گیارہویں حدیث احمد نے سفینہ سے اور اصحاب السنن نے بھی ایسے ہی روایت کی ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ الخلفاء ثلاثون عاما ثم خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے

یكون بعد ذلك الملك . بعد ملوکیت ہو جائے گی .
ایک دوسری روایت میں ہے کہ خلافت میرے بعد تیس
سال تک رہے گی . پھر ظالم ملوکیت میں بدل جائے گی . یعنی رعیت
پر ظلم و زیادتی ہوگی .

علماء نے کہا ہے کہ آپ کے بعد خلفائے اربعہ اور حضرت
حسن کے زمانہ تک تیس سال ہو گئے تھے جس سے اس بات پر دلالت
ہوتی ہے کہ دین کے معاملہ میں خلافت حقہ اس مدت تک رہے گی
اس سے یہ واضح دلیل معلوم ہوتی ہے کہ خلفائے اربعہ کی خلافت برحق
تھی .

سعید بن جبہ ان سے کہا گیا کہ بنو امیہ کا خیال ہے کہ خلافت
ان میں ہے . فرمایا زر قاء کے بیٹوں نے بھوٹ بولا . وہ تو بدترین
بادشاہ ہیں . اگر آپ کہیں کہ یہ حدیث بارہ خلیفوں والی حدیث کے خلاف
ہے تو میں کہوں گا ان میں کوئی منافات نہیں . کیونکہ اس جگہ ال کمالے
کے لئے آیا ہے یعنی تیس سال تک خلافت کا ملہ ہوگی . جو خلفائے
اربعہ اور حضرت حسن کے زمانہ میں منحصر ہوگی . کیونکہ آپ کا زمانہ تیس
سال مکمل کرنے والا ہے . پھر اس کے بعد مطلق خلافت ہوگی جس
میں کمال اور غیر کمال سب کچھ ہوگا . جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے . ان
میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہے . اور دوسرے قول کے مطابق اسکا
مفہوم یہ ہوگا کہ جن کمالات کے حامل پہلے پانچ خلفاء تھے . بعد میں آنے
والے ان کمالات کے حامل نہیں ہوں گے .

بارہوی حدیث دارقطنی ، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت

علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے آپ کو مقدم کرنے کے لئے تین بار دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو مقدم کرنے کے سوا کسی بات کو قبول نہ کیا۔ **تیسرھویں حدیث** ابن سعد نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں ہمیشہ لوگوں کے فریب میں آجاتا ہوں۔ فرمایا تیرا راستہ لوگوں سے الگ ہوگا۔ پھر کہا میں اپنے سینے میں دو قسم کی نرمی پاتا ہوں۔ یا دو قسم کے طریق پاتا ہوں۔ **چودھویں حدیث** ہزار نے سند حسن سے امین امت عبیدہ بن الجراح سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اول دینکم باء نبوتہ و آپ کے دین کی ابتدا میں نبوت اور رحمت رحمتہ ثم یكون خلافتہ و ہے پھر خلافت اور رحمت ہے پھر ملوکیت رحمتہ ثم یكون ملکا و اور حریت ہے۔

حدیث

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے ابوبکر کی خلافت کو رحمت ثابت کیا ہے۔ کیونکہ یہی خلافت نبوت اور رحمت کے زمانے کی مالک ہوئی ہے۔ جس سے اس کا حق ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس کی حقیقت سے بقیہ خلفائے راشدین کی خلافت بھی برحق ثابت ہوتی ہے۔ ابن عساکر نے ابی بکر سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عمر کے پاس آیا تو آپ کے پاس لوگ کوئی چیز کھا رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کے آخر میں نظر اٹھا کر ایک آدمی کو دیکھا تو فرمایا کہ آپ نے پہلی کتب میں کیا پڑھا ہے تو اس نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ

اس کا صدیق ہو گا۔ اور ابن عساکر نے محمد بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حسن بصری کے پاس بعض باتیں دریافت کرنے کے لئے بھیجا تو میں نے آپ سے کہا کہ لوگ جس بات کے متعلق آپس میں اختلاف کر رہے ہیں مجھے اس کے بارے میں اطمینان دلائیں کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا تھا تو حسن بصری سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: تیرا باپ نہ رہے کیا ان لوگوں کو اس بارے میں شک ہے۔ قسم بخدا آپ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور آپ اعلم باللہ اتقی اور اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے اگر آپ کو ایسا حکم نہ دیا جاتا تو آپ خوف الہی سے مرجاتے۔

فصل چہارم

اسے باتے کے بیانے میں کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر کوئی نص بیان فرمائی ہے

یاد رکھنا چاہیے کہ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور جو شخص ان احادیث پر غور کرے گا جو ہم قبل ازیں پیش کر چکے ہیں، اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں اکثر احادیث ایسی ہیں جن میں آپ نے خلافت ابو بکر کے متعلق واضح رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ اور یہی نقطہ نگاہ محدثین کی ایک جماعت کا ہے اور یہی حق بات ہے۔

ابن حزم نے نقطہ العروس میں حضرت ابو بکر کے بارے میں لکھا ہے کہ میں جس اللہ کا تابع فرمان ہوں اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی انہیں خلافت دے دی تھی اور اہل اسلام نے اجماع کے ذریعہ اس کا نام اللہ کے رسول کا خلیفہ رکھ کر اسے منصوص کر دیا تھا۔ آپ کے علاوہ یہ نام کسی کو نہیں دیا گیا۔ نہ ہی اس شخص کا نام خلیفہ رکھا گیا جس کو آپ نے مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور نہ ہی اس کا جو جج اور عزوات میں نمازوں میں آپ کا جانشین بنا۔ پھر سابقہ عورت کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس میں حضور علیہ السلام کا قول ہے۔ پس ابو بکر منصوص خلیفہ ہے اور کتانی نے ترتیب الاداریہ میں حلو و شارح جمع الجوامع کا قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کی خلافت پر کوئی نص صریح موجود نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو سقیفہ کے روز لوگوں کو تردد نہ ہوتا۔

جمہور اہل سنت، معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ آپ نے کسی ایک کے متعلق بھی نص بیان نہیں فرمائی اور انہی مویذ وہ روایت ہے۔ جسے بزار نے اپنی مسند میں حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ

قالوا یا رسول اللہ! لا تستخلف علینا قال انی ان استخلف علیکم فتعصون خلیفتی ینزل علیکم العذاب
لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ہم پر خلیفہ مقرر نہیں فرمائیں گے۔ آپ نے جواب میں فرمایا اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کروں اور تم میرے خلیفہ کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔

اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں ضعف ہے۔

اے شرح المقاصد میں ہے کہ متکلمین نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ نص جلی کا مذہب ہشام بن المحکم نے وضع کیا ہے اور ابن الروانذی ابو عیسیٰ وراق اور اس قسم کے دوسرے لوگوں نے اسکی مدد کی ہے پھر ان کے اسلاف و افاض نے اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے شوق میں اسے روایت کیا ہے اور نص خفی کا قول حسن بصری سے بیان کیا گیا ہے اور فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے خطبات سے نص کے بارے میں کوئی بات نقل نہیں کی۔ اس روایت کے متعلق ہم اتنا جانتے ہیں کہ یہ کذابین سے مروی ہے اگر روایت موجود ہوتی تو ہمیں معلوم ہوتی اور مشہور ہوتی۔

۲۔ اس میں ضعیف شریک القاضی کی وجہ سے ہے جسے ذہبی نے نرم قرار دیا ہے۔ اور اس پر تشیع کی ہمت لگائی ہے اور ابوالقیطان کی وجہ سے بھی اس میں ضعف ہے۔ اس کا نام عثمان بن عمر ہے۔

اور شیخین نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ جب آپ پر خلیفہ کے تقرر کے بارے میں طعن کیا گیا تو آپ نے کہا اگر میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو اس نے بھی خلیفہ مقرر کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھا۔ یعنی ابوبکر نے اور اگر میں تم کو بغیر خلیفہ کے چھوڑتا ہوں تو اس نے بھی تم کو ایسے ہی چھوڑا تھا۔ جو مجھ سے بہتر تھا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور احمد اور بیہقی نے بسند حسن حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب آپ معرکہ جمل میں غالب آگئے تو فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے اس امارت کے بارے میں ہم سے کوئی عہد نہیں کیا تھا۔ ہم نے رائے سے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی ٹھیک رہے۔ اور رحلت فرما گئے۔ پھر ابوبکر نے اپنی رائے سے عمر کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی ٹھیک رہے اور دین بھی ثابت و قائم رہا۔ پھر دنیا کے طلبکار لوگ آگئے۔ ان کے معاملات میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔

حاکم نے صحیح روایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی سے کہا گیا۔ کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔ تو آپ نے فرمایا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو میں بھی کئے دیتا ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے کی مشیت لوگوں کی بھلائی میں ہوئی تو وہ میرے بعد لوگوں کو بہتر آدمی پر متفق کر دے گا۔ ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ

نے سیدوطی میں حضرت علی کی بجائے عمر بن عثمان کا نام آیا ہے۔

وسلم کی وفات ہوئی تو ہم نے اپنے معاملے میں غور کیا تو دیکھا کہ حضور
علیہ السلام نے ابوبکر کو نماز میں مقدم کیا ہے تو ہم اپنی دنیا کیلئے
اس چیز پر راضی ہو گئے۔ جس پر حضور علیہ السلام ہمارے دین کیلئے
راضی ہوئے تھے تو ہم نے ابوبکر کو مقدم کر دیا۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں ابن جہان سے اور اس نے
سفینہ سے روایت کی ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا بی بکر و
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر
وسلمہ قال لا بی بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے فرمایا یہ
عمر و عثمان ہولا ع میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔
الخلفاء بعدی۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کی متابع حدیث نہیں ملی۔ کیونکہ
حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے
کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حدیث ہولا ع
الخلفاء بعدی صحیح ہے اور خلیفہ مقرر کرنے اور خلیفہ نہ مقرر کرنے میں
کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ جہاں یہ بات کہی گئی ہے کہ خلیفہ مقرر
نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ نے کسی کے
خلیفہ ہونے کے بارے میں معین طور پر نہیں فرمایا اور جہاں یہ بیان
ہے کہ آپ نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ یا اس سے پہلے اشارۃً ذکر کیا
ہے تو بلاشبہ قرب وفات سے قبل نص کا احتمال موجود ہے۔ اگرچہ
موت کے وقت اس کے خلاف احتمال بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
جہو نے جن میں حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت عثمان شامل ہیں۔

انہوں نے استخلاف کی نفی کی ہے۔ اور متاخرین اصولیوں میں سے بعض محققین کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو منصوص نہیں کیا اور نہ کسی کی خلافت کے بارے میں حکم دیا ہے۔ ہاں بخاری میں حضرت عثمان کی ایک روایت سے اخذ کیا جاتا ہے کہ ابوبکر کی خلافت منصوص ہے۔ ہجرت حبشہ کے بارے میں حضرت عثمان سے ایک روایت ہے جس میں آیا ہے کہ آپ نے کہا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں۔ اور آپ کی بیعت کی ہے اور قسم بخدا میں نے آپ کی وفات تک نہ آپ کی نافرمانی کی ہے اور نہ آپ سے دھوکہ کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور خدا کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی۔ اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے۔ پھر عمر خلیفہ بنے تو خدا کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے۔

آپ حضرت عثمان کے اس قول پر غور فرمائیں کہ
 ثم استخلف اللہ ابابکر یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔
 اور عمر کے بارے میں کہا ہے کہ

ثم استخلف عمر یعنی پھر عمر خلیفہ بنے۔

اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر کی خلافت منصوص ہے اور جب اس بات کو گذشتہ بات سے جس میں خلافت کے غیر منصوص ہونے کا ذکر ہے ملا کر غور کیا جائے تو دونوں باتوں میں توافق کی وہی صورت ہوگی جس کا ہم پہلے تذکرہ کر آئے ہیں حاصل

مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام کو اعلام الہی سے معلوم ہو گیا تھا کہ خلافت کس کو ملے گی۔ اس کے باوجود آپ کو کسی معین شخص کے بارہ میں وفات کے وقت تک امت کو بتانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ہاں بظاہر آپ نے ایسی باتیں کیں جن سے یہ امر ترشح ہوتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ خلافت ابو بکر کو ملے گی۔ اور جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے آپ نے اس کے بارے میں خبر بھی دے دی۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم دے دیا تو یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ کو علم واقعی حاصل ہو گا جو حقیقت میں حق کے موافق ہو گا۔ یا امر واقعہ اس کے خلاف ہو گا۔ بہر حال اگر امت کو ابو بکر کے علاوہ کسی کی بیعت کرنا واجب ہوتی تو حضور علیہ السلام ضرور اس واجب کی تبلیغ میں پوری کوشش کرتے اور نص جلی میں ذکر فرماتے۔ اور وہ بات لوگوں میں مشہور ہو جاتی۔ یہاں تک کہ امت کو پتہ چل جاتا کہ انہیں کیا کرنا ہے اور جب بکثرت اس بات کی موجودگی کے آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو پتہ چلا کہ اس پر کوئی نص موجود نہیں اور یہ وہم کہ آپ نے اس علم کی تبلیغ لوگوں کو اس لئے نہیں کی کہ لوگ آپ کے حکم کو نہیں مانیں گے۔ یہ ایک بے فائدہ اور جھوٹی بات ہے کیونکہ یہ بات وجوب تبلیغ کو ساقط نہیں کرتی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ نے ان تمام باتوں کی جن کے لوگ مکلف ہیں تبلیغ کی ہے۔ حالانکہ آپ کو یہ علم بھی تھا کہ وہ لوگ حکم کو نہیں مانتے۔ لوگوں کے بارے میں یہ علم ہونا کہ وہ حکم کو نہیں مانیں گے۔ اس سے حکم کی تبلیغ ساقط نہیں ہو جاتی۔ نیز اس سے یہ احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نے امر

امامت کے بارے میں ایک دو آدمیوں کو خفیہ طور پر بتا دیا ہے اور ایسی بات کی نقل بھی مفید نہیں کیونکہ جس اہم امر سے دین و دنیا کے مصالح وابستہ ہوں اسے تو بار بار کی تبلیغ اور کثرتِ مبلغین کے باعث مشہور ہو جانا چاہئے تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ احتمال کہ آپ کا اس بات کو پہنچانا ایک مشہور بات ہے مگر آپ سے یہ بات منقول نہیں یا منقول تو ہے مگر آپ کے زمانے کے بعد مشہور نہیں ہوئی۔ ایک جھوٹی بات ہے کیونکہ اگر یہ مشہور ہوتی تو فرائض اور دیگر ہجرات دین کی طرح منقول ہوتی شہرت کا ہونا نص کے وجود کو لازم ہے اور جہاں شہرت نہیں وہاں مذکورہ معنوں میں نص بھی موجود نہیں نہ حضرت علی کے لئے اور نہ کسی اور کے لئے پس اس سے شیعہ اور دوسرے لوگوں کی منقولات کا جھوٹا ہونا لازم آیا۔ انہوں نے اس جیسی خبروں سے اپنے ورق ہی سیاہ کئے ہیں جن میں لکھا ہے کہ تو میرے بعد خلیفہ ہے اور یہ خبر کہ حضرت علی کو امیر المومنین کہہ کر سلام کہو اور اس قسم کی دوسری روایات جو آگے آئیں گی۔ ان احادیث کا مشہور ہونا تو درکنار ان کی منقولات کا کوئی وجود ہی نہیں پایا جاتا اور جو کچھ انہوں نے نقل کیا ہے وہ احاد مطعون کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتا کیونکہ اس کا علم ان ائمہ حدیث کو بھی نہیں پہنچا جنہوں نے حدیث کی چھان پٹک میں عمریں گزار دی ہیں جبکہ انہیں بے شمار ایسی حدیثیں مل گئی ہیں جنہیں انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بات عادتاً کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ ان احاد کی صحت کے علم میں منفرد ہوں۔ حالانکہ نہ انہوں نے کبھی کوئی روایت کی ہے۔ اور نہ کسی محدث کے صحبت یافتہ ہوئے۔

اور ان احاد سے وہ ماہرین حدیث بھی ناواقف ہیں۔ جنہوں نے اپنی عمریں دور دراز کے سفروں میں کھادی ہیں۔ اور اپنی تمام کوششیں تلاش حدیث میں لگا دی ہیں اور جس شخص کے بارے میں انہیں معلوم ہوا کہ اس کے پاس حدیث کا کوئی ٹکڑا ہے اس کے پاس پہنچنے کے لئے بھی انہوں نے سعی کی ہے۔

پس عادت قطعہ فیصلہ دیتی ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے بارے میں جو نصوص بنائی ہوئی ہیں وہ ان میں جھوٹے اور مجلس ساز ہیں اور یہ کہ ان کے پاس صحیح احاد موجود ہیں یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ نہ ان سے کوئی روایت آئی ہے۔ اور نہ وہ کسی محدث کی صحبت میں رہے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ہاں احاد میں یہ خبر موجود ہے کہ

انت منی بمنزلہ ہارون یعنی آپ مجھ سے اس مقام پر ہیں جس من موسیٰ۔
پر ہارون موسیٰ سے تھے۔
اور یہ خبر بھی آئی ہے کہ

من كنت مولاه فعلى مولاه کہ جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اُسے محبوب ہے۔

عنقریب ان دونوں کا مفصل جواب آئے گا۔ ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی بطور نص یا اشارہ حضرت علی کی خلافت پر دلالت نہیں کرتی۔ اگر کرتی ہوتی تو تمام صحابہ کا خطا کار ہونا لازم آتا۔ کیونکہ ان کا اجماع ضلالت پر نہیں ہو سکتا۔ پس ان جاہل مبتدعین کے خلاف ان کا اجماع اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے جو وہم

انہیں پیدا ہوا ہے وہ ان سے مراد نہیں اور اگر فرض کے طور پر اس
 احتمال کو تسلیم کر لیا جائے جس کا اظہار ان لوگوں نے کیا ہے تو یہ
 دونوں حدیثیں اس مفہوم کی متحمل نہیں جیسے کہ آئندہ ذکر ہوگا پس
 واضح ہو گیا کہ جن احاد سے انہوں نے اپنے ورق سیاہ کئے ہیں وہ
 ان کے خیال پر دلالت نہیں کرتیں اور یہ احتمال بھی باطل ہے کہ حضرت
 علی یا کسی مہاجر اور انصاری کو ایک نص کا علم تھا۔ اگر کوئی ایسی نص
 موجود ہوتی تو سقیفہ کے روز جب خلافت کے متعلق گفتگو ہوئی تو
 اُسے ضرور پیش کیا جاتا یا اس کے بعد ذکر کیا جاتا۔ کیونکہ اس کا بیان
 کرنا واجب تھا اور یہ کہنا کہ اُسے تقیہ کی وجہ سے بیان نہیں کیا گیا
 ایک جھوٹی بات ہے۔ کیونکہ جو شخص ان کے حالات کا غور اس علم بھی
 رکھتا ہے وہ یہ وہم بھی نہیں کر سکتا کہ محض اس نص کے ذکر کر
 دینے سے جبکہ دلائل امامت کے بارے میں ہی تنازع چل رہا
 تھا کوئی خوف ہو سکتا ہے۔ حالانکہ دلائل ان لوگوں نے بھی بغیر کسی
 دلیل کے جھگڑے میں حصہ لیا جو حضرت علی سے قوت و شوکت میں
 نہایت ہی کمتر تھے۔ انہیں قتل کرنا تو درکنار کسی کو زبان سے بھروسے
 ازیت نہیں پہنچائی گئی۔

پس اس سے خصوصاً منحوس تقیہ کا بطلان واضح ہو گیا اور
 حضرت علی واقعہ حباب سے بھی واقف تھے۔ باوجودیکہ اس کے پاس
 اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہ تھی پھر بھی کسی نے اس کو قول و فعل سے
 ایذا نہ پہنچائی۔ حالانکہ وہ خود اور اس کی قوم حضرت علی اور آپ کی قوم
 کی نسبت کمزور تھے اور یہ بات ویسے بھی عادتہً ممتنع ہے کہ وہ

لوگوں کے سامنے اس نفس کا ذکر کرتے اور لوگ آپ کی طرح رجوع نہ کرتے۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نہایت درجہ مطیع اور اس کی حدود کا علم حاصل ہونے پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے اور عصمت سابقہ کی وجہ سے محفوظ نفس کی پیروی کا سے بہت دُور تھے اور پھر محبوب حدیث صحیح تھیر القرون فی قدحہ، وہ بہترین لوگ تھے۔

ان میں عشرہ مبشرہ بھی تھے جن میں اس امت کے امین ابو عبیدہ بھی شامل تھے۔ جیسا کہ متعدد صحیح طرق سے ثابت ہے۔ پس ان کے بارے میں یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان جلیل القدر اوصاف کے ساتھ اس لئے کسی بات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے تھے کہ وہ ایک بلا دلیل روایت کو قبول کر چکے ہیں۔ خدا کی پناہ اس سے کہ ان کے بارے میں شرعاً یا عادتاً اس بات کو جائز قرار دیا جائے۔ کیونکہ یہ دین میں خیانت ہے۔ اگر ایسا نہ سمجھا جائے تو قرآن اور احکام کے بارے میں جو کچھ ان سے منقول ہے اس سے امان اٹھ جائے گا۔ اور دینی امور کا کچھ بھی اعتبار نہ رہے گا۔ حالانکہ حضرت علی نے جمیع اصول و فروع انہیں سے اخذ کئے ہیں اور حضرت علی کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے کچھ چیزیں چھپائی ہوئی ہیں یہ آپ کی انتہائی درجہ کی تنقیص ہے۔ وہ بڑے بہادر تھے۔ اسی توہم کی وجہ سے بعض محدثین نے اُن کی تکفیر کی ہے۔ جیسے کہ آگے بیان ہو گا۔ اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ نہ صرف حضرت علی کی امامت پر کوئی نص موجود نہیں بلکہ اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ مگر حضرت ابو بکر کی خلافت کے بارے میں

آپ سطور بالا میں واضح نصوص دیکھ چکے ہیں۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ آپ کی خلافت پر بھی کوئی نص موجود نہیں تو صحابہ کا اجماع نص سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ وہ نص سے قوی تر ہے۔ اور اس کا مدلول قطعی ہے اور خبر واحد کا مدلول ظنی ہوتا ہے۔ اور حضرت علی، عباس، زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہم نے بیعت کے وقت جو تخیل اختیار کیا۔ اس کا مکمل جواب گذر چکا ہے اور مزید یہ کہ حضرت ابو بکر نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور وہ آئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا یہ علی ہیں ان کی گردن میں میری بیعت کا قلاوہ نہیں ہے۔ اور یہ اپنے معاملے میں خود مختار ہیں۔ اور تم لوگ بھی اپنی بیعت کے بارے میں مختار ہو اگر تمہیں میرے سوا کوئی آدمی نظر آئے تو میں سب سے پہلے اس کی بیعت کروں گا۔ اس پر حضرت علی نے کہا کہ ہم بیعت کیلئے آپ کے سوا کسی کو اہل نہیں سمجھتے پھر آپ نے اور دوسرے لوگوں نے جو بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی۔



شیعوں اور روافض کے شبہات کا تذکرہ اور دلائل واضحہ سے ان کے بطلان کا بیان



مہمہ شبہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو عملاً کوئی ایسا کام سپرد نہیں کیا جس میں شرعی اور سیاسی قوانین کو قائم کرنا پڑے۔ جس سے واضح پتہ چلتا ہے کہ وہ ان کاموں کو احسن طور پر سرانجام نہ دے سکتے تھے اور جب وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے تو ان کی امامت درست نہ ہوئی۔ کیونکہ امام کی ایک شرط شجاع ہونا بھی ہے۔

جواب : اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری میں سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شامل ہوا اور نو غزوات میں میں ان دستوں میں شامل ہوا جنہیں آپؐ بھیجا کرتے تھے۔ ان میں کبھی حضرت ابو بکرؓ ہمارے امیر ہوتے تھے اور کبھی حضرت اسامہؓ۔ اور سندہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیر حج بھی مقرر فرمایا۔ پس یہ خیال کہ وہ ان کاموں کو اچھی طرح سرانجام نہ دے سکتے تھے باطل ثابت ہوا۔ خود حضرت عسائیؓ

اس بات کے معترف ہیں کہ آپ سب صحابہ سے شجاع تھے۔ بنزار نے اپنی مسند میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ بتاؤ سب لوگوں سے کون شخص بہادر ہے، لوگوں نے کہا آپ سب سے بہادر ہیں۔ آپ نے جواب دیا میں نے جس کسی سے مقابلہ کیا ہے میں تو اس سے آدھا ہی رہا ہوں۔ لیکن میرا سوال یہ ہے کہ مجھے بتایا جائے کہ لوگوں میں سے بہادر شخص کون ہے۔ لوگوں نے کہا ہمیں اس کا علم نہیں کہ کون شخص بہادر ہے۔ آپ نے فرمایا ابو بکرؓ سب سے بہادر ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب بدر کا معرکہ ہوا تو ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک چھپر تیار کیا تاکہ کوئی مشرک آپ پر حملہ آور نہ ہو۔ خدا کی قسم ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ گیا۔ مگر ابو بکرؓ تلوار سوٹتے ہوئے حضورؐ کے سر پر کھڑے رہے جو کوئی آپ پر حملہ کیلئے آتا آپ اس پر حملہ آور ہو جاتے۔ پس آپ سب لوگوں سے بہادر تھے۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ قریش نے حضور علیہ السلام کو پکڑا ہوا ہے۔ کوئی آپ کو کھینچ رہا ہے اور کوئی دھکے دے رہا ہے اور آپ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ہی نے سب خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ قسم بخدا ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ بچسکا۔ مگر ابو بکرؓ ایک کومار تے ہیں دوسرے کو کھینچ رہے ہیں۔ کسی کو دھکے دے رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں تمہارا بڑا ہوتا ہے۔ تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر حضرت علیؓ نے اپنے اُوپر والی چادر اٹھائی اور اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ آل فرعون کا مومن اچھا ہے یا ابو بکرؓ؟ تو لوگوں نے اس پر خاموشی اختیار کی آپ نے فرمایا لوگو! تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ خدا کی قسم! ابو بکرؓ کی زندگی کی ایک گھڑی آل فرعون کے اس مومن سے بہتر ہے کیونکہ وہ اپنے ایمان کو

چھپاتا تھا اور یہ اپنے ایمان کا اعلان کرتا ہے۔

بخاری نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکوں میں سے سب سے زیادہ سختی سے کون پیش آتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا! میں نے دیکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور حضور علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر سختی سے آپ کا گلا گھونٹا تو حضرت ابو بکرؓ نے آکر اسے ہٹایا اور کہا کیا تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ اپنے رب سے تمہارے پاس دلائل لے کر آیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ جب ابو بکرؓ مسلمان ہوئے تو آپ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

ابن عساکر نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز فرشتوں نے ایک دوسرے سے بل کر کہا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابو بکرؓ چھپر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

احمد، ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز حضور علیہ السلام نے مجھے اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تم میں سے ایک کیساتھ جبریل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بتا دیا تھا کہ ابن بلجمؓ آپ کو قتل کرے گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ سے بہادر تھے۔ کیونکہ جب حضرت علیؓ ابن بلجم سے ملتے تو فرماتے کہ تو میرے سر کے خون سے میری داڑھی کو کب رنگے گا نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا قاتل ہے جیسا کہ آپ کے حالات کے آخر میں

اس کا ذکر ہوگا۔ پس جب آپ جنگ میں کسی اور مقابل سے نبرد آزما ہوتے تو آپ کو اس بات کا علم ہوتا تھا کہ یہ شخص مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ تو آپ اس سے ایسے پیش آتے گویا آپ بستر پر سوئے ہوئے ہیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو اپنے قاتل کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس لئے جب آپ جنگ میں جاتے تو آپ کو علم نہ ہوتا کہ میں قتل ہوں گا یا بچ رہوں گا۔ پس جو شخص اس حال میں جنگ میں شامل ہو کہ اسے اپنے مرنے یا جینے کا علم نہ ہو اُسے اس آدمی کے ساتھ قیاس نہیں کیا جاسکتا جو بستر پر سوئے ہوئے شخص کی مانند ہو کیونکہ اُسے تو حملہ کرنے، بھاگ دوڑ کرنے اور خوف و تکلیف کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

مرتدین کے ساتھ معرکہ اُرائی میں بھی آپ کی شجاعت مشہور ہو چکی ہے۔ اسماعیلی نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو عربوں میں سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے۔ اور کہا کہ نہ ہم نماز پڑھیں گے نہ زکوٰۃ دیں گے۔ تو میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا اے خلیفۃ الرسول، لوگوں سے نرمی اور الفت سے پیش آئیں۔ کیونکہ یہ لوگ جانوروں کی مانند ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا مجھے تو آپ سے مدد کی امید تھی۔ مگر آپ جواب دیئے جا رہے ہیں۔ جاہلیت میں آپ سخت تھے اور اسلام میں آکر کمزور ہو گئے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں انہیں شعر و سحر سے پہلاؤں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا ہے۔ اور سلسلہ وحی منقطع ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے مجھ وہ رستی دینے سے انکار کیا جسے دودھ دوہتے وقت جانور کی ٹانگوں کو باندھتے ہیں تو جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے جہاد کروں گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے انہیں اس معاملہ میں اپنے سے بھی زیادہ تیز اور کارگر پایا اور آپ نے لوگوں کو بہت سے امور میں ایسا مؤدب بنا دیا تھا کہ جب میں خلیفہ ہوا تو مجھے ان

کے معاملات نبٹانے میں بہت آسانی ہو گئی۔

پس آپ کو ان کی شجاعت کا علم ہو گیا۔ اسی طرح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بھی آپکی تباہی کی عظمت اور ثابت قدمی کو جانتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے امامت عظمیٰ کیلئے آپ کو مقدم کرنا ضروری سمجھا کیونکہ یہ دو وصف امامت کیلئے بڑے اہم ہیں۔ خصوصاً اس وقت جبکہ مرتدین اور دوسرے لوگوں سے جنگ کرنے کی ضرورت تھی۔ اور ان دو وصفوں سے آپ کے متصف ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب عروہ بن مسعود ثقفی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے تو آپ نے کہا جا کر لات کی نثر گاہ چوس ! کیا ہم آپ سے بھاگ جائیں گے۔ یا آپ کو چھوڑ دیں گے۔ یعنی آپ نے اس امر کو مستبعد قرار دیا۔ علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عروہ کو برا کہنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے کیونکہ آپ نے لات بیت کو معبود قرار دے کر عروہ کو اس کی اُمت قرار دیا ہے اور اس نے آپ کی نسبت جو فرار ہونے کی بات کہی تو آپ نے اس کے مقابل ایسی بات کہی جو اسے غضبناک کر دے۔ حنظلہ کے بعد عورت کی فرج کے ساتھ جو حصہ باقی رہ جاتا ہے اسے بنظر کہتے ہیں۔ عرب اس لفظ کو بطور ذم استعمال کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے کن بُرے الفاظ کے ساتھ، جن سے زیادہ بُرے الفاظ عربوں کے نزدیک کوئی نہیں۔ اس قومی اور زہرہ دست کافر کے ساتھ گفتگو کی ہے اور اس کی قوت و شوکت سے بالکل خائف نہیں ہوئے حالانکہ کفار نے اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اور اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ آپ آئندہ سال آئیں لیکن حضرت ابو بکرؓ کے سوا صحابہ میں سے کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ عروہ کو اس وقت کوئی بات کہے جب اس نے کہا کہ یہ سب لوگ آپ سے فرار اختیار کر جائیں گے صرف حضرت ابو بکرؓ

نے اُسے جواب دیا پس پتہ چلا کہ آپ تمام صحابہ سے دلیر تھے۔ جیسے کہ حضرت علیؓ سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ نیز آپ کا مانعین زکوٰۃ سے تہہ ساجنگ کرنا اور اس پر ڈٹ جانا بھی آپ کی عظیم شجاعت کی بات ہے۔ جیسا کہ فصل ثالث میں مضبوط طور پر اور مختصر طور پر بھی بیان ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کا لعین مسیلمہ اور اس کی قوم بنو حنیفہ سے جنگ کرنا بھی آپ کی شجاعت کی دلیل ہے۔ حالانکہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ بڑے جنگجو اور سخت آدمی ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں زہری اور کلبی بھی شامل ہیں۔ لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں سے نازل ہوئی ہے۔

اسی طرح آپ کا بڑے دہشت ناک مصائب کے سامنے جو بڑے بڑے داناؤں کا پتہ پانی کر دیتے ہیں۔ سیدہ پیر میں جانا بھی آپ کی ثابت قدمی کا ثبوت ہے مثلاً جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت لوگ حیران اور پریشان ہو گئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے لوگ لڑکھڑا گئے۔ اور کہا کہ حضور علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور جس نے ایسا خیال کیا میں اس کی گردن مار دوں گا۔ اس وقت بھی آپ ثابت قدم رہے جب آپ مدینہ کے بالائی علاقہ سے جہاں آپ سکونت پذیر تھے۔ تشریف لائے تو حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو آپ نے معلوم کر لیا کہ آپ وفات پا چکے ہیں تو آپ نے جھپک کر آپ کو بوسہ دیا۔ اور گریہ کناں ہوئے پھر لوگوں کی طرف گئے اور حضرت عمرؓ سے خاموشی اختیار کرنے کو کہا۔ لیکن انہوں نے اپنی پریشانی کی وجہ اس بات کو قبول نہ کیا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے گفتگو شروع کر دی۔ لوگ آپ کی علوشان اور تقدم کی وجہ سے آپ کے پاس سمٹ آئے تو آپ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”جو تم میں سے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے۔ وہ نوٹ کرے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے

ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آتی۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم۔
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے پہلے رسول بھی گزر چکے۔ کیا اگر آپ فوت یا قتل ہو جائیں تو تم لوگ اٹھ کر لوٹ کر آؤ گے۔

بخاری نے وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اس وقت لوگوں نے آپ کی وفات کی تصدیق کی اور وہ اس آیت کو بار بار پڑھتے تھے۔ گویا اس عظیم واقعہ سے قبل انہوں نے اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔ آپ تمام صحابہ سے صائب الرائے اور عقلمند تھے۔

تمام اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابو بکرؓ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

طبرانی اور ابونعیم وغیرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ میں سے بعض لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا جن میں حضرت ابو بکرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور اسید بن حضیر شامل تھے۔ ہر آدمی نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا معاذؓ، تمہاری کیا رائے ہے تو انہوں نے جواب دیا۔ میری رائے یہ ہے جو ابو بکرؓ کی ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

اے آپ کے دور خلافت میں پے درپے فتوحات ہوئیں اور جزیرہ عرب شرک سے پاک ہو گیا اور رومیوں کو شام اور اس کی اطراف سے جلا وطن کر دیا گیا۔ اور ایرانیوں کو حد سواد اور اطراف عراق سے باوجود قوت و شوکت اور اموال کی کثرت اور انتظانات کے نکال باہر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ ابو بکرؓ خطا کرے۔

طبرانی نے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ کی خطا کو پسند نہیں کرتا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تمام صحابہ سے صائب الرائے اور عظیم الذہن تھے بلکہ بلاشبہ وہ سب سے زیادہ عالم بھی تھے۔ پس ان دلائل سے آپؐ کی شجاعت ثبات، علم و عقل اور رائے کا کمال ثابت ہو گیا۔ اس کے علاوہ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ آپؐ اسلام قبول کرنے کے وقت سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں آپؐ کے ساتھ رہے ہیں۔ سوائے اس کے کہ حضورؐ نے حج یا کسی غزوہ کے موقع پر آپؐ کو باہر جانے کی اجازت دی ہو۔ آپؐ تمام جنگوں میں آپؐ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ ہجرت کی۔ اور اپنی اولاد و عیال کو خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کی خاطر چھوڑ دیا۔ متعدد مواقع پر آپؐ کی نفرت کی اور جنگوں میں نہایت شاندار کارنامے سرانجام دیے۔ اور بدلہ و جین میں جب لوگ فرار ہو گئے تو آپؐ ثابت قدم رہے۔ پس ان سب باتوں کی موجودگی میں آپؐ کی طرف یہ بات کیسے منسوب کی جاسکتی ہے کہ آپؐ بہادر نہ تھے یا ثابت قدم نہ تھے بلکہ بہادر ہی اور ثابت قدمی میں آپؐ انتہائی مقام پر تھے۔ اور آپؐ نے ایسے قابل تعریف کارنامے سرانجام دیے جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ پس اللہ تعالیٰ آپؐ سے راضی ہو گیا اور اسے نے آپؐ کو عزت سے سرفراز فرمایا۔

دوسرا شبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو مکہ میں لوگوں سے اعلان برأت کے لئے مقرر فرمایا تو پھر آپؐ کو معزول کر کے حضرت علیؓ کو مقرر فرمایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ اس کی اہلیت نہ رکھتے تھے۔

جواب اس خیال کے بطلان میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت علیؓ نے تو اعلان برأت میں آپؐ کی پیروی کی ہے۔ کیونکہ عربوں میں عہد کرنے اور اسے

چھوڑنے کے بارے میں یہ رواج ہے کہ وہ ایک آدمی یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے کسی کو مقرر کرتے ہیں۔ اس لئے آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو حج کی امارت سے معزول نہیں کیا بلکہ امارت پر قائم رکھا اور حضرت علیؓ کو دوسری قرأت کیلئے مامور کیا یہ بات یاد رہے کہ حضرت علیؓ اس اعلان کے کرنے میں منفرذ نہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس حج کے موقع پر مجھے بھی اعلان کرنے والوں میں بھیجا وہ یوم النحر کو منیٰ میں اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج کر سکے گا اور نہ ہی بیت اللہ کا سنگے طواف کر سکے گا۔ حمید بن عبد الرحمنؓ کہتے ہیں۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیجا اور اعلان برات کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے یوم النحر کو منیٰ میں لوگوں کے سامنے ہمارے ساتھ اعلان برات کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ اور نہ ہی بیت اللہ کا سنگے طواف کر سکے گا۔ اس بات پر ذرا غور فرمائیے کہ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کے ساتھ اعلان برات کیا۔ جن کو حضرت ابو بکرؓ نے اعلان کرنے پر مقرر کیا ہوا تھا۔ اور ہمارے بیان کی وضاحت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت علیؓ آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اعلان کرنے والوں کو معزول نہیں کیا۔ پس آپ کا ان کو معزول نہ کرنا اور ان کو حضرت علیؓ کا شریک کار بنانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علیؓ عربوں کے اس رواج کو پورا کرنے کیلئے آئے تھے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ نہ کہ حضرت ابو بکرؓ کو معزول کرنے کیلئے اگر ایسا ہوتا تو اس بات کی گنجائش نہ رہتی کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے اعلان کرنے والوں کو حضرت علیؓ کے ساتھ رکھتے۔ پس اس سے ہماری بات کی وضاحت ہو گئی۔ اور یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ جھوٹ جہل اور عناد کے سوا کچھ نہیں۔

تیسرا شبہ حضور علیہ السلام نے جب مرض الموت میں آپ کو امام مقرر فرمایا تو اس کے بعد آپ کو امامت سے معزول کر دیا۔

جواب یہ ان لوگوں کا بدترین جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کرے ہم نے گذشتہ صفحات میں سات ایسی صحیح اور متواتر احادیث پیش کی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک امام الصلوٰۃ رہے۔ بخاری میں ہے کہ سو موار کے روز جب مسلمان نماز فجر پڑھنے میں مصروف تھے اور حضرت ابو بکرؓ انہیں نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ اٹھا کر لوگوں کو صفیں باندھے دیکھا۔ تو مسکرا کر تبسم فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ اس خیال سے پچھلی صف میں شامل ہونے گئے کہ حضور نماز میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو۔ پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے۔ اور پردہ گرا دیا اور اسی روز چاشت کے وقت آپ کی وفات ہو گئی۔ پس ان لوگوں کے افتراء اور حق پر ذرا غور کیجئے۔ حضرت ابو بکرؓ کا حضورؐ کی نیابت میں نماز پڑھانا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور اس اتفاق میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں اور جو شخص آپؐ کے معزول کئے جانے کا مدعی ہے۔ اس کے پاس سوائے جھوٹ اور بہتان کے اور کچھ نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے ماسوائے ابو بکرؓ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور ایک سفر میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پیچھے بھی ایک رکعت نماز پڑھی ہے۔ مگر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کے پیچھے بھی کوئی نماز پڑھی ہے اور یہ حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت اور خصوصیت ہے۔

چوتھا شبہ

حضرت ابو بکرؓ نے ایک آدمی کو جس نے کہا تھا کہ میں مسلم ہوں، جلا دیا، اور چور کا بایاں دیا اور داری کی میراث میں توقف اختیار کیا یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے داری کیلئے چھٹا حصہ مقرر کیا۔ یہ سب باتیں ان کی خلافت کو داغدار کرتی ہیں۔

جواب ان سب باتوں سے آپؐ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ آپؐ صاحب اجتہاد تھے۔ بلکہ اکابر مجتہدین میں سے تھے۔ اور علی الاعلان تمام

صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔ جیسا کہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں۔ بخاری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اس صلح کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم دین کے بارے میں یہ ذلت کیوں قبول کر رہے ہیں تو آپؐ نے انہیں جواب دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس جا کر انہیں حضور علیہ السلام کا جواب

بتائے بغیر یہی سوال کیا تو آپؐ نے بھی یہی جواب دیا جو حضور علیہ السلام نے دیا تھا ابو القاسم بغوی اور ابو بکر شافعی نے فوائد میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہؓ سے

بیان کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو نفاق نے سر

اٹھایا۔ عرب مرتد ہو گئے، انصار اکٹھے ہو گئے۔ میرے باپ پر جو مصائب آئے اگر وہ پہاڑوں پر نازل ہوتے تو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ جس لفظ کے بارے میں بھی

لوگوں نے اختلاف کیا میرے باپ نے اس کا سارا بوجھ اٹھایا اور اس کا فیصلہ کیا، جب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے متعلق اختلاف ہوا کہ انہیں کس جگہ دفن کیا جائے

تو اس بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے سنا ہے کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے۔

آپؐ کی میراث کے متعلق اختلاف ہوا تو کسی کو اس بارے میں کچھ پتہ نہ تھا۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں

ہوتا اور ان کا ترکہ، صدقہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ پہلا اختلاف تھا جو صحابہ کے درمیان رونما ہوا۔ بعض صحابہ کہتے ہیں چونکہ مکہ آپ کا مولد منشا ہے اس لئے ہم انہیں وہاں دفن کریں گے۔ بعض مسجد نبویؐ میں دفن کا کہتے تھے بعض بقیع میں۔ بعض مدفن انبیاء بیت المقدس میں دفن کرنے کا کہتے تھے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں وہ بات بتائی جس کا علم ان کے پاس تھا۔ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ یہ وہ بات ہے جس میں مہاجرین و انصار کے درمیان حضرت ابو بکرؓ منفرد ہیں۔ اور اس معاملہ میں انہوں نے آپ کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور ابھی یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس جبریل علیہ السلام نے اگر اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حدیث بھی کہ اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ابو بکرؓ خطا کرے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث بھی کہ جب ابو بکرؓ لوگوں کے درمیان موجود ہو تو کوئی دوسرا آدمی انکی امامت نہ کرے۔ اور تیسری فصل کے آغاز میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ، نبی کریمؐ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ثووی نے تہذیب میں بیان کیا ہے کہ ہمارے اصحاب نے آپ کے اس قول سے آپ کے عظیم صاحب علم ہونے کا استدلال کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم جس نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے برسرِ پیکار ہوں گا۔ اور شیخ ابواسحق نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ سب صحابہ سے زیادہ صاحب علم تھے۔ کیونکہ وہ سب سوا آپ کے اس مسئلہ میں فہم حکم سے عاجز آگئے تھے۔ پھر انہیں معلوم ہو گیا کہ آپ کی بات ہی درست ہے تو انہوں نے آپ کی طرف رجوع کر لیا۔

یہ جو حدیث میں حضرت علیؓ کی فضیلت کے بارے میں آیا ہے کہ،

انامدینتہ العلم وعلی بابہا کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اس کا دروازہ ہے۔

اس کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت علیؓ ان سے زیادہ صاحب علم تھے عنقریب اس حدیث کے بارہ میں بیان ہوگا کہ یہ حدیث مطعون ہے اور صحیح یا حسن تسلیم کرنے کے باوجود بھی یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت ابو بکرؓ اس کا محراب تھے اور یہ روایت کہ جس نے علم حاصل کرنا ہو وہ دروازے کے پاس آئے اس کا بھی یہ مقتضی نہیں کہ وہ زیادہ علم رکھتے تھے۔ بعض دفعہ غیر علم کے پاس اس لئے بھی جانا پڑتا ہے کہ وہ وضاحت سے بات سمجھا دے۔ یا اُسے لوگوں سے ملنے کیلئے فراغت حاصل ہوتی ہے۔ مگر علم کے پاس ان باتوں کیلئے زیادہ فرصت نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ یہ حدیث فردوس کی بیان کردہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے کہ

انامدینتہ العلم والابو بکر اساسہا میں شہر علم ہوں۔ ابو بکرؓ اس کی بنیاد
وعمر حیطانہا و عثمان سقفہا ہے۔ عمر اس کی دیواریں۔ عثمان چھت
وعلی بابہا اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔

اس میں بھی حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں صراحت موجود ہے کہ آپ سب سے اعلم تھے۔ دروازے کے پاس جانیکے حکم کا مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اس سے زیادتی و شرف ثابت نہیں ہوتی۔ اور یہ تو سب کو لازمی طور پر معلوم ہے کہ بنیاد۔ دیواریں اور چھت، دروازے سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اور اس کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ علیؓ کا لفظ علو سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا دروازہ اونچا ہے یعنی علیؓ پر رفیع اور تنوین ہے جیسے ہذا صراط مستقیم میں ہے۔ یعقوب نے اس کو اسی طرح پڑھا ہے۔

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے جو بالاتفاق تعبیر الروایہ میں سب سے مقدم ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ سب سے زیادہ تعبیر الروایہ کا علم رکھتے تھے۔ ویلیٰ اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے ابو بکرؓ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ خواب کی تعبیر سمجھنے میں سب سے بہتر ہیں۔ آپ حضورؐ کے زمانے بلکہ آپؐ کی موجودگی میں بھی خوابوں کی تعبیر بیان فرمایا کرتے تھے۔ ابن سعد نے ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا اور اسے حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیان کیا آپؐ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور آپؐ ایک مقام کی طرف سبقت کر رہے ہیں۔ اور میں اڑھائی سیرھیاں آپؐ سے آگے ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو وفات دے کر اپنی رحمت اور مغفرت میں لے لے گا۔ اور میں آپؐ کے بعد اڑھائی سال زندہ رہوں گا۔ اور یہ بات ایسے ہی ظہور میں آئی۔ یعنی آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ دو سال سات ماہ تک زندہ رہے۔ حاکم نے اسے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے سعید بن منصور نے عمر بن شریک سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آپؐ کو سیاہ بکریوں میں دیکھا پھر میں نے ان کے پیچھے سفید بکریوں کو اس کثرت سے پایا کہ سیاہ بکریاں نظر ہی نہ آتی تھیں۔ اس خواب کو سن کر حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ سیاہ بکریوں سے مراد عرب میں جو بکثرت مسلمان ہوں گے اور سفید بکریوں سے مراد عجمی لوگ ہیں وہ اس کثرت سے مسلمان ہوں گے کہ عرب ان میں نظر بھی نہ آئیں گے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ فرشتہؑ نے مجھے اس کی یہی تعبیر کی ہے۔

ہماری پیش کردہ باتوں سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ اکابر مجتہدین میں سے

تھے بلکہ علی الاطلاق سب سے بڑے مجتہد تھے اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ مجتہد تھے تو آدمی کو جلانے کے بارے میں آپ پر عتاب نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آدمی زندیق تھا اور اس کی توبہ کی قبولیت میں بھی اختلاف ہے۔ اور یہ کہنا کہ کسی کو جلانے کے متعلق نہی وارد ہے تو ہو سکتا ہے آپ کو یہ بات نہ پہنچی ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ بات معلوم ہو اور آپ نے اس کی یہ تاویل کی ہو کہ یہ نہی ان لوگوں کیلئے ہے جو زندیق نہ ہوں۔

مجتہدین کو کتنے ہی دلائل معلوم ہوتے ہیں مگر وہ ان کی تاویل کر لیتے ہیں اور کوئی جاہل ہی ان کی باتوں سے انکار کر سکتا ہے۔ باقی رہی بات چور کے بائیں ہاتھ کے قطع کرنے کی۔ ممکن ہے یہ جلاد کی غلطی سے ہوا ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے تیسری بار چوری کی ہو۔ معترضین کو کہاں سے علم ہوا ہے کہ وہ پہلی چوری تھی اور آپ نے جلاد کو بائیں ہاتھ کے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے۔ بطور تنزل آیت اس کو بھی شامل ہے یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک آیت اپنے اطلاق پر باقی ہو اگر حضور علیہ السلام نے پہلی چوری بعد دایاں ہاتھ قطع کیا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ایسا ہی کیا جائے بلکہ امام کو اس بارے میں اختیار حاصل ہے۔ اگر اس مسئلہ پر

اجماع فرض کیا جائے تو یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اجماع آپ کے بعد اس بنا پر ہوا ہو کہ اس جیسے معاملات میں اجماع ہو چکا ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ کتب اصول میں آیا ہے اور ایک قرأت میں الیما ینصحا کے الفاظ آتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کو اس قرأت کا علم نہ ہو۔ بہر حال کسی بھی وجہ سے آپ کو مورد الزام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ میرے نزدیک پہلا احتمال برحق ہے۔ مالک نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ ایک مینی آدمی جس کا ایک ہاتھ اور پاؤں کاٹا ہوا تھا

حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ یمن کے گورنر نے اس پر ظلم کیا ہے وہ رات کو نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کہہ رہے تھے۔ میرے باپ کی قسم تیری رات کسی چور کی رات نہیں۔ پھر انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس جو حضرت ابو بکرؓ کی زوجہ محترمہ تھیں، کے زیورات کو تلاش کیا اور وہ آدمی بھی ان کے ساتھ ہی چل پھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے اللہ جس نے اس نیک گھرانے پر ڈاکہ ڈالا ہے تو ہی اس سے نپٹ۔ پھر وہ زیورات ایک سنار کے پاس سے ملے۔ سنار کے خیال میں یہ زیورات وہ ملحق پاؤں کٹا آدمی ہی اس کے پاس لایا تھا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے اعتراف جرم کر لیا۔ یا اس پر گواہی مل گئی۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے اس کا بایاں ملحق کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم میرے نزدیک اس کا اپنے خلاف بددعا کرنا۔ اس کے چوری کرنے سے بھی زیادہ سخت بات ہے۔ پس حقیقت حال واضح ہو گئی اور اور معاہدین کا شبہ باطل ہو گیا۔ اب رہا دادی کی میراث کے بارے میں باوجود علم کے آپ کا توقف کرنا تو سیاق حدیث میں معترضین کا بلیغ رد موجود ہے۔

اصحاب سنن اربعہ اور مالک نے قبضہ سے بیان کیا ہے کہ دادی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس اپنی میراث کے بارے میں دریافت کرنے کیلئے آئی تو آپ نے فرمایا کتاب اللہ اور سنت نبویؐ میں تیرے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا۔ آپ واپس چلی جائیں۔ میں لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کر دوں گا۔ آپ نے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا میری موجودگی میں حضورؐ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا کوئی اور آدمی بھی آپ کے ساتھ تھا تو محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر حضرت مغیرہ والی بات کہی تو آپ نے اس کے متعلق

یہی فیصلہ کر دیا۔ آپ سیاق کلام پر غور کریں تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ کیونکہ آپ نے پہلے قرآن مجید کو دیکھا پھر سنت نبویؐ پر نظر دوڑائی مگر آپ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی پھر مسلمانوں سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ اگر انہیں اس بارے میں سنت نبویؐ سے کچھ معلوم ہو تو مجھے بتائیں تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابن مسلمہ نے آپ کو بتایا اور آپ نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا اور احتیاطاً حضرت مغیرہ سے دوسرے آدمی کے بارے میں بھی پوچھا۔ جبکہ روایت میں متعدد آدمیوں کی کوئی شرط نہیں اور یہ بات ہمارے اس بیان کی مؤید ہے جسے ہم پہلے پیش کر چکے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی جھگڑا آتا تو آپ پہلے قرآن پاک کو دیکھتے پھر سنت نبویؐ پر نظر کرتے پھر صحابہ سے مشورہ کرتے اور یہی محدثین کی شان ہے۔ کوئی مجتہد اس بات کا مدعی نہیں ہوتا کہ وہ مدارک احکام پر بحث کرتا ہے۔

دارقطنی نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ اس کی دو دادیاں حضرت ابو بکرؓ کے پاس اپنی اپنی میراث کا مطالبہ کرتی ہوئی آئیں یعنی نانی اور دادی، تو آپ نے میراث نانی کو دلوادی تو حضرت عبدالرحمن بن سہل الانصاری البکری نے آپ سے کہا آپ نے اس کو میراث دلوادی ہے۔ اگر وہ مر جائے تو اس کا کوئی وارث نہ ہو تو آپ نے اسے دونوں میں تقسیم کر دیا۔ غور کیجئے کہ کس طرح آپ نے کمال علم کے باوجود اپنے سے چھوٹے آدمی کی بات سن کر حق کی طرف رجوع کر لیا۔

پانچواں شبہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کی مذمت کی ہے اور جس شخص کی مذمت
 ~~~~~  
 حضرت عمرؓ جیسا آدمی کرے وہ خلافت کا اہل نہیں ہو سکتا۔  
**جواب** یہ محض کذب و افتراء ہے حضرت عمرؓ نے کبھی آپؐ کی مذمت نہیں



کی بلکہ آپ نے تو آپ کی بے حد تعریف کی ہے۔ اور آپ کے خیال میں تو حضرت ابو بکرؓ تمام صحابہ سے علم، رائے اور شجاعت میں اکمل تھے۔ جیسے کہ ان باتوں کا تذکرہ ہم بیعت کے قصہ وغیرہ میں کر آئے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ کو امامت کیلئے آپ ہی نے مقرر کیا تھا۔ اگر حضرت عمرؓ کو اس پر بھی اعتراض ہے تو پھر وہ اپنے آپ پر اور اپنی امامت پر معترض ہوئے۔

یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو حضرت خالد بن ولید کے قتل نہ کرنے پر کو سا۔ کیونکہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو جو مسلمان تھے قتل کر دیا تھا۔ اور اسی رات ان کی بیوی سے شادی کر لی۔ اور اس کے پاس آئے اس سے نہ آپؐ کی مذمت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی نقص آپ کے ذمے لگایا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ انکار تو بعض مجتہدین کے اس انکار کی طرح ہے۔ جو وہ

اجتہادی امور میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ اور یہ سلف کی شان ہے کہ وہ اس میں کوئی نقص نہیں پاتے۔ بلکہ وہ اسے انتہائی کمال خیال کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حق حضرت خالدؓ کے عدم قتل ہی میں ہے کیونکہ مالک بن نویرہ کو جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ مرتد ہو گیا۔ اور مرتدین کی طرح اس نے اپنی قوم کے صدقات بھی انہیں واپس کر دیئے اور اس بات کا اعتراف خود مالک کے بھائی نے حضرت عمرؓ کے سامنے کیا ہے یہ اعتراض کہ حضرت خالدؓ نے مالک کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کی موت کے بعد وضع حمل کی وجہ سے اس کی عدت ختم ہو گئی ہو۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ عدت کے ختم ہونے کے بعد وہ آپ کے پاس جاہلیت کے رواج کے مطابق مجبوس ہو، بہر حال حضرت خالدؓ کے بارے میں ایسی رذالت کا گمان کرنا جو ایک ادنیٰ مومن سے بھی سرزد نہیں

ہو سکتی۔ درست نہیں وہ نہایت متقی انسان تھے۔ اگر وہ ایسے تھے تو وہ خدا کے دشمنوں پر اس کی کھینچی ہوئی تلوار کیسے ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جو کچھ کیا وہی درست ہے نہ کہ وہ اعتراض جو حضرت عمرؓ نے آپ پر کیا۔ اور اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ نہ حضرت خالدؓ سے متعرض ہوئے نہ ان پر ناراض ہوئے۔ اور نہ اس معاملہ میں کبھی آپ پر نہکتہ پھینکی کی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ نے جو کچھ کیا وہی حق تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے اعتراض سے رجوع کر لیا اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ خلیفہ ہونے پر حضرت خالدؓ کو نہ چھوڑتے۔ کیونکہ آپ متقی انسان تھے اور دین میں ممانعت نہیں کر سکتے تھے۔

**چھٹا شبہ** حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت اچانک ہو گئی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا اب جو دوبارہ ایسا کرے اُسے قتل کر دو۔ اس سے آپ کی خلافت کے حق ہونے پر اعتراض پیدا ہوتا ہے۔

**جواب** یہ بات بھی ان لوگوں کی جہالت اور غبات پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو بلکہ اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ کسی سے مشورہ کئے بغیر اس

اے سعد کہتے ہیں اچانک بیعت ہونے اور اس کے شر سے بچانے کا مفہوم یہ ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے شر سے بچا لیا۔ اب جو دوبارہ ایسی مخالفت کرے جس سے وحدت پارہ پارہ ہو اُسے قتل کر دو۔

قسم کا اقدام کرنا اور ایسا اتفاق جس سے فتنے کا اندیشہ ہو اس کی طرف کوئی آدمی لوگوں کی رہنمائی نہ کرے۔ میں نے یہ اقدام کیا تھا مگر خلاف عادت فتنہ کے خوف سے صحت نیت کی برکت سے میں بچ گیا۔ اگر اس معاملہ میں کوئی کمزوری در آتی تو کیا ہوتا۔ اس کا مفصل بیان بیعت کی فصل میں گزر چکا ہے۔

**سائلواں شبہ** حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے باپ کی وراثت سے محروم کر کے ابو بکرؓ نے ان پر ظلم کیا ہے کیونکہ جو حدیث انہوں نے بیان کی ہے یعنی

نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه صدقة  
کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو ہم ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

اس پر کوئی دلیل موجود نہیں پھر آیت وراثت کی مخالفت کرتے ہوئے خبر واحد سے حجت پکڑی گئی ہے اور اصولیوں نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ ایک مشہور بات ہے۔ اس کے علاوہ حضرت فاطمہؓ بموجب نص انما يرث الله وليه عنكم الرجس اهل البيت معصومہ ہیں اور حدیث میں حضرت فاطمہؓ کو حضورؐ نے اپنا ٹکڑا قرار دیا ہے۔ چونکہ آپ معصوم ہیں اس لئے حضرت فاطمہؓ بھی معصوم ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کا دعویٰ وراثت صحیح ہے۔

**جواب** پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خبر واحد کے مطابق فیصلہ نہیں کیا جو محل اختلاف میں ہے بلکہ آپ نے تو جو کچھ حضور علیہ السلام سے سنا ہے اس کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور وہ



آپ کے نزدیک قطعی ہے۔ اور متن کی قطعیت میں آیت موارثت کے مساوی ہے۔ اب رہا آپ کا اپنے ہم کے مطابق اسے حل کرنا تو تمام ممکن احتمالات کو قرینہ عالیہ سے منتفی کر کے آپ کے نزدیک وہ آیات کی عمومیت کو منحوس کرنے کی قطعی دلیل بن گئی ہے۔

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اہلبیت میں آپ کی ازواج بھی شامل ہیں جس کا بیان فضائل اہلبیت میں آئے گا۔ اور وہ بالاتفاق معصومہ نہیں یہی صورت بقیہ اہلبیت کی ہے۔ رہا حضور علیہ السلام کا حضرت فاطمہؓ کو اپنا ٹکڑا قرار دینا تو یہ قطعی طور پر مجاز ہے جس سے معصومیت لازم نہیں آتی اور نہ ہی کسی جگہ مساوات ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام احکام میں مساوات ہے بلکہ آپ کے اس فرمان سے کہ وہ میرا ٹکڑا ہیں یہ مراد ہے کہ آپ نے یہ فقرہ خیر و شفقت کے لئے فرمایا ہے۔ اور حضرت فاطمہؓ کا یہ دعویٰ کرنا کہ حضور علیہ السلام نے باغ فدک مجھے دیا تھا اس پر سوائے حضرت علیؓ اور ام امین کے آپ کوئی گواہ نہیں پیش کر سکیں۔ اس لحاظ سے گواہی کا نصاب پورا نہیں ہوا۔ نیز انبی بیوی کے حق میں خاندانی شہادت کی قبولیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور ایک گواہ اور قسم سے اس کا حکم کا عدم ہو جاتا ہے یا تو کسی علت کی وجہ سے اکثر علماء کے قبولیت کے قابل نہیں کہتے یا اس لئے کہ حضرت فاطمہؓ نے اس سے حلف طلب نہیں کیا۔ جس نے آپ کے لئے شہادت دی۔

اور یہ خیال کہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور ام کلثومؓ نے آپ کے حق میں شہادت دی تھی۔ ایک جھوٹی بات ہے۔ کیونکہ فرع اور صغیر کی شہادت قبولیت کے قابل نہیں ہوتی۔ عنقریب امام زید بن حسن بن علی بن حسین سے یہ روایت

آئے گی کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے فعل کو درست اور صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہی فیصلہ کرتا جو آپ نے کیا ہے اور ایک روایت میں ہے جو دوسرے باب میں آئے گی کہ حضرت ابو بکرؓ نہایت رحمدل آدمی تھے۔ اور اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے جو ترکہ بھڑا ہے۔ اس میں کچھ تبدیلی کریں۔ آپ نے مجھے باغ فدک دے دیا اور کہا، کیا آپ کے پاس کوئی شہادت ہے تو آپ کے حق میں حضرت علیؓ اور ام ایمنؓ نے شہادت دی تو آپ نے انہیں فرمایا کہ ایک مرد اور اور ایک عورت کی شہادت سے آپ فدک کی مستحق بنتی ہیں۔ پھر حضرت زید کہتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس یہ معاملہ آتا تو میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابو بکرؓ نے کیا ہے۔

آپ کے بھائی حضرت امام باقرؓ سے کہا گیا کہ شیخین نے آپ کے حقوق کے متعلق کچھ غلطی سے کام لیا ہے تو آپ نے جواب دیا نہیں! اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو ڈرائے۔ ہمارے ساتھ تو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی غلطی نہیں کیا گیا۔

دارقطنی میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ قرابت داروں کے حصے کے بارے میں حضرت علیؓ کیا کیا کرتے تھے فرمایا وہی کچھ کرتے تھے جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کیا کرتے تھے۔ نیز ان دونوں حضرات کی مخالفت کرنا ناپسند کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے مطالبہ میں جو عذر پیش کیا ہے اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک خبر واحد، قرآن کو مخصوص نہ کرتی ہو جیسا کہ اس کے متعلق کہا بھی گیا ہے۔ پس منہج و طلب میں دونوں کے

عذر واضح ہو گئے۔ اور کوئی اشکال نہ رہا۔ اس بات پر غور کیجئے۔ یہ ایک اہم بات ہے۔

اس مقام پر ہم نے بخاری کی جو حدیث بیان کی ہے وہ بھی اس کی وضاحت کرتی ہے کیونکہ وہ ایسی اعلیٰ باتوں پر مشتمل ہے جو کوتاہ بینوں کے تمام شبہات کو زائل کر دیتی ہیں۔

زہری کہتے ہیں جسے مالک بن اوس بن الحدثان نفری نے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے اس وقت بلایا جب آپ کے دربان یرفانے آکر آپ سے کہا کہ حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمنؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فرمایا اجازت ہے تو یرفان کو اندر لے آیا۔ پھر تھوڑی دیر بھر کر دوبارہ آکر کہا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ حاضری کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فرمایا انہیں بھی بلا لاؤ۔ جب دونوں آپ کے پاس آئے تو حضرت عباسؓ نے کہا یا امیر المومنین میرے اور علیؓ کے کے درمیان فیصلہ فرمائیے یہ دونوں حضرات نبیؐ کے اس مال فی کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو دیا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے آپس میں ایک دوسرے کو سخت ست بھی کہا لوگوں نے عرض کیا یا امیر المومنین ان کے درمیان فیصلہ فرما کر ان کی تکلیف کو دور کیجئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آپ لوگوں کو اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ کیا آپ حضرات اس بات سے اگاہ ہیں کہ حضور علیہ السلامؐ نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور اس سے مراد آپ کی اپنی ذات تھی انہوں نے جواب دیا ہاں حضورؐ نے ایسا فرمایا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے



حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو بھی اس بات کا علم ہے کہ حضور نے یہ بات فرمائی ہے۔ دونوں حضرات نے جواب دیا ہاں ہمیں اس بات کا علم ہے تو آپ نے فرمایا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس مال فی میں سے کچھ چیزیں لینے کے لئے مخصوص فرمایا تھا اور آپ کے سوا اس نے کسی اور کو کچھ نہیں دیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی۔ **وَمَا آفَاءُ اللَّهِ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أُوحِشْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ أَمْ قُلْتُمْ قَدِيرٌ**، یہ نے خائنیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی۔ پھر قسم بخدا نہ آپ نے اس کے لئے کسی کو پسند کیا ہے۔ اور نہ تم پر کسی کو ترجیح دی ہے بلکہ آپ نے اس نے سے آپ کو دیا ہے اور تم میں اُسے تقسیم کیا ہے۔ اور یہ مال اس سے باقی بیچ رہا ہے حضور علیہ السلام اس مال سے اپنے اہل کے لئے ایک سال کا خرچ نکال لیا کرتے تھے اور جو باقی بیچ رہتا تھا اُسے اللہ کا مال قرار دیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے زندگی بھر ایسے ہی کیا۔ پھر حضور کا وصال ہو گیا تو حضرت ابو بکر نے کہا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں پھر آپ نے اس مال کو قبضے میں لے کر وہی کچھ کیا جو حضور علیہ السلام کیا کرتے تھے۔ اور آپ لوگ بھی اس وقت وہیں موجود ہوتے تھے۔ آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آپ دونوں کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اسے طرح کرتے تھے جیسے تم کہہ رہے ہو۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ راست باز۔ نیک۔ صاحب رشد اور حق کے پیروکار تھے۔ پھر اللہ

تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو وفات دے دی تو میں نے کہا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا ولی ہوں۔ میں نے اپنی امارت کے دو سالوں میں اس مال کو قبضہ میں لے کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے طریق کے مطابق خرچ کیا۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس بارے میں راست باز، جائز کام کرنے والا، صاحب رشد اور حق کا پیروکار ہوں۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور تمہاری بات ایک ہی ہے۔ اور معاملہ بھی اکٹھا ہی ہے۔ تو میں نے آپ سے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں یہ مال آپ کو دے دوں تو میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں یہ مال آپ کو دے دیتا ہوں۔ مگر آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کو حاضر جان کر یہ عہد کرنا ہو گا کہ آپ اسے اسی طرح خرچ کریں گے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور جب سے میں خلیفہ بنا ہوں اُسے خرچ کرتے ہیں۔ بصورت دیگر مجھ سے گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو آپ دونوں نے مجھے کہا کہ ہمیں مال دے دیجئے اور میں نے آپ کو وہ مال دے دیا کیا آپ اس کے سوا مجھ سے کوئی اور فیصلہ کرانے کے خواہاں ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں میں قیام قیامت تک اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہ کروں گا۔ اگر تم مال کو اس طرح خرچ کرنے سے عاجز ہو جاؤ، جیسے میں نے کہا ہے تو مال مجھے واپس کر دو۔ میں تم دونوں سے اس کے لئے کافی ہوں گا۔ جب یہ حدیث عروہ بن زبیر کے پاس بیان کی



گئی تو انہوں نے کہا مالک بن ادس نے درست کہا ہے۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے کہ حضور علیہ السلام کی بیویوں نے حضرت عثمان کو حضرت ابو بکر کے پاس مال فے کے متعلق دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ اور میں انہیں اس بات سے روکتی تھی۔ میں نے انہیں کہا تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتیں کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے اور اس سے مراد آپؐ کی اپنی ذات ہوتی تھی۔ آل محمدؐ کو صرف اس مال سے کھانے کا حق تھا۔ جب میں نے انہیں یہ بات بتائی تو وہ بار آگئیں۔

عروہ کہتے ہیں یہی صدقہ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں آیا تو آپؐ نے حضرت عباسؓ کو نہ دیا۔ پھر یہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت علی بن حسینؓ اور حسن بن حسنؓ کے ہاتھوں میں آیا وہ بھی اسے متبادل طریق پر خرچ کرتے رہے۔ پھر یہ زید بن حسنؓ کے پاس آیا تو حقیقتاً یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہی تھا۔ پھر بخاری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ، حضرت ابو بکر کے پاس فدک کی زمین کی میراث اور خیبر سے اپنا حصہ طلب کرتے ہوئے آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور ہمارا ترکہ، صدقہ ہوتا ہے۔ آل محمدؐ کو اس مال سے صرف کھانے کا حق حاصل ہے۔ خدا کی قسم مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے صلہ رحمی کرنا اپنی قرابت کی نسبت زیادہ پسند ہے۔



پس حضرت عائشہ کی حدیث اور اس سے ماقبل کی حدیث پر غور کرنے سے آپ کو اس حقیقت سے آگاہی ہو جائے گی۔ جس پر حضرت ابو بکر قائم تھے اور حضرت علی اور حضرت عباس کا آپس میں ایک دوسرے کو سخت سست کہنا اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ دونوں اس کے غیر ارث ہونے پر متفق تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں حضرت عباس کا حصہ ہوتا۔ اور حضرت علی کو اپنی بیوی کا حصہ ملتا اور جھگڑے کی کوئی وجہ ہی نہ ہوتی۔ ان دونوں حضرات کا جھگڑا اس مال کے صدقہ ہونے کے بارے میں تھا۔ اور دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔ حضرت عمر نے ان کے درمیان صلح کر دی اور ان دونوں اور حاضرین بالیقین کے سامنے پوری وضاحت کر کے وہ مال ان دونوں کو دے دیا۔ یہ لوگ اکابر عشرہ مبشرہ میں سے تھے آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے آپ کو بتایا کہ ہمیں حضور علیہ السلام کے اس فرمان کا علم ہے اس وقت حضرت عمر نے ثابت کیا کہ یہ مال وارث نہیں۔ اس کے بعد آپ نے وہ مال ان دونوں کو دے دیا تاکہ وہ اسمیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کی سنت کے مطابق تصرف کریں اور انہوں نے یہ وعدہ کر کے کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں گے یہ مال لے لیا اور آپ نے ان کے سامنے یہ بات وضاحت سے بیان کی کہ حضرت ابو بکر نے اس مال کے بارے میں جو کچھ کیا اس میں وہ راست باز، نیک، صاحب رشد اور حق کے پیروکار تھے۔ اور ان دونوں حضرات نے آپ کی تصدیق کی۔

کیا کسی معاند کے لئے اب بھی کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے اگر اب بھی کوئی

شبہ کرے تو ہم اسے کہیں گے کہ تیرے بیان سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت علی سب پر غالب آگئے تھے اور ان کا حضرت عباس سے اس مال کو لے لینا ظلم ہے۔ کیونکہ تمہارے بیان سے تو یہ لازم آتا ہے کہ یہ مال وراثت ہے اور حضرت عباس کا اس میں حصہ ہے۔ پس حضرت علی کیسے سب پر غالب آسکتے تھے اور حضرت عباس سے اس مال کو کیونکر لے سکتے تھے۔ پھر یہ مال حضرت علی کے بعد آپ کے بیٹوں اور پوتوں کو ملا۔ مگر حضرت عباس سے کے بیٹوں کو اس مال سے کچھ بھی نہ ملا۔ کیا یہ حضرت علی اور آپ کے بیٹوں کا واضح اعتراف نہیں کہ مال وراثت نہیں بلکہ صدقہ کا مال ہے۔ اگر اسے بات کو تسلیم نہ کیا جائے تو حضرت علی اور آپ کے بیٹوں پر نافرمانی ظلم اور فسق کا الزام لگے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بچائے بلکہ روافض اور ان کے ہمنواؤں کے نزدیک تو وہ معلوم ہیں ان کے متعلق تو گناہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جب وہ حضرت عباس اور ان کے بیٹوں پر ظلم کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے صدقہ ہونے کے قائل ہیں اور اسے وراثت نہیں کہتے۔ پس ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اور اس بات پر بھی غور کیجئے کہ حضرت ابو بکر نے حضور علیہ السلام کی بیویوں کو بھی خراج لینے سے روک دیا تھا۔ صرف حضرت فاطمہ اور حضرت عباس ہی کو نہیں روکا۔ اگر اس بات کا مدار محبت پر ہوتا تو محبت کی زیادہ مقدار آپ کی اولاد ہوتی۔ جب آپ نے حضرت عائشہ کو محبت کی بنا پر کچھ نہیں دیا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ حق کے ایک ایسے سخت مقام پر تھے جہاں انہیں کسی علامت کنندہ کی ملا

کا خوف نہ تھا۔

آپ ذرا حضرت علی، حضرت عباس اور دیگر حاضرین کے سامنے حضرت



عمر کی تقریر پر غور فرمائیں۔ اسی طرح اہل المومنین کے سامنے حضرت عائشہ کی تقریر پر تامل کریں۔ دونوں نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا ہے۔  
 اَلْمَرَّةُ تَعْلَمُوْا کِیَا تَمْ نَهِيْنَ جَانْتِ ! اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اس حدیث کی روایت میں منفرد نہیں بلکہ اہل المومنین، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد سب اس بات کو جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بات فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر صرف اس بات میں منفرد ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ بات سب سے پہلے آئی۔ اس کے بعد دیگر لوگوں کو بھی یاد آگئی۔ اور انہیں معلوم ہو گیا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے یہ بات سنی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے صرف حضرت ابوبکر کی روایت پر عمل نہیں کیا۔ اگرچہ اس معاملہ میں یہ ایک روایت ہی کافی تھی۔ یا کفایت کرنے والی تھی بلکہ انہوں نے اس وقت اس پر عمل کیا جب ان کے دیگر افاضل نے بھی اسے بیان کیا۔ اس طریق سے حضرت ابوبکر کے فعل کی توضیح ہو گئی اور کسی لحاظ سے بھی اس میں کوئی شبہ نہ رہا اور یہ ایک ایسا حق اور صدق ہے جس میں کسی قسم کے تعصب اور حمیت کا شائبہ نہیں اور جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا، جاہل، احمق اور معاند ہے۔ جس کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں اور نہ ہی اس کے قول کی، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ ہے کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی عقل و دین کی دعا کرتے ہیں۔

تنبیہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نحن معاشر الانبياء لا نورث اللہ تعالیٰ کے اس قول و وراثت سلیمان داؤد



کے معارض نہیں۔ یعنی حضور علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ یہ دونوں قول ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اس جگہ مال کی وراثت مراد نہیں بلکہ نبوت اور بادشاہت وغیرہ مراد ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو انیس بھائیوں میں سے وراثت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے اگر اس جگہ مالی وراثت مراد ہوتی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو کبھی مخصوص نہ کیا جاتا اور علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شیء کا سیاق بھی ہمارے مذکورہ بیان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور وراثت علمی کا ذکر کئی آیات میں آیا ہے جن میں ایک یہ ہے کہ ثم اورثنا الكتاب مخلف من بعد آدم خلف ورتوا الكتاب۔ پھر فرمایا فہب لی من لدنک ولیاً یرثنی اس آیت سے بھی وراثت علمی ہی مراد ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وانی خفت العدا لی من ورائی، یعنی مجھے خوف ہے کہ میرے تعلقدار علم اور دین کو ضائع کر دیں گے اور دوسری دلیل من آل یعقوب کے الفاظ ہیں۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے خدا تعالیٰ کے نبی تھے پھر حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق کسی نے بیان نہیں کیا کہ ان کے پاس مال تھا جس کی وراثت کے لئے وہ بیٹے کی دعا کرتے تھے اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی حضور علیہ السلام کا مقام اس بات کو تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور جب بیٹا مانگنے سے مطلب یہ ہو کہ وہ باپ کے نام کو روشن کرے اس کے لئے دعا کرے اور امت میں کثرت کا باعث بنے تو ایسی دعا کرنا درست ہے اور جو ان

اغراض کے علاوہ بیٹے کی دعا مانگے وہ خاص طور پر قابل ملامت ہوگا کیونکہ اس کا مقصد اپنے عصبہ کو وراثت سے محروم کرنا ہے۔ خواہ اس کا بیٹا موجود نہ ہی ہو۔

**آٹھواں شبہ:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمالی طور پر حضرت علی کا خلافت کے لئے تقرر فرمایا تھا۔

معلوم ہے آپ کے بارے میں نص جلی بھی موجود تھی۔ اگرچہ وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ لیکن حضور علیہ السلام کی زندگی کا معمول اس بات کا فیصلہ کر دیتا ہے کہ حضرت علی ہی آپ کے خلیفہ ہیں۔ کیونکہ آپ نے مدینہ سے غیر حاضری کے موقعہ پر حضرت علی کو اپنا نائب مقرر کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے کوئی جھگڑا باقی نہ رہنے دیا۔ ان کا کوئی سردار نہ تھا۔ جب آپ کی زندگی میسر اس سے کوئی خلل نہیں ہوا تو آپ کی وفات کے بعد بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتا۔

**جواب:** اس کا مدلل جواب فصل چہارم میں مفصل طور پر گذر چکا ہے۔ اس میں ایک بات یہ ہے کہ آپ نے اس بات کا علم ہوتے ہوئے انہیں چھوڑا کہ صحابہ، خطاء لازم سے محفوظ ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سبقت کریں گے۔ آپ نے بہت سے احکام کے متعلق نص بیان نہیں فرمائی بلکہ انہیں مجتہدین کی آراء کے سپرد کر دیا ہے۔ اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ نص جلی کا موجود نہ ہونا تو قطعی بات ہے۔ اگر وہ موجود ہوتی تو بکثرت اسباب نقل کے باعث اسکا چھپنا ممکن ہی نہ ہوتا اور اگر حضرت علی کے لئے نص موجود ہوتی تو آپ دوسروں کو اسی طرح منع کر دیتے جیسے حضرت ابو بکر نے باوجود حضرت علی سے کمزور ہونے کے انصار کو حدیث الامۃ من قریش سے منع کر دیا تھا۔ اور انہوں نے خبر واحد ہونے کے

باد صف آپ کی بات مان لی تھی۔ اور اس کی وجہ سے امامت اور اس کے  
 ادعاء کو ترک کر دیا تھا۔ اس صورت میں یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ  
 حضرت علی کے لئے یقینی نص جلی موجود تھی۔ حالانکہ وہ ایسے لوگوں کے درمیان  
 تھے جو امامت کے معاملہ میں خبر واحد کا بھی انکار نہیں کرتے اور انہوں نے  
 جان و مال کی قربانی دے کر اور اہل و عیال اور وطن کو غیر باد کہہ کر اور نصرت  
 دین کی خاطر والدین اور اولاد کو قتل کر کے یہ شہادت فراہم کر دی تھی کہ وہ  
 دینی صلابت میں نہایت اعلیٰ مقام پر ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت علی ان لوگوں  
 کے سامنے نص جلی سے احتجاج نہیں کرتے بلکہ امر امامت کے تنازعہ کے طول  
 پکڑ جانے کے باوجود کسی ایک سے بھی نہیں کہتے کہ آپ لوگ اس بارہ میں  
 خواہ مخواہ جھگڑ رہے ہیں۔ نص جلی نے تو فلاں آدمی کو امامت کے لئے  
 متعین بھی کر دیا ہے اگر کوئی یہ خیال کرے کہ حضرت علی نے تو انہیں  
 ایسا کہا تھا۔ مگر انہوں نے آپ کی بات نہیں مانی تو ایسا شخص گمراہ اور  
 ضروریات دین کا منکر ہے۔ اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں  
 رہی بات اس حدیث کی جو حضرت علی کے فضائل میں آئندہ بیان ہوگی کہ  
 آپ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جو شخص غدیر خم کے موقع پر  
 موجود تھا میں اس سے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو  
 جائے۔ وہ شخص کھڑا نہ ہو جو یہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے یا مجھے اطلاع  
 پہنچی ہے بلکہ وہ شخص کھڑا ہو جو یہ کہے کہ اس بات کو میرے کانوں نے سنا  
 اور میرے دل نے یاد رکھا۔ تو اس پر سترہ صحابہ کھڑے ہو گئے۔ اور ایک  
 روایت میں تیس صحابہ کے کھڑے ہونے کا ذکر ہے۔ تو فرمایا جو کچھ تم نے  
 سنا ہے بیان کرو۔ تو انہوں نے آئندہ آنے والی حدیث بیان کی جس



میں یہ ذکر بھی ہے کہ من کنت مولاً ۵ فعلى مولاً ۵ تو آپ نے فرمایا  
تم نے درست کہا اور میں اسکا شاہد ہوں

ابوالطفیل کے قول کے مطابق حضرت علی نے یہ بات حصول خلافت  
کے بعد کہی۔ احمد اور بنزار سے بھی یہی ثابت ہے کہ حضرت علی نے عراق میں  
لوگوں کو جمع کیا پھر کہا میں اس شخص کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو غدیر  
خم کے موقع پر موجود تھا۔ پھر آگے وہی بات بیان ہوئی ہے جو اوپر گذر  
چکی ہے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ آپ سے تمسک کریں اور آپ کی مدد  
کریں۔

**سوال شہید** اللہ تعالیٰ کا یہ قول حضرت علی کی خلافت پر تفصیلی نص  
ہے کہ **وَأُولَٰئِكَ أَوْلَىٰ بِالْأَمْرِ مِنْكُمْ** بعض  
یہ آیت خلافت کے عموم پر دل ہے اور حضرت علی، حضرت ابو بکر کی نسبت  
بہ لحاظ رشتہ اولیٰ ہیں۔

**جواب** آیت میں عمومیت نہیں پائی جاتی بلکہ آیت مطلق ہے پس  
خلافت کے بارے میں نص نہیں پائی جاتی اور مطلق اور

عام کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ جبکہ عموم اولاً بدلی ہوتا ہے اور ثانیاً شمولی  
**سوال شہید** اللہ تعالیٰ کا قول **أَنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ**  
**وَالَّذِينَ آمَنُوا**۔ حضرت علی کی خلافت پر مفضل اور

مصرح نص ہے وہ کہتے ہیں ولی کے معنی زیادہ حقدار اور اولیٰ بالتصرف  
کے ہیں۔ جیسے بچہ کا ولی بچے کے معاملہ میں تصرف کا زیادہ حقدار ہوتا  
ہے۔ یا اس کے معنی محب اور مددگار کے ہیں۔ لغت میں اس کے  
تیسرے معنی موجود ہی نہیں۔ مددگار کا مفہوم یہاں مراد نہیں لیا جاسکتا

کیونکہ نص میں سب مومنین کی نفرت کے لئے عمومیت پائی جاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَا بَعْضٍ** پس اس کا حصہ درست نہ ہو گا بلکہ آیت میں جن مومنین کا ذکر ہے یہ ان کے بارے میں ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ آیت میں متصرف کا مفہوم مراد ہے اور متصرف امام کو کہتے ہیں اور مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ **الَّذِينَ يَتِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُقِيمُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ ذَاكِرُونَ**۔

سے مراد حضرت علی ہیں کیونکہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت علی سے بحالت رکوع سوال کیا گیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی سائل کو دے دی اور اس بات پر بھی ان کا اجماع ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر وغیرہ نہیں ہیں۔ پس متعین ہو گیا کہ آیت میں حضرت علی مراد ہیں۔ پس یہ آپ کی امامت پر نص ہے۔

**جواب :** جو کچھ کہا گیا ہے سب غلط ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں بغیر کسی دلیل کے ظن و تخمین سے کہی گئی ہیں۔ بلکہ اس آیت میں ولی کا لفظ مددگار کے معنوں میں ہی آیا ہے۔ اگر ان کے خیال کے مطابق متصرف کے معنی لئے جائیں تو حضرت علی کا حضور علیہ السلام کے زمانے میں بھی اولیٰ بالتصرف ہونا لازم آتا ہے۔ جو بلاشبہ ایک جھوٹی بات ہے اور ان کا یہ خیال کہ آیت میں حضرت ابو بکر مراد نہیں بلکہ حضرت علی ہیں۔ یہ ایک بدترین جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابو بکر نماز قائم کرنے والوں میں شامل ہیں کیونکہ آیت میں جمع کا صیغہ مکرر لایا گیا ہے۔ پس اسے واحد پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ آیت کا نزول حضرت علی کے حق میں ہوا ہے اس

سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ کوئی دوسرا شخص جو آپ کے ساتھ اس صیغہ میں شریک ہے وہ اس میں شامل نہیں ہو سکتا اور اسی طرح ان کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت حسن بن علی کی امامت اور جلالت شان ایک مسلمہ بات ہے، نئے فرمایا ہے کہ آیت عام ہے اور دوسرے مومنین بھی اس میں شامل ہیں۔ حضرت امام باقر بھی اس بارہ میں آپ سے موافقت کرتے ہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیا حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت علی بھی مومنین میں شامل ہیں اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد ابن سلام ان کے ساتھی ہیں اور بعض دیگر مفسرین کا خیال ہے کہ جب حضرت عبادہ نے اپنے حلیف یہود سے اظہار بیزاری کیا تو یہ آیت ان کے بارہ میں نازل ہوئی اور حضرت عکرمہ جو حضرت عبداللہ بن عباس ترجمان القرآن کے علوم کے حفظ میں خاص شان کے حامل ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پس ان لوگوں کا خیال باطل ثابت ہو گیا، پھر لفظ ولی کو انہوں نے جن معنوں پر محمول کیا ہے وہ اپنے ماقبل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور وہ یہ ہے کہ لَا تَتَّخِذُوا الْیَہُودَ اس میں قطعی طور پر ولی مددگار کے معنوں میں آیا ہے اور آیت کے مابعد سے بھی ان معنوں کی کوئی مناسبت نہیں کیونکہ دیاں ذکر ہے۔

ومن یتول الله ورسوله  
جو اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے



اس جگہ توئی نصرت کے معنوں میں آیا ہے۔ پس اجزائے کلام کو آپس میں مربوط کرنے کے لئے آیت کو ان معنوں پر محمول کرنا واجب ہے۔

**گیارہواں شبہ** حضرت علی کی خلافت پر مفصل اور مصرح نص، حضور

علیہ السلام کا وہ قول ہے جو آپ نے حجتہ الوداع سے

واپسی پر غدیر خم کے روز جحفہ کے مقام پر فرمایا۔ آپ نے صحابہ کو جمع کر کے تین بار فرمایا کیا میں تمہاری جانوں سے بھی تمہیں زیادہ محبوب نہیں ہوں۔

اس آیت سے حضرت علی کی خلافت کا استدلال اس صورت میں درست ہو

سکتا ہے کہ لفظ انما کو حصر حقیقی کے معنوں میں لیا جائے اگر ایسا ہو تو اثنا عشریہ

شیعوں کا مذہب باطل قرار پاتا ہے کیونکہ حصر حقیقی، حضرت علی کے سوا کسی دوسرے

امام میں ان صفات کو محقق نہیں ہونے دیتا جو آپ کے بعد ہوا۔ اور ہم اس

پر بھی منع وارد کرتے ہیں کہ اس سے مراد ان لوگوں کی ولایت ہے

جو حضرت عمر کے زمانے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں سے

موجود تھے اس لئے کہ امامت، نبی کی موت کے بعد نیابت کرنے کا نام ہے

لیکن آیت نے اس ولایت کیلئے کوئی زمانہ مقرر نہیں کیا۔ پس یہ حضرت علی کی

امامت کے درست ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور بعد کے ائمہ ثلاثہ کی امامت پر

استدلال کرنا درست نہ ہوگا اور ان کا یہ کہنا کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ

آیت حضرت علی کے متعلق ہے اس پر بھی ہم منع وارد کرتے ہیں کیونکہ محقق مفسرین

نے حضرت امام باقر سے روایت کی ہے کہ یہ وہا بزرگ اور انصار کے متعلق ہے اور

حضرت حکمران نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابو بکر کے متعلق ہے۔ اور نماز میں انگلیں اٹھاتے

کھڑے والی روایت علماء کے اجماع سے موضوع ثابت ہو چکی ہے پس یہ سارے

کہانی ہی بالا جماع جھوٹی ہے۔

صحابہ نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تصدیق کی۔ پھر آپ نے حضرت علی کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا

من كنت مولاهٗ فعلى مولاهٗ  
اللهم وال من والاه وعاد  
من عاداه فاحب من احب  
والبغض من البغضه والفر من  
نصره واخذل من خذله  
وادر الحق معد حيث دار

جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اس  
کا محبوب ہے اے اللہ جو اس سے  
سے محبت رکھے اس سے محبت  
رکھو اور جو اس سے دشمنی کرے اس  
سے دشمنی کر۔ پس جو اس سے محبت  
کرتا ہے اسکو محبوب بنالے اور جو  
اس سے بغض رکھتا ہے اسکو مبغض

بنادے۔ جو اس کی مدد کرتا ہے اس  
کی مدد کر اور جو اس کو بے یار و مدد  
گار چھوڑتا ہے اُسے تو بھی چھوڑ دے  
اور جہاں یہ جاٹے حق اس کے ساتھ  
ہو۔

وہ کہتے ہیں کہ اس جگہ مولیٰ سے مراد اولیٰ ہے اور حضرت علی محبت کے اس مقام  
پر ہیں۔ جس مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس کی دلیل یہ ہے  
کہ آپ نے فرمایا ہے اناست اولیٰ بکم۔ یہاں مددگار کے معنی نہیں۔ اگر الیا  
ہوتا تو آپ کو لوگوں کو جمع کرنے اور آپ کے لئے دعا کرنے کی ضرورت  
نہ تھی۔ کیونکہ یہ بات تو سب کو معلوم تھی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ دعا صرف  
امام معصوم مفترض الطاعتہ کیلئے ہی ہو سکتی ہے۔ پس یہ آپ کی خلافت پر  
صحیح نص صریح ہے۔

**جواب :** یہ شیعوں کے شہادت میں سے نہایت قوی شہدہ ہے اس لئے

اس کے جواب میں ایک مقدمہ کی ضرورت ہے جس میں

اس حدیث اور اس کے اخراج کرنے والوں کا بیان ہو۔ بلاشبہ یہ حدیث

صحیح ہے اور اسے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ جیسے ترمذی

نسائی اور احمد۔ یہ حدیث بے شمار طریق سے مروی ہے۔ اسے سولہ

صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اسے

حدیث کو تین صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور

حضرت علی سے جب ان کے دورِ خلافت میں تنازعہ کیا گیا تو اس حدیث

سے صحابہ نے حضرت علی کے حق میں شہادت دی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا

ہے۔ اور آئندہ بھی اس کا ذکر آئے گا۔ اس کی بہت سی اسانید صحیح

اور حسن ہیں اور جو شخص اس کی صحت پر معترض ہو اور یہ کہہ کر اس کو

تردید کرے کہ اس وقت حضرت علی یمن میں تھے۔ اس کی بات کی طرف

التفات کی ضرورت نہیں اور اس بات کا ثبوت کہ آپ یمن سے واپس

آگئے تھے یہ ہے کہ آپ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ حج کیا ہے۔ اور

بعض لوگوں کا یہ قول کہ **لَا صِدْقَ لِمَنْ دَاوَلَ** الخ کے الفاظ کے

ایزادی موضوع ہے۔ یہ بات بھی قابل رد ہے کیونکہ یہ الفاظ ایسے طرق

سے بھی آتے ہیں جن میں سے کثیر تعداد کو ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

بہر کیف ان کے جملہ خیالات ان وجوہ کے باعث جن کا ہم ذکر کریں

گے۔ مردود ہیں۔ اگرچہ ان کے بیان میں ضرورت کے باعث طوالت ہو

گئی ہے۔ پس ان پر غور و فکر کرنے سے اکتاہٹ اور غفلت سے

کام نہ لیا جائے۔



**پہلی وجہ:** شیعہ فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ تواتر سے بھی

امامت پر استدلال ہو سکتا ہے۔ اس حدیث کی

صحت میں اختلاف کے باعث تواتر کی نفی ہو گئی ہے بلکہ اس کی صحت پر

اعتراض کرنے والی ائمہ حدیث کی ایک جماعت ہے۔ جس کی طرف عادل

ہونے کی وجہ سے رجوع کیا جاتا ہے۔ جیسے ابو داؤد سجستانی اور

ابو حاتم رازی وغیرہ۔ باوجودیکہ یہ حدیث احاد ہے اس کی صحت میں

اختلاف ہے۔ پس احادیث امامت میں بالاتفاق جو انہوں نے تواتر

کی شرط لگائی ہے۔ اس کی مخالفت ان کے لئے کیسے جائز ہو گئی ہے

اور وہ کیسے اس سے حجت پھڑتے ہیں یہ تو قبیح تناقض اور حکم ہے۔

**دوسری وجہ:** ہم لفظ ”ولی“ کے وہ معنی تسلیم نہیں کرتے

جو انہوں نے بیان کئے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی

مددگار کے ہیں۔ کیونکہ وہ آزاد کنندہ، آزاد شدہ متصرف فی الامر

مددگار اور محبوب کے معنوں میں مشترک ہے اور حقیقت میں یہ سب

اس کے معنی ہیں۔ اور مشترک المعنی لفظ کے کسی معنی کو بغیر کسی دلیل کے

مستقین کر دینا تحکم ہے جس کی کوئی اہمیت نہیں اور سب مفہم میں

لفظ کی تعلیم، خواہ وہ مشترک لفظی ہو جائز نہیں۔ کیونکہ تعدد معنی کی رو

سے اس کی متعدد اوضاع ہو جاتی ہیں۔ مگر اس میں اختلاف ہے

جمہور اصولیوں۔ علما نے بیان اور فقہاء کے استعمالات کا مقتضی یہ ہے

کہ مشترک اپنے تمام معنی پر حادی نہیں ہوتا۔ اگر ہم دوسرے قول یا

مشترک معنوں کی بنا پر اس کی تعلیم کا کہیں کہ اس کی ایک وضع قدر مشترک

کے لئے بنائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مولیٰ سے اس کا قرب معنوی

ہے تو اس سے تمام گزشتہ بیان درست قرار پاتا ہے۔ پس یہاں اس کی تعلیم نہ ہو گی۔ کیونکہ یہاں آزاد کنندہ اور آزاد شدہ تمام معنوں کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ پس ایک معنی کا تعین ہو گیا اور ہم اور وہ محبوب کے معنوں پر متفق ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آقا اور حبیب ہیں۔ مولیٰ کا لفظ شرعاً اور لغتاً امام کے معنوں میں کہیں نہیں دیکھا گیا۔ اور ائمہ عربیہ میں سے کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ مفعول افعل کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ  
 مَا دَاكُو النَّارَ هِيَ مَوْلَاكُمْ۔ اس کے معنی ہیں آگ تمہارا ٹھکانہ ہے یا آگ تمہاری مدد کرنے والی ہے۔ ناموتہ کا لفظ مبالغہ ہے جو نصرت کی نفی کیلئے آیا ہے۔ جیسے کہتے ہیں الجوع زاد صوم لا زاد له، یعنی جس کا کوئی توشہ نہ ہو بھوک اس کا توشہ ہے۔

اے ابو زید لغوی نے، مفعول بمعنی افعل کو جائز قرار دیا ہے اور اس نے تفسیر ہی مولا کہ میں ابو عبیدہ کے قول سے تمسک کیا ہے اور اس کے معنی اولیٰ بلکہ بیان کئے ہیں۔ مگر تمام اہل زبان کے نزدیک وہ اس معاملہ میں غلطی پر ہیں۔ وگرنہ لازم آئے گا کہ اولیٰ منک کی بجائے فلاں مولیٰ منک کہا جائے جو بالاجماع باطل ہے۔ لیکن ابو عبیدہ نے جو معنی بیان کئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آگ تمہارا ٹھکانہ ہے اور تمہارے مناسب حال جگہ ہے یہ نہیں کہ انہوں نے مولیٰ کو بمعنی اولیٰ کہا ہے۔

اسی طرح استعمال بھی مفعول کو افعیل کے معنوں میں لینے سے مانع ہے۔ یہ تو کہا جاتا ہے کہ اولیٰ من کذا انگریز نہیں کہا جاتا کہ مولیٰ من کذا یا اولیٰ الرجلین تو کہا جاتا ہے مگر مولا ہما نہیں کہا جاتا اور ہم نے اس کے معنی جو متصرف فی الامور بیان کئے ہیں تو آئندہ اینوالی روایت من کنت ولیہ کو مد نظر رکھ کر کئے ہیں۔ پس آپ کی موالات کسے تنصیص سے مراد آپ کے بغض سے اجتناب ہے کیونکہ السکۃ اولیٰ بکمر من الفسکمر تین بار کہنے سے تنصیص کرنا اس کے شرف کو دوبالا کرنے والی بات ہے۔ تاکہ اسے قبول کرنے پر زیادہ آمادگی ہو اور دعا بھی اسی وجہ سے کی گئی ہے اور ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کی طرف ہماری رہنمائی اسی خطبہ سے ہوتی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے اہلبیت کو عموماً اور حضرت علیؑ کو خصوصاً ترغیب دلائی ہے۔ اسی طرح اس حدیث کے ابتدائی الفاظ بھی ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ طبرانی وغیرہ کے نزدیک سند صحیح سے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

|                                   |                                      |
|-----------------------------------|--------------------------------------|
| انہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب بغیر   | کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر |
| خمر تحت شجرات، فقال ایہا الناس    | خمر پر درختوں کے نیچے خطبہ دیتے      |
| انہ قد نبانی اللطیف العجیب انہ لم | ہوئے فرمایا لوگو! مجھے لطیف و عجیب   |
| یعمرنی الا نصف عمر الذی یشہ       | خدا نے خبر دی ہے کہ ہر نبی نے اپنے   |
| من قبلہ وانی لا ظن انی یوشک ان    | سے پہلے نبی کی عمر سے نصف عمر پائی   |
| أدعی فاجیب وانی مسؤل وانکم        | ہے۔ مجھے یقین ہے کہ عنقریب مجھے      |
| مسؤلون فماذا اقم قائلون، قالوا    | بھی بلاوا آجائے گا۔ اور مجھے اسکا    |
| نشہ انک قد بلغت وجہات             | جواب دینا ہوگا۔ میں بھی مسؤل         |



ونمحت لجزاك الله خيراً  
 فقال ایس تشهدون ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله وان جنته حق وان نارها حق وان الموت حق والبعث حق بعد الموت وان الساعة آتیه لا ریب فیها وان الله یبعث من فی القبور قالوا بلی نشهد بذلك قال اللهم اشهد ثم قاله ایها الناس ان الله مولای وانا مولی المومنین وانا ولی بهم من انفسهم فمن کنت مولاه فهذا مولاه یحیی علیا اللهم وال من والاه وعاد من عاداه ثم قال ایها الناس انی فظکم و انکم و اردون علی الخوض خوض اعرض مما بین بصری الی صنعاً فیہ عدد النجوم قد حان من فضة وانی سألتکم حین ترون علی عن الثقلین فانظروا کیف تختلفون فیها الثقلین الاکبر

ہوں اور تم بھی۔ بتاؤ تم کیا کہتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے مقدور بھر ہم تک پیغام پہنچا دیا ہے اور ہماری خیر خواہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی نیک جزا دے فرمایا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور اس کی جنت حق، دوزخ حق، موت حق اور بعث بعد الموت حق ہے۔ اور بلاشبہ قیامت آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل قبور کا بعث کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہ بالکل ایسے ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ تو مجھے گواہ رہو۔ پھر فرمایا اے لوگو! اللہ میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں۔ اور میں انہیں اپنی جان سے بھی عزیز تر ہوں

کتاب اللہ عزوجل سبب طرفہ  
بید اللہ و طرفہ باید یکم

فاستنسکوا بہ لاتضلوا ولا تبدلوا  
وعتوقی اہلے بیتی فانہ قد  
نبانی اللطیف الخبیر انہما لئن  
ینقضیا حتی یردا علی المحرف

پس جسے میں محبوب ہوں پس  
علی بھی اس کے محبوب ہیں۔ اے اللہ

جو اس سے محبت کرے اس سے  
محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی  
کرے اس سے دشمنی کر، پھر  
فرمایا لوگو! میں تمہارا فرط ہوں  
اور تم حوض پر وارد ہونے والے ہو  
وہ حوض میری نگاہ میں صفا و تک  
ہے جس میں متحد دستائے اور

چاندی کے دو پیالے ہیں جب  
تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم  
سے دو چیزوں کے بارے میں  
دریافت کروں گا۔ پس دیکھنا تم  
ان دو چیزوں میں میری نیابت  
کس طرح کرتے ہو۔ ان میں ایک

بڑی چیز اللہ عزوجل کی کتاب ہے  
جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں  
اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے  
اسے مضبوطی سے تھام رکھنا۔ تم نہ  
گمراہ ہو گے اور نہ تبدیل ہو گے  
اور میری اولاد میرے اہلبیت ہیں۔

یہ بات مجھے لطیف و خیر خدا نے  
بتائی ہے۔ یہ دونوں یعنی قرآن  
مجید اور میری اولاد، حوض پر وارد  
ہونے تک الگ نہ ہوں گے۔

اس کے بیان کا سبب یہ ہے جسے حافظ شمس الدین الجزری  
نے ابن اسحق سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے یمن میں اپنے بعض  
ساتھیوں سے اس بارے میں گفتگو کی تھی۔ جب حضور علیہ السلام حج  
سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت علی کی شان کے متعلق تنبیہاؤں  
جن لوگوں نے اعتراضات کئے تھے۔ ان کی تردید میں خطبہ دیا جیسے  
بریدہ کے متعلق بخاری میں ہے کہ بریدہ حضرت علی سے بعض رکعت اعتقا  
اور اس کا سبب یہ ہے جسے ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ کہ بریدہ کو  
حضرت علی کے ساتھ یمن جانے کا اتفاق ہوا۔ اور اس نے آپ سے  
کچھ سختی محسوس کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کے  
نقائص بیان کرنے لگا۔ جس سے حضور کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے  
فرمایا، بریدہ! کیا میں مومنوں کو جان سے عزیز تر نہیں ہوں۔  
اس نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا جسے میں سے  
محبوب ہوں۔ اُسے علی علی محبوب ہے۔ اور ابن بریدہ کی ایک روایت  
ہے کہ آپ نے فرمایا اے بریدہ! علی کی عیب چینی نہ کر۔ کیونکہ میں سے  
علی سے ہوں اور علی مجھ سے اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہوگا۔ اس  
حدیث کی سند میں ایک شخص اجلچ ہے اگرچہ ابن معین نے اُسے ثقیف  
قرار دیا ہے۔ لیکن دوسروں نے اُسے ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ



شیعہ ہے اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسے اس بات پر حمل کیا جائے گا کہ اس نے اپنے عقیدہ کے مطابق روایت بالمعنی کی ہے اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اس نے اسے بلفظ بیان کیا ہے تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ اس سے مراد ولایت خاصہ ہے اسکی نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ علی تم سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے ہیں۔ اگرچہ یہ حدیث تاویل کی متحمل نہیں لیکن حضرت ابو بکر کی ولایت کی حقیقت اور اس کی فروع پر اجماع اس بات کا قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ ابو بکر کی ولایت حق اور حضرت علی کی ولایت باطل ہے کیونکہ اجماع کا مفاد قطعی ہے اور خبر واحد کا مفاد ظنی ہے اور ظنی اور قطعی کے درمیان کوئی تعارض نہیں پس قطعی پر عمل کیا جائے گا اور ظنی کو چھوڑ دیا جائے گا اور ظنی شیعوں کے نزدیک بھی قابل اعتبار نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے تیسری وجہ :- ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اولیٰ تھے لیکن یہ بات ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اولیٰ بالامامت تھے بلکہ اتباع اور آپ سے قرب میں اولیٰ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول

ان اولی الناس بابواھیم  
یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ  
للذین اتبعوہ  
قریب وہ لوگ ہیں جو آپ کے  
متبع ہیں

نہ کہ وہ جو قاطع ہیں بلکہ وہ بھی نہیں جو ظاہری طور پر اتباع کرتے ہیں۔ اس احتمال کی نفی سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے جو مفہوم اس حدیث کا سمجھا وہی واقع کے مطابق ہے اور ان دونوں کے متعلق یہ حدیث آپ کیلئے کافی ہوگی کہ جب انہوں نے اس حدیث کو سنا تو حضرت علی

سے کہا آپ تو تمام مومنوں اور مومنات کے محبوب ہو گئے ہیں۔ جو اس حدیث کو دارقطنی نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ حضرت علیؓ سے وہ سلوک کرتے ہیں جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے۔ تو آپ نے فرمایا حضرت علیؓ میرے محبوب ہیں۔

**چوتھی وجہ** ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اولی بالامت تھے۔ مگر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ انجام کار امام بن جائیں گے۔ اگر یہ مفہوم تسلیم نہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دم نقد امام تھے۔ کیونکہ اس میں مال کا کوئی خیال نہیں کیا گیا۔ پس مراد یہ ہے کہ جب آپ کی بیعت منعقد ہوگی تو ائمہ ثلاثہ کی تقدیم اجماع کی وجہ سے اس کے منافی نہ ہوگی۔ اس بات کو خود حضرت علیؓ نے تسلیم کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور سابقہ احادیث میں بھی صراحت کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی امامت کا ذکر موجود ہے۔ پس ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت علیؓ کی افضلیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے کی تولیت باطل ہو جاتی ہے۔ اور اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت درست ہو سکتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کی خلافت پر اجماع کیا ہے اور حضرت علیؓ کی افضلیت کے متعلق ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ اکثر اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ سے افضل ہیں جیسے کہ آئندہ بھی بیان ہوگا۔ اور سفیان ثوریؒ سے صحیح روایت کی گئی ہے کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ حضرت علیؓ شیخین سے ولایت کے زیادہ

حق دار تھے تو اس نے شیخین، مہاجرین اور انصار سب کو غلطی پر قرار دیا۔  
 میں نہیں سمجھتا کہ اس عقیدے کے ساتھ اس کا کوئی عمل بھی آسمان کی طرف جائے  
 جیسے کہ بیان ہو چکا ہے یہ بات ثوری نے ان سے نقل کی ہے پھر کہا یہ  
 ان کا کلام ہے جو حضرت علیؑ کے جائزہ مقام کے متعلق حسن اعتقاد رکھتے تھے  
 اور صرف حسن اعتقاد کی مشہوری کا اشارہ ہی نہیں کیا۔ بلکہ ابو نعیم نے زید بن  
 الجباب سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کے کوئی اصحاب کی سی رائے  
 رکھتے تھے جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ پر آپ کی فضیلت کے قائل  
 ہیں۔ مگر جب وہ بصرہ گئے تو تفضیل کے قول سے انہوں نے رجوع  
 کر لیا۔

**پانچویں وجہ** حضرت علیؑ کی امامت پر یہ حدیث کیسے نص ہو سکتی  
 ہے جبکہ خود آپؑ نے نہ حضرت عباسؓ نے اور نہ ہی کسی اور شخص نے  
 ضرورت کے وقت اس سے حجت پکڑی ہے آپ کی خلافت کے بارے  
 میں اس نص سے جو حجت پکڑی گئی ہے اس کا جواب آٹھویں شبہ میں دیا  
 گیا ہے۔ پس آپؑ کا اپنے زمانہ خلافت تک اس حدیث سے احتجاج  
 کرنے سے سکوت اختیار کرنا، ایک ادنیٰ عقل و فہم آدمی کے لئے بھی فیصلہ  
 کن بات ہے۔ اس لئے کہ آپؑ نے سمجھ لیا تھا کہ اس حدیث میں حضور علیہ  
 السلام کے وصال کے بعد آپؑ کی خلافت کے متعلق کوئی نص موجود نہیں  
 بلکہ خود حضرت علیؑ نے صراحت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان کے  
 یا کسی اور کے متعلق کوئی نص بیان نہیں فرمائی۔ جیسا کہ آئندہ اسے بیان  
 کیا جائے گا۔ بخاری وغیرہ میں ایک حدیث آئی ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت  
 عباسؓ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے۔ اس میں صریح



ذکر ہے کہ حضور علیہ السلام نے موت کے وقت کسی کے بارے میں نص بیان نہیں فرمائی۔ اور ہر عقلمند اس سے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حدیث من کنت مولاً ہ فعلی مولاً حضرت علی کی امامت کے بارے میں نص نہیں۔ اگر نص موجود ہوتی تو حضرت علی اور حضرت عباس نے حضور علیہ السلام کے گھر سے واپسی پر اس سے حجت کیوں نہ پکڑ لی۔ جیسا کہ بخاری میں مذکور ہے۔ اور جب حضرت عباس نے کہا کہ اگر امر خلافت ہم میں ہے تو آپ ہمیں یوم غدیر سے قریب تر عرصے میں بتا دیں گے۔ جبکہ ان دونوں کے درمیان دو ماہ کا عرصہ ہے۔ اور دیگر تمام سننے والے صحابہ کے بارے میں باوجود قرب زمانہ، حفظ و ذکاوت، فطانت اور عدم تفریط و غفلت کے یہ جو میر کرنا کہ وہ یوم غدیر کی حدیث کو بھول گئے تھے۔ محالات عادیہ میں سے ہے۔ اور ایک عقلمند آدمی ادنیٰ بہایت سے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ ان سے کسی نسیان اور تفریط کا وقوع نہیں ہوا۔ نیز حضرت ابو بکر کی بیعت کتنے وقت بھی انہیں یہ حدیث اور اس کے معنی یاد تھے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم غدیر کے بعد خطبہ میں حضرت ابو بکر کے حق کا اعلان کیا۔ آپ کے فضائل کی سوا حدیث کے بعد تیسری حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اور فضائل اہلبیت کی احادیث میں جو آگے چوتھی آیت کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے من الموت میں صرف ان کی موت و محبت اور اتباع کی ترغیب دی ہے۔ اور احادیث میں ہے کہ حضور کی آخری گفتگو یہ تھی کہ میرے اہلبیت کے لئے میرا قائم مقام بننا۔ یہ تھی ان کے متعلق وصیت۔ پس مقام خلافت اور ان دونوں باتوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

شیعہ اور روافض کا خیال ہے کہ صحابہ نے اس نفس کے جاننے کے باوجود عناد اور باطل پرستی میں مقابلہ کے باعث نہیں مانا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ ان کا یہ قول کہ حضرت علی نے اسے تقیہ کے باعث ذکر نہیں کیا۔ جھوٹ اور افترا ہے۔ جیسا کہ ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔ نیز یہ بھی کہ آپ کثیر القوم ہونے اور شجاعت کے باعث محفوظ بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انصار نے منا امید و منکم امید کہا تو حضرت ابو بکر نے حدیث الاثمۃ من قریش سے احتجاج کیا۔ پس انہوں نے اس استدلال کو کیسے تسلیم کر لیا۔ اور کیوں نہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی کے بارے میں نفس آجکی ہے۔ اور آپ کیوں اس قسم کے عموم سے حجت پکڑ رہے ہیں۔ یہی نے حضرت ابو حنیفہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ شیعہ عقیدہ کی اصلیت یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گمراہ قرار دیا جائے۔ آپ نے شیعوں کے متعلق بتایا ہے کہ یہ اپنے عقائد میں، روافض سے فحش میں کم ہیں۔ اس لئے کہ روافض تو صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں صحابہ نے حضرت علی کے متعلق نفس کو چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے وہ ان سے عناد رکھتے ہیں۔ بلکہ ابو کامل جو روافض کے لیڈروں میں سے ہے اس نے اور بھی زیادتی سے کام لیا ہے۔ لے

اے ابو کامل روافض کے فرقہ کا ملیہ کالیڈر ہے جو مشہور نابینا شاعر لبشار کا پیرد کار تھا۔ اور وہ اپنی بدعت میں یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ اس نے رجعت کا عقیدہ اختیار کیا۔ اور ابلیس کے اس قول کو درست قرار دیا کہ آگ مٹی پر فضیلت رکھتی ہے۔

اور حضرت علی کی اس خیال کی بنا پر تکفیر کی ہے کہ انہوں نے دین کی ایسی بات کو چھپایا ہے یا چھپانے پر مدد دی ہے۔ جس کے بغیر دین کی تکمیل نہیں ہوتی۔ آپ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی نص سے اپنی امامت پر احتجاج کیا ہو بلکہ آپ سے یہ بات تو اتر سے آئی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو امت کے افضل آدمی قرار دیا ہے۔ پھر حضرت عمر کی بات مان کر انہیں شریک امیر سے شامل کیا ہے۔ اور ملحدین نے ان جھوٹے اور ذلیل آدمیوں کی باتوں کو دین اور قرآن پر طعن کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ اور بعض ائمہ نے روافض کے کلام سے حجت پکڑنے والے ملحدین کا رد پیش کیا ہے۔ ان ملحدین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ اس امت کو خیر امت کیسے قرار دیتا ہے جبکہ سوائے چھ آدمیوں کے جنہوں نے حضرت علی پر کسی کو مقدم نہیں کیا۔ آپ کی وفات کے بعد سب مرتد ہو گئے۔ ذرا اس ملحد کی حجت کو دیکھئے کہ کس طرح ہو ہو روافض کی حجت کو پیش کر رہا ہے۔ اللہ ان کا ستیاناس کرے یہ کہاں پھیرے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ تو یہود و نصاریٰ اور دیگر گمراہ فرقوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں

جیسا کہ حضرت علی نے اپنے اس قول میں صراحت کی ہے کہ یہ امت ۳۷ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ اور ان میں بدترین فرقہ وہ ہو گا جو ہماری محبت کا دعویدار ہو گا۔ لیکن ہماری بات کو نہیں مانے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہو گی کہ وہ لوگ اپنے ہی افترا کردہ عناد، کذب اور گھناؤنی بدعات کے خوگر ہوں گے۔ حتیٰ کہ دین اور ائمہ دین پر طعن



کی وجہ سے ملاحظہ غالب آجائیں گے۔ بلکہ ابو بکر باقلائی نے تو کہا ہے کہ روافض جو کچھ کہتے ہیں اس سے تو اسلام کا ہی ابطال ہو جاتا ہے کیونکہ جب ان کی جمعیت نفوس کے چھپانے پر قادر ہو گی۔ اور اپنے سے اغراض کی خاطر جھوٹ کا نقل کرنا اور اس پر اتفاق کرنا۔

ان میں پختہ ہو جائے گا تو یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ جو دیگر احادیث انہوں نے نقل کی ہیں وہ سب جھوٹ ہی ہوں۔ اور یہ امکان بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کا معارضہ اس سے افسح کلام سے ہوا ہو۔ جیسے کہ یہود و نصاریٰ اس کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اس کلام کو صحابہ نے چھپا لیا ہے۔ اسی طرح دیگر امتوں نے جو تمام رسولوں سے نقل کیا ہے۔ اس میں بھی کذب و زور اور بہتان کا جواز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب خیر امت میں ان باتوں کی موجودگی کا انہوں نے ادعا کیا ہے تو دوسری امتوں کے متعلق ان کا ایسا ادعا کرنا زیادہ اولیٰ ہے پس ان مفاسد پر غور کیجئے جو ان لوگوں کی باتوں پر مرتب ہوئے ہیں۔ یہ بھی نے امام شافعی سے بیان کیا ہے کہ اہل اہوا، روافض سے بھی زیادہ جھوٹے ہیں۔ آپ بہت کبھی ان کا ذکر کرتے تو ان کی بہت بُرائی بیان کرتے۔

**چھٹی وجہ** حضور علیہ السلام کو یوم غدیر کے سابقہ خطبے میں یہ بات

کہنے سے کون مانع تھا کہ یہ شخص میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پس آپ کا پہلے قول من کنت مولا کا فعلی مولا کا سے عدول کرنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا ایسا ارادہ نہیں تھا۔ بلکہ مقبول راویوں کی سند سے روایت بیان ہوئی ہے۔ جیسے کہ ذہبی نے کہا ہے اور وہ روایت کھو

طرق سے آئی ہے کہ حضرت علی کہتے ہیں کہ

قتل یا رسول اللہ من نو عمر  
فقال ان تو مروا ابا بکر تجدد وہ  
امینا زاهدًا فی الدنیا راغبًا  
فی الآخرة وان تو مروا عمر  
تجدد وہ قویًا امینًا لا یخاف  
فی اللہ لومة لا یمروا  
تو مروا علیا ولا اراکم  
فا علین تجد وہا ہادیًا ہدیا  
یاخذ بکم الطريق المستقیم

مضور علیہ السلام سے عرض کیا گیا  
کہ ہم کس کو امیر بنائیں فرمایا اگر  
ابو بکر کو بناؤ تو اسے امین ، دنیا  
سے بے رغبت اور آخرت میں  
راغب پاؤ گے۔ اور اگر عمر کو امیر  
بناؤ تو اسے قوی اور امین پاؤ گے  
جو اللہ کے بارے میں کسی ملامت  
کنندہ کی ملامت سے خائف نہ  
ہوگا۔ اور اگر علی کو امیر بناؤ مگر  
میں تمہیں ایسا کرتے نہیں پاتا  
تو اسے ہادی اور مہدی پاؤ گے  
جو تمہیں صراط مستقیم پر لے جائے  
گا۔

اسے بزار نے اپنی سند سے بیان کیا ہے جس کے راوی ثقہ  
ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ امام کا معاملہ اس بات پر منحصر ہے کہ بیعت کر کے  
مسلمان کس کو امیر بناتے ہیں۔ اور یہ کہ حضرت علی کے بارے میں کوئی  
نفس موجود نہیں اور ایک جمعیت نے جیسے کہ بزار سند حسن سے اور  
امام احمد اور دوسرے حضرات نے قوی سند سے بیان کیا ہے جیسا کہ  
ذہبی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے انہیں کہا کہ  
آپ ہم پر خلیفہ مقرر کریں تو آپ نے فرمایا میں خلیفہ مقرر نہیں کروں گا

بلکہ تمہیں ایسے حال میں چھوڑوں گا جیسے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ اور بزار نے بیان کیا ہے اور اس کے راوی، صحیح حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا ہے جو میں تم پر خلیفہ بناؤں۔ اسی طرح دارقطنی نے بیان کیا ہے اور اس کے بعض طرق میں زیادہ الفاظ آتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم پر خلیفہ مقرر فرمادیتجئے، فرمایا نہیں! اگر اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی بھلائی چاہی تو تم میں سے بہترین آدمی کو مقرر کر دے گا۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ آپ بہترین آدمی کو جانتے تھے تو اس نے ابو بکر کو ہمارا خلیفہ بنا دیا پس ثابت ہوا کہ آپ نے اس بات کی صراحت کر دی کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا بھی کچھ بڑھنے کیلئے ہے۔ اور وہ صحیفہ بھی جس میں اونٹوں کے دانٹوں اور کچھ زخموں کا ذکر ہے تو اس نے جھوٹ بولا اور ایک جمعیت نے جیسے کہ دارقطنی ابن عساکر اور ذہبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ بصرہ گئے تو آپ کے پاس دو آدمیوں نے آکر کہا کہ آپ ہمیں اپنے اس سفر کے متعلق بتائیں کیا یہ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ آپ امراء اور امت پر غالب آنا چاہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی معہد کیا ہے۔ آپ اسے ہمارے پاس بیان کیجئے کیونکہ آپ ہمارے نزدیک قابل اعتبار آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول کریم صلی اللہ



علیہ وسلم کی کوئی وصیت اس بارے میں میرے پاس ہوتی تو قسم بخدا  
 کہ میں ان کا پہلا مصدق ہوں اب میں ان کا پہلا مکذب نہیں بننا چاہتا  
 اگر میرے پاس آپ کی کوئی وصیت ہوتی تو میں بنی تیم بن مرہ کے بھائی  
 اور عمر بن خطاب کو، آپ کے منبر پر نہ چڑھنے دیتا۔ اگر میرے پاس اس  
 چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا تب بھی میں ان دونوں سے جنگ کرتا لیکن  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ قتل ہوئے اور نہ اچانک فوت ہوئے  
 وہ کئی شب و روز بیمار رہے بلال یا کوئی دوسرا مؤذن اگر آپ کو  
 نماز کی اطلاع دیتا تو آپ ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے۔ آپ کو  
 میرے مقام و مرتبہ کا بھی علم تھا۔ بلکہ آپ کی ایک بیوی نے چاہا کہ آپ  
 کی توجہ حضرت ابو بکر سے پھیر دے تو آپ نے انکار کیا اور براہ فرختہ  
 ہو کر فرمایا تم تو یوسف والیاں ہو۔ ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے  
 جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو ہم نے اپنے امور پر غور کیا اور اپنی  
 دنیا کے لئے اس شخص کو پسند کر لیا جس کو حضور علیہ السلام نے ہمارے  
 دین کے لئے پسند فرمایا تھا۔ نماز اسلام کا ایک بڑا رکن اور دین کا  
 قوام ہے۔ پس ہم نے ابو بکر کی بیعت کر لی۔ اور آپ اس کے اہل  
 تھے۔ اور ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا  
 اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ہمارے درمیان ایسا اتحاد  
 پیدا کر دیا کہ کوئی دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا۔ اور ایک  
 روایت میں ہے کہ ہم نے اپنے دین کے لئے اسے پسند کر لیا جسے  
 حضور علیہ السلام نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا۔ پس میں نے  
 ابو بکر کو اس کا حق دے دیا۔ اس کی اطاعت کی۔ اس کی فوج میں اسے

کے ساتھ ہو کر لڑا۔ وہ مجھے دیتے تھے میں لے لیتا تھا۔ جب جنگ کا کہتے تو میں جنگ کرتا۔ ان کی موجودگی میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا۔ جب آپ فوت ہوئے تو آپ نے عمرؓ کو خلافت دے دی۔ اس نے بھی اپنے صاحب کی سنت اور حکم پر عمل کیا۔ پس ہم نے عمرؓ کی بیعت کر لی۔ اور ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا۔ میں نے اس کا حق ادا کیا۔ ان کی اطاعت کی۔ اور اس کی فوج میں اس کے ساتھ ہو کر لڑا۔ وہ جب مجھے دیتے ہیں لے لیتا۔ جب جنگ کا کہتے میں جنگ کرتا۔ اور آپ کی موجودگی میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا۔ جب آپ فوت ہوئے تو مجھے اپنی قرابت، سبقت اور فضیلت کا خیال آیا۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ کوئی میرا ہم پلہ نہ ہوگا مگر وہ ڈرا کہ خلیفہ آپ کے بعد کوئی ایسا کام نہ کرے۔ جس سے اسے قبر میں بھی اذیت ہو۔ تو اس نے اپنے نفس اور بچوں کو اس سے نکال دیا۔ اگر خلافت محبت کے باعث ہوتی تو وہ اپنے بچوں کو ترجیح دیتا۔ یا اپنے قبیلے کا خیال کرتا۔ مجھے خیال ہوا کہ وہ میرا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ہم سے اس بات کا عہد لیا کہ جسے خلیفہ بنایا جائے گا ہم اس کی سمع و اطاعت کریں گے۔ پھر انہوں نے عثمان کی بیعت کر لی۔ میں نے دیکھا کہ میری اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی ہے۔ اور میرے والا میثاق کسی اور کے لئے لیا جا رہا ہے۔ تو ہم نے عثمان کی بیعت کر لی۔ میں نے اس کا حق ادا کیا۔ اس کی اطاعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر جنگ کی۔ جب وہ مجھے دیتے ہیں لے لیتا۔ جب جنگ کا کہتے، جنگ کرتا۔ اور آپ کی موجودگی میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا۔ جب

آپ فوت ہو گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ دو خلیفہ جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کی وصیت کی تھی۔ رہگزارائے آخرت ہو گئے ہیں اور یہ خلیفہ جس سے میرے میثاق نے پیوند کیا تھا وہ بھی گزر چکا ہے تو اہل حرمین اور کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے میری بیعت کر لی تو ایک آدمی بیچ میں ٹپک پڑا۔ جو نہ میرا ہمسر ہے نہ اس کی قرابت میری طرح ہے اور نہ اس کا علم میری طرح ہے۔ اور نہ وہ میری طرح سابق ہے اور میں اس سے خلافت کا زیادہ حق دار ہوں۔ یعنی معاویہ سے اسی طرح اس حدیث کو ان لوگوں اور اسحاق بن راہویہ نے دیگر طرق سے بیان کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ اور ان میں اصح وہ ہے جسے اسماعیل بن علی نے بیان کیا ہے۔ اسمیں ذکر ہے کہ جب حضرت علی سے کہا گیا کہ آپ اپنے اس سفر کے متعلق بتائیں کہ کیا آپ کو حضور علیہ السلام نے اس کی وصیت کی تھی یا یہ آپ کی اپنی رائے ہے تو آپ نے جواب دیا بلکہ یہ میری رائے ہے۔

احمد نے آپ ہی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے جنگ جمل کے دن فرمایا کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں کی۔ جسے ہم امارت کے متعلق پیش کر سکیں۔ بلکہ یہ ہمارے اپنی رائے ہے ہر وہی اور دارقطنی نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ جس میں کچھ زائد الفاظ بھی آتے ہیں یہ تمام طرق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی نے اپنی منصوص امامت کی نفی کی ہے اور علمائے اہل بیت نے اس بات پر آپ سے موافقت کی ہے۔ ابو نعیم نے حسن المثنیٰ ابن حسن السبط سے بیان



کیا ہے کہ جب آپ کو حدیث من کنت مولاه فعلی مولاه بتائی گئی کہ یہ حضرت علی کی امامت پر نفع ہے تو آپ نے کہا خدا کی قسم اگر حضور علیہ السلام اس سے امارت یا بادشاہی مراد لیتے تو اس سے کہیں زیادہ فیصح الفاظ میں لوگوں کو بتاتے بلکہ آپ یوں فرماتے اے لوگو! یہ میرا ولی الامر اور میرے بعد تمہارا حاکم ہے۔ پس اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ مگر ایسی کوئی بات نہیں۔ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اپنے بعد اس کام کے لئے اور مسلمانوں کی حاکمیت کے لئے حضرت علی کو منتخب کرتے اور حضرت علی، اللہ اور اس کے رسول کے اس حکم پر عمل کرنا ترک کر دیتے یا مسلمانوں کے پاس معذرت کرتے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ترک کرنے کی وجہ سے بڑے خطا کار ہوتے۔ مگر وہ ایسی باتوں سے بہت بلند ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر یہ بات ایسے ہی ہے۔ جیسے تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو لوگوں کی حاکمیت کے لئے چنا تو حکم رسول کو ترک کرنے اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آپ بڑے خطا کار ہوئے۔ تو اس آدمی نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا من کنت مولاه فعلی مولاه تو حسن نے کہا خدا کی قسم اگر اس سے آپ کی مراد امارت یا حاکمیت ہوتی تو اس سے فیصح تر الفاظ میں یہ بات بیان فرماتے۔ جیسے مملوۃ اور زکوۃ کو فیصح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ آپ لوگوں کو اس طرح فرماتے اے لوگو! حضرت علی میرے بعد تمہارے ولی الامر اور حاکم ہوں گے۔ اس لئے ان کی نافرمانی نہ کرنا۔

دارقطنی نے امام ابو حنیفہ سے بیان کیا ہے کہ جب امام ابو حنیفہ

مدینہ گئے۔ تو آپ نے ابو جعفر باقر سے حضرت ابو جبر اور حضرت عمر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ان کے لئے رحمت کی دعا کی تو امام ابو حنیفہ نے کہا عراق میں تو لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان سے اظہار بیزاری کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا معاذ اللہ رب کعبہ کی قسم انہوں نے جھوٹ کہا ہے۔ پھر آپ نے امام ابو حنیفہ کے سامنے حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی بیٹی ام کلثومؓ کے نکاح کا ذکر کیا اور فرمایا اگر حضرت عمرؓ اس کے اہل نہ ہوتے تو حضرت علیؓ کبھی ام کلثوم کو ان کی زوجیت میں نہ دیتے۔ یہ بات قطعی طور پر روافض کے خیالات کا بطلان ثابت کرتی ہے اگر یہ بات تسلیم نہ کی جائے تو اس کا مطلب ان کے خیال فاسد کے مطابق یہ ہوگا کہ آپ نے اپنی لڑکی کو ایک کافر کے نکاح میں دے دیا۔

**ساتویں وجہ :** ان کا یہ کہنا کہ اللہ وال من دالہ وعادہ من عاداہ کی دعا صرف امام معصوم کے لئے ہو سکتی ہے۔ ایک بے دلیل دعویٰ ہے یہ دعا تو ادنیٰ مومن کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ کجا یہ کہ وہ عقلی اور شرعی طور پر کوئی فضیلت بھروسہ رکھتا ہو۔ ابو ذر ہر وہی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بحمر معی وانا مع عمر والحق بعدای مع عمر حیث کان (ترجمہ) میں عمر کے ساتھ ہوں اور عمر میرے ساتھ ہے اور میرے بعد عمر جہاں ہوگا حق اس کے ساتھ ہوگا۔

کوئی نہیں کہتا کہ اس حدیث سے حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی امامت اور ان کی عصمت پر دالالت ہوتی ہے۔ ان کا یہ خیال کہ امام معصوم ہوتا ہے ایک باطل خیال ہے

کیونکہ عصمت قطعی طور پر انبیاء کے لئے ثابت ہے۔ ہاں امام کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اور ایسی بات تو حضرت علی سے کم درجہ مومنین کے لئے بھی کہنی جائز ہے اور ان کا یہ دعویٰ کہ عصمت امام کا وجوب عقل کے فیصلے پر مبنی ہے۔ اور جو کچھ اس سے انہوں نے باتیں بنائی ہیں۔ وہ ان امور کی وجہ سے باطل قرار پاتی ہیں جن کا ذکر تاضی ابو بکر باقلانی نے اپنی اس کتاب میں جو امامت کے بارے میں ہے مفصل طور پر کیا ہے۔ حاکم نے حضرت علی سے صحیح روایت میں بیان کیا ہے اور دوسروں نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا وہ غالی محب جو میری طرف وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو مجھ میں نہیں۔ ہلاک ہو جائے گا۔ اور وہ مغربی اور بعض رکھنے والا بھی ہلاک ہو جائے گا۔ جو دشمنی کی بنا پر، مجھ پر ایسی بات کا بہتان باندھتا ہے جو مجھ میں موجود نہیں۔ پھر فرمایا میں نے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ خدا کی نافرمانی کرے کسی کی اطاعت یا نافرمانی کرے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ اپنے لئے عصمت کو ثابت نہیں کرتے۔

**اسٹھویں وجہ** انہوں نے امام کے لئے امت سے افضل ہونے کی شرط لگائی ہے۔ اور حضرت علی کی شہادت سے ثابت ہے جن کے متعلق وہ وجوب عصمت کے قائل ہیں کہ امت میں افضل ترین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر ہیں پس آپ دونوں کی امامت درست ہے۔ جیسے کہ اس پر اجماع بھی ہو چکا ہے



**بارہواں شبہ :** حضرت علیؑ کی امامت پر تفصیلی نص حضور علیہ السلام کا وہ قول ہے جو آپؐ نے تبوک کی طرف جاتے ہوئے اور حضرت علیؑ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ

انت منی بمنزلہ ہارون آپ کو مجھ سے نسبت ہارونی ہو  
منی موسیٰ الا انہ لا بنی بعدی الا یہ کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں .

اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ تمام وہ مقامات جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھے وہ علیؑ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے نبوت کے حاصل ہیں۔ ورنہ استثنائے درست نہ ہوگا۔ اور اگر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہتے تو خلافت کے مستحق ہوتے۔ کیونکہ وہ تو ان کی زندگی میں ہی ان کے خلیفہ تھے۔ اور اگر وہ زندہ رہتے اور آپ کی موت کے بعد آپ کے جانشین نہ بنتے تو یہ ایک نقص کی بات ہوتی جو انبیاء کے لئے جائز نہیں حضرت ہارونؑ کا ایک مقام یہ تھا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں شریک تھے اور اگر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہتے تو آپ کی اطاعت واجب ہوتی۔ پس اس سے حضرت علیؑ کی اطاعت کا وجوب ثابت ہے ہاں آپ کی نبوت میں شراکت ممتنع ہے۔ پس آپ اس دلیل سے ممکن حد تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عملاً مفترض الطاعت ہیں۔

**جواب :** آمدی کے قول کے مطابق اگرچہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح بھی ہو جیسا کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں اور اس

بارے میں انہی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ یہ حدیث صحیحین میں ہے اور احاد میں سے ہے اور وہ اسے امامت میں حجت نہیں سمجھتے اور اگر بطور تنزل تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس میں مقامات کیلئے عموم نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ مفہوم مراد ہوگا جس پر حدیث کے ظاہری الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ اس وقت تک حضور علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ جب تک آپؐ تبوک میں جانے کی وجہ سے مدینہ سے غیر حاضر تھے۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے جب تک آپؐ مناجات کے لئے دہاں سے غیر حاضر تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ!

اخلفنی فی قرۃ کہ میری قوم میں میری نیابت کرنا

اس میں اس وقت تک عموم مراد نہیں لیا جاسکتا۔ جب تک اس کی تمام زندگی اور موت کے زمانہ میں نیابت مراد نہ ہو۔ بلکہ اس کا متبادر مفہوم وہی ہے جو بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپؐ فقط ان کی غیر حاضری کے زمانہ میں ان کے خلیفہ تھے۔ پس موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کے زمانہ پر اس کا حاوی نہ ہونا تو قصور الفاظ کے باعث ہے نہ کہ عزل کی وجہ سے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی معین وقت کیلئے آپؐ کی خلافت کی صراحت کر دی جاتی اور اگر ہم موت کے بعد کے زمانہ تک اس کا حاوی ہونا تسلیم کر لیں اور آپؐ کے بعد آپؐ کی خلافت کے باقی نہ ہونے کو عزل خیال کر لیں تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ آپؐ میں کوئی نقص تھا بلکہ یہ تو آپؐ کا کمال ہے کہ آپؐ ان کے بعد مستقل بنی ہو گئے۔ اور یہ الٰہی تصرف ہے اور یہ بات خلیفہ ہونے اور شریک فی الرسالتہ ہونے سے

بہت بہتر ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث تمام مقامات پر حاوی ہے  
لیکن یہ عموم مخصوص ہے۔ حضرت ہارون کے مقامات میں سے ایک  
یہ مقام بھی ہے کہ وہ نبی کے بھائی ہیں اور عموم مخصوص باقی باتوں میں حجت  
نہیں ہوتا۔ یا کمزور حجت ہوتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے اور اگر موسیٰ  
علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت ہارون کے نفاذ امر کو فرض کیا جائے تو  
وہ خلافت کی وجہ سے نہیں بلکہ نبوت کی وجہ سے ہوگا۔ پس یہاں حضرت  
علیؑ کے نبی ہونے کے استحالة نے نبوت کی نفی کر دی۔ پس اس کے مسبب  
کی نفی بھی لازم آتی جو اطاعت کرنا اور نفاذ امر کرنا ہے۔

پس معلوم ہو گیا کہ حدیث احاد ہونے کی وجہ سے اجماع کا مقابلہ نہیں  
کر سکتی۔ اور اس سے مراد بعض ان مقامات کا اثبات ہے جو ہارون علیہ  
السلام کو حاصل تھے۔ یہ حدیث اور اس کا وہ سبب جو سیاق بیان  
میں آیا ہے وہ بعض مقامات کو واضح کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا  
ہے کہ آپ نے حضرت علی کو نیابت کے وقت صرف یہی بات کہی تھی  
صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی نے حضور علیہ السلام سے کہا

کہ آپ مجھے بچوں اور غورتوں میں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ گویا  
آپ نے اپنے پیچھے چھوڑے جانے کو اپنی کسر نشان سمجھا تو آپ نے  
فرمایا کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تجھ کو مجھ سے نسبت ہارونی ہو  
یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے انہیں طور پر پہنچاتے وقت خلیفہ بنایا اور  
فرمایا کہ میری قوم میں میری نیابت کرنا۔ اور انہیں سب سے زیادہ اس  
بات کا اہل سمجھا۔ پس حضرت علی کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کرنا اس بات  
کو مستلزم نہیں کہ آپ حضور علیہ السلام کے بعد اپنے کل معاصرین سے فرما



اور واجب کے طور پر زیادہ اہل تھے۔ لیکن فی الجملہ آپ اس کے اہل تھے۔ اور یہی ہم کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی متعدد مرتبہ اپنا نائب مقرر کیا۔ جیسے ابن ام مکتوم کو پس اس وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ حضور علیہ السلام کے بعد خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اے

**میر ہواں شبہ** حضرت علیؓ کی خلافت پر دلالت کرنے والی تفصیلی نصوص میں آپ کا یہ قول بھی ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا !

انت اخي وصي وخليفتي و  
 قاضي ديني  
 کہ تو میرا بھائی، وصی، خلیفہ  
 اور میرے دین کا قاضی ہے۔  
 اور آپ کا یہ قول کہ !

اے عمو! اسم جنس تمام اصولیوں کے نزدیک علم کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔ بلکہ انہوں نے صراحت کی ہے کہ وہ عہد کا ہوتا ہے۔ جیسے غلام زید، اور حضرت داروں کا استخلاف، غیبت سے مقید ہے۔ اور یہ عہد کے لئے قرینہ ہے۔ کیونکہ آپ بعد میں خلیفہ نہیں ہوئے اور نہ استثنائاً منقطع، مستثنیٰ منہ کے عموم پر دلیل ہوتا ہے اور یہاں تو استثنائاً منقطع ہے۔ کیونکہ یہ دونوں آپس میں نقیض ہیں۔ اور عموم کا ارادہ مراتب میں تو ہو سکتا ہے۔ زمانوں میں نہیں ہوتا۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے درست نہیں۔

انت سید المسلمین و امام  
المتقین و قائد الغر المحجلین  
توسید المسلمین، امام المتقین  
اور جو لوگ روشن چہروں اور  
چمکدار پادشاہوں والے ہیں ان  
کا لیڈر ہے

آپ کا یہ قول بھی کہ  
سلمو اعلیٰ علی یا مسرة الناس  
یعنی حضرت علی کو امیر المومنین کہہ  
کر سلام کہو۔

**جواب** : پانچویں فصل سے پہلے اس کا مبسوط جواب گزر چکا ہے  
کہ یہ احادیث جھوٹی، باطل، موضوع اور حضور علیہ السلام  
پر افتراء ہیں اور آگاہ رہو کہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور  
ائمہ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان جھوٹی روایات  
میں سے کوئی احاد مطعون کے درجہ تک بھی پہنچتی ہے۔ بلکہ سب  
اس بات پر متفق ہیں۔ یہ محض کذب و افتراء ہیں اور اگر یہ جاہل لوگ  
خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور ائمہ اسلام کے متعلق جو تاریکیوں کے چراغ  
ہیں۔ یہ کہیں کہ ان کے نزدیک یہ احادیث صحیح ہیں تو ہم  
ان سے کہیں گے کہ یہ بات عادیہ محال ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے  
کہ ان احادیث کے علم صحت کے بارے میں تم ہی منفرد ہو۔ حالانکہ نہ  
کبھی تم نے کوئی روایت کی اور نہ کسی محدث کی صحبت میں رہے اور  
وہ لوگ جو ماہرین حدیث ہیں اور جنہوں نے تحصیل حدیث کے لئے  
دور دراز کے سفروں میں اپنی عمریں کھپا دی ہیں۔ اور جس کسی شخص کے  
متعلق انہیں علم ہوا کہ اس کے پاس حدیث ہے وہ اس کے پاس پہنچے

اور تحقیق کر کے صحیح و سقیم کا علم حاصل کیا۔ پھر ان احادیث کو جامع طور پر اپنی کتب میں لکھا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ موضوع احادیث سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کے پاس آئی ہیں نیز وہ ہر حدیث کے واضع اور اس کے سبب وضع کو بھی جانتے ہیں جس نے اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب و افترا کے لئے آمادہ کیا۔ وہ ان احادیث سے کیسے بیگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزا خیر دے۔ اگر انہوں نے یہ نیک کام نہ کیا ہوتا تو باطل پرست، متمرّد اور مفسد، دین پر چھا جاتے اور اس کے نشانات کو تبدیل کر دیتے اور حق کو اپنے جھوٹ کے ساتھ خط ملط کر دیتے اور اس میں کوئی امتیاز ہی نہ رہتا وہ خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی شریعت کو زلیخ اور تغیر و تبدل سے محفوظ رکھا ہے۔ اور ہر زمانے میں آپ کی امت کے اکابرین سے ایک گروہ کو حق پر قائم رکھا ہے جنہیں چھوڑ دینے والا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی دین اسلام کو ایسے کاذبوں اجاہلوں اور باطل پرستوں کی کوئی پرواہ ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں ایک ایسے روشن راستے پر چھوڑ رہا ہوں جس کی رات، دن کی طرح اور دن، رات کی طرح ہے میرے بعد اس راستے سے وہی ہٹے گا جو ہلاک ہونے والا ہوگا۔ اور ان بھلائی کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب ہم ان احادیث صحیحہ سے استدلال کرتے ہیں جو صریح طور پر حضرت ابو بکرؓ کے خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے



اقتداء باللذین من بعدی اور دیگر احادیث جنہیں ہم فصل ثالث میں مکمل طور پر پیش کر چکے ہیں تو کہتے ہیں یہ خبر واحد ہے جو یقین میں سودمند نہیں۔ اور جب حضرت علیؓ کی خلافت پر اپنی خیالی نفس سے استدلال کرنا چاہتے ہیں تو ایسی روایات لے آتے ہیں جو من کذب مولاہ اور انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ جیسی ہوتی ہیں جو یا تو احاد ہیں اور یا واضح طور پر جھوٹی اور موضوع ہیں جو ادنیٰ مراتب کی ضعیف احادیث کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتیں۔ پس اس صریح تناقض اور قبیح جہل پر غور کیجئے۔ ان کی جہالت، عناد اور حق سے سرکشی کا یہ حال ہے کہ وہ اس حدیث کو جسے تمام اہل حدیث و اثر، جھوٹ، موضوع اور من گھڑت قرار دیں اور وہ ان کے فاسد مذہب کے موافق ہو۔ اُسے وہ تو اثر خیال کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل اگر ایک حدیث کی صحت اور تواتر رداۃ پر سب کا اتفاق ہو اور وہ ان کے مذہب کے خلاف ہو تو وہ اُسے تحکم و عناد اور ذریعہ کے باعث احاد خیال کرتے ہیں۔ اللہ ان کا بُرا کرے یہ کس قدر جاہلی اور احمق ہیں۔

**چودھواں شبہ** اگر حضرت ابو بکرؓ خلافت کے اہل ہوتے تو آپ لوگوں سے یہ نہ کہتے کہ مجھے معاف کرو کیونکہ انسان عدم اہلیت ہی کی وجہ سے کسی چیز سے معافی طلب کرتا ہے۔

**جواب** جو علت انہوں نے پیش کی ہے اس میں خصر منع ہے کیونکہ یہ بھی ان کے افتراؤں میں سے ایک ہے۔

کتنے ہی سلف و خلف کے واقعات ہیں۔ جن میں انہوں نے باوجود اہل ہونے کے تقویٰ سے کام لیا اور زہد و تقویٰ کی حقیقت کی تکمیل ہی اس امر سے ہوتی ہے کہ انسان اہل ہونے کے باوجود اعراض سے کام لیتا ہے اور عدم اہلیت کی بنا پر اعراض کرنا واجب ہے۔ زہد نہیں۔ پھر اس جگہ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے عاجزی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ شاید میں امور کو اس طرح سرانجام نہ دے سکوں جس طرح انہیں سرانجام دینے کا حق ہے یا آپ نے اس کا اظہار اس لئے کیا ہے تاکہ لوگوں کی اندرونی کیفیت معلوم ہو جائے کہ کیا ان میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو ان کے عزل کا خواہش مند ہے۔ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ان میں سے کوئی شخص آپ کا عزل نہیں چاہتا اور اگر آپ اس بات سے خائف ہوتے کہ حضور علیہ السلام نے ایسے امام پر لعنت فرمائی ہے جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ تو آپ نے اس اظہار سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ کیا کوئی شخص آپ کو ناپسند کرتا ہے یا نہیں۔ حاصل کلام یہ کہ ان کا یہ خیال کہ اس بات سے ان کی عدم اہلیت پر دلالت ہوتی ہے۔ حد درجہ کی غبارت، بہالت اور حماقت ہے۔ اور حماقت سے کوئی انسان سر ملیند نہیں ہو سکتا۔

**پندرہواں شبہ** امر خلافت کے نزاع میں حضرت علیؓ کا سکوت اختیار کرنا صرف اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو وصیت کی تھی کہ وہ آپ کے بعد کسی فتنہ میں ملوث نہ ہوں اور نہ تلوار سونپیں۔

**جواب** عظیم غبارت کے ساتھ یہ کذب و افتراء اور حماقت اور

جہالت کی بات بھی ہے کہ آپ نے اس سورت میں اپنے بعد ان کو امت کا والی کیونکر بنایا اور جو قبول حق سے رُکے اس کے خلاف تلوار سونپنے سے منع کیوں کیا۔ اور اگر ان کا خیال صحیح ہے تو انہیں جنگ صفین اور دیگر جنگوں میں تلوار نہیں سونپتی چاہیے تھی۔ اور نہ ہی خود، اور اہلبیت اور اپنے پیروکاروں سمیت اکیلے ہی ہزاروں سے لڑنا چاہیے تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی مخالفت سے بچائے۔ ان لوگوں نے یہ کیسے خیال کیا کہ حضور علیہ السلام نے انہیں ان لوگوں کے خلاف بھی تلوار اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ جو خود ان کے نزدیک بدترین انواع کفر کے مرتکب تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جہاد کرنا واجب قرار دیا ہے۔

بعض ائمہ اہلبیت نبوی کا ارشاد ہے کہ مجھے ان کی باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ خواہشات نے ان کی عقل و بصیرت کو اندھا کر دیا ہے اور انہیں اس بات کی پرواہ نہیں کہ ان باتوں سے کیا کیا مفسد پیدا ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے ان کی اس بات پر غور نہیں کیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار کے پیر تلے سے حضرت علیؓ سے قصاص طلب کیا اور حضرت فاطمہؓ کا محاصرہ کیا اور خوف کے باعث ان کے بچے کا استسقا ہو گیا جس کا نام محسنؑ تھا۔

اس قبیح جھوٹ اور غباوت سے جس نے انہیں ذلیل و رسوا اور ہلاک کر دیا ہے۔ ان کا مقصد حضرت عمرؓ پر غارت گری کا الزام لگانا ہے۔ انہیں اس بات کا خیال نہیں آیا کہ اس بات سے نہ صرف حضرت علیؓ بلکہ تمام نبی و انبیاء ذلیل، عاجز اور بزدل قرار پاتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایسی ذلت کے بالمقابل

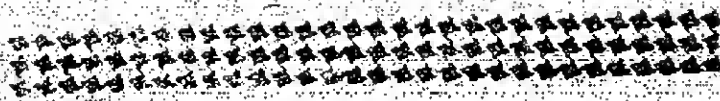


جس سے بڑی ذلت کو ٹٹی نہیں۔ بڑے بہادر اور غیرت و نخوت کے حامل ہیں بلکہ تمام صحابہ کی نسبت بھی یہی بات کہنی پڑتی ہے حالانکہ جہنمیں ان کے حالات کا ادنیٰ سا ذوق بھی ہے وہ جانتا ہے اور یہ بات تو اتر سے ثابت ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت پر، شدت غضب اور غیرت سے اپنے آباء اور اولاد سے بھی ان کی خوشنودی کی خاطر نبرد آزما گئے۔ پس ان لوگوں کے متعلق یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ باطل پر خاموش رہے ہوں جبکہ حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے، جس کا ذکر کتاب و سنت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی پلیدی گنہ اور نقص سے حضور علیہ السلام کے فیض کے طفیل پاک کر دیا ہے اس کا ذکر مقدمہ اولیٰ میں گذر چکا ہے اور حضور علیہ السلام اپنی وفات کے وقت ان کے صدق محبت اور اتباع کی وجہ سے ان سے راضی تھے۔ سوائے اس آدمی کے جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ قرار دیا اور چھوڑ دیا ہو۔ وہ بڑے خسارے اور ہلاکت میں رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے نار جہنم میں داخل کرے گا۔ جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

# باب دوم



اکابر اہل بیت کی طرف سے حضرات شیخین کے مزید تفریق، جس سے معلوم ہوگا کہ روافض اور شیعہ ان کے متعلق جو عجیب و غریب جھوٹے اور افترائے کرتے ہیں وہ ان سے برے ہیں اور ان کا یہ خیال کہ جو باہر سے حضرت علیؑ نے جو کچھ کیا وہ تقیہ، مدارات اور خوف کی وجہ سے تھا، نیز انے باتوں کے علاوہ بھی ان کی قبیح باتوں کا تذکرہ ہوگا۔



دارقطنی نے عبد اللہ محض سے بیان کیا ہے۔ محض کا لقب انہیں اس لئے دیا گیا تھا کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کی ولادت پر لوگوں کو اکٹھا کیا۔ یہ بنی ہاشم کے شیخ اور رئیس تھے۔ ان کا بیٹا نفس زکیہ کے لقب سے مشہور تھا۔ اور ائمہ دین میں سے تھا۔ حضرت امام مالک بن انس کے زمانہ میں مدینہ میں ان کی خلافت کی بیعت کی گئی۔ منصور نے ان پر فوج کشی کر کے ان کو قتل کر دیا تھا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمرؓ نے بھی موزوں پر مسح کیا ہے۔ سائل نے کہا میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ مسح کرتے ہیں۔ فرمایا کیا تجھے یہ بات تکلیف دیتی ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے بارے میں تجھے اطلاع دے رہا ہوں۔

اور تو میری رائے دریافت کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ تو مجھ سے اور دنیا بھر کے میرے جیسے لوگوں سے بہتر ہیں۔ آپ کو بتایا گیا یہ تفسیر ہے۔ فرمایا ہم قبر اور منبر کے درمیان کھڑے ہیں۔ اے اللہ میں غصہ اور اعلانیہ طور پر یہی کہتا ہوں۔ پس میرے بعد کسی کی بات نہ سُننا۔ پھر فرمایا یہ کون شخص ہے جو کہتا ہے کہ حضرت علیؓ مقہور تھے اور حضور علیہ السلام کے حکم کو نافذ نہیں کر سکے۔ یہ بات ان کو داغدار کرنے کے لئے کافی ہے۔

دارقطنی نے عبد اللہ کے بیٹے نفس زکیہ سے بیان کیا ہے کہ اُسے سے حضرات شیخین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علیؓ سے افضل ہیں اور حضرت محمدؐ باقر سے بیان کیا گیا ہے کہ ہر فاطمہؓ کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ وہ شیخین کے بارے میں اچھی سے اچھی بات کہیں گے۔ اسی طرح حضرت جعفر صادقؑ نے اپنے باپ محمد باقرؑ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص ان کے باپ حضرت زین العابدین علی بن الحسینؑ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا ابو بکر صدیقؓ کے متعلق اس نے کہا آپ انہیں صدیق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیری ماں تجھے ضائع کر دے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ہما جبرین اور انصار نے ان کا نام صدیق رکھا ہے اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے۔ یہاں سے چلا جا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے محبت رکھ۔

اسی طرح دارقطنی نے عروہ سے اور انہوں نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر باقرؑ سے تلوار کو ملیع کروانے کے



بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اپنی تلوار کو ملمع کر دیا ہوا تھا۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا آپ انہیں صدیق کہتے ہیں فرمایا ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے اور ابن جوزی نے ”صفوة الصفوة“ میں یہ الفاظ زائد لکھے ہیں کہ حضرت جعفر چھلانگ لگا کر قبلہ رو ہو گئے۔ اور فرمایا ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ اور حدیث میں بھی یہی آیا ہے

اسی طرح حضرت جعفر صادقؑ سے یہ روایت بھی بیان ہوئی ہے کہ جیسے میں حضرت علیؑ سے شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔ ویسے ہی حضرت ابو بکرؓ سے بھی شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔ انہوں نے مجھے دو دفعہ جتنا ہے۔

حضرت زید بن علی کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا شیخین سے کون اظہار بیزاری کرتا ہے۔ خدا کی قسم شیخین سے اظہار بیزاری کرنا حضرت علیؑ سے بیزاری کا اظہار ہے خواہ کوئی پہلے کرے یا بعد میں کرے۔ حضرت زیدؑ جلیل القدر امام تھے جنہوں نے صفر ۱۲۱ھ میں شہادت پائی۔ آپ کو برہنہ کر کے صلیب دیا گیا تو ایک ٹکڑی نے آکر آپ کے پردے کے مقام پر جالاتن دیا اور اسے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا۔ آپ ایک طویل مدت تک مصلوب رہے۔ آپ نے خروج کیا تھا۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور شیعوں کی ایک کثیر تعداد نے

آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ شیخین سے اظہار بیزاری کریں تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے تو آپ نے یہ بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم آپ کو صاحب فضیلت مانتے ہیں فرمایا چلے جاؤ تم رافضی ہو۔ اس وقت سے شیعوں کا نام رافضی پڑ گیا ہے اور آپ کے پیروکاروں کا نام زید یہ ہے۔

حافظ عمر بن شبنہ نے بیان کیا ہے کہ اس جلیل القدر امام یعنی حضرت زید سے کہا گیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ سے باغ فدک چھین لیا تھا فرمایا وہ تو نہایت رحم دل انسان تھے اور جو چیزیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی تھیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کے پاس آکر کہا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے باغ فدک عطا فرمایا ہے آپ نے فرمایا۔ آپ کے پاس کوئی شہادت ہے تو حضرت علیؓ اور ام ایمنؓ نے آپ کی شہادت دی۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت سے آپ اسکی مستحق بنتی ہیں۔ پھر حضرت زید فرماتے ہیں خدا کی قسم اگر یہ قصہ دوبارہ میرے پاس آئے تو میں ضرور حضرت ابوبکرؓ والا فیصلہ ہی دوں گا۔ یہ روایت بھی آپ سے بیان ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خواج نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے علاوہ سب سے اظہار بیزاری کیا مگر ان دونوں کے متعلق وہ کچھ نہیں کہہ سکے۔ اور تم لوگوں نے خواج سے بھی اوپر چھلانگ لگا کر ان دونوں حضرات سے اظہار بیزاری کر دیا ہے۔ اب باقی کون رہا؟ خدا کی قسم اب کوئی باقی نہیں رہا۔ آپ لوگوں نے سب سے اظہار بیزاری کر دیا ہے۔

حافظ عمر بن شبنہ اور ابن عساکر نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت محمد بن حنفیہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت ابوبکرؓ اسلام قبول کرنے میں سب سے اول تھے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ میں نے کہا پھر ابوبکرؓ سب سے اوپر اور آگے کیسے چلے گئے۔ کوئی آدمی ان کے سوا کسی کا نام ہی نہیں لیتا۔ فرمایا کہ جس دن سے انہوں نے اسلام قبول کیا اس دن سے لے کر اپنے یوم وفات تک وہ اسلام میں سب سے افضل تھے۔

دارقطنی نے سالم بن ابی حفصہ سے بیان کیا ہے اور یہ شخص شیعہ ہے لیکن ثقہ ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی اور جعفر بن محمدؓ سے شیخین کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے جواب دیا۔ اے سالم! ان دونوں سے محبت رکھ اور ان کے دشمنوں سے اظہار بیزاری کر۔ کیونکہ یہ دونوں امام ہدایت ہیں۔ ایسے ہی اس سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ میں حضرت ابو جعفر کے پاس آیا اور جعفر بن محمدؓ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ بات میری راج سے کہی کہ اے اللہ! میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں اور اگر میرے دل میں اس کے سوا کوئی اور بات ہے تو مجھے قیامت کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔

اور یہ روایت بھی اس سے آئی ہے کہ میں حضرت جعفر بن محمدؓ کے پاس آیا وہ بیمار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں۔ اے اللہ اگر اس کے سوا میرے دل میں کوئی اور بات ہے تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے



شفاعت نصیب نہ ہو۔

اور یہ روایت بھی اسی سے بیان ہوئی ہے کہ حضرت جعفر نے مجھے فرمایا اے سالم! کیا کوئی اپنے دادا کو گالی دے سکتا ہے، حضرت ابو بکرؓ میرے دادا ہیں اگر میں ان سے دوستی نہ کروں اور ان کے دشمنوں سے، اظہار بیزاری نہ کروں تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

حضرت جعفر سے روایت ہے کہ اے

آپ کو بتایا گیا کہ فلاں آدمی کا خیال ہے کہ آپ حضرت ابو بکرؓ سے اظہار بیزاری کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس فلاں آدمی سے اظہار بیزاری کرے اور مجھے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت ابو بکرؓ کی قربت کا بھی فائدہ دے گا۔ میں بیمار ہوا تو میں نے اپنے ماموں عبدالرحمن بن القاسم بن محمد بن ابو بکرؓ کو وصیت کی۔

اے حضرت محمد بن حنفیہ نے ۱۱۱ھ میں۔ علی زین العابدین بن الحسین نے ۶۴ھ میں زید بن علی زین العابدین نے ۱۱۱ھ میں۔ محمد الباقر نے ۱۱۱ھ میں۔ جعفر الصادق نے ۱۱۱ھ میں۔ نفس زکیہ محمد بن عبد اللہ محض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن بن علی نے ۱۱۱ھ میں اور موسیٰ کاظم بن جعفر الصادق نے ۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ جیسے کہ منتہی السؤل فی مناقب آل الرسول مؤلف ابن طلحہ القرظی اور البصار العین مؤلف ابن طاہر صمدی میں لکھا ہے۔

دارقطنی اور حافظ عمر بن شہبہ نے کثیر سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر بن محمد بن علی سے پوچھا کیا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آپ کی کچھ حق تلفی کی ہے تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے نذیر ہو۔ انہوں نے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ہمارے حق سے تلفی نہیں کی۔ پھر میں نے کہا میں آپ پر قربان جاؤں کیا میں ان سے دوستی رکھوں فرمایا ہاں اے کثیر دنیا اور آخرت میں ان سے دوستی رکھ وہ کہتا ہے پھر آپ اپنی گردن پر ہاتھ مارنے لگے اور کہنے لگے جو تجھے تکلیف پہنچے۔ اس کا بار میری اس گردن پر ہوگا۔ پھر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مغیرہ بن سعید اور بیان سے اظہار بیزاری کرتا ہے کیونکہ انہوں نے ہم اہلبیت کے متعلق جھوٹ بولا ہے۔

اسی طرح اس نے بسام الصیرفی سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر سے پوچھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں ان سے دوستی رکھتا ہوں۔ اور میرے علم کے مطابق اہلبیت کے تمام افراد بھی آپ دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

اسی طرح اس نے حضرت امام شافعی سے روایت کی ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ ہمارے دوست ہم پر مہربان اور بہترین خلیفہ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں میں ان جیسا ہمارا کوئی دوست نہیں اور ایک اور روایت میں ہے کہ ہم نے اس سے بہتر آدمی کبھی نہیں دیکھا۔

ایسے ہی انہوں نے ابو جعفر الباقری سے بیان کیا ہے کہ انہیں بتایا گیا کہ فلاں آدمی نے میرے پاس بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے اس آیت ”وَنَزَعْنَاهُ فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غُلٍّ“ کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم یہ آیت انہی کے بارے میں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا وہ کون سا کینہ تھا۔ فرمایا جاہلیت کا کینہ، جاہلیت میں نبی، قسیم اور عدی اور نبی ہاشم کے درمیان کچھ اختلافات تھے جب ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں درداٹھا تو حضرت علیؓ اپنے ہاتھ کو گرم کر کے حضرت ابو بکرؓ کے پہلو کو سینک کرنے لگے۔ تو یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

ایسے ہی آپ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا جو شخص ان دونوں کے متعلق شک کرتا ہے وہ سنت کے بارے میں شک کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان قبائل کے درمیان دشمنی تھی مگر جب یہ اسلام لے آئے تو باہم محبت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے کینے کو دور کر دیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں درداٹھا تو حضرت علیؓ اپنا ہاتھ گرم کر کے انہیں ٹکور کرنے لگے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسے ہی اس نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان تین خاندانوں یعنی تیم، عدی اور بنو ہاشم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا میں، ابو بکرؓ اور عمرؓ انہی



خاندانوں میں سے ہیں۔ ایسے ہی ابو جعفر الباقری نے بیان کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا۔ کیا اہلبیت میں سے کوئی شخص حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق دشنام طرازی کرتا ہے فرمایا معاذ اللہ، بلکہ وہ تو ان دونوں سے دوستی رکھتے۔ ان کے لئے مغفرت طلب کرتے اور ان کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔ ایسے ہی ابو جعفر الباقری نے اپنے باپ حضرت علی بن الحسین سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت سے جو حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو برا کہنے میں مصروف تھی۔ کہا کیا آپ لوگ مجھے بتائیں گے کہ آپ ہی وہ اولین ہجرتین ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

الذین اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون  
انہوں نے کہا ہم وہ لوگ نہیں فرمایا کیا تم اس آیت کے مصداق ہو  
الذین تبوء الدار والايمان من قبلهم ویحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا و  
یؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون۔

انہوں نے جواب دیا نہیں فرمایا تم خود ان دونوں فریقوں میں شامل ہونے سے انکاری ہو۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

والذین جاءوا من بعد هم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالايمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین ربنا انک رؤوف رحیم،

ایسے ہی اس نے فضیل بن مرزوق سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن حسن بن حسین جو عبداللہ بن حسن کے بھائی تھے سے سنا وہ کہتے تھے خدا کی قسم جیسے حروریتہ نے حضرت علیؑ پر زیادتی کی تھی ایسے ہی ہم پر رافضیوں نے زیادتی کی ہے۔

ایسے ہی ان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حسن بن حسن کو ایک رافضی سے یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی آدمی کو حکومت کی طاقت بخشی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ اور ٹانگیں مخالف اطراف سے کاٹ دیں گے اور تمہاری توبہ بھی قبول نہیں کریں گے۔ ایسے ہی اس نے محمد بن حاطب سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے پاس حضرت عثمان کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا حضرت امیر المومنین علیؑ ابھی تشریف لا رہے ہیں۔ وہ آپ کو بتاتے ہیں جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو راوی کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت عثمان کے بارے میں باتیں کرتے سنا یا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا حضرت عثمان ان لوگوں میں سے ہیں۔ جنکے بارے میں یہ آیت آئی ہے

مَنْ الذِّينَ اتَّقَوْا وَمَنْ لَوْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الذِّينَ اتَّقَوْا وَاحْسِنُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔

انہی سے یہ روایت اور بھی کئی طرق سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ میں حضرت علیؑ کے پاس گیا اور عرض کیا اے امیر المومنین میں حجاز جانا چاہتا ہوں۔ لوگ مجھ سے حضرت عثمان کے متعلق پوچھیں گے

آپ ان کے قتل کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ آپ تیکہ لگائے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا ابن حاطب خدا کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی ایسا ہی ہوں گا۔ اور وہ تو ایسے ہی تھے۔ جیسے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَنَزَعْنَا مِّنْ هٰذَا وَرَهْمًا مِّنْ  
عَلَى الْاٰیَةِ کہ ہم نے اُن کے سینوں سے  
کینے کو نکال باہر کیا ہے۔

ایسے ہی اس نے سالم بن ابی الجعد سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں محمد بن حنفیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا تذکرہ شروع کر دیا تو انہوں نے ہمیں منع کرتے ہوئے فرمایا۔ ان کے بارے میں باتیں کرنے سے باز آ جاؤ۔ ہم نے جو تکالیف پہلے اٹھائی ہیں۔ ایک روز اس سے بھی زیادہ تکالیف اٹھائیں گے۔ پھر فرمایا۔ کیا میں نے آپ کو اس آدمی کے متعلق باتیں کرنے سے منع نہیں کیا۔

روای کہتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اے ابن عباسؓ ذرا جنگِ جمل کی شام کو یاد کر جب میں حضرت علیؓ کے دائیں جانب جھنڈے کو پکڑے کھڑا تھا۔ اور آپ ان کی بائیں جانب تھے۔ تو انہوں نے پڑاؤ سے آواز سُنی تو آپ نے قاصد بھیج کر پتہ کروایا۔ اس نے آکر جواب دیا۔ حضرت عائشہؓ پڑاؤ میں قاتلین عثمانؓ پر لعنت کر رہی ہیں تو حضرت علیؓ نے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ انہیں وہ دو تین دفعہ اپنے چہرہ تک لے گئے۔ اور فرمایا۔ میں بھی قاتلین عثمانؓ پر لعنت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان پر میداؤں اور پہاڑوں میں لعنت کرے۔ روای کہتا ہے اس پر حضرت ابنے



جہاں نے آپکی تصدیق کی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے اور اس کے متعلق تمہارے لئے دو عادل گواہ ہیں۔ ایسے ہی اس نے مردانہ بن الحکم سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص حضرت عثمان کے دفاع میں حضرت علی سے آگے نہ تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ ہمیں منبروں پر کیوں برا بھلا کہتے ہیں۔ فرمایا ہمارا معاملہ اسی طرح درست رہتا ہے۔ ایسے ہی اس نے حسین بن محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اے اہل کوفہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں ناشدنی باتیں نہ کرو۔ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ نمار اور ثانیِ اثنین ہیں اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کو عزت دی ہے۔ ایسے ہی اس نے جندب اسدی سے بیان کیا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن کے پاس کوفہ اور جزیرہ کے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق پوچھا تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کے علاقے کے لوگ مجھ سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق دریافت کرتے ہیں میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ ایسے ہی اس نے عبد اللہ بن حسن سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بیزاری کا اظہار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ وہ تو میرے دل میں رہتے ہیں۔ اور میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تاکہ مجھے ان کا قرب نصیب ہو۔ ایسے ہی اس نے فضیل بن مرزوق سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن حسین بن علی سے کہا کیا آپ میں کوئی مفترض الطاعتہ امام میں بھی ہے اور آپ اسے پہچانتے ہیں اور جو

اُسے نہ پہچانے کیا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہم میں یہ بات موجود نہیں اور جو ایسا کہتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ تو میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ یہ مقام حضرت علی کو حاصل ہے اور حضور علیہ السلام نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ پھر یہ مقام حضرت حسن کو حاصل ہوا کیونکہ حضرت علی نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے پھر یہ مقام حضرت حسین بن علی کو ملا۔ کیونکہ حضرت حسن نے ان کے متعلق وصیت کی ہے۔ پھر یہ مقام علی بن حسین کو ملا کیونکہ حضرت حسین نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ پھر یہ مقام محمد بن علی کو ملا یعنی امام باقر کو، جو عمر مذکور کے بھائی ہیں۔ کیونکہ علی بن حسین نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ تو عمر بن حسین نے فرمایا خدا کی قسم میرے باپ نے تو وصیت کے بارے میں دو حرف بھی نہیں کہے۔ اللہ ان لوگوں کا برا کرے۔ اگر کوئی آدمی اپنی اولاد اور مال کے بارے میں وصیت کرے اور اس کے بعد کچھ نہ چھوڑے پھر تو یہ دین کی بات ہی نہ ہوئی۔ اللہ ان لوگوں کو ہلاک کرے۔ قسم بخدا یہ لوگ تو ہمیں کھانے والے ہیں۔ ایسے ہی اس نے عبد الجبار ہمدانی سے بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر

صادق ان کے پاس آئے اور وہ مدینہ سے جانا چاہتے تھے تو آپ نے فرمایا آپ انشاء اللہ اپنے شہر کے صالح اور نیک لوگوں میں سے ہونگے جو لوگ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں مفرض الطاعة امام ہوں۔ ان تک یہ بات پہنچا دو کہ میرا اس بات سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے بزرگی کا اظہار کرتا ہوں۔ تو اس بات سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں۔ ایسے ہی اس نے آپ سے ایک دوسری روایت بیان کی ہے کہ آپ سے

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بارے میں پوچھا گیا ، فرمایا جو لوگ ان کے بارے میں ناروا باتیں کہتے ہیں میں ان سے اٹھارہ ہزاری کترتا ہوں ہاں جو لوگ ان کے متعلق اچھی باتیں کہتے ہیں میں ان کے ساتھ ہوں ، آپ سے کہا گیا کہ شاید آپ یہ بات تقیہ کے طور پر کہہ رہے ہوں<sup>۱</sup> فرمایا پھر تو میں مشرکین میں سے ہوا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی ، ایسے ہی اس نے ایک

لے تقیہ کا مفہوم ، دشمنوں کے شر سے جان ، مال اور عزت کی محافظت کرتا ہے ۔ ایک دشمن تو دینی اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ جیسے کافر اور مسلم یا کوئی اغراض دنیوی کی وجہ سے دشمن ہوتا ہے ، اہلسنت ایسے شہر میں جہاں دین کے اٹھارے خوف ہو ۔ دین کے ترک کرنے کو جائز نہیں کہتے بلکہ ہجرت کو واجب قرار دیتے ہیں ہاں اگر کوئی شرعی ضرورت کے باعث ہجرت نہ کر سکے تو الگ بات ہے ۔ مگر وہ بھی نکلنے کیلئے حیلے کی تلاش میں رہے ۔ مگر دنیوی غرض سے کیلئے وجوب ہجرت میں اختلاف ہے ۔ ہاں اگر بلاکت کا خوف ہو تو ہجرت کرنا بلا اختلاف واجب ہے ۔

شیعہ میں سے بعض لوگ جان یا مال کے خوف کی وجہ سے اقوال و افعال میں تقیہ کو جائز قرار دیتے ہیں ۔ اور بعض لوگ معمولی خوف کے ڈر کی وجہ سے بھی تقیہ کو ناجائز کہتے ہیں ۔ اور انہوں نے ائمہ کے اکثر افعال کو جو اہلسنت کے مذہب کے موافق ہوئے تقیہ پر محمول کیا ہے ۔ اور انہیں اصل قرار دیا ہے ۔ اور پھر اسے انبیاء کی طرف منسوب کیا ہے ۔ تاکہ وہ اس سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ابطال کر سکیں ۔ حالانکہ ان کی کتب میں ایسا مواد موجود ہے جو تقیہ پر عمل کو باطل قرار دیتا ہے ۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا (علامۃ الایمان ایثار الصدق حیث یخولک) جہاں سچ بولنا نقصان دہ دہاں سچ کو ترہیح دینا ایمان کی علامت ہے ۔ مکینیا اولابان بن عباس وغیرہ کی روایات



روایت آپ سے بیان کی ہے کہ عراق کے خبیث لوگوں کا خیال ہے کہ ہم حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ پر صرف گہری کریں۔ حالانکہ وہ میرے والد ہیں۔ یعنی میری ماں ام فرہ بنت قاسم الفقیہ بن محمد بن ابی بکر ہے اور فرہ کی ماں اسماء بنت عبد الرحمن بنے ابو بکر ہے اور پہلے آپ ایک قول میں کہہ چکے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے مجھے دو دفعہ جنا ہے۔ ایسے ہی اس نے ابو جعفر الباقر سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کی فضیلت کو نہیں جانتا وہ سنت سے بیگانہ ہے۔ اور بعض ائمہ اہلبیت نے کہا ہے کہ خدا کی قسم آپ نے سچ فرمایا ہے اور جو بدعات اور جاہلانہ باتیں پیدا ہوئی ہیں وہ شیعوں اور رافضیوں وغیرہ کی سنت سے جہالت کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔ اور طواریات میں جس کی سند حضرت جعفر بن محمد اور ان کے باپ کی طرف جاتی ہے

لکھا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ہم خطبہ میں آپ کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ اے اللہ ہماری اس طرح اصلاح فرما جیسے تو نے خلفاء راشدین کی اصلاح فرمائی تھی۔ اس پر آپ کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور فرمایا وہ میرے محبوب ابو بکر اور عمرؓ ہیں جو امام ہدایت شیخ الاسلام اور قرشی ہیں۔ حضور علیہ السلام کے بعد ان کی اقتدا کرنے والا بچایا جائے گا۔ اور جو ان کے آثار کی پیروی کرے گا صراط مستقیم کی طرف ہدایت پائے گا۔ اور جو ان سے تمسک کرے گا۔ وہ خدائی

میں بھی اس قسم کی بہت سی باتیں موجود ہیں۔ اس مذہب سے تو یہ بات لازم آتی ہے حضرت زکریاؑ حضرت یحییٰؑ اور حضرت امام حسینؑ کو خدا کے ملا کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تقیہ پر عمل نہیں کیا۔ اور ساری فضیلت ہمد نبوی کے تمام منافقین کو حاصل ہو گئی۔ کیونکہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ تفسیر الوسی میں ان کی تردید میں ان کی اپنی اور اہلسنت کی آواز بیان کی گئی ہیں۔

گروہ میں سے ہوگا۔ یہ اہلبیت کے معتبر اصحاب کی باتیں ہیں جنہیں ان سے اُن ائمہ حفاظ نے روایت کیا ہے جن پر احادیث و آثار کی معرفت اور ان کی متصل اسانید سے صحیح و مقیم میں امتیاز کرنے پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ پس اہلبیت کی رستی کو پھٹنے والا یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے اور ان باتوں سے کیسے روگردانی کر سکتا ہے جو انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی عظمت شان اور ان کی خلافت حقہ پر اعتماد کے بارے میں کہی ہیں۔ اور جن باتوں سے انہوں نے اظہارِ بیزاری کیا اور اپنے حق میں مذمت خیال کیا ہے۔ انہیں ان کی طرف منسوب کرنے سے بھی وہ بُری ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اے لوگو! ہمارے ساتھ اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ خدا کی قسم تمہاری محبت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ مگر اب وہ ہمارے لئے عار بن گئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تم نے اب لوگوں کے پاس ہمارے نقائص بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ یعنی ہماری طرف وہ باتیں منسوب کی ہیں جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پس ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو ان ائمہ پر جھوٹ بولتے اور ان پر جھوٹ اور بہتان سے کئی تہمت لگاتے ہیں۔

# باب سوم

اسے بات کے بیان میں کہ حضرت ابوبکر، تمام امت اور حضرت عمر  
حضرت عثمان اور حضرت علی سے افضل ہیں۔ نیز ان فضائل کا تذکرہ جو  
تنہا حضرت ابوبکر کے متعلق آتے ہیں یا حضرت عمر یا اصحاب ثلاثہ اور  
یا کسی اور کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور اس میں کئی تفصیل ہے



اس میں بالترتیب خلفاء کبریٰ افضلیت اور ساری امت پر شیعین  
کے افضلیت کے تصریح ہو گئے اور شیعوں اور افضیوں کے اس خیال  
کو باطل ثابت کیا جائے گا کہ یہ باتیں انہوں نے تقیہ اور مجبور  
کی بنا پر کہی تھیں۔

اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جس امر پر علمائے امت اور



عظماۓ ملت کا اتفاق ہو چکا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اس امت کے افضل ترین آدمی ہیں اور ان کے بعد حضرت عمرؓ پھر انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اکثر علماء جن میں امام شافعی اور احمد شامل ہیں اور حضرت امام مالک کے متعلق بھی یہ مشہور ہے کہ وہ ان دونوں کے بعد حضرت عثمان کو حضرت علی سے افضل مانتے ہیں۔ اور کوفیوں نے جن میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں بڑے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عثمان سے افضل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفاضل سے توقف کرنا چاہیئے۔

امام مالک کے بارے میں روایت ہے جسے ابو عبد اللہ المازری نے المردون سے بیان کیا ہے کہ حضرت امام مالک سے دریافت کیا گیا کہ ان کے نبی کے بعد کون سا آدمی افضل ہے؟ فرمایا حضرت ابو بکر پھر حضرت عمرؓ پھر اس نے کہا یا اس میں اُسے شک ہوا ہے آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کی اقتدا کی جاتی ہو۔ اور وہ ایک دوسرے پر فضیلت کا اظہار کرتے ہوں۔ اور آپ کا یہ قول کہ اس میں اسے شک ہوا ہے اس سے ان کی مراد اشعری کا وہ قول ہے جو آئندہ بیان ہوگا جس میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو بقیہ امت پر قطعی فضیلت دی گئی ہے۔

اور اس کا یہ توقف کرنا دراصل رجوع کرنا ہے۔ قاضی عیاض سے نے اس سے بیان کیا ہے کہ اس نے حضرت عثمان کی فضیلت کے توقف سے رجوع کر لیا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ یہی موقف اصل ہوگا۔ انشاء اللہ امام الحرمین بھی توقف کی طرف مائل ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عثمان

اور حضرت علی کے بارے میں متعارض خیالات پائے جاتے ہیں۔ اور ابنے عبدالبر نے اہل سنت کے اسلاف کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے جس میں امام مالک، یحییٰ القطان اور یحییٰ بن معین شامل ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں بات کرے اور حضرت علی کو سابق اور صاحب فضل قرار دے۔ وہ سنت پر چلنے والا ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو حضرت عثمان کی شان میں کمی کرے اور حضرت علی کی فضیلت کو نہ جانے وہ مذموم ہے۔ ابن عبدالبر کے خیال میں وہ حدیث جس میں اصحاب ثلاثہ کی شان کو کم بیان کیا گیا ہے۔ وہ اہل سنت کے قول کے مخالف ہے کہ حضرت علی، اصحاب ثلاثہ کے بعد لوگوں سے افضل ہیں۔ یہ مردود قول ہے کیونکہ تفصیل سے سکوت اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ افضل نہیں ہیں، ابو منصور بغدادی کا یہ بیان کہ حضرت علی پر حضرت عثمان کی افضلیت ایک اجماعی بات ہے یہ بات مدخولہ ہے۔ اگرچہ اس سے بعض حفاظ نے اسے نقل کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اس میں اختلاف کی وجہ سے سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ پھر وہ قول جس کی طرف امام اہل سنت ابوالحسن اشعری مائل ہیں کہ حضرت ابوبکر کی فضیلت دوسروں پر قطعی ہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ قول ظنی ہے اور ”ارشاد“ میں امام حریم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور اسی سے صاحب مفہم نے شرح مسلم میں جزم کیا ہے اور اس کی تائید ابن عبدالبر کے اس قول سے ہوتی ہے جو استیعاب میں ہے کہ عبدالرزاق نے معمر سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت عمر، حضرت ابوبکر سے افضل ہیں

تو میں اُسے ڈانٹ نہیں پلاؤں گا۔ اور اسی طرح اگر وہ یہ کہے کہ میرے  
 نزدیک حضرت علی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے افضل ہیں اور ساتھ ہی  
 وہ شیخین کی فضیلت کا ذکر کرے اور ان سے محبت رکھے اور ان کی صحیح  
 تعریف کرے تو میں اُسے بھی زبرد تو بیخ نہیں کروں گا۔ میں نے اس بات  
 کا ذکر و کیع سے کیا تو آپ کو یہ بات اچھی لگی اور آپ نے اسے پسند کیا  
 لیکن ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنے سے یہ ملحوظ نہ رکھا جائے کہ وہ اس کے قائل  
 ہیں۔ ہاں مذکورہ تفصیل ظنی ہے قطعی نہیں۔ اسکی تائید اس حکایت سے ہوتی  
 ہے جسے خطاب نے اپنے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت  
 ابوبکر بہتر ہیں اور حضرت علی افضل لیکن ان میں سے بعض نے کہا ہے یہ تو  
 گنجدک اور گنڈمڈ سا قول ہے کیونکہ بہتر ہونے کے معنی انصافیت کے سوا  
 اور کچھ نہیں۔ لیکن اگر حضرت ابوبکر کے بہتر ہونے سے یہ مراد ہو کہ آپ بعض  
 پہلوؤں سے بہتر ہیں اور حضرت علی بعض دیگر پہلوؤں سے افضل ہیں۔ تو  
 اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ بات کوئی حضرت ابوبکر اور حضرت  
 علی سے ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ بات حضرت ابوبکر اور حضرت ابو عبیدہ کے  
 متعلق بھی کہی جاسکتی ہے۔ بطور مثال یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 امانت میں جس طرح حضرت ابو عبیدہ کو مخصوص فرمایا ہے۔ اس طرح حضرت  
 ابوبکر کو نہیں فرمایا۔ اس لحاظ سے حضرت ابو عبیدہ حضرت ابوبکر سے بہتر  
 ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ بعض دفعہ مفسول میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں جو  
 فاضل میں موجود نہیں ہوتیں۔ اگر شیخ خطاب کا مطلب یہ ہو کہ حضرت  
 ابوبکر تو علی الاطلاق افضل ہیں۔ مگر حضرت علی میں بھی ایسی خوبیاں موجود ہیں



جو حضرت ابو بکر میں نہیں پائی جاتیں تو ان کی بات درست ہے اور اگر یہ مفہوم مراد نہیں تو ان کا کلام انتہائی گنجدک اور اس شخص کے بھی خلاف ہے جس کی اس نے مدد کی ہے بلکہ یہ ایک بے فائدہ اور ناقابل فہم بات ہے۔ اگر آپ کہیں کہ ابن عبد البر کا قول کہ سلف نے حضرت ابو بکر اور حضرت علی کی فضیلت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اس قول کے منافی ہے۔ جسے آپ پہلے پیش کر چکے ہیں کہ حضرت ابو بکر کی افضلیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اس سے پہلے اس کا یہ قول جو حضرت سلمان، حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت خباب، حضرت جابر، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں اور ان بزرگوں نے انہیں دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

تو اس کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ ابن عبد البر سے جو یہ بات بیان کی گئی ہے کہ سلف نے ان کی فضیلت کے بارے میں اختلاف کیا ہے یہ ایک عجیب و غریب بات ہے۔ اور وہ اس کے بیان میں ان لوگوں سے منفرد ہے جو اس سے حفظ و اطلاع میں کہیں بڑھ کر ہیں پس اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی فضیلت اور دوسرے صحابہ پر ان کی تقدیم کے اجماع کی روایت کرنے والی اکابر ائمہ کی وہ جماعت ہے جس میں حضرت امام شافعی بھی شامل ہیں۔ جیسے کہ بیہقی نے ان سے بیان کیا ہے۔ جن لوگوں نے ان میں سے اختلاف کیا ہے انہوں نے حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اگر بطور تنزیل

تسیم کر لیا جائے کہ ابن عبدالبر نے وہ بات یاد رکھی ہے جسے کوئی دوسرا یاد نہیں رکھ سکا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کے شاذ ہونے کی وجہ سے اس سے اعراض کیا ہے۔ کیونکہ مخالف شذوذ پر جرح قدح نہیں کی جاتی یا اس خیال سے کہ یہ اجماع کے انعقاد کے بعد کی بات ہے جو مردود حیثیت کی حامل ہے۔ ابن عبدالبر کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ حسنین پر شیخین کی تفضیل کے بارے میں پختہ اجماع ہو چکا ہے۔ اور یہ جو بعض متاخرین کی طرف سے ابن سبکی کی طبقات الکبریٰ میں حسنین کی تفضیل کے بارے میں آیا ہے کہ وہ آپ کا ٹکڑا ہیں۔ تو یہ بات اس کے منافی نہیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مفضل میں ایسی خوبی پائی جاسکتی ہے جو فاضل میں موجود نہ ہو۔ یہ تفضیل کثرت ثواب کے لئے نہیں بلکہ شرف مزید کے لئے ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو وہ شرف حاصل ہے جو خود شیخین کی ذات میں موجود نہیں۔ لیکن ان کا وجود اسلام اور مسلمانوں کے لئے ثواب اور نفع کے لحاظ سے بہت بڑا ہے اور آپ کی اولاد میں دوسروں کو چھوڑ کر ان دونوں سے بھی زیادہ صاحب حیثیت اور زیادہ متقی آدمی ہو سکتا ہے۔ اور ابن عبدالبر نے جو دوسری بات اس جماعت کے بارے میں بیان کی ہے کہ وہ علی الاطلاق حضرت علی کو حضرت ابو بکر سے افضل سمجھتے ہیں۔ اس قول کی بنیاد ان کے مقدم فی الاسلام ہونے پر ہے۔ یا ان کی مراد یہ ہے کہ حضرات شیخین اور حضرت عثمان کو چھوڑ کر باقی لوگوں سے حضرت علی افضل ہیں۔ کیونکہ اس پر صریح اور صحیح دلائل موجود ہیں اگر آپ کہیں کہ اس اجماع کا مستند کیا ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ اجماع ہر شخص پر حجت ہے۔ خواہ وہ اس کے مستند سے ناواقف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو منالالت پر اجماع کرنے سے محفوظ رکھا ہوا ہے

اور اس کی دلیل بلکہ تصریح خدا تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ  
 وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُوْمِنِيْنَ لُوْلَهٗ مَا تُوْلٰى وَنُصْلَهٗ جَهَنَّمُ وَاَسَا عَت  
 مُصِيْرًا

اور اسی طرح انہوں نے اس ترتیب کے ساتھ ان کے استحقاق  
 خلافت پر بھی اجماع کیا ہے۔ لیکن یہ بات قطعی ہے جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو  
 چکا ہے۔

اگر آپ کہیں کہ اس ترتیب کے مطابق ان کی تفصیل کیوں قطعی  
 نہیں جبکہ اشعری کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے۔ تو میں جواب دوں گا کہ  
 حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں تو اختلاف ہے جیسے کہ پہلے بیان  
 ہو چکا ہے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور پھر دیگر لوگوں کے بارے میں اگر  
 وہ اجماع کریں تو بھی اجماع کے حجت قطعی ہونے میں اختلاف ہے۔ اکثر لوگوں  
 کا مذہب یہ ہے کہ اجماع مطلقاً حجت قطعی ہے۔ اس لئے اُسے تمام دلائل پر  
 مقدم کیا جائے گا۔ اور کوئی دلیل اس کا معارضہ نہ کر سکے گی اور اس کے  
 مخالف کی تکفیر، تفصیل اور تبدیع کی جائے گی۔ امام رازی اور آمدی نے  
 کہا ہے کہ اجماع مطلقاً غلطی ہے اور اس تفصیل میں حق بات یہی ہے اور جس  
 پر معتبر حضرات کا اتفاق ہے کہ اجماع حجت قطعی ہے اور اجماع سکوتی کی طرح  
 اس میں اختلاف نہیں۔ اور وہ اجماع جس کو اس کا مخالف رد کر دے وہ غلطی  
 ہوتا ہے۔

آپ ہمارے بیان سے سمجھ گئے ہوں گے کہ اس اجماع کا کوئی شاذ  
 ہی مخالف ہو گا اگرچہ اس قسم کا اختلاف اجماع میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن وہ اجماع  
 سے کم درجہ کا ہوتا ہے جس کا کوئی مخالف نہ ہو پس پہلا اجماع غلطی ہے اور یہ قطعی



اس لئے اشعری کے مخالفین کے قول کو ترجیح حاصل ہے کہ یہاں اجماع ظنی ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ اس کے مناسب حال ہے، حقیقت یہ ہے کہ اصولیوں کے نزدیک مذکورہ تفصیل ہی درست ہے اور اشعری بھی ان اکثرین میں شامل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اجماع حجت قطعی ہے۔

اور اس بات کی تائید کہ یہاں اجماع ظنی ہے یہ ہے کہ اجماع کمر نے دالوں نے مذکورہ افضلیت کو قطعی قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ ان کے بارے میں فقط ظن کیا ہے۔ جیسا کہ ائمہ کی عبارات اور اشارات سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہاد کی ہے۔ اور اسکا مستند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو اپنے نبی کی خلافت اور اس کے دین کے قیام کے لئے چن لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقام، خلافت کی ترتیب کے لحاظ سے ہی ہے۔ ایسے ہی حضرت ابو بکر اور حضرت علی وغیرہ کے بارے میں متعارض نصوص آئی ہیں۔ جن کی تفصیل مضامین کی بحث میں آئے گی۔ لیکن وہ بھی قطعی نہیں کیونکہ وہ سب کی سب متعارض ہونے کے ساتھ ساتھ احاد اور ظنی الدلالہ ہیں۔ اور اسباب ثواب کا بکثرت اختصاص اس بات کا موجب نہیں کہ وہ قطعی افضلیت کو مستلزم ہے۔ بلکہ ظنی افضلیت کا باعث ہے۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے فضیلت دیا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ مطیع کی بجائے دوسرے کو ثواب دے دے اور ثبوت امامت خواہ قطعی ہو وہ افضلیت کی قطعیت کو فائدہ بخش نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ غایت درجہ تک ظن کو مفید ہے۔ کیونکہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے بطلان پر کوئی قطعی دلیل نہیں۔ لیکن ہم نے سلف کو دیکھا کہ وہ انہیں فضیلت دیتے ہیں

اور ہمارا حسن ظن ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہے کہ اگرچہ انہیں اس کے متعلق کوئی دلیل معلوم نہیں ہوئی۔ ورنہ وہ اسے اس پر منطبق کرتے پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے اور اس میں جو حق بات ہے اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔

آمدی کہتے ہیں کہ تفضیل سے مراد یہ ہے کہ شیخین میں سے ایک کو دوسرے کے مقابلہ میں ایسی فضیلت کے ساتھ مختص کرنا جس کا دوسرے میں وجود تک نہ پایا جاتا ہو۔ جیسے عالم اور جاہل یا تو یہ فضیلت اس میں زیادہ ہوگی۔ جیسے اعلم ہونا، اور یہ بھی صحابہ میں فیصلہ شدہ بات ہے کہ جب ایک فضیلت کا اختصاص ایک سے ہو جائے تو اس میں کسی دوسرے کی مشارکت کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔ اور عدم مشارکت کی صورت میں کسی اور فضیلت کے ساتھ دوسرے کا اختصاص ممکن ہوگا۔ اور کثرت فضائل سے اس احتمال کی بناء پر ترجیح نہ ہوگی کہ ایک فضیلت بہت سے فضائل سے بھی ارجح ہو سکتی ہے یا تو ذاتی شرف کی زیادتی کی وجہ سے یا کثرت میں زیادتی کی وجہ سے پس اس معنی کی رو سے افضلیت پر جزم نہیں کیا جاسکتا۔ اور حقیقت میں فضیلت وہ ہے جو اللہ کے ہاں ہو اور اس پر ہوا کے وحی کے مطلع نہیں ہوا جاسکتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف کی ہے مگر اس سے فضیلت کی حقیقت متحقق نہیں ہوتی۔ کیونکہ کوئی قطعی دلیل متن اور سند کے لحاظ سے موجود نہیں۔ سوئے زبانہ وحی کے ان مشاہدہ احوال کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کے ساتھ ایسے قرائن سے ظاہر ہوئے جو اس وقت تفضیل پر دلالت کرتے تھے۔ بخلاف

اس کے جس نے یہ سب کچھ نہیں دیکھا۔ ہاں ہمارے پاس سنی سنائی باتیں

پہنچی ہیں۔ جنہوں نے ہمارے وطن کو اس ترتیب کے ساتھ اس تفصیل پر  
پختہ کر دیا ہے۔ کیونکہ اس کا افادہ صریحاً یا استنباطاً معلوم ہو رہا ہے اور  
فضائل میں اس کا بیان مبسوط طور پر آئے گا اور اس کی تائید گزشتہ بیان  
سے بھی ہوتی ہے کہ الحق بالخلافت کے اجماع سے افضلیت پر اجماع لازم  
نہیں آتا کیونکہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عثمان حضرت  
علی سے الحق بالخلافت ہیں۔ حالانکہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ان دونوں  
میں سے افضل کون ہے اور یہ مقام بعض بے سمجھ لوگوں پر مشتمل ہو گیا ہے  
اور انہوں نے خیال کر لیا ہے کہ اصولیوں میں سے جن لوگوں نے یہ کہا ہے  
کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت وطن سے ثابت ہے نہ کہ قطعیت سے، اس سے  
یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی خلافت بھی غلطی ہی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جہاں

ان لوگوں نے اس بات کی صراحت کی ہے وہاں ساتھ ہی یہ صراحت بھی  
موجود ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت قطعی ہے۔ پس بعض لوگوں کا یہ وطن کیسے  
پایا جاسکتا ہے نیز آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت  
قطعیت سے ثابت ہے۔ حتیٰ کہ غیر اشعری بھی شیعوں اور افضلیوں کے  
اعتقاد کی بنا پر ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت علی سے روایت ہے  
اور وہ ان کے نزدیک معصوم ہیں اور معصوم پر جھوٹ باندھنا جائز نہیں  
ہوتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر افضل الائمہ ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت آپ سے آپ کی خلافت اور حکومت

اے ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث حضرت علی سے متواتر ہے اور ابن عساکر نے بھی  
حضرت عمر سے ایسے ہی بیان کیا ہے



کے زمانے میں بھی تو اتر سے بیان ہوتی رہی اور آپ کے شیعوں کے جم غفیر میں بھی، پھر آپ نے اس کی صحیح اسانید کو مبسوط طور پر بیان کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے اسی سے زیادہ آدمیوں نے حضرت علی سے روایت کیا ہے اور ان میں ایک جماعت بھی شامل ہے۔ پھر فرمایا اللہ را فضیوں کا بُرا کرے کہ یہ کس قدر جاہل لوگ ہیں۔

اور بخاری میں جو آپ سے روایت آئی ہے وہ اس کو مدد دیتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر سب سے بہتر ہیں۔ پھر حضرت عمر، پھر ایک اور آدمی کا آپ نے نام لیا۔ تو آپ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے کہا، پھر آپ! فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں۔ ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور دوہرٹل نے اور طرق سے اسے حضرت علی سے روایت کیا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ لوگو! سنو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتے ہیں۔ پس جس کو میں نے ان دونوں پر فضیلت دیتے پایا وہ مفتری ہے اور اسے مفتری کی سزا ملے گی۔ سنو! اگر میں اس بارے میں پہل کرتا تو سزا دیتا۔ لیکن میں پہل کرنے سے پہلے سزا دینا پسند نہیں کرتا۔

دارقطنی نے آپ سے بیان کیا ہے کہ جس کسی کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر فضیلت دے رہا ہے میں اس پر مفتری کی حد جاری کروں گا۔ اے

اے ابن عساکر نے بھی اس روایت کو ایسے ہی بیان کیا ہے۔

اور امام مالک نے حضرت جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ  
امام باقر سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر کے پاس کھڑے  
ہو کر جبکہ وہ چادر لپیٹے ہوئے تھے، کہا کہ مجھے زمین و آسمان میں اس شخص سے  
زیادہ محبوب کوئی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صحیفہ میں اس چادر  
میں لپیٹے ہوئے شخص کی وجہ سے احکام اتارے ہیں اور ایک صحیح روایت  
میں ہے کہ آپ نے، جبکہ وہ چادر اوڑھے ہوئے تھے انہیں صلی اللہ علیہ  
کہا اور آپ کے لئے دعا کی۔

سفیان نے ایک روایت میں کہا ہے کہ امام باقر سے کہا گیا  
کیا غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنا منع نہیں فرمایا میں نے ایسے ہی سنا ہے معلوم  
ہوتا ہے کہ حضرت علی عملاً عدم کراہت کے قائل تھے کیونکہ حضور علیہ السلام  
کا قول ہے اللہم صل علی آل ابی اوفیٰ اور ابوبکر آجری نے ابو حمیفہ  
سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی کو کوفہ کے منبر پر فرماتے سنا کہ  
اس امت کے نبی کے بعد بہترین آدمی ابوبکر ہیں اور اس کے بعد عمر۔

حضرت ابو ذر سہروردی نے متنوع طرق سے اور دارقطنی وغیرہ  
نے حمیفہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے گھر گیا اور میں  
نے کہا اے وہ شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے  
بہتر ہے تو آپ نے فرمایا ابو حمیفہ ذرا ٹھہرو کیا میں آپ کو بتاؤں کہ  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی کون ہے وہ حضرت  
ابوبکر اور حضرت عمر ہیں۔ ابو حمیفہ تیرا بڑا ہو۔ کسی مومن کے دل میں میری  
محبت اور ابوبکر اور عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

اور محمد بن حنفیہ کی روایت سے جو انہوں نے آپ ہی سے

بیان کی ہے۔ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے ان دونوں کے متعلق خیر امت ہونے کا انہیں بتایا تھا۔ اور یہ قول حضرت علی سے طرق کثیرہ سے بیان ہوا ہے۔ اور جو شخص ان طرق کا تتبع کرے گا اُسے یقین حاصل ہو جائے گا کہ یہ قول حضرت علی ہی کا ہے۔ اور رافضیوں وغیرہ کے لئے بھی ممکن نہیں ہو سکا کہ وہ اس قول کے بارے میں یہ کہہ سکیں کہ یہ حضرت علی کا قول نہیں۔ اس کا انکار تو کوئی آثار سے جاہل شخص ہی کر سکتا ہے اگر اب انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ حضرت علی نے یہ بات تقیہ کے طور پر کہی تھی اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ جھوٹ اور افترا ہے اُنہندہ بھی اس کا بیان آئے گا۔ اس موقع پر سب سے احسن بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہی ہے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ ابو جحیفہ حضرت علی کو افضل الامۃ خیال کرتا تھا آپ نے سنا کہ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بہت مغموم ہوئے۔ حضرت علی اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے گھر لائے اور فرمایا ابو جحیفہ تجھے کس بات کا غم ہے۔ تو اس نے آپ کو ساری بات بتائی آپ نے فرمایا کیا میں تجھے خیر امت کے متعلق بتاؤں۔ اس امت کا بہترین آدمی ابو بکر ہے، پھر عمر۔ ابو جحیفہ کہتے ہیں جب حضرت علی نے یہ بات مجھے بالمشافہہ کہی تو میں نے اللہ سے عہد کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں۔ اس حدیث کو نہیں چھپاؤں گا۔ اور شیعوں اور رافضیوں کا یہ کہنا کہ حضرت علی نے یہ بات تقیہ کے طور پر کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افترا ہے۔ اور معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی یہ تصور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ بات آپ نے علیحدگی میں اپنے زمانہ خلافت میں کہی ہے۔ پھر آپ نے اسے کوفہ کے منبر پر بھی بیان فرمایا ہے اور کوفہ میں آپ اہل بصرہ کی جنگ سے فراغت کے بعد تشریف لائے ہیں اور



یہ بات نہایت قوی اور زبردست نافذ ہونے والا حکم ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ بات حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی وفات کے لمبا عرصہ بعد کہی ہے بعض اہل بیت نے اس بات کے تذکرہ کے بعد کہا ہے کہ اس قسم کے منحوس تقیہ کا وقوع کیسے سمجھ میں آسکتا ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں نے اکثر اہل بیت نبوی کے عقائد کو اظہار محبت و تعظیم کے پردے میں خراب کر دیا ہے اور وہ ان کی تقلید کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ دنیا کی عزیز ترین چیز بلند شرف آدمی ہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے اہل بیت کی مصیبت بڑھ گئی ہے اور اول و آخر ان پر بھی مصیبت بنے گی حضرت امام باقر نے کس خوبصورتی سے اس منحوس تقیہ کا ابطال کیا ہے۔ جب آپ سے شیخین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا میں ان سے دوستی رکھتا ہوں۔ تو آپ سے کہا گیا لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بات آپ تقیہ کے طور پر کہہ رہے ہیں فرمایا۔ زندوں سے ڈرا جاتا ہے نہ کہ مردوں سے، اللہ تعالیٰ ہشام بن عبد الملک کے ساتھ اس طرح سلوک کرے۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اس امام کا احتجاج کس قدر واضح ہے جس کی جلالت و فضیلت پر سب کا اتفاق ہے۔

بلکہ یہ شقی لوگ تو انکی عصمت کے دعویدار ہیں پس جو آپ نے فرمایا وہ تو صدق کو واجب کرنے والا ہے۔ پھر اس منحوس تقیہ کے بطلان کی تصریح کرتے ہوئے آپ نے ان کے سامنے یہ استدلال پیش کیا ہے کہ شیخین کی وفات کے بعد ان سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ انہیں کوئی سطوت حاصل نہیں پھر آپ نے ہشام کے لئے بددعا کر کے اس کو واضح کیا۔ ہشام آپ کے زمانے کا بڑا صاحب شوکت بادشاہ تھا۔ جب آپ

اس سے نہیں ڈرے حالانکہ اس کی سطوت و حکومت اور قوت و قہر سے خوف کھایا جاتا تھا تو آپ ان سے کیسے خوف کھا سکتے ہیں جو وفات پا چکے ہیں اور انہیں کوئی سطوت و شوکت بھی حاصل نہیں۔ جب امام باقر کا یہ حال ہے تو حضرت علی کے بارے آپ کا کیا خیال ہے۔ جبکہ ان کے اور امام باقر کے درمیان اقدام، قوت، شجاعت، سخت جنگ کرنے اور کثرت تعداد و تیاری میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خائف نہ تھے۔ اور اس کے ساتھ آپ سے صحیح بلکہ تو اتر کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ نے شیخین کی مدح و ثنا کی ہے اور انہیں خیر امت قرار دیا ہے اور امام مالک نے اشریح صحیح میں جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے باپ امام باقر سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی، حضرت عمر کے پاس سے کھڑے ہوئے اور وہ اپنے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے متعلق جو کچھ کہا وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت علی کو یہ بات تقیہ کے طور پر کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور امام باقر کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے بیٹے جعفر صادق کو تقیہ کے طور پر بات کہیں اور امام جعفر صادق کو کیا ضرورت تھی کہ امام مالک کے پاس تقیہ بیان کریں۔ آپ غور فرمائیں کہ ایک عقلمند آدمی اس قسم کی صحیح اسناد کو کیسے ترک کر سکتا ہے۔ اور کیسے ایک غلط بات کیلئے اسے تقیہ پر محمول کر سکتا ہے۔ یہ فقط ان کی جہالت، غباوت، حماقت اور جھوٹ ہے۔ بعض شیعہ انصاف پسند جیسے عبدالرزاق سے اس نے کیا اچھا طریقہ اختیار کیا ہے وہ کہتا ہے میں شیخین کو اس لئے فضیلت دیتا ہوں کہ خود حضرت علی نے اپنے آپ پر انہیں فضیلت دی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو میں انہیں فضیلت نہ دیتا۔ اس منحوس تقیہ کے دعویٰ میں جو باتیں انہیں جھوٹا قرار دیتی ہیں ان میں وہ روایت بھی ہے جسے

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تو سفیان بن حرب نے بلند آواز سے حضرت علی سے کہا اے علی! اس معاملہ میں قریش کا ذلیل ترین گھرانہ آپ پر غالب آ گیا ہے اگر آپ چاہیں تو خدا کی قسم میں سواروں اور پیادوں کو اس کے خلاف لے کر آجاؤں تو حضرت علی نے فرمایا اے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن! اس نے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ پس ان کے اس خیال اور افترا پر داری کا بطلان معلوم ہو گیا کہ حضرت علی نے تقیہ اور مجبوراً بیعت کی تھی اور جو کچھ وہ خیال کرتے ہیں اگر اس میں کچھ تھوڑی سی بات بھی صحیح ہوتی اور حضرت علی کی طرف سے مشہور ہوتی تو اُسے چھپانے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ دارقطنی نے تو اُسے روایت کر کے اس کے معنی بھی بہت سے طرق سے بیان کئے ہیں۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو بھاڑا اور جان کو پیدا کیا ہے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہوتا تو خواہ میرے پاس چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ میں اس کے لئے ضرور کوشش کرتا۔ اور ابو تمّافہ کے بیٹے کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر ایک سیڑھی بھی نہ پڑھنے دیتا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اس کے مقام کو دیکھ لیا اور اُسے کہا کہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا۔ مگر مجھے آپ نے چھوڑ دیا تو ہم اس سے اپنی دنیا کے لئے اسی طرح راضی ہو گئے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لئے اس سے راضی ہوئے۔ اور اس کا مزید بیان حدیث من کنت مولا ۵ فعلی مولا ۵ کے پانچویں جواب اور دوسرے باب اور دیگر مقامات پر گزر چکا ہے۔ اسے دیکھنے سے دیکھ لیجئے کیونکہ یہ اہم بات ہے۔ اور حضرت علی کی طرف تقیہ منسوب کرنے سے جو مفاسد



برائیاں اور عظیم قباحتیں لازم آتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ بزدل ذلیل اور مقہور آدمی تھے۔ اللہ آپ کو ایسی باتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ جب آپ کو خلافت ملی تو آپ کا باغیوں کے ساتھ جنگیں کرنا اور ہزاروں کو دعوت مبارزت دینا ایسے امور ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان احمقوں اور غالیوں نے جو باتیں آپ کی طرف منسوب کی ہیں وہ قطعی طور پر جھوٹ ہیں حالانکہ باغیوں کو اس وقت بڑی قوت و شوکت حاصل تھی۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ نبوایہ اسلام اور جاہلیت دونوں زمانوں میں قریش میں شوکت اور کثرت کے لحاظ سے بہت بڑے تھے۔ اور ابوسفیان بن حرب جنگ اہل اور جنگ احزاب اور دیگر جنگوں میں مشرکین کا لیڈر تھا۔ اور اس نے حضرت ابوبکر کی بیعت کے وقت حضرت علی سے وہ بات کہی تھی جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ اور آپ نے اس کی تردید کرتے ہوئے اُسے بُری طرح رگیدا تھا۔ اور بنو تیم اور بنو عدی کے لوگ قریش کے کمزور ترین قبیلے تھے اور انہیں قبیلوں سے شیخین تعلق رکھتے تھے۔

پس حضرت ابوبکر کی بیعت کے وقت حضرت علی کا سکوت اختیار کرنا اور مخالفین کے خلاف تلوار اٹھانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ حق کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ اور شجاعت کے نہایت بلند مقام پر تھے۔ اور اگر ان کے پاس امر خلافت کے متعلق حضور علیہ السلام کی کوئی وصیت ہوتی تو آپ اسے نافذ کرتے خواہ آپ کے سر پر تلوار سونتی ہوتی۔ اس بات سے وہی شخص شک کر سکتا ہے جو ان کے بارے میں ایسا ویسا اعتقاد رکھتا ہے مگر آپ اس سے بالکل بری ہیں۔

کیونکہ جب وہ اپنے معاملے ہی میں ہمیشہ مضطرب رہے تو چاہے آپ نے کہا ہے۔ اس میں خوف اور ترقیہ کی وجہ سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔

کیونکہ جب تو جو کچھ بھی آپ نے کہا ہے اس میں خوف اور تقیہ کی وجہ سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔ یہ بات شیخ الاسلام امام غزالی نے فرمائی ہے اور بعض دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ اس میں بھی بُری اور قبیح باتیں لازم آتی ہیں مثلاً ان کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے سوا کسی کو امامت کے لئے مقرر نہیں فرمایا، مگر حضرت علی کو اس سے روک دیا گیا اور آپ نے تقیہ کے طور پر کہا کہ حضرت ابو بکر کو امیر بنا لو تو اس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے حضور علیہ السلام سے بیان کیا ہے وہ سب تقیہ ہی ہے اور یہ بات اثبات عصمت کے لئے کچھ بھی فائدہ مند نہیں۔

ایسے ہی حضرت علی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ امام شافعی سے کہا گیا کہ لوگوں کو حضرت علی کی لاپرواہی نے ان سے دور کر دیا ہے تو حضرت امام شافعی نے جواب دیا وہ زاہد آدمی تھے اور زاہد دنیا اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور عالم بھی تھے اور عالم بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ شجاع تھے اور شجاع بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ شریف تھے اور شریف بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس روایت کو بیہقی نے بیان کیا ہے اگر فرض کے طور پر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ نے یہ بات تقیہ ہی ہے تو پھر بھی آپ نے اپنی ولایت کے تقاضوں کو باقی رکھا ہے۔ حالانکہ آپ نے خلوت میں اور خلافت کے زمانہ میں منبر پر کھڑے ہو کر جبکہ آپ کو انتہائی قوت حاصل تھی شیخین کی ولایت کی تعریف کی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ پس اس بات سے غافل نہ ہو۔

ابو ذر ہر دی اور دارقطنی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو شیخین کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس نے

حضرت علیؓ کو اس بات کی خبر دی۔ اور کہا ان لوگوں کا خیال ہے کہ جس بات کا وہ اعلان کر رہے ہیں۔ وہی آپؐ کے دل میں بھی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ یہ حیرات نہ کرتے تو حضرت علیؓ نے فرمایا میں اس خیال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شیخین پر رحمت فرمائے۔ پھر آپؐ نے اٹھ کر اس منجر کا ہاتھ پکڑا اور اسے مسجد میں لے گئے اور منبر پر چڑھ کر اپنی سفید ریش کو ہاتھ میں پکڑا اور آپؐ کے آنسو آپؐ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ آپؐ صحن کو دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر آپؐ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس میں آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں، وزیروں، اسماعیلوں، قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے والدین کا ذکر بُرے رنگ میں کرتے ہیں۔ میرا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں اور جو وہ کہتے ہیں میں اس سے بُری ہوں اور اس پر انہیں سزا ملے گی۔ شیخین نہایت متانت اور وفاداری سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور اہل المہاجر کے امور بھی نیز فیصلہ کرنے اور سزا دینے میں بھی انہوں نے سنجیدگی اختیار کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کی رائے کو ان کی رائے کے برابر نہ سمجھتے تھے۔ اور نہ ہی ان جیسی کسی سے محبت کرتے تھے۔ جب آپؐ نے وفات پائی تو آپؐ بھی اور مسلمان بھی ان سے راضی تھے۔ پس مسلمانوں نے ان کے معاملہ اور سیرت کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے تجاوز نہیں کیا اور نہ ہی آپؐ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپؐ کے حکم سے سرتابی کی ہے۔ اسی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر اپنا رحم فرمائے۔ اس ذات کی قسم جو انے کو بھاڑتا اور جان کو پیدا کرتا ہے۔ ان سے صاحب فضیلت مومن محبت کرتا



ہے اور شقی اور دین سے نکل جانے والا آدمی ان سے بغض اور مخالفت رکھتا ہے۔ ان کی محبت قرب کا باعث ہے۔ اور ان کا بغض اللہ سے دور کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے اس بات کا ذکر کیا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور وہ علی کے مرتبے سے بھی اگاہ تھے۔ پھر آپ نے ذکر کیا کہ میں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی۔ پھر آپ نے بتایا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا۔ پھر فرمایا لوگو اس بات کو سن لو، اگر مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ فلاں آدمی کہہ رہا ہے کہ میں ان سے بغض رکھتا ہوں تو میں اُسے مفری کی حد لگاؤں گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ شیخین کو برا بھلا کہنے کی انہوں نے اس لئے جرات کی ہے کہ وہ اس معاملہ میں آپ کو پناہم خیال سمجھتے ہیں۔ اس نظریہ کے حاملین میں ایک عبداللہ بن سبا بھی ہے جس نے سب سے پہلے اس

اے۔ ابن عساکر نے تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ اصل میں یمنی ہے اور ایک سیاہ فام لونڈی کا بیٹا ہے۔ یہ یہودی تھا اور اس نے اظہار اسلام کر کے مسلمانوں کے شہروں کا دورہ کیا۔ تاکہ انہیں اُمہ کی اطاعت سے روگردان کر دے اور ان میں شرم پیدا کر دے۔ اس کام کیلئے وہ دمشق آیا۔ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اس کے متعلق بیان کیا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت علی اور آپ کے بیٹوں کی خلافت کو منصوص قرار دیا۔ اور حضرت علی کی رجعت اور یہ کہ ان میں الوہیت کا جز ہے۔ اور یہ کہ وہ بادلوں میں آئیں گے، کا نیا شاخسانہ اسی نے گھڑا ہے۔ مفری کہتے ہیں کہ ابن سبا سے رافضیوں میں کئی قسم کے غالی پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے

رائے کا اظہار کیا تو حضرت علی نے فرمایا میں ان کے متعلق اپنے دل میں ایسے خیالات رکھنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ جو شخص ان کے متعلق خوبی اور اچھائی کے سوا کوئی اور بات اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ آپ عنقریب اس بیان کو ملاحظہ فرمائیں گے۔ انشاء اللہ، پھر آپ نے ابن سبا کی طرف آدمی بھیجا جو اُسے مدائن لے گیا۔ تو اس نے کہا کہ یہ مجھے کسی شہر میں طمکنے نہیں دیتے۔ ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ابن سبا یہودی تھا۔ جس نے اظہار اسلام کیا تھا۔ اور روافض کے ایک گروہ کا بڑا لیڈر تھا اور ان لوگوں کو حضرت علی نے اس وقت نکالا تھا جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علی میرے ابوہریرت یا بی جاتی ہے۔

دابر قطنی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کو خبر پہنچی کہ ایک آدمی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر حرف گیری کر رہا ہے۔ آپ نے

جواز سے مسلمانوں کے دوسرے شہروں میں جاتا تھا مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر اس نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق سازش تیار کی اور ۳۳ھ میں بصرہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عامر نے اس کی بُری باتوں کی وجہ سے اُسے وہاں سے نکال دیا تو وہ کوڑہ چلا گیا۔ وہاں سے بھی اُسے نکال دیا گیا تو مصر چلا گیا اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ اور اپنے داعیوں کو شہروں میں پھیلا دیا۔ اور انہیں شہروں میں سے جو آدمی اس کی طرف مائل ہوا اُسے لکھا کہ اپنے حاکموں پر عیب لگاؤ۔

ملاحظہ فرمائیے: عبرالتاریخ از کوثری

اُسے حاضر ہونے کا حکم دیا اور اس کے سامنے شیخین کے عیوب پیش کئے تاکہ وہ تسلیم کرے کہ میں یہ باتیں کہہ رہا تھا وہ اس بات کو سمجھ گیا تو آپ نے اُسے فرمایا خدا کی قسم جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر میں وہ باتیں جو مجھے پہنچی ہیں تجھ سے سن لیتا اور اس پر شہادت بھی بل جاتی تو میں تیرے ساتھ اس طرح سلوک کرتا جب یہ ثابت ہو گئی ہے تو اہل بیت نبوی کے یہی نمایان شان ہے کہ وہ اس معاملہ میں سلف کی اتباع کریں۔ اور رافضیوں اور شیعہ نمایوں نے عناد و غیارت اور جہالت سے جو قبیح باتیں ان کی طرف منسوب کی ہے۔ ان سے اصرار کریں۔ اور ان تمام باتوں سے احتیاط اختیار کریں جو یہ لوگ ان کے بارے میں کہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت ابو بکر حضرت علی سے افضل ہیں۔ وہ کافر ہے۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ امت صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے ائمہ دین، علمائے شریعت اور عوام کی تکفیر پر ان کو بچہ کر دیں اور یہ کہ ان کے سوا اور کوئی مومن نہیں اور یہ بات قواعد شریعت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔ اور کتب مسندت اور حضور کی شہادت اور صحابہ اور اہل بیت کی باتوں پر عمل کرنے کو باطل قرار دیتی ہے۔ جبکہ تمام احادیث اور اخبار و آثار کے راوی اور حضور علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر ہر دور میں قرآن کے ناقل، صحابہ، تابعین اور علمائے دین ہی رہے ہیں۔ اور رافضیوں کی قسم کے لوگوں کی کوئی روایت اور روایت موجود نہیں جس سے وہ فروع شریعت کو معلوم کر سکیں۔ ان کا بڑے سے بڑا کام یہ ہے کہ کسی سند میں کوئی رافضی یا اس قسم کا کوئی آدمی آگیا ہے۔ اور ان کی روایت کے قبول کرنے میں جو اعتراضات ہیں وہ ائمہ اشرار اور ناقدرین سنت میں مشہور



ہیں اور جب یہ لوگ صحابہ اور تابعین وغیرہ پر عیب لگاتے ہیں تو دراصل قرآن و سنت پر عیب لگاتے اور ساری شریعت کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ اور اس طرح یہ معاملہ زمانہ جاہلیت کے جاہلوں کا سا ہو جاتا ہے۔ اور اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور عذاب الیم اور عظیم ناراضگی ہو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی پر افترا کرتا ہے جس سے البطلان شریعت اور ہدم شریعت تک نوبت پہنچتی ہے۔ پس ایک عقلمند کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ وہ امت محمدیہ کے سوا داغظم کے متعلق جو شہادتیں کانٹا کرتا اور شریعت کو قبول کرتا بغیر کسی موجب کفر کے، کفر کا اعتقاد رکھے فرض کرو کہ نفس الامر میں حضرت علی، حضرت ابوبکر سے افضل ہیں۔ لیکن کیا حضرت ابوبکر کی افضلیت کے قائل معذور نہیں۔ کیونکہ انہوں نے یہ بات دلائل صریحہ کی بناء پر کہی ہے۔ اور وہ مجتہد ہیں اور مجتہد جب غلطی کرے تب بھی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ پس ان کی تکفیر کیسے کی جا سکتی ہے۔ جبکہ یہ متفقہ بات ہے کہ تکفیر ضروریات دین کے عنادی انکار سے ہوتی ہے۔ جیسے نماز اور روزے کا انکار کرنا لیکن جو بات نظروں سے استدلال کی محتاج ہو اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا خواہ اس کے اختلاف پر اجماع ہو۔ پس اہلسنت والجماعت کے انصاف پر غور کرو۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے رذائل، جہالت، عناد، تعصب اور غباوت سے پاک قرار دیا ہے۔ ہم ان لوگوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے جو حضرت علی کو، حضرت ابوبکر پر فضیلت دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ ہمارے نظریہ کے خلاف ہے۔ اور ہمارا ہر زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اس پر اجماع رہا ہے جیسا کہ اس باب کے آغاز میں بیان ہو چکا ہے۔ بلکہ ہم نے ان کے لئے ایسا عذر قائم کر دیا ہے جو تکفیر سے مانع ہے۔ اور امت میں سے جو شخص انفضیوں

کی تکفیر کرتا ہے تو وہ ان کے دیگر بُرے کاموں کی وجہ سے کرتا ہے۔ جو انہوں نے ساتھ ملائے ہیں۔ پس اس انسان کی تکفیر سے بچو۔ جس کا دل ایمان سے لبریز ہے اور جاہل گمراہ غالیوں کی تقلید نہ کرو۔ اور حضرت علی کی صحیح اور ثابت شدہ روایات اور اہلبیت کے مرتجح بیانات میں جو شیخین کو حضرت علی پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس پر غور کرو۔

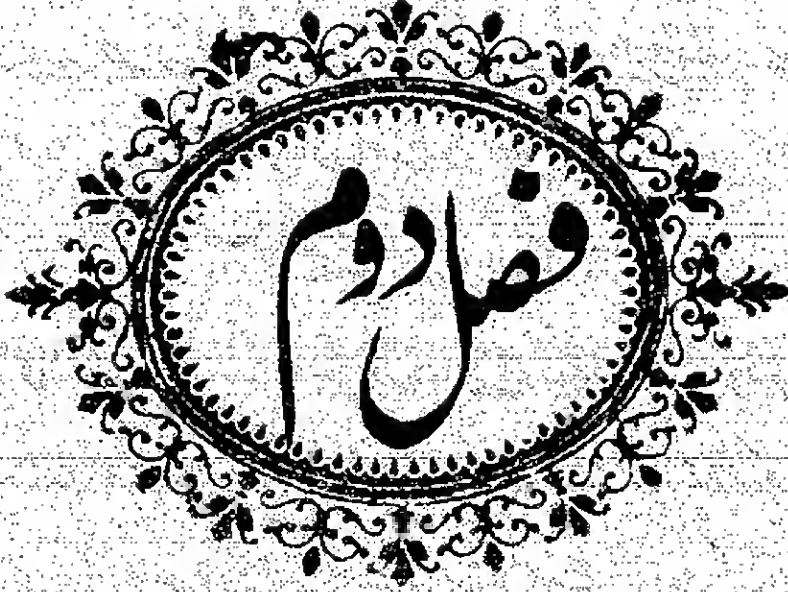
ان احمقوں نے اگرچہ حضرت علی کی اس بات کو تقیہ پر محمول کیا ہے پھر بھی اہلسنت کے نزدیک حضرت علی اور اہلبیت کی اتباع کی روکاڑ میں یہ کوئی نذر نہیں بنتا پس ان کے متعلق کفر کے اعتقاد سے بچو۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علی کے دل کو پھار کر نہیں دیکھا کہ انہوں نے تقیہ کے طور پر یہ بات کہی ہے بلکہ آپ کے قرآن احوال، شجاعت اور اقدام اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گمراہ کے خوف کو خاطر میں نہ لانا۔ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ نے تقیہ سے کام نہیں لیا پس اہلسنت کے نزدیک یہ کوئی ایسا شبہ نہیں جو ان کو اعتقاد کفر سے روکے۔

### سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

ترجمہ: شیعہ الاسلام اور اپنے دور کے محقق ابو زرعمہ دلی عراقی سے سوال کیا گیا کہ جو شیخین خلفائے اربعہ کو ترتیب معلوم کے مطابق افضل سمجھ لیکن ان میں سے ایک کو زیادہ محبوب رکھے کیا وہ گنہگار ہوگا۔ آپ نے جواب دیا ! محبت دینی کام کی وجہ سے ہوتی ہے یا دنیوی کام کی وجہ سے دینی محبت افضلیت کو لازم ہے۔ جو افضل ہوگا ہماری دینی محبت اس سے زیادہ ہوگی۔ اور جب ہم ایک کے بارے میں یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ افضل ہے اور دینی اعتبار سے دوسرے سے زیادہ محبت رکھیں تو یہ ایک تناقض بات ہوگی۔ ہاں اگر ہم کسی دنیوی کام ،

یعنی قرابت اور احسان کی وجہ سے افضل کی بجائے غیر افضل سے زیادہ محبت رکھیں تو اس میں کوئی تناقض اور امتناع نہیں۔ مگر جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی افضل ہیں۔ لیکن وہ حضرت ابو بکر کی بجائے حضرت علی سے زیادہ محبت رکھے، ایسے اگرچہ مذکورہ محبت بھی دینی محبت ہی ہے لیکن اس کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ دینی محبت افضلیت کو لازم ہے۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ اور یہ شخص صرف زبان سے ہی حضرت ابو بکر کی افضلیت کا معترف ہے اور اگر یہ دل سے دینی محبت کے باعث حضرت علی کو حضرت ابو بکر پر فضیلت دیتا ہے۔ تو یہ جائز نہیں اور اگر مذکورہ محبت دنیوی اعتبار سے ہو اس لحاظ سے کہ وہ حضرت علی کی اولاد سے ہے یا کسی اور معنی میں تو اس میں کوئی امتناع نہیں۔





قرآن و حدیث میں حضرت ابو بکر کے لئے فضائل کا  
تذکرہ جن میں آپے منفرد ہیں۔



## پہلی آیت

وَسَيُجَنِّبُهَا إِلَّا تَقَىٰ الَّذِي يُوْتِي  
مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ  
مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءَ  
وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ  
يَرْضَىٰ

اور وہ اتنی جو اپنے مال کو دیتا ہے  
تاکہ اس کا تزکیہ ہو وہ عنقریب بچایا  
جائے گا۔ اور کسی کا اس پر احسان نہ  
ہو جس کی ہزا دی جائے۔ صرف  
اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایسا کرے گا  
ہے۔ اور وہ اس سے راضی ہو جائے  
گا۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ آیت حضرت ابو بکر کے بارے میں نازل ہوئی  
ہے۔ اور اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ آپ ساری امت سے اتنی ہیں اور اتنی اللہ  
تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہوتا ہے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

اور اکرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہوتا ہے

پس نتیجہ یہ نکلا کہ آپ بقیہ امت سے افضل ہیں۔ اس آیت کو حضرت علی پر حمل کرنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ بعض جاہلوں نے افترائے طور پر ان کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ

وما لاحد عندہ من نعمتنا تجزی

اس کو حضرت علی پر محمول کرنے سے روک دیتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پرورش کی۔ اور یہ آپ کا ان پر احسان ہے۔ یعنی ایسا احسان جسکی جزا دی جائے گی۔ اور جب حضرت علی اس آیت کے مفہوم سے خارج ہو گئے تو حضرت ابوبکر کا تعین ہو گیا۔ کیونکہ آپ کے اتقی ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اور وہ دونوں میں سے ایک ہی ہو سکتا ہے نہ کوئی اور۔

لے بڑا اس نے زیر بن النوام سے، ابن جریر، ابن المنذر، آجری اور ابن ابی حاتم نے عروہ سے اور حاکم نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اسے مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔ اور فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اتقی سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ اور تفصیل کا میغ خصوصیت کا متقاضی ہے۔ اور جو اسے عام قرار دیگا۔ اسے اتقی کی تاویل اتقی سے کرنی پڑے گی۔ اور یہ قطعی طور پر مجاز ہے۔ اور مجاز اصل کے خلاف ہوتا ہے۔ اور بغیر دلیل کے اسے اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہاں کوئی دلیل موجود نہیں۔ بلکہ دلیل اسکی معارضہ ہے جو سبب نزول اور اجماع مفسرین ہے۔ الاتقی میں لام عہد کا ہے۔ اس بارے میں امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام الجبل الثمینی فی نصرۃ العبدیق ہے۔

ابن ابی حاتم اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے سات آدمیوں کو آزاد کر دیا جنہیں صرف اس بناء پر عذاب دیا جا رہا تھا کہ وہ توحید الہی کو مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی  
وَسَيَجْزِيهَا الْآتِقَىٰ إِلَىٰ آخِرِ السُّورَةِ

## دوسری آیت

واللیل اذا یغشی والنہار اذا  
تجلی وما خلق الذکر والانثی  
ان سعیکم لشتی  
اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے اور  
دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور جو  
اس نے نر اور مادہ پیدا کئے ہیں۔  
تمہاری مساعی مختلف قسم کی ہیں۔

ابن حاتم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے  
حضرت بلال کو امیہ بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیوں میں خریدا۔ اور  
پھر اُسے اللہ آزاد کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ابو بکر، امیہ  
اور ابی کی مساعی آپس میں بڑا فرق رکھتی ہیں۔

## تیسری آیت

ثانی اثین اذا هانی الغار اذا  
یقول لصاحبه لا تحزن  
ان الله معنا فانزل الله  
وہ ثانی اثین تھا۔ جب وہ دونوں  
غار میں تھے اور حضور علیہ السلام  
اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غم



سکینۃ علیہ وایدہ بجنود نہ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ

لم تودھا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت

اس کے دل پر نازل کی اور آپ کی

ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم

نے نہیں دیکھا۔

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں صاحب سے مراد حضرت

ابوبکر ہیں اور جو شخص آپ کی محبت کا انکار کرے اجماعی طور پر اس کی تکفیر

کی جائے گی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ !

فانزل اللہ سکینۃ علیہ میں ضمیر حضرت ابوبکر کے لئے ہے اور جب ضمیر کو

ہر اس بات کے مناسب لڑایا جائے جو آپ کی شان کے مطابق ہے تو و

ایدہ بجنود آپ کے منافی نہیں اور حضرت ابن عباس کی جلالت شان اس

بات کے لئے فیصلہ کن ہے کہ اگر آپ کو اس کے متعلق کوئی نص معلوم نہ ہوتی تو

آپ آیت کو باوجود ظاہری طور پر مخالفت ہونے کے اسے آپ پر محمول نہ کرتے

## چوتھی آیت

والذی جاء بالصدق وصدق اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور

به اولئك هم المتقون جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ

متقی ہیں۔

بزار اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے اپنی تفسیر

میں فرمایا ہے کہ حق لانے والے سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حق

کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ

ایک روایت بالحق کے الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے۔ شاید یہ حضرت علی کی قرأت ہے۔

## پانچویں آیت

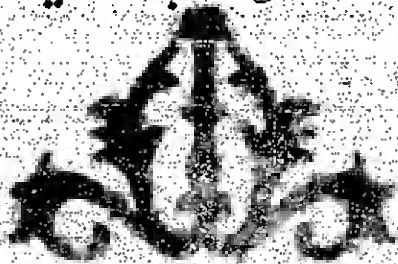
ولمن خاف مقام ربه جنتان اور جو شخص اپنے رب کے مقام سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں  
ابن ابی حاتم نے شوزب سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

## چھٹی آیت

رشاد و حمد فی الامر اور ان سے معاملات میں مشورہ کر۔  
حاکم نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور آگے بیان کردہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوبکر اور عمر سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

## ساتویں آیت

فان الله هو مولا لا وجبریل پس اللہ تعالیٰ اور جبریل اور صالح المومنین  
طبرانی نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔



## آٹھویں آیت

هو الذي يصلي عليكم وملائكته  
ليخرجكم من الظلمات الى النور  
وہ ذات اور اس کے فرشتے تم پر  
رحمت بھیجتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں  
سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔

عبد بن حمید نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ جب آیت ان الله  
وملائكته يصليون على النبي يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما  
نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جو بھلائی بھی  
آپ پر نازل کی ہے ہم اس میں شریک رہے ہیں تو اس پر یہ آیت هو الذي  
يصلي عليكم وملائكته ليخرجكم من الظلمات الى النور نازل ہوئی۔

## نویں آیت

ووصينا الانسان بوالديه  
احسانا حملته امه كرها ووضعته  
كرها وحمله وفصاله ثلاثون  
شهرا حتى اذا بلغ اشده وبلغ  
اربعين سنة قال رب اوزعني  
ان اشكر نعمتك التي انعمت علي  
وعلى والدي وان اعلم بالشا  
كره واصلح لي ذريتي اني  
اتيت اليك واني من المسلمين  
اولئك الذين يتقبل الله عنهم  
اور ہم نے انسان کو اپنے والدین  
سے حسن سلوک کی تاکید کی۔ اس کی  
ماں نے تکلیف سے اُسے حمل میں لیا  
اور تکلیف سے جنا اور اس کے حمل  
اور دودھ چھڑانے تک کا زمانہ تیس  
ہینے ہے حتیٰ کہ جب وہ جوانی کو  
پہنچ جاتا ہے اور چالیس سال کا  
ہو جاتا ہے تو دعا کرتا ہے۔ اے  
اللہ مجھے توفیق دے کہ میں تیرے  
احسان کا شکریہ ادا کر دوں جو تو نے



احسن ما عملوا ویتجاوز عن  
سیاتہم فی اصحاب الجنة  
وعد الصدق الذی کانوا  
یوعده ورنے

مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے  
اور میں ایسے نیک عمل کروں جن سے  
تو راضی ہو اور میری اولاد کی اصلاح  
فرما میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور  
میں مسلمانوں میں سے ہوں یہ وہ لوگ  
ہیں جن کے اعمال کو اللہ تعالیٰ احسن  
رنگ میں قبول فرمائے گا۔ اور ان  
کی کمزوریوں سے درگزر فرمائے  
گا۔ یہ اصحاب جنت میں ہوں گے  
یہ وعدہ جو ان سے کیا جا رہا ہے  
بالکل سچ ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ یہ سارے  
آیت حضرت ابوبکر کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جو اس پر غور کرے گا اسے  
اس میں خوبیاں اور احسان نظر آئیں گے۔ جن کی دوسرے صحابہ رضوان علیہم  
اجمعین میں نظیر بھی نہیں پائی جاتی۔

## دسویں آیت

ونزعنا ما فی صدورہم  
من غل اخوانا علی سدر  
مقابلین

اور ہم نے ان کے سینوں سے  
کینے کو کھینچ کر نکال باہر کیا ہے  
وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں جو ایک  
دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں

جیسا کہ قبل ازیں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کی روایت سے بتایا جا چکا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

## کیا رھویں آیت

ولا یاتلوا القرآن منکم والسعۃ  
ان یوتوا اولی القربی والمساکین  
والمہاجرین فی سبیل اللہ  
ولیعفوا ویصفحوا الا تحبوا  
ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور  
رحیم۔

اور تم میں سے صاحب فضل اور سعت  
والے، قریبیوں، مساکین اور مہاجرین  
فی سبیل اللہ کو مال دینے میں کوتاہی  
سے کام نہ لیں۔ اور چاہیے کہ عفو اور  
درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے  
کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے اور  
اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا  
ہے۔

بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ یہ آیات حضرت ابو بکر کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ جب حضرت ابو بکر نے حلف اٹھایا کہ وہ مسلح پر خراج نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عائشہ پر جھوٹی تہمت لگائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی اس تہمت سے ان آیات میں برأت کی جو آپ کی شان کے بارے میں نازل ہوئیں۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابو بکر نے کہا مولا، تیری قسم ہم تو یہ پسند کرتے ہیں کہ تو ہمیں بخش دے اور پھر آپ نے اُسے دوبارہ وہی خراج دینا شروع کر دیا۔

اور بخاری میں ایک اور طویل روایت افلاک حضرت عائشہ ہی

سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان الذین جاعوا بالاذی عصیۃ منکم  
یہ تمام کی تمام دس آیات نازل کی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری برأت فرمائی  
تو حضرت ابوبکر نے جو مسلح بن عائشہ پر اس کی قرابت اور غربت کی وجہ سے  
خرچ کیا کرتے تھے۔ قسم کھائی کہ مسلح نے حضرت عائشہ کے بارے میں جو کچھ  
کہا ہے اس کی وجہ سے اب میں اس کے بعد مسلح پر کچھ خرچ نہیں کروں گا تو  
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا یَا تُلْ اُولَ الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَةِ  
الایۃ۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر نے کہا مولیٰ تیری قسم، میں تو  
یہ پسند کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ اس کے بعد آپ نے پھر دوبارہ مسلح  
کو وہی خرچ دینا شروع کر دیا۔ جو آپ اس پر کیا کرتے تھے اور کہا خدا کی  
قسم کہ میں کبھی اس کا خرچ بند نہ کروں گا۔

**تنبیہ** حدیث ایک سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو شخص حضرت عائشہ  
کی طرف زنا منسوب کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ اور ہمارے ائمہ نے اس بات  
کی تصریح کی ہے کہ ایسا کہنے سے نصوص قرآنیہ کی تکذیب لازم آتی ہے اور ان  
کا مکذب اجماع مسلمین سے کافر ہے۔ اور اس سے غالی رافضیوں کی کثیر تعداد  
کا کفر بھی قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ حضرت عائشہ کی طرف یہ  
بات منسوب کرتے ہیں۔ اللہ ان کا بُرا کرے یہ کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

## بارہوی آیت

الَاتَّصِرُوهَ فَمَنْ نَصَرَهُ اللَّهُ اِذَا خَرَجَہُ  
الذین کفروا نانی اثنین الایۃ

اگر تم اس کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ  
تعالیٰ نے اس کی اس وقت مدد کی جب



کفار نے اُسے اور ثمانی اثنین کو نکالا  
ابن عساکر نے ابن عیینہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے  
ابوبکر کے سب مسلمانوں سے اٹھارہ ناراضگی فرمایا ہے اور ابوبکر اس ناراضگی سے  
خارج ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ **الْاِتْمَصْرِدَہْ فَقَدْ بَضْرَہْ اللّٰہُ الْاٰیۃ**

### احادیث نبویہ

اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث موجود ہیں  
جن میں سے چودہ احادیث باب اول کی تیسری فصل میں بیان ہو چکی ہیں۔ پھر کچھ  
اور احادیث ہیں جن میں آپ کی رفعت شان، کمالات، اعلیٰ درجہ کے فضائل  
اور انصاف کا بیان ہے۔ اس لئے اب ہم پندرہویں حدیث سے گنتی کا آغاز  
کرتے ہیں۔

### پندرہویں حدیث

شیخین نے حضرت عمرو بن العاص سے بیان  
کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ  
ای الناس احب الیک؟ قال عائشۃ، آپ کو لوگوں میں سے کون زیادہ  
فقلت من الرجال قال ابوہا، فقلت ثم محبوب ہے فرمایا عائشہ، میں نے  
من، فقال عمر بن الخطاب فعد رجالاً کہا مردوں میں سے کون زیادہ محبوب  
وفی روایۃ لست اسئلك عن اهلك ہے فرمایا اس کا باپ، میں نے کہا  
انما اسئلك عن اصحابک پھر کون؟ فرمایا عمر بن خطاب، آپ  
نے کئی آدمیوں کے نام گنوائے اور  
ایک روایت میں ہے کہ میں آپ  
سے آپ کے اہل کی نسبت نہیں

پوچھتا، میں صرف آپ کے اصحاب  
کے بارے میں پوچھتا ہوں۔

## سولہویں حدیث

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر سے بیان

کیا ہے کہ

کنا فی زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يعدل بابي بكر احداً ثم عمر ثم عثمان ثم نترك اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم لا نفاضل بينهم و فی رواية لابی داود کنا نقول و رسول الله صلى الله عليه وسلم حی افضل امته بعد اء ابوبکر ثم عمر ثم عثمان و زاد الطبرانی فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم ينكره۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو بھی ابوبکر پھر عمر، پھر عثمان کے برابر نہ سمجھتے تھے۔ اس کے بعد ہم صحابہ میں تفاضل نہیں کرتے تھے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان کو افضل آدمی کہا کرتے تھے اور طبرانی نے یہ الفاظ بھی زائد کئے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس پر برا نہیں مانا۔

بخاری میں حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے  
باپ یعنی حضرت علی سے کہا کہ

ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر فقلت  
ثم من قال عمر و خشیت  
ان يقول عثمان قلت ثم انت  
قال ما انا الا واحد من المسلمين  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد  
کون آدمی بہتر ہے فرمایا ابو بکر، میں  
نے کہا پھر کون فرمایا عمر، میں ڈرا  
کہ کہیں آپ عثمان کا نام نہ لے دیں  
میں نے کہا پھر آپ، آپ نے فرمایا  
میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام  
آدمی ہوں۔

ابن عساکر نے ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ  
کنا و فیما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فضل ابابکر و عمر و عثمان  
و علیا،  
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی موجودگی میں حضرت ابو بکر، عمر،  
عثمان و علی کو فضیلت دیا کرتے  
تھے۔

ایسے ہی اس نے ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے  
کنا معشر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب  
صلی اللہ علیہ وسلم و نحن  
متوافرون نقول افضل هذه  
الامة بعد نبیہا، ابو بکر ثم  
عمر ثم عثمان ثم نسکت  
و ان تعداد میں تھے۔ ہم کہا کرتے تھے  
کہ اس امت کے نبی کے بعد افضل آدمی  
ابو بکر، پھر عمر، پھر عثمان، میں پھر ہم  
سکوت اختیار کیا کرتے تھے۔  
ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے



حضرت ابو بکر سے کہا

یا خیر الناس بعد رسولی  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فقال ابو بکر ما انک لو قلت  
ذلک فلقد سمعته یقول ما  
طلعت الشمس علی خیر من عمر  
ہو

اور حضرت علی سے یہ روایت تواتر کے ساتھ بیان ہو چکی ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی ابو بکر اور  
عمر ہیں اور فرمایا مجھے کوئی شخص ابو بکر اور عمر پر فضیلت نہ دے ورنہ میں اسے  
مفتی کی حد لگاؤں گا۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔  
ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ

ابو بکر خیرنا وسیدنا و  
احبنا الی رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم  
ابو بکر ہم سے بہتر اور ہمارے سردار ہیں  
اور ہم سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ  
وسلم کو محبوب ہیں۔

اور ابن عساکر میں ہے کہ

ان عمرو صدق الثیر ثم  
قال ان افضل هذه الامة بعد  
نبیہا ابو بکر فمن قال غیر  
هذا فهو مفتقر علیہ ما  
علی المفتري  
حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا، ابو بکر  
اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل  
ہیں اور جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ مفتی  
ہے۔ اور اُسے مفتی کی حد لگے گی۔

**سترہویں حدیث**  
عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابو نعیم وغیرہ  
نے ابوالدرداء سے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ  
ما طلعت الشمس ولا غربت  
سورج کبھی کسی ایسے شخص پر طلوع و غروب  
علیٰ احد افضل من ابی بکر  
نہیں ہوا جو ابوبکر سے افضل ہو۔ سوائے  
الا ان یكون نبیا  
اس کے کوئی نبی ہو۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ  
ما طلعت شمس علیٰ احد بعد  
انبیاء اور مرسلین کے بعد ابوبکر سے افضل  
النبین والمرسلین افضل من  
ابی بکر۔  
اُردی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

اور جاہلہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ تم میں سے کسی شخص پر  
سورج طلوع نہیں ہوا جو اس سے افضل ہو۔ طبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے  
اور دیگر وجوہ سے اس کے ایسے شواہد موجود ہیں جو اس کے صحیح اور حسن ہونے  
کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور ابن کثیر نے اس کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔

**اٹھارہویں حدیث**  
طبرانی نے اسعد بن زرارہ سے بیان کیا  
ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان روح القدس جب ویل  
اخبرنی ان خیرا متک  
بعدک ابوبکر  
روح القدس نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ  
کے بعد آپ کی امت کا بہترین آدمی  
ابوبکر ہے۔

**انیسویں حدیث** طبرانی اور ابن عدی نے سلمہ بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر خیر الناس الا ان یكون نبی ابو بکر سب لوگوں سے بہتر ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو۔

**بیسویں حدیث** عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر صاحبی و مؤمنی فی الغار سد و ابوبکر میرے یار غار اور مؤمن ہیں، کل خونة فی المسجد غیر خونة ابوبکر کی کھڑکی کے سوا مسجد کی سب ابی بکر کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔

**اکیسویں حدیث** نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر منی و امانہ و ابوبکر انخی فی الدنیا و الآخرة ابوبکر مجھ سے اور میں اس سے ہوں، ابوبکر دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

**بائیسویں حدیث** ابو داؤد اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اتانی جبریل و اخذ بیدی فأرانی باب الجنة الذی تدخل منه امی فقال ابوبکر انی کنت معک حتی حضرت جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس میں سے میری امت داخل



انظر اليه فقال اما انك يا ابا بكر اول  
من يدخل الجنة من امتي  
ہوگی حضرت ابو بکر نے عرض کیا میں  
آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تاکہ میں  
اُسے دیکھ سکوں فرمایا اُسے ابو بکر  
میرا امت میں سے سب سے پہلے  
آپ جنت میں داخل ہوں گے۔

### تیسویں حدیث

طبرانی نے حضرت سمرقہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان ابا بکر وعول المرؤا وان ردا  
الصالحات حفظ من النبوة اى نصيبه  
من آثار نبوته رسول الله صلى الله عليه  
وسلم المفاضة عليه مزيلا صدقه  
وتخليها لهما عن سائر حظوظه واغراضه  
وعظيم نوائه عن نفسه واهله  
ابو بکر ورواء کی تاویل بیان کرتے ہیں  
اور آپ کی روایا صالحہ نبوت میں سے آپ  
کا حصہ ہے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ  
وسلم کے آثار نبوت میں سے آپ کا  
حصہ ہے جس کا آپ پر فیضان (آپ پر)  
آپ کے صدیق مزید اور دیگر منظور و  
اغراض سے کنارہ کشی اور اپنی جان اور اپنے  
اہل سے فتنہ و جانی وجہ سے ہوا ہے۔

### چوبیسویں حدیث

دیلی نے حضرت سمرقہ سے بیان کیا ہے کہ  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
امرت ان اولی المرؤا ویا ابا بکر  
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابو بکر سے دریا  
کی تعبیر کر دوں۔

### پچیسویں حدیث

احمد اور بخاری نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انہ لیس فی الناس احداً لوگوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو ابن ابی قحافہ  
امن علی فی نفسه و ماله سے بڑھ کر مجھ پر جان و مال سے فدا ہو۔ اگر  
من ابن ابی قحافہ۔ و لو میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اسلام  
كنت متخذاً خلیلاً لا اتخذت دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد کی  
ابا بکر خلیلاً و لكن خلة سب کھڑکیوں کو، سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے  
الاسلام افضل سد و اعنی بند کر دو۔

کل خوۃ فی هذا المسجد  
غیر خوۃ ابی بکر

### پچیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکر سے

فرمایا کہ

انت عقیق من النار تو آگ سے آزاد ہے۔

### سائیسویں حدیث

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ

انت صاحبی علی الحوض و آپ حوض کوثر اور غار میں میرے ساتھی  
صاحبی فی الغار ہیں۔

ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے اور ابن سعد اور حاکم نے بھی اسے حضرت عائشہ سے

صحیح قرار دیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ

انی لفی بیتی ذات یوم و رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و  
 اصحابہ فی الفناء الستر  
 بنی و بینہم اذا قبل ابوبکر  
 فقال انبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 من سورۃ ان ینظر الی عاتق  
 من النار فلینظر الی ابی بکر  
 کو دیکھے۔

آپ کے اہل نے تو آپ کا نام عبد اللہ رکھا تھا مگر اس پر عتیق (آزاد) کا نام غالب آگیا ہے۔

انیسویں حدیث

حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا  
 یا ابابکر انت عتیق اللہ من  
 النار فمن یومئذ سمی عتیقا  
 کر دیا ہوا ہے۔ اس روز سے آپ کا نام عتیق  
 پڑ گیا ہے۔

تیسویں حدیث

بزار اور طبرانی نے نہایت عمدہ سند کے  
 ساتھ حضرت عبد اللہ بن زہیر سے بیان کیا ہے۔



کان اسم ابی بکر عبد اللہ حضرت ابوبکر کا نام عبد اللہ تھا۔ حضرت نبی کریم  
 فقال له النبی صلی اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ تجھے  
 وسلم انت عتیق اللہ من النار نسبی عتیقاً ہے۔ تو آپ کا نام عتیق پڑ گیا۔

تفسیر

ان احادیث سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے اور علماء کے  
 نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام عبد اللہ تھا اور لقب عتیق۔

اکتیسویں حدیث

حاکم نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے

بیان کیا ہے کہ

جاء المشركون الى ابی بکر مشرکین نے حضرت ابوبکر کے پاس آکر کہا  
 فقالوا اهل لك الى ما جاءك آپ کے ساتھی کا خیال ہے کہ وہ رات کو  
 يزعم انه اسرى به الليلة بيت المقدس گیا ہے کیا آپ اسے تسلیم کرتے  
 الى بيت المقدس قال وقال ہیں حضرت ابوبکر نے کہا، کیا یہ بات انہوں  
 ذلك قالوا نعم فقال لقد نے کہی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں  
 صدق انی لاحدقه با بعد تو آپ نے کہا پھر انہوں نے سچ کہا ہے۔ میں  
 من ذلك بنجر السماء غدوة تو اس سے بھی دور کی باتوں یعنی جو خبریں  
 وروحة فلذلك سمی الصديق صبح و شام آپ کو آسمان سے ملتی ہیں۔ ان کا  
 بھی مصدق ہوں۔ اس لئے آپ کا نام صدیق رکھا گیا۔

یہ حدیث حضرت انس، حضرت ابوسہریرہ اور ام لاتی سے بھی مروی ہے پہلی

دو حدیثیں ابن عساکر نے بیان کی ہیں۔ اور تیسری طبرانی نے۔

### تیسویں حدیث

سعيد بن منصور نے اپنی سنن میں ابی وہب

مولی ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب اسراء سے واپسی پر ذی طوی مقام پر تھے تو آپ نے فرمایا

یا جبریل ان قومی لا یصدقونی اے جبریل میری قوم میری بات کی تصدیق نہیں

فقال یصدقک ابوبکر کرے گی۔ تو اس نے کہا ابوبکر آپ کی تصدیق

وہو الصدیق

کرے گا اور وہ صدیق ہے۔

طبرانی نے اس حدیث کو اوسط میں ابی وہب اور ابی ہریرہ سے

موصول قرار دیا ہے۔

حاکم نے نزال بن سبرق سے بیان کیا ہے کہ ہم نے حضرت علی سے

کہا اے امیر المومنین ہمیں حضرت ابوبکر کے بارے میں کچھ بتائیں۔ فرمایا یہ وہ

شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے صدیق

قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ خلیفۃ الرسول ہے۔ آپ نے اُسے ہمارے دینے

کے لئے پسند فرمایا اور ہم نے اپنی دنیا کے لئے اُسے پسند کیا۔ اس روایت

کی اسناد عمدہ ہے۔ اور حکم بن سعید سے صحیح روایت ہے کہ میں نے حضرت

علی کو حلف اٹھا کر یہ بات کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا نام صدیق سے

آسمان سے نازل کیا ہے۔

### تیسویں حدیث

حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ

ما صاحب النبیین والمرسلین تمام انبیاء اور مرسلین اور صاحب یس کے  
اجمعین ولا صاحب یس صحبت یافتہ اصحاب میں سے کوئی شخص ابوبکر  
افضل من ابی بکر سے افضل نہیں ۔

### چونتیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ملا احد عندنا من ید الا وقد ہم نے ابوبکر کے سوا ہر آدمی کے احسان کا  
کافیناہ بہما مالا ابابکر فان بدلہ دے دیا ہے ۔ اس کے ہم پر اس قدر  
لہ عندنا ید ایک فیہ اللہ بہما احسان ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز  
یوم النقیامۃ، وما نفقنی مال اُسے ان کا بدلہ دے گا ۔ مجھے ابوبکر کے مال  
احد قط ما نفقنی مال ابی بکر نے اس قدر فائدہ دیا ہے ۔ جتنا کسی اور  
ولو كنت متخذاً خلیلاً لا کے مال نے کبھی نہیں دیا ۔ اگر میں کسی کو خلیل  
تخذت ابابکر خلیلاً الا ان بتاتا تو ابوبکر کو بتاتا ۔ لوگو اس بات کو اچھی  
صاحبکم ای محمد اصلی اللہ طرح سن لو کہ تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ  
علیہ وسلم خلیل اللہ کے مال نے کبھی نہیں دیا ۔

### پنچیسویں حدیث

شیخین ، احمد ، ترمذی اور نسائی نے حضرت

ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
من انفق زوجین فی سبیل اللہ جو شخص دو روپے یا کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ  
قودی من ابواب الجنة ۔ یا کی راہ میں خرچ کرے گا ۔ اُسے جنت کے  
عبد اللہ ہذا خیر یافین دروازوں سے پکارا جائے گا ۔ اے عبد اللہ



کان من اهل الصلوة دعی تیرے لئے یہ بہتر ہے جو نمازی ہوگا اُسے  
 من باب الصلوة ومن کان باب الصلوة سے بلایا جائے گا جو جہاد کرنے  
 من اهل الجہاد دعی من والا ہوگا اُسے باب الجہاد سے بلایا جائے  
 باب الجہاد ومن کان من کا جو روزے دار ہوگا اُسے باب الریان سے  
 اهل الصیام دعی من باب بلایا جائے گا جو صدقہ دیتا ہوگا اُسے باب  
 الریان ومن کان من اهل الصدقة دعی من باب الصدقة  
 قال ابو بکر وھل یدعی احد من عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا شخص ہے  
 تلك الابواب کلھا قال ارجو بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے بلایا جائے  
 ان تكون منهم گا فرمایا یاں مجھے امید ہے کہ تو ان لوگوں  
 میں سے ہوگا

### چھٹی سول حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا ینبغی لقوم فیہم ابو بکر ابو بکر کی موجودگی میں لوگوں کی امامت کسی اور  
 ان یؤمنہم غیرہ شخص کو نہیں کرنی چاہیے

اس حدیث کو خلافت کی گذشتہ چوداں حدیثوں سے پورا التعلق اور ظاہر محسوس  
 مناسبت ہے

### سٹی سول حدیث

شیخین، احمد اور ترمذی نے حضرت ابو بکر سے

بیان کیا ہے کہ حضور مکیہ السلام نے انہیں غار میں فرمایا

یا ابابکر واطناک باثنین املس اے ابو بکر ان دو آدمیوں کے بارے میں

ثالثہما

تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

### ارتیسویں حدیث

عبدان المروری اور ابن قانع نے بہز سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
یا ایہا الناس احفظونی فی اے لوگو! ابو بکر کے بارے میں میرا خیال  
ابی بکر فانہ لدیسیئتی منذ رکھا کرو! اس نے جب سے میری مصائب  
صحبہ کی ہے مجھے تکلیف نہیں دی۔

### اثنالیسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف

سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
اذ اکان یوم القیامۃ نادى "اس امت کا کوئی شخص ابو بکر سے  
مناد، لا یدفعن احد من هذه پہلے اپنا اعمال نامہ نہ اٹھائے،  
الامۃ کتابہ قبل ابی بکر۔"

### چالیسویں حدیث

طبرانی نے ابوامامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
ان اللہ اتخذ لی خلیلاً کما اللہ تعالیٰ نے میرا ایک خلیل بنایا ہے، جیسے  
اتخذ ابراہیم خلیلاً وان اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل  
خلیل ابو بکر بنایا تھا۔ اور میرا خلیل ابو بکر ہے۔

یہ حدیث خلافت کی چار حدیثوں کے خلاف ہے۔ جو ابھی گزر چکی ہیں، ہاں  
اگر اسے کمال دوستی پر محمول کیا جائے تو پھر یہ ان احادیث کی قسم میں سے ہو

جاتی ہے۔

### اکتا یسویں حدیث

طبرانی ابن شہابین اور حارث نے حضرت معاذ

سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
 ان اللہ یکرہ فوق سہاۃ اللہ تعالیٰ آسمان پیسے اس بات کو ناپسند کرتا  
 ان یخطأ ابو بکر فی الارض ہے کہ ابو بکر زمین میں غلطی کرے اور ایک  
 فی روایت ان اللہ یکرہ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے  
 ان یخطأ ابو بکر حالہ کہ ابو بکر غلطی کرے اس روایت کے رجال  
 ثقہ ہیں۔

### پہا یسویں حدیث

طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ

ما احد عندی اعظم یدامن مجھ پر ابو بکر سے بڑھ کر کسی نے احسان نہیں کیا  
 ابی بکر واسانی بنفسہ ومالہ اس نے اپنے مال و جان سے میری ہمدردی کی  
 وانکحنی ابنتہ اور اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا۔

### تثا یسویں حدیث

طبرانی نے حضرت معاذ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 لایت انی وضعت فی کفۃ میں نے دیکھا کہ مجھے ایک پلٹے میں ڈالا گیا ہے  
 رامتہ فی کفۃ فعدلتھا ثم اور میری امت دوسرے پلٹے میں ڈالی گئی ہے  
 وضع ابو بکر فی کفۃ رامتہ تو میں اس کے برابر ہوں پھر ابو بکر ایک  
 فی کفۃ فعدلتھا ثم وضع پلٹے میں اور میری امت دوسرے پلٹے



عمر فی کفۃ و امتی فی کفۃ میں ڈالی گئی تو ابو بکر امت کے برابر رہا پھر  
 فعلیہا ثم وضع عثمان فی عمر ایک پلڑے میں اور میری امت دو سرے  
 کفۃ و امتی فی کفۃ فعلیہا پلڑے میں ڈالی گئی تو عمر امت کے برابر رہا  
 ثم رفع المیزان پھر عثمان ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے  
 پلڑے میں ڈالی گئی تو عثمان میری امت کے  
 برابر رہا پھر اس کے بعد ترازو کو اٹھا دیا گیا

### چوالیسویں حدیث

مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور  
 بیہقی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 ارحم امتی ابو بکر میری امت کا سب سے رحمدل آدمی ابو بکر ہیں  
 اس کے تتمہ کا بیان آئندہ آئے گا۔

### پنچالیسویں حدیث

احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ضیاء نے سعید  
 بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 عشرة فی الجنة و ابو بکر فی دس آدمی جنت میں ہوں گے اور ابو بکر بھی  
 الجنة جنت میں ہوں گے  
 اس کے تتمہ کا بیان ابھی آئے گا۔

### چھیالیسویں حدیث

احمد اور ضیاء نے سعید بن زید سے اور ترمذی  
 نے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ

ابوبکر فی الجنة ابو بکر جنت میں ہوں گے

اس کے تتمہ کا بیان عنقریب آئے گا

### سنن ابی یوسف حدیث

ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رحم اللہ ابابکر زوجی اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے اپنی اہل بیتہ و حملتی الی دار الہجرۃ بیٹی میری زوجیت میں دی اور مجھے سوار کرا کے و اعتق بلا لامن مالہ و ما دار الہجرت لے گئے اور اسلام میں ابوبکر کے نفعتی مال فی الاسلام مال نے جو مجھے خاندہ دیا کسی اور کے مال نے نفعتی مال ابی بکر نہیں دیا۔

یہ قول کہ وہ مجھے سوار کرا کے دار الہجرت لے گئے بخاری کے اس حدیث کے منافی ہے جس میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ابوبکر سے وہ سواری قیمتاً لی تھی اس کی تطبیق یوں بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے پہلے اس سواری کو قیمتاً لیا پھر ابوبکر اس کی قیمت کی ذمہ داری سے برسی ہو گئے اس کے تتمہ کا بیان ابھی آئے گا

### ابن ابی یوسف حدیث

بخاری نے ابوالدرداء سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

كنت جالسا عند النبي صلى الله عليه وسلم اذ اقبل ابوبكر فواتحاً ابوبكر نے آکر سلام کیا اور کہا کہ میرے فسلام وقال انى كان بلخى اور عمر کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تو

وبن عمر بن الخطاب  
 فاسرعت اليه ثم دامت  
 فسالت ان يغفر لي فآبى علي  
 فأقبلت اليك فقال يغفر الله  
 لك يا ابا بكر يغفر الله لك يا  
 ابا بكر يغفر الله لك انك يا ابا بكر  
 ان عمر ندم فاقض منزل  
 ابي بكر فلم يجدها فآبى النبي  
 صلى الله عليه وسلم فجعل  
 وجه النبي صلى الله عليه وسلم  
 يتمر حتى اشفق ابو بكر فجلس  
 على ركبتيه فقال يا رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم انا  
 كنت اظلم منه انا كنت اظلم  
 منه فقال النبي صلى الله عليه  
 وسلم ان الله بعثني اليكم  
 فقلتم كذبت وقال ابو بكر  
 صدقت وواساني بنفسه  
 وماله فهل انتم تاركوني فآبى  
 فهل انتم تاركوني فاجاب  
 فيها دوى ابو بكر بعد ها

میں نے جلدی سے ان کے پاس جا کر اظہارِ مذمت  
 کیا اور معافی چاہی مگر انہوں نے نہیں مانا تو  
 اب میں آپ کے پاس آیا ہوں اس پر حضور  
 علیہ السلام نے فرمایا ابو بکر خدا تعالیٰ تجھے معاف  
 فرمائے ابو بکر خدا تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔  
 ابو بکر تجھے خدا تعالیٰ معاف فرمائے حضرت  
 عمر کو بھی بعد میں ندامت ہوئی اور وہ حضرت  
 ابو بکر کے گھر آئے مگر وہ موجود نہ تھے پھر  
 حضرت نبی کریم کے پاس آئے تو آپ کے چہرہ کو  
 متغیر پایا یہاں تک کہ ابو بکر ڈر گئے اور گھٹنوں  
 کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میں  
 نے ہی زیادتی کی ہے میں نے ہی زیادتی کی  
 ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تم  
 نے میری تکذیب کی اور ابو بکر نے میرے  
 تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میرے  
 سہم دے دی کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر  
 چھوڑ دو گے کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر  
 چھوڑ دو گے اس کے بعد حضرت ابو بکر کو  
 کسی نے تکلیف نہیں دی۔



ابن عدی نے ابن عمر سے اسی قسم کی روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا تُؤْذَوْنِي فِي صَاحِبِي فَإِنَّ مِيرے صاحب کے بارے میں مجھے تکلیف نہ  
اللہ بعثني بالهدى ودين دور خدا تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق کے  
الحق فقلتكم كذبت وقالے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تم نے میری تکذیب کی  
ابوبكر صدقت ولولا ان اور ابوبکر نے میری تصدیق کی اگر اللہ تعالیٰ  
اللہ سماہ صاحب لا تخذتہ نے اس کا نام صاحب نہ رکھا ہوتا تو میں اسے  
خليلا ولكن اخوة الاسلام خليل بناليتا لیکن اسلامی اخوت سب سے مقدم  
ہے۔

### انچاسویں حدیث

ابن عساکر نے مقدم سے بیان کیا ہے کہ حضرت  
ابوبکر اور عقیل بن ابی طالب کے درمیان سخت کلامی ہوئی اور ابوبکر سبب یا  
نسب تھے۔ مگر آپ نے حضور علیہ السلام سے عقیل کی قرابت کے باعث عقیل  
سے پہلو تہی کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس ان کی شکایت  
کر دی تو آپ نے کھڑے ہو کر  
لوگوں سے فرمایا تم میرے دوست کو کیوں نہیں پھوڑتے۔ تمہیں اس سے کیا  
نسبت! خدا کی قسم تم میں سے ہر ایک کے دروازے پر ظلمت ہے سوائے ابوبکر  
کے دروازے کے، اس کے دروازے پر نور ہے۔ تم نے میری تکذیب کی  
اور اس نے میری تصدیق کی تم نے اپنے اموال کو خرچ کرنے سے روکا اور  
اس نے میرے لئے مال کو خرچ کیا۔ تم نے مجھے بے یار و مددگار چھوڑا اور  
اُس نے میری ہمدردی اور اتباع کی۔

## پچاسویں حدیث

بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جو شخص اپنا کپڑا تکبر سے گھسیٹتا پھرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ ابو بکر نے عرض کیا کہ میرے کپڑے کا ایک حصہ تو لٹکتا ہی رہتا ہے۔ سوائے اس کے کہ میں اس کا خیال رکھوں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تکبر سے ایسا نہیں کرتا

من جز ثوبه خيلاً لم ينظر الله اليه يوم القيامة فقال ابو بكر ان احد ثوبي ثوبى يستريحى الا ان اتعاهد ذلك منه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انك لست تصنع ذلك خيلاً

## اکیاونویں حدیث

مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من اصبحت منكم اليوم صائماً قال ابو بكر انا قال فمن تبع منكم اليوم جنازة قال ابو بكر انا قال فمن اطعم منكم اليوم مسكيناً قال ابو بكر انا قال فمن عاد منكم اليوم مريضاً قال ابو بكر انا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اجمعين في امرىء الا دخل الجنة

آج صبح تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہے

ابو بکر نے عرض کیا میں نے روزہ رکھا ہے آپ

نے فرمایا آج تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ

گیا تھا۔ ابو بکر نے عرض کیا میں گیا ہوں۔ آپ

نے فرمایا آج تم میں سے مسکین کو کس نے کھانا

کھلایا ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا میں نے کھلایا

ہے۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے مریض کی

عیادت کس نے کی ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا

میں نے عیادت کی ہے تو رسول کریم صلی اللہ

وفی روایۃ وجبت للک  
 الجنة  
 علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ سب باتیں  
 جمع ہو جائیں وہ جنتی ہوتا ہے اور ایک روایت  
 میں ہے کہ تجھ پر جنت واجب ہو گئی ہے۔

### باوٹویں حدیث

بمزار نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر سے بیان

کیا ہے کہ

صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 صلاة الصبح ثم اقبل على  
 اصحابه بوجهه فقال من  
 اصبح منكم صائماً؟ فقال  
 عمر يا رسول الله لم احداً  
 نفسى بالصوم البارحة  
 فاصبحت مفطراً فقال ابوبكر  
 ولكن حدثت نفسى بالصوم  
 البارحة فاصبحت صائماً  
 فقال هل منكم احد اليوم عا  
 مريضاً فقال عمر يا رسول  
 الله لم نبرح فكيف نعود  
 المرفيع فقال ابوبكر بلغنى  
 ان اخى عبد الرحمن بن  
 عوف شال فجعلت طريقي  
 رسول كريم صلى الله عليه وسلم صبح کی نماز ادا فرما کر  
 صحابہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا، تم  
 میں سے روزہ کس نے رکھا ہے حضرت عمر نے  
 عرض کیا یا رسول اللہ صبح میرے  
 دل میں شام کو روزے کا خیال نہیں آیا۔ اس  
 لئے میں نے روزہ نہیں رکھا۔ اور ابوبکر نے  
 عرض کیا میرے دل میں شام کو روزہ رکھنے  
 کا خیال آیا تو میں نے روزہ رکھ لیا ہے آپ  
 نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے مریض کی عیادت  
 کی ہے حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ  
 علیہ وسلم ہم فارغ نہیں ہوئے۔ مریض کی  
 عیادت کیسے کر سکتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر  
 نے عرض کیا مجھے پتہ چلا کہ میرے بھائی حضرت  
 عبدالرحمن بن عوف بیمار ہیں تو میں ان کو دیکھنے  
 کے لئے گیا کہ انہوں نے کس حالت میں صبح



علیہ لا نظر کیف اصبحت فقال کی ہے آپ نے فرمایا تم میں سے آج کس نے  
 هل منکم من اطعم الیوم مسکیناً کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت عمر نے  
 فقال عمر صلینا یا رسول کہا یا رسول اللہ ہم نے نماز پڑھی پھر فراغت  
 اللہ لم تبرح فقال ابو بکر نہیں ملی اور حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ میں مسجد  
 دخلت المسجد فاذا سائل میں آیا تو مجھے ایک سائل ملا۔ عبد الرحمن کے ہاتھ  
 فوجدت کسوتہ من خبز الشعیوی میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ جسے میں نے  
 فی ید عبد الرحمن فاخذتها اس سے لے کر اس سائل کو دے دیا۔ آپ  
 قد فعتها الیہ فقال انت نے فرمایا تجھے جنت کی خوشخبری ہو پھر ایک بات  
 قال بشر بالجنة ثم قال ففعتها کہی جس سے حضرت عمر بھی خوش ہو گئے۔ وہ  
 ارضی بها عمر زعم انه لم یرد کہتے ہیں جب بھی میں نے کسی نیک کام کا ارادہ  
 خیراً قط الا سبقه ایہ کیا ہے ابو بکر مجھ سے سبق لے گئے ہیں۔ یہ  
 ابو بکر کذا الفظ هذا الحدیث الفاظ حدیث کے اس نسخہ کے ہیں جسے میں سے  
 فی النسخۃ الی رایتها وفیہ نے دیکھا ہے۔ اس میں کچھ باتیں غور و فکر کی محتاج  
 ما یتحتاج الی التأمل ہیں۔

ابو یعلیٰ نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

کنت فی المسجد اھلی فدخل میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول کریم  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر  
 ومعہ ابو بکر وعمر فوجدنی کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور مجھے دعا  
 ادعوا فقال سل تعطہ ثم کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا، اس سے مانگو وہ  
 قال من اراد ان یقرأ القرآن تمہیں دے گا۔ پھر فرمایا جو شخص قرآن پاک کو

خصا طریا فلیقرأ بقراءۃ ابن ترو تازہ صورت میں پڑھنا چاہتا ہے۔ تو وہ  
 ام عبد فرجعت الی منزلی ابن ام عبد کی قرأت میں پڑھے۔ اس کے بعد  
 فاتانی ابو بکر فبشرنی، ثم میں اپنے گھر واپس آگیا تو حضرت ابو بکر نے آکر  
 اتانی عمر فوجد ابابکر خارجا مجھے مبارک دی۔ پھر حضرت عمر میرے پاس  
 قد سبقہ فقال انک لسباق آئے تو انہوں نے حضرت ابو بکر کو میرے گھر  
 بالخیر سے نکلنے دیکھا تو کہا تو نیکی کے کاموں میں سے  
 بہت سبقت لے جانے والا ہے۔

### ترتیب حدیث

احمد نے سند سن سے ربیعہ اسلمی سے بیان

کیا ہے وہ کہتے ہیں

جری بنی و بن ابی بکر میرے اور حضرت ابو بکر کے درمیان کچھ سخت  
 کلام فقال لی کلمۃ کڑھتا کلامی ہو گئی تو انہوں نے مجھے ایک ایسی بات  
 وزدم فقال لی یا ربیعہ رد کہی جو مجھے بُری لگی اور وہ جلی اپنی بات پر نام  
 علی مثلہا حتی یکون قصاصا ہوئے اور مجھے کہنے لگے اے ربیعہ مجھے بھی  
 فقلت لا افعل فقال ابو بکر اس جیسی بات کہہ لو تاکہ قصاص ہو جائے میں  
 فتقولن اولا لتتعدین نے کہا میں تو ایسا نہیں کروں گا۔ حضرت ابو بکر  
 علیک رسول اللہ صلی اللہ نے کہا تو کہے گا یا میں تیرے خلاف رسول اللہ  
 علیہ وسلم قلت ما انا بفاعل صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کروں۔ میں  
 فانطلق ابو بکر الی النبی صلی نے کہا میں تو ایسا کرنے والا نہیں۔ حضرت  
 اللہ علیہ وسلم فانطلقت ابو بکر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے  
 ائتوہ وجاء الناس من اور میں بھی ان کے پیچھے پیچھے واپس گیا اور اسلم

اسلم فقالوا رحم الله ابا بكر  
ای شئی یستعدی علیک  
وهو الذی قال لك ما قالے  
فقلت اتدرون من هذا  
هذا ابو بكر هذا ثانی اثین  
وهذا ذو شیبۃ المسالمین  
ایاکم لا یلتفت فیراکم  
تنصرون فی علیہ فی غضب  
فیأتی رسول الله صلی الله  
علیہ وسلم فی غضب لغضبه  
فی غضب الله لغضبہما فیہا  
ربیعۃ قالوا فیما تا من نا قلت  
ارجعوا والطلق ابو بکر وتبعته  
وحدی حتی أتى رسول الله  
صلی الله علیہ وسلم فحدثہ  
الحديث کما کان فرفع الی  
رأسہ فقال یا ربیعۃ ما لك  
والمدیق فقلت یا رسول الله  
کأن کذا کذا فقال لی کلمۃ  
کرهتہما فقال لی قل لی  
کما قلت لك حتی یکون

قبیلے کے لوگ بھی آگئے اور کہنے لگے اللہ  
تعالیٰ ابو بکر پر رحم کرے وہ کس معاملے میں  
آپ کے خلاف مدد طلب کرنے جا رہے  
ہیں حالانکہ انہوں نے ہی تجھ سے جو کہا ہے  
کہا ہے۔ میں نے کہا تمہیں پتہ ہے یہ کون  
ہے۔ یہ ابو بکر ہے ثانی اثین ہے اور مسلمان  
کا بنہ رگ ہے۔ اس کی طرف کوئی متوجہ نہ  
ہو اگر اس نے دیکھ لیا کہ تم اس کے خلاف  
میری مدد کر رہے ہو تو وہ ناراض ہو جائے  
گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
جائے گا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس  
کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہو جائیں گے  
اور ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے خدا تعالیٰ  
ناراض ہو جائے گا اور ربیعہ تباہ ہو جائیگا۔  
انہوں نے کہا پھر تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے۔ میں  
نے انہیں کہا واپس چلے جاؤ۔ میں اور حضرت  
ابو بکر اکیلے ہی وہاں گئے۔ حضور تشریف لائے  
تو حضرت ابو بکر نے جیسے واقعہ ہوا تھا ویسے  
ہی بتا دیا۔ حضور نے سراٹھا کر میری طرف  
دیکھا اور فرمایا تمہارا اور صدیق کا کیا معاملہ  
ہے۔ میں نے عرض کیا حضور اس اس طرح



قصاً ما فابت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 اكل لا ترد عليه ولكن قل غفر الله لك يا ابا بكر  
 فقلت غفر الله لك يا ابا بكر  
 واقع ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک ایسی بات  
 کہی جو مجھے ناگوار گذری پھر انہوں نے مجھے  
 کہا مجھے بھی ایسی بات کہہ دو۔ جیسی میں نے  
 کہی ہے تاکہ قصاص ہو جائے میں نے بات  
 کہنے سے انکار کیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے  
 فرمایا ہاں اسے جواب نہ دیجیئے بلکہ کہیئے اے  
 ابوبکر اللہ تجھے معاف کرے تو میں نے کہا  
 اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔

### چونویں حدیث

ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بروایت حسن  
 بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ  
 انت صاحبی علی الخوض  
 و صاحبی فی الغار و مؤنسی  
 فی الغار  
 ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بروایت حسن  
 بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ  
 تو حوض کوثر پر میرے ساتھ ہوگا۔ اور غار  
 میں تو میرا مؤنس اور ساتھی ہوگا۔

### بچپنیوں کی حدیث

بیہقی نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 ان فی الجنة طیراً کماثال  
 البخاتی قال ابوبکر انہما  
 لنا عمۃ یا رسول اللہ قالے  
 انعم منہما من یا کلہما  
 جنت میں بختی اونٹنیوں کی طرح پرندے  
 ہوں گے حضرت ابوبکر نے عرض کیا،  
 یا رسول اللہ وہ موٹے اور تروتازہ ہونگے  
 فرمایا وہ کھانے والے کو بطور انعام ملیں گے

وَأَنْتَ مَسْنٍ يَا كَلَامًا      اور آپ بھی اُسے کھانے والوں میں ہونگے۔

یہ روایت حضرت انس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

### پچھنویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عُرِجَ رَبِّي إِلَى السَّمَاءِ فَمَاتَ      جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جس آسمان سے

بِسْمَاءِ الْأَوْجَدَاتِ فِيهِمَا      بھی میرا گذر ہوا۔ وہاں میرا نام محمد رسول اللہ

اسمى محمد رسول الله      لکھا ہوا تھا اور ابوبکر صدیق میرے پیچھے تھے

وَابُوبَكْرٍ الصِّدِّيقِ خَلْفِي

یہ حدیث حضرت ابن عباس سے حضرت ابن عمر سے حضرت انس سے حضرت

ابی سعید اور حضرت ابوالدرداء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور اس کی سبب

اسانید ضعیف ہیں۔ لیکن مجموعی حیثیت سے یہ حسن کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔

### سناو نویں حدیث

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے سعید بن جبیر سے بیان

کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

قُرِئَتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ      میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت

وَسَلَامٌ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ      یا ایہا النفس المطمئنتہ پڑھی تو حضرت ابوبکر

فَقَالَ ابُوبَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ      نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو بہت اچھی بات

أَنَّ هَذَا الْحَمْدَ فَقَالَ رَسُولُ      ہے فرمایا موت کے قریب فرشتہ آپ سے

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ      یہ الفاظ کہے گا۔

أَمَّا أَنْتَ الْمَلِكُ سَيَقُولُهَا لَكَ

## اٹھاونویں حدیث

ابن ابی حاتم نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

لما نزلت لوانا کتبنا علیہم ان  
اقتلوا واخرجوا من دیارکم  
قال ابوبکر یارسول اللہ لوانتی  
ان اقل نفسی لفعلت قال صدقت  
جب آیت لوانا کتبنا کا نزول ہوا تو حضرت ابوبکر  
نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے حکم دیتے  
کہ میں اپنے آپ کو قتل کر دوں تو میں اپنے  
آپ کو قتل کر دیتا آپ نے فرمایا تو سوچ کہتا ہوں

## انسٹھویں حدیث

طبرانی نے ابکیر میں اور ابن شاپین نے السنۃ

میں حضرت ابن عباس سے موصولاً بیان کیا ہے اور ابوالقاسم بغوی کہتے ہیں ہم سے  
داؤد بن عمر نے بیان کیا اور عبد الجبار بن الورد نے ابن ابی ملیکہ سے بیان کیا  
اور وکیع نے عبد الجبار بن الورد کی متابعت کی۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے  
کہ عبد الجبار ثقہ آدمی ہے اور اس کے شیخ ابن ابی ملیکہ امام میں مگر یہ روایت  
اس طریق سے مرسل ہے وہ کہتے ہیں کہ

دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب  
علیہ وسلم واصحابہ غدیراً  
فقال لیسبیح کل رجل الی صاحبہ  
فسبیح کل رجل منهم الی صاحبہ  
حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
علیہ وسلم وابوبکر فسبیح  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
تیر کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور آپ کو



الی ابی بکر حتی اعتنقه فقالے گئے لگا لیا اور فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بنانے والا  
لو کنت متخذاً خلیلاً لا اتخذت ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے صاحب  
ابا بکر خلیلاً وکنہ صاحبی ہیں۔

### ساتھویں حدیث

ابن ابی الدنیا نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر  
نے صدقہ بن سیمونہ کے طریق سے، سلیمان بن لسیار سے بیان کیا ہے وہ کہتے  
ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خصال الخیر ثلاثۃ وستون اچھے خصائل تین سو ساٹھ ہیں۔ حبیب اللہ تعالیٰ  
خصلة اذا اراد اللہ بعد خیراً کو کسی بندے کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو ان  
جعل فیہ خصلة منها بہا خصائل میں سے کوئی خصلت اس میں رکھ دیتا  
یدخل الجنة فقال ابوبکر رضی ہے اس سے وہ جنت میں داخل ہوگا۔  
اللہ عنہ یا رسول اللہ ا فحی حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ  
شیء منها قال نعم جیعہما علیہ وسلم کیا ان خصائل میں سے کوئی خصلت  
من کل ہے۔ فرمایا ہاں وہ سب خصلتیں آپ  
میں موجود ہیں۔

ابن عساکر نے ایک اور طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خصائل الخیر ثلاثۃ وستون تین سو ساٹھ اچھے خصائل ہیں۔ ابوبکر نے عرض  
فقال ابوبکر یا رسول اللہ لی کیا یا رسول اللہ کیا ان میں سے کوئی خصلت  
منہا شیء قال کلہا فیك مجھ میں بھی پائی جاتی ہے فرمایا سب کی سب  
فہیئاً لک یا ابا بکر پائی جاتی ہیں پس اے ابوبکر تجھے مبارک ہو۔

## اکسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے مجمع الانصاری کے طریق سے اس کے باپ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ لوگوں کے مل کر بیٹھنے کی وجہ سے کنگن کی طرح ہوتا تھا مگر حضرت ابوبکر کی نشست خالی ہوتی تھی کوئی آدمی دایاں بیٹھنے کی خواہش نہیں کرتا تھا جب حضرت ابوبکر تشریف لاتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے اور حضور علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور ان سے باتیں کرتے اور لوگ ان باتوں کو سنتے۔

## پاسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
حب ابی بکر و شکوہ واجب میری تمام امت پر ابوبکر سے محبت رکھنا  
علی کل امتی :: اور اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے ۔  
اس نے سہلی بن سعد سے بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے ۔

## تیرسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
الناس کلہم یحاسبون الا ابوبکر کے سوا سب لوگوں کا حساب لیا جائے  
ابابکر :: گا ۔

## چونسٹھویں حدیث

احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما نفعتی مال قط ما نفعتی مال مجھے ابو بکر کے مال نے جو فائدہ دیا ہے کسی  
 ابی بکر فبکی ابو بکر وقال هل انا اور کے مال نے نہیں دیا۔ یہ بات سن کر حضرت  
 ومالی الا لك يا رسول الله ابو بکر نے اشکبار ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں  
 اور میرا مال آپ ہی کے لئے ہیں۔

ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ سے ایک ایسی ہی مرفوع حدیث بیان  
 کی ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت  
 جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے اور خطیب نے  
 اسے ابن المسیب سے مرسل بیان کیا ہے اور یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ  
 کان صلی اللہ علیہ وسلم یقضی یعنی حضور علیہ السلام حضرت ابو بکر کے مال میرے  
 فی مال ابی بکر کیا یقضی فی مالہ اپنے مال کی طرح فیصلہ کرتے تھے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ اور حضرت عروہ سے کئی طرق سے بیان  
 کیا ہے کہ جس روز حضرت ابو بکر نے اسلام قبول کیا، آپ کے پاس چالیس  
 ہزار دینار تھے اور ایک روایت میں چالیس ہزار درہم کے الفاظ آئے ہیں۔  
 آپ نے ان سب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیا۔

### پینسٹھویں حدیث

بنو اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے

بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم في بيتي في مكة  
 وسلم وعنده ابو بكر الصديق موجود تھا اور حضرت ابو بکر الصديق بھی وہیں تھے  
 وعليه عباوة قد خللها في اور آپ ایک چوڑی زیب تن کئے ہوئے تھے  
 صدره بخلال فنزل عليه جو سینے سے پھٹا ہوا تھا۔ حضرت جبریل نے



جبریل فقال یا محمد مالی حضور علیہ السلام کے پاس آکر کہا اے محمد (صلی  
 اُری ابابکر علیہ عیادتہ قد اللہ علیہ وسلم) میں ابوبکر کے جسم پر ایک چوغہ  
 خللہا فی صدرہ بخلال فقال دیکھ رہا ہوں جو سینے سے پھٹا ہوا ہے۔ آپ  
 یا جبریل انفق مالہ علی قبل نے فرمایا اے جبریل اس نے فتح مکہ سے پہلے  
 الفتح قال فان الله یقرأ علیہ محمد پر اپنا مال خرچ کر دیا تھا۔ جبریل علیہ السلام  
 السلام ویقول قل لہ اراض نے کہا اللہ تعالیٰ انہیں سلام کہتا ہے۔ اور  
 انت عنی فی فقرک هذا ام فرماتا ہے کہ ابوبکر سے کہیے کہ کیا تو مجھ سے  
 ساقط فقال ابوبکر اسخط علی اپنے اس فقر میں راضی ہے یا ناراض ہے۔  
 ربی انا عن ربی راض انا عن ابوبکر کہنے لگے کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو  
 ربی راض انا عن ربی راض سکتا ہوں میں اپنے رب سے راضی ہوں۔  
 وسندہ غریب ضعیف جداً میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب  
 سے راضی ہوں۔ لیکن اس حدیث کی سند  
 بہت غریب ہے۔

ابولعیم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور حضرت ابن مسعود نے بھی اسی  
 ہی روایت بیان کی ہے۔ مگر ان دونوں حدیثوں کی سند بھی اسی طرح ضعیف  
 ہے اور ابن عباس نے بھی حضرت ابن عباس سے اسی طرح کی روایت بیان کی  
 ہے اور خطیب نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول  
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ہبط جبریل علیہ السلام و جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان پر ایک  
 علیہ طنفستہ متخلل بها فقلت پھٹی ہوئی چادر تھی میں نے کہا اے جبریل یہ  
 یا جبریل ما هذا قال ان الله کیا ہے تو وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں

تعالیٰ اموالا لکے ان تتخلل فی کو حکم دیا ہے کہ وہ زمین میں حضرت ابو بکر کے  
 السماء لتخلل ابی بکر فی پھٹا ہوا لباس پہننے کی وجہ سے آسمان میں پھٹا  
 الارض ۛ ہو لباس پہنیں ۔

ابن کثیر کہتے ہیں یہ حدیث بہت منکر ہے ۔ اگر یہ اور اس سے پہلے  
 والی روایت بہت سے لوگوں میں منداول نہ ہوتی تو ان دونوں سے اعراض  
 اختیار کرنا زیادہ بہتر تھا ۔

### چھپا سٹھویں حدیث

حضرت عمر سے صحیح روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ  
 امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ  
 وسلم ان تصدق فوافی ذلك دینے کا حکم دیا ۔ میرے پاس مال موجود تھا ۔  
 مالا عندی فقلت الیوم سبق میں نے کہا آج میں ابو بکر سے سبقت لے  
 ابابکر ان سبقته یوما فحئت جاؤں گا ۔ میں اپنا نصف مال لے کر آگیا  
 بنصف مالی فقال رسول اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ گھر  
 صلی اللہ علیہ وسلم ما ابقیت والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو ۔ میں نے کہا  
 لا اهلك ؟ قلت مثله فأتی جتنا مال لایا ہوں اتنا مال گھر بھی چھوڑ کر آیا  
 ابوبکر بكل ما عنده فقال بیا ہوں ۔ ابو بکر اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے  
 ابابکر ما ابقیت لا اهلك ؟ قال آپ نے فرمایا ابو بکر گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ  
 ابقیت لہم اللہ ورسولہ آئے ہو ؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور  
 فقلت لا اسبقہ الی شیء ابدًا اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں ۔ میں نے کہا  
 میں اس سے کبھی نہیں بڑھ سکوں گا ۔



## سنا سٹھویں حدیث

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر سے صحابہ کے ایک مجمع میں دریافت کیا گیا کہ کیا آپ نے جاہلیت میں کبھی شراب پی تھی، فرمایا میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے کہا انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ میں اپنی عزت اور جوانمردی کی حفاظت و سیانت کرتا تھا اور جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور جوانمردی کو برباد کر دیتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ابو بکر نے سچ کہا۔ ابو بکر نے سچ کہا۔ یہ حدیث سند اور متن کے لحاظ سے مرسل غریب ہے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم حضرت ابو بکر نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی شعر نہیں کہا اور نہ انہوں نے اور نہ حضرت عثمان نے جاہلیت میں کبھی شراب پی۔ ابو نعیم نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر نے جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے سپر حرام کیا ہوا تھا۔

## اٹھ سٹھویں حدیث

ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے

بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما کلمت فی الاسلام احدا الا

ابی علی وراجعی الکلام الا ابن

ابی قحافة فانی لم اکلمہ فی شی

الاقبلہ واستقام عیبہ وفی رواۃ

لابن اسحق مادعوت احدا الی

الاسلام الا کانت لہ کبوة و

تودد ونظر الا ابابکر ماعتم وما

تودد وجہ۔

جب بھی میں نے کسی کو دعوت اسلام دی تو

سوائے ابو بکر کے ہر ایک نے انکار کیا اور

مجھ سے باتوں میں الجھ پڑا۔ اور ابو بکر سے جب

میں نے بات کی اس نے لے لے قبول کیا اور اس

سپر استقامت دکھائی۔



اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جس کسی کو میں نے دعوت اسلام دی۔ اُسے اس کے قبول کرنے میں رکاوٹ اور تردد ہوا۔ مگر ابوبکر کو نہ رکاوٹ پیدا ہوئی نہ تردد ہوا۔

امام بیہقی کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضور کے دعویٰ سے قبل ہی دلائل نبوت کو دیکھتے اور آپ کے حالات کو سُنتے تھے۔ اس لئے جب آپ نے دعوت اسلام دی تو پہلے تفکر و نظر کی بنا پر آپ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جسے ابونعیم نے فرات بن السائب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے میمون بن ہران سے پوچھا، آپ کے نزدیک حضرت علی افضل ہیں یا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر۔ راوی کہتا ہے ان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور ان کے ہاتھ سے عصا گر گیا۔ پھر کہنے لگے میرے خیال بھی نہیں کرتا تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا۔ جب ان دونوں کے برابر کسی کو ٹھہرایا جائے گا۔ ان دونوں کا کیا کہنا، وہ تو سرداران اسلام تھے۔ میں نے کہا کہ حضرت ابوبکر پہلے اسلام لائے تھے یا حضرت علی، کہنے لگے خدا کی قسم حضرت ابوبکر تو بیکرا رہب کے زمانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جب آپ کا گذر اس کے پاس سے ہوا تھا۔ اور حضرت خدیجہ اور اسکے درمیان اختلاف ہوا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا اور یہ سب باتیں حضرت علی کی پیدائش سے قبل کی ہیں۔

زید بن ارقم سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت ابوبکر تھے۔  
ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوبکر سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا، کیا میں لوگوں سے خلافت کا زیادہ حقدار نہیں۔ کی

میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا نہیں طبرانی نے البکیر میں اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں شعبی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا کون ہے۔ انہوں نے کہا ابو بکر، کیا تم نے حضرت حسان کا قول نہیں سنا۔

اذا تذكرت شجواً من اخي ثقة فاذكر اخاك ابا بكر بما فعلا  
خير البرية اتقاسوا عدلها الى النبي وادفاهما بما حملا  
والثاني والثالثي الحمد ومشهدا واول الناس منهم صدق الرسل

یعنی جب تجھے کسی قابل اعتماد بھائی کا نعم یاد آئے تو اپنے بھائی ابو بکر کو بھی یاد کیا کر کہ اس نے کیا کچھ کیا۔ وہ مخلوق سے بہتر، الٰہی اور سب سے عادل انسان تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو ذمہ داری اس نے اٹھائی۔ اُسے سب سے بڑھ کر پورا کیا۔ وہ ثانی اشین اور آپ کا پیروکار تھا اور رسولوں کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والا تھا۔

اس کے علاوہ صحابہ کرام، تابعین اور دوسرے بے شمار لوگوں نے کہا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے میں سب سے اول تھے بلکہ بعض نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، اس حدیث اور ان احادیث میں جو اس کے منافی بیان ہوئی ہیں۔ اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر ہیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجہ ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی ہیں اور غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے

نے سب سے پہلے یہ تطبیق دینیوالے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں جیسے کہ سیوطی نے ذکر کیا ہے

والے حضرت زید ہیں۔ ابن کثیر نے اس کی مخالفت کی ہے، اور کہا ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کے اہلبیت میں سے حضرت خدیجہ آپ کا غلام زید اور اس کی بیوی ام ایمن، حضرت علی اور ورقہ ایمان لائے اور اس کی تائید سعد بن وقاص کی صحیح روایت سے ہوتی ہے کہ اس سے پہلے پانچ سے زیادہ آدمی اسلام قبول کر چکے تھے۔ لیکن حضرت ابو بکر ہم میں اسلام کے لحاظ سے سب سے بہتر تھے۔

### اہم ترین حدیث

ابو یعلیٰ، احمد اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدہ ولابی بکر مع احدکما جبریل ومع الآخر میکائیل۔  
 مجھے اور حضرت ابو بکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز فرمایا تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہیں۔

### سترویں حدیث

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اتانی جبریل فقال ان اللہ یمرک ان تستشیر ابا بکر۔  
 میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابو بکر سے مشورہ کریں۔





حضرت ابو بکر کے ان فضائل کا تذکرہ جن میں اصحابہ ثلاثہ اور دوسرے لوگوں کا ذکر بھی شامل ہے۔ اس فصل کو میں نے سیاق کے اعتبار سے پہلی فصل سے الگ نوع کی قرار دیا ہے۔ لیکن حضرت ابو بکر کی فضیلت اور شرف کے لحاظ سے یہ پہلی فصل کی جیسے سے ہے اس لئے اسے کا نمبر شمار پہلی فصل سے ہی رکھا گیا ہے۔

**اکثر روای حدیث** حاکم نے الکنی میں، ابن عدی نے الکامل میں

اور خطیب نے اپنی تاریخ میں، حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابو بکر و عمر و خیر الاولین ابو بکر و عمر، انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر

والاخرین و خیر اهل السماء اولین و آخرین اور آسمانوں اور زمین میں

و خیر اهل الارض الا النبیین رہنے والے تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔

و المرسلین

## بہترین حدیث

طبرانی نے حضرت ابوالدرداء سے بیان کیا ہے کہ

اَقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي  
اَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنَّهُمَا جِلُّ اللَّهِ  
الْمُحَمَّدُ وَدَمِنْ تَسْكٍ بِمِثْلِهَا  
فَقَدْ تَسْكٍ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى  
لَا الْفَصَامَ لَهَا

یہ حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے جن کا ذکر احادیث خلافت میں گذر چکا

ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

## بہترین حدیث

اِذَا اُنْصَبَتْ اَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ  
عُثْمَانُ فَاِنْ اَسْطَعَتْ اَنْ  
تَمُوتَ نَمِتْ

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور نسائی اور

## چوتھی بہترین حدیث

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
لَعْنُ الْوَجِلِ اَبُو بَكْرٍ وَلَعْنُ الْوَجِلِ  
عُمَرُ

## پہچترویل حدیث

ترمذی نے ابوسعید سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما من نبی الدّولہ وزیران من ہر نبی کے اہل سماء اور اہل زمین سے دو وزیر

اہل السماء و وزیران من ہوتے ہیں۔ اہل سماء سے میرے دو وزیر جبریل

اہل الارض فأما وزیرای من اور میکائیل ہیں۔ اور اہل زمین سے ابوبکر اور

اہل السماء فجبریل و میکائیل عمر ہیں۔

وأما وزیرای من اہل الارض

فابوبکر و عمر

## پہچترویل حدیث

احمد، شیخین اور نسائی نے حضرت ابوسعید سے

بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

بینا راعی فی غنمہ عدا علیہ الذئب ایک چرواہا بکریاں چرواہا تھا کہ ایک بھیڑیا اس

فاخذ منہ شاة فطلبہ الراعی پر حملہ کر کے ایک بکری لے گیا۔ چرواہے نے

فالتفت الیہ الذئب فقال اس سے بکری کا مطالبہ کیا تو بھیڑیے نے اس

من لہا یوم السبع یوم لا راعی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یوم السبع کو جب میرے

لہا غیری و بینا رجل یسوق سوا اس کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ اسے کون سے

بقرة قد حمل علیہا فالتفت بچائے گا۔ اور ایک آدمی نے بیل پر بوجھ لادنا

الیہ فکلمتہ فقالت انی لم ہوا تھا تو بیل نے آدمی کی طرف متوجہ ہو کر

اخلق لہذا و لکننی خلقت کہا کہ میں بوجھ اٹھانے کیلئے پیدا نہیں ہوا بلکہ

للحرث قال الناس سبحان اللہ کھیتی باڑی کیلئے پیدا ہوا ہوں۔ لوگوں نے



قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا سبحان اللہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فانی اومن بذلک و ابو بکر فرمایا میں ابو بکر اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں  
 وعمر و ماتم ابو بکر و عمر ای حالانکہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر وہاں موجود ہی نہ  
 لم یکنوا فی المجلس شہد لہما تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں  
 صلی اللہ علیہ وسلم بالایمان کے کمال ایمان کو جانتے ہوئے یہ گواہی دی۔  
 لعلمہ بکمال ایمانہما وفی اور ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی بیل پر سوار  
 روایتہ بینا رجل لکب علی بقوۃ تھا کہ بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں سواری  
 فالتفتت الیہ فقلت انی لم اخلق کیلئے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں۔  
 لہذا انما خلقت للحرث فانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابو بکر  
 اومن بہذا انا و ابو بکر و عمر اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں اور ایک آدمی  
 و بینا رجل فی غنماہ اذا عدا اپنی بکریوں میں موجود تھا کہ بھیڑ یا اس پر حملہ کر کے  
 الذئب فذہب منها بشاۃ ایک بکری لے گیا اس نے بھیڑ سے بکری کا  
 فطلبہ حتی استنقذھا منہ مطالبہ کیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ تو بھیڑ  
 فقال لہ الذئب استنقذتھا منی نے اُسے کہا تو نے بکری کو مجھ سے چھڑا لیا ہے  
 منی فمن یما یوم السبع یوم لاری مگر یوم السبع کو اسے کون بچائے گا۔ جب  
 لہا غیری فانی اومن بہذا انا میرے سوا ان کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ رسول  
 و ابو بکر و عمر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ابو بکر،  
 اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں۔

### سترویں حدیث

احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے

اپنی صحیح میں ابوسعیدؓ نے اور طبرانی نے جامعین سمرقہ سے اور ابن عساکر نے

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اهل الدراجات العالیٰ بلند درجات والوں کو نیچے درجے والے اس  
لیراہم من ہوا سفلی منہم طرح دیکھیں گے۔ جیسے تم آسمان کے افق میں  
کھاترون النکوب اللہ کافی روشن ستارے کو دیکھتے ہو ابوبکر اور عمران ہیں  
افق السماء وان ابابکر وعمر سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔  
منہم والاعمال

### طبرانی حدیث

ابن عساکر نے ابو سعید سے بیان کیا ہے کہ  
ان اهل علیین لیستوف احدہم اہل علیین میں سے جب کوئی شخص جنت  
علی الجنة فیضی وجہہ کی طرف جھانکے گا تو اس کا چہرہ جنتیوں کو اس سے  
لا اهل الجنة کما یغنی القمر لیلۃ طرح روشن کر دیگا۔ جیسے چاند اہل دنیا کو  
البدس لا اهل الدنیا وان ابابکر روشن کر دیتا ہے۔ اور ابوبکر اور عمران  
وعمر منہم والاعمال لوگوں میں سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔

### اناسویں حدیث

احمد اور ترمذی نے حضرت علی سے اور ابن  
ماجرہ نے حضرت علی اور ابو جحیفہ سے اور ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور منیاء

لے النعماء یعنی وہ دونوں بڑھ کر ہیں۔ احسن فی الی والنعمت یعنی تو نے میرے ساتھ  
حسن سلوک کیا اور احسان کرنے میں زیادتی کی اور اس کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ وہ دار النعم  
میں داخل ہو گیا۔ جیسے کہتے ہیں اشل یعنی شمال میں چلا گیا کما فی النہایۃ

نے المختارة میں حضرت انس سے اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر اور ابو سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سید اکھول اهل الجنة من انبياء اور مرسلین کو چھوڑ کر، ابو بکر اور عمر اولین الاولین والآخرین الا النبیین اور آخرین اہل جنت کے ادھیر عمر کے لوگوں کے والہ مرسلین یعنی ابابکر و عمر سرور ہیں۔

اس باب میں یہ حدیث ابن عباس اور ابن عمر سے بھی آئی ہے۔

### اسویں حدیث

حاکم اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور اسے عبد اللہ بن شظلہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم راہی ابابکر و عمر فقال هذان ابو بکر اور عمر کو دیکھ کر فرمایا یہ دونوں سمیع و بصیر السمیع والبصر کے مقام پر ہیں،

طبرانی نے اسے حضرت عمر اور ابن عمر کی حدیث سے بیان کیا ہے

### اکاویں حدیث

ابو نعیم نے حلیۃ میں حضرت ابن عباس سے اور خطیب نے حضرت جابر اور ابو یعلیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر و عمر منی بمنزلة السمیع والبصر من الرأس ابو بکر اور عمر مجھ سے اس مقام پر ہیں جو مقام سمیع والبصر من الرأس کو، سر سے حاصل ہوتا ہے

### بیا سوئں حدیث

طبرانی اور ابو نعیم نے حلیۃ میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ ایدائی باربعة وزراء اللہ تعالیٰ نے چار وزراء سے میری تائید فرمائی



انہیں من اهل السماء جبریل ہے۔ دو وزیر اہل سماء میں سے ہیں۔ یعنی  
 ومیکائیل واثنتین من اهل جبریل اور میکائیل اور دو اہل زمین میں سے  
 الارض ابی بکر و عمر ہیں یعنی ابوبکر و عمر۔

### تراسویں حدیث

طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان لكل نبی خاصۃ فی اصحابہ ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ خاص لوگ ہوتے  
 وان خاصۃ من اصحابی ابوبکر ہیں۔ میرے اصحاب میں سے خاص لوگ ابوبکر  
 و عمر

### چوہاسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے بیان کیا ہے  
 کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان لكل نبی وزیرین وزیرای ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں اور میرے وزیر  
 و صاحبای ابوبکر و عمر اور ساتھی ابوبکر اور عمر ہیں۔

### پچاسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت علی اور حضرت زبیر سے  
 اکٹھے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خیر امتی بعدی ابوبکر و عمر میرے بعد میری امت کے بہترین آدمی ابوبکر و  
 عمر ہیں۔

### پچھاسویں حدیث

خطیب نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 سید اکھول اهل الجنة ابوبکر اور عمر اہل جنت کے ادھیڑ عمر کے لوگوں  
 ابوبکر و عمر وان ابابکر کے سردار ہیں اور ابوبکر جنت میں ایسے ہوگا  
 فی الجنة مثل الشریانی السماء جیسے آسمان پر شریا ۔

### ستاسویں حدیث

بخاری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول  
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 ما قدمت ابابکر و عمر لکن میں نے ابوبکر اور عمر کو مقدم نہیں کیا ۔ بلکہ اللہ  
 اللہ قد صمما تعالیٰ نے انہیں مقدم کیا ہے ۔

### اٹھاسویں حدیث

ابن قانع نے حجاج سہمی سے بیان کیا ہے کہ  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 من رأیتہ ینذکر ابابکر و عمر جسے تم ابوبکر اور عمر کی بڑائی بیان کرتے دیکھو وہ  
 بسوء فانما یرید غیر الاسلام اسلام کے سوا کسی اور چیز کا خواہاں ہے ۔

### نواسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے  
 کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 القائم بعدی فی الجنة والذی میرے بعد کھڑا ہونے والا جنتی ہے اور جو اس  
 یقوم بعده فی الجنة والثالث کے بعد کھڑا ہوگا وہ جنت میں ہوگا تیسرا  
 والرابع فی الجنة اور چوتھا بھی جنت میں ہوگا ۔

## نویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اربعة لا یجتمع جہنم فی قلب منافق ولا یجمعہم الا مومن ابوبکر وعمر، عثمان و علی۔

چار آدمیوں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مومن کے سوا، کوئی ان سے محبت کرتا ہے یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور علی سے۔

## اکاویں حدیث

ترمذی نے حضرت عقی سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رحمہ اللہ ابابکر زوجنی ابنہ وحملنی الی دار الہجرة واعتق بلال من مالہ وما نفعتی مال فی الاسلام ما نفعتی مال ابی بکر رحمہ اللہ عمر یقول الحق و ان کان مراً لقد ترکہ الحق ومالہ من صدیق، رحمہ اللہ عثمان تستفی منہ الملائکۃ وجہز حبیش العسرة وزاد فی مسجدنا حتی وسفنا، رحمہ اللہ علیہم ادر الحق معہ حبش

اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی اور مجھے سوار کرا کے دارالہجرت لے گئے۔ اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کرا دیا اور اسلام میں کسی کے مال نے مجھے اتنا نائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے۔ وہ حق کی مرارت کے باوجود، حق ہی کہتے ہیں۔ حق گوئی کی وجہ سے اس کا کوئی دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے اس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اس نے حبش العسرة کو ساز و سامان سے مسجدناحتی وسفنا، رحمہ اللہ علیہم ادر الحق معہ حبش

آراستہ کیا اور ہماری مسجد میں اضافہ کیا جس



دار : سے ہمیں وسعت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے۔ اے اللہ جہاں علی جائے جوتے اس کے ساتھ ہو۔

## بالنویل حدیث

احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ اور ضیاء نے زید بن

سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قال عشرة في الجنة النبي  
في الجنة وابوبكر في الجنة و  
عمر في الجنة وعثمان في  
الجنة وعلي في الجنة وطلحة  
في الجنة والزبير بن العوام  
في الجنة وسعد بن مالك  
في الجنة ابي وهاب بن ابي  
وقاص وعبد الرحمن بن  
عوف في الجنة وسعيد بن  
زيد في الجنة ،

احمد اور ضیاء نے اس مفہوم کی حدیث سعید بن زید سے اور ترمذی

نے حضرت عبد الرحمن بن عوف سے بیان کیا ہے۔

## ترمذی حدیث

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور نسائی، ترمذی

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ

نعم الرجل ابوبکر، نعم الرجل  
عمر، نعم الرجل ابو عبیدہ بن  
الجراح، نعم الرجل اسید  
بن حضیر، نعم الرجل ثابت  
بن قیس بن شماس نعم  
الرجل معاذ بن عمرو بن الجراح  
نعم الرجل سہیل بن بیضاء

### چورانیوں کی حدیث

احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، احکم اور  
بیہقی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
ارحم امتی ابوبکر و اشدهم فی  
دین اللہ عمر و اصدقہم حیاء  
عثمان و اقرؤہم لکتاب اللہ ابی  
بن کعب و افرضہم زید بن ثابت  
و اعلمہم بالحلال و الحرام معاذ  
بن جبل و لکل امۃ امین و امین  
ہذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن  
الجراح

۱۔ ان کا اصل نام عامر بن عبید اللہ بن الجراح ہے۔

اور طبرانی کی ایک روایت میں جو الاوسط میں بیان ہوئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ میری امت پر سب سے زیادہ رحم کر نیوالا ابو بکر ہے اور سب سے زیادہ نرمی کرنے والا عمر ہے اور سب سے زیادہ حیا دار عثمان ہے۔ سب سے زیادہ قاضی علی بن ابی طالب ہے اور حلال و حرام کا زیادہ عالم معاذ بن جبل ہے وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے ہوگا۔ امت کا سب سے بڑا قاری ابی ابن کعب اور سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت ہے اور جو میر یعنی ابوالدرداء کے حصے میں عبادت آئی ہے اور ابن عساکر کی ایک اور روایت میں ہے کہ میری امت کا سب سے زیادہ رحمدل آدمی ابو بکر ہے اور سب سے زیادہ حسن اخلاق والا ابو عبیدہ بن الجراح ہے اور زیادہ صحیح لہجہ والا ابو ذر ہے اور حق کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے اور سب سے زیادہ اچھے فیصلے کرنے والا علی ہے۔ اور العقیلی کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس امت پر سب سے زیادہ رحمدل ابو بکر ہے اور سب سے زیادہ دین میں قوی عمر ہے اور سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والا زید بن ثابت ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔ اور سب سے زیادہ حیا دار عثمان بن عفان ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے اور سب سے زیادہ قاری ابی بن کعب ہے اور ابو ہریرہ علم کا برتن ہے اور سلمان اتھاہ عالم ہے اور معاذ بن جبل حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور زمین و آسمان میں ابو ذر سے زیادہ کوئی صحیح لہجہ والا نہیں اور ابو یعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ ابو بکر میری امت کے لئے نہایت نرم دل ہے اور دین میں سخت تر عمر ہے۔ اور عثمان سب سے زیادہ حیا دار ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح فیصلہ دینے والا علی ہے اور سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت



ہے اور سب سے بڑا قاری ابی ہے اور معاذ بن جبل، حلال و حرام کو سب سے زیادہ جانتے والا ہے اور ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔

### پچانوئیں حدیث

ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ  
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا تھا جس کا نام ابو بکر تھا اور انصار اصحاب  
 کے پاس تشریف لایا کرتے تھے دراصل ان کے وہ  
 من المهاجرین والانصار بیٹھے ہوتے تھے ابو بکر اور عمر بھی ان میں موجود  
 وہم جلوس و فیہم ابو بکر وہم ہوتے تھے اور کوئی شخص آپ کی طرف سوائے  
 عمر فلا یرفع الیہ احد منہم ابو بکر و عمر کے نظر اٹھا کر نہ دیکھتا تھا وہ دونوں  
 بصرہ الا ابو بکر و عمر فانہما آپ کی طرف اور آپ ان کی طرف دیکھ کر  
 کان ینظران الیہ و ینظر الیہما مسکرا یا کرتے تھے  
 و یتبسمان الیہ و یتبسم الیہما

### چھپانوئیں حدیث

ترمذی اور عاکم نے حضرت عمر سے اور طبرانی نے  
 وہ الا وسط میں حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ  
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں  
 وسلم خرج ذات یوم فدخل داخل ہوئے اور آپ ابو بکر اور عمر کے ہاتھوں  
 المسجد والابوبکر و عمر احدهما کو پکڑے ہوئے تھے جبکہ ایک ان میں سے  
 عن یسینہ والاخر عن آپ کی دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب تھا  
 شمالہ وهو اخذ بایدیہما پھر فرمایا قیامت کے روز ہمارا اسی طرح

وقال هكذا نبعث يوم القيامة بعث ہوگا۔

## ستائویں حدیث

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انا اول من تنشق عنه الارض سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی پھر ابوبکر اور عمر کی  
ثم ابوبکر ثم عمر

بزار نے اُردی الدوسی سے بیان کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس موجود تھا کہ ابوبکر اور عمر آگئے تو آپ نے فرمایا

الحمد لله الذي ايدني بكما اس خدا کا شکر ہے جس نے تم دونوں کے ذریعہ  
میری مدد فرمائی۔

یہ حدیث اسی طرح بریلو بن عازب سے بھی بیان ہوئی ہے جسے طبرانی

نے "الاوسط" میں بیان کیا ہے۔

## سویں حدیث

عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت

انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ

اني لأرجو لأمتي في جهم لأبى بكر میں اپنی امت سے امید رکھتا ہوں کہ جیسے

وعمر ما أرجو لهم في قوله وہ لا اله الا الله سے محبت رکھتے ہیں۔ ایسی ہی

لا اله الا الله محبت ابوبکر اور عمر سے رکھیں گے۔

## ۱۰۱ حدیث

ابویعلیٰ نے عمار بن یاسر سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اُتانی جبیل آنفا فقلت یا ابھی میرے پاس جبریل آئے تو میں نے کہا  
 جبریل حدیثی بفضائل عمر مجھے عمر بن خطاب کے فضائل بتائیے، کہنے لگے  
 بن الخطاب فقال لو حدثتک اگر میں عمر کے فضائل اس وقت سے بیان کرنے  
 بفضائل عمر منذ ما لبثت لگوں جب نوح علیہ السلام اپنی قوم میں پھرے  
 نوح فی قومہ ما نفدت فضائل تھے تو بھی عمر کے فضائل ختم نہ ہوں۔ اور عمر  
 عمروان عمر حسنة من ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔

حسنات ابی بکر

## ۱۰۲ حدیث

احمد نے عبد الرحمن بن غنم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اور عمر سے فرمایا  
 لو اجتمعنا فی مشورۃ ما خالفنا اگر تم دونوں کسی مشورہ میں متفق ہو جاؤ تو میں  
 تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔

طبرانی نے اسے براہین عازب کی حدیث سے بیان کیا ہے۔

## ۱۰۳ حدیث

طبرانی نے حضرت سہل سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ  
 السلام حجۃ الوداع سے تشریف لائے تو منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا  
 ایہا الناس ان ابابکر لم یسوفی اے لوگو ابوبکر نے مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں دی  
 قط ناعرفو اللہ ذلک ایہا الناس اس کی بات کو اچھی طرح جان لو۔ اے لوگو میں ابوبکر  
 انی راض عن ابی بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و سعد و عبد الرحمن  
 عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و بن عوف، مہاجرین اور اولین سے راضی ہوں  
 سعد و عبد الرحمن بن عوف ان کے متعلق یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔



والساجدین والاولین فاعرفوا

ذلک لهم

### ۱۰۴ حدیث

ابن سعد نے بسطام بن اسلم سے بیان سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر اور عمر سے فرمایا

لا تيامر علیکم بعدی میرے بعد تم پر کوئی امیر نہ بن سکے گا۔

### ۱۰۵ حدیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ

حب ابی بکر و عمر ایمان و ابو بکر اور عمر کی محبت ایمان کی علامت ہے

بعضہما کفر اور ان سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔

### ۱۰۶ حدیث

ابن عساکر نے بھی ایسی ہی ایک روایت بیان کی ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

حب ابی بکر و عمر من السنۃ ابو بکر اور عمر کی محبت، سنت پر چلنے کی علامت ہے

### ۱۰۷ حدیث

احمد، بخاری، ترمذی اور ابوحاتم نے حضرت انس سے

بیان کیا ہے کہ

صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر

والبوکر و عمر و عثمان اُحداً اور عثمان اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ لرز اٹھا۔

فرحیف بہم فزیدہ النبی صلی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پاؤں

اللہ علیہ وسلم بدرجلہ وقال مارکہ فرمایا اُحد اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے تھے پر ایک

أثبت احداً فانما عليك نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔  
وصدیق وشہیدان

آپ نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ پہاڑ کا یہ لرزہ اس قسم کا  
نہ تھا جو تحریف کلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو پہاڑ پر پیش آیا تھا کیونکہ  
وہ لرزہ تو غضب الہی تھا اور یہ خوشی سے جھومتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ  
نے خوشی سے مقام نبوت و صدیقیت اور شہادت کو بیان فرمایا ہے نہ کہ  
اس کے لرزے کی وجہ سے، پس پہاڑ اپنی جگہ پر ٹک گیا۔

ترمذی، نسائی اور دارقطنی نے حضرت عثمان سے بیان کیا ہے کہ  
انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر  
علی، ثبیبہ بکۃ ومعہ ابوبکر میرے ساتھ مکہ کے شہر پہاڑ پر کھڑے  
وعمر وانا فترک الجبل حتی تھے کہ پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی یہاں تک  
تساقطت حجارته بالحضیف کہ اس کے پتھر زمین پر گرنے لگے۔ آپ نے  
ای قرار الارض منقطع الجبل اس پر پاؤں مار کر فرمایا، شہر ٹھہر جا، تجھ پر  
فرکضہ ای ضربہ بدرجلہ و ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔  
قال اسکن ثبیبہ فانما عليك  
نبی وصدیق وشہیدان۔

مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عثمان، علی  
وسلم کان علی حراً، هو وطلحہ، زبیر کے ساتھ حرا پر کھڑے تھے کہ چٹان  
ابوبکر و عثمان وعلی وطلحہ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا، حرا ٹھہر  
والزبیر فترکت الضحۃ فقال جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں ۔  
اسکن حرافنا علیک الانبی  
وصدایق و شہیدان

اور ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص کی ایک روایت میں حضرت علی کا ذکر موجود نہیں اس حدیث کی تخریج ترمذی نے کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور اسمیں سعد کا ذکر نہیں کیا ۔ اور ابو ہریرہ ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ کے سوا پہاڑ پر دس آدمی تھے ۔ ان روایات کو اس بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ یہ واقعات کئی دفعہ ہوئے ہیں ۔ اس لئے ان میں جھگڑے کی گنجائش نہیں کیونکہ صحت حدیث کے لئے مخرج متحد ہے ۔ اس لئے ان میں توافق کا تعین ہو گیا ہے اور مسلم میں ابو ہریرہ کی حدیث سے تعدد کی تائید ہوتی ہے ۔

## ۸۰۸ حدیث

محمد بن یحییٰ الذہبی نے ”انزہریات“ میں حضرت ابوذر سے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن گیا تو حضور گھر سے باہر تشریف لے جا چکے تھے میں نے آپ کے متعلق خادم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ حضرت عائشہ کے گھر میں ہیں ۔ میں آیا تو دیکھا کہ کوئی آدمی آپ کے پاس موجود نہیں اور آپ اکیلے ہی بیٹھے ہوئے ہیں ۔ اور مجھے یوں دکھائی دیتا تھا کہ آپ وحی کے نزول کرے کیفیت میں ہیں ۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کیسے آنا ہوا ۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کے لئے آیا ہوں ۔ تو آپ نے مجھے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا ۔ میں آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا ۔ میرے پوچھے بغیر آپ نے مجھے بہت کچھ بتایا ۔ ابھی آپ تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ حضرت



ابوبکر جلدی جلدی آئے اور سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دے کر درخت  
 فرمایا کیسے آنا ہوا۔ عرض کیا مجھے اللہ اور اس کا رسول لایا ہے آپ نے انہیں  
 ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے  
 ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ آئے تو آپ نے ان سے بھی یہی درخت  
 فرمایا۔ اور وہ حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر اسی طرح حضرت عثمانؓ  
 آئے اور وہ عمر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات  
 یا نو کے قریب سنگریزے ہاتھ میں لئے تو انہوں نے آپ کے ہاتھ میں سے  
 تسبیح شروع کر دی۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں شہد کی مکھڑوں کی جھنجھاہٹ  
 کی طرح ان کی آواز آتی تھی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں دے  
 دیا تو انہوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں بھی تسبیح کی۔ اس کے بعد آپ نے  
 ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے اور سنگریزے  
 بن گئے۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عمر کو دے دیا تو انہوں نے حضرت عمر  
 کے ہاتھ میں ایسے ہی تسبیح کی۔ جیسے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں کی تھی۔ پھر آپ  
 نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں  
 حضرت عثمان کو دیا تو انہوں نے حضرت عثمان کے ہاتھ میں ایسے ہی تسبیح کی  
 جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ہاتھ میں کی تھی۔ پھر آپ نے ان سے لے کر  
 انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے۔

بزار اور طبرانی نے "الاوسط" میں حضرت ابوذر سے ایسی ہی  
 روایت کی ہے۔ مگر اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اپنے ہاتھ میں سات سنگریزے پکڑے یہاں تک کہ میں نے ان کی آواز  
 سنی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح

کی پھر آپ نے انہیں حضرت عمر کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عثمان کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی۔ پھر انی نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ان کی تسبیح ان تمام لوگوں نے سنی جو وہاں موجود تھے۔ پھر آپ نے انہیں ہماری طرف پھینکا تو انہوں نے ہم میں سے کسی کے ہاتھ بھی تسبیح نہ کی۔

پہلی روایت میں جو آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھنے سے قبل انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں دیا۔ بخلاف حضرت عمر اور حضرت عثمان کے۔ اس میں راز کی بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہو کہ حضرت ابوبکر کو آپ کا زیادہ قرب حاصل تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے الگ نہیں تھا۔ اور آپ نے بخلاف حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ان سنگریزوں کے زوال حیات پر دونوں ہاتھوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

### ۱۰۹ احادیث

اللہ نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان الله افترض عليكم حب الله تعالى في كل يوم

ابن ابی بکر و عمرو و عثمان و علی کما عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کی محبت

افترض الصلوة والزكاة والصوم نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج کی طرح فرض

والحج فنی انکرو فقلهم فلا قرار دی ہے اور جو شخص ان کی فضیلت کا

تقبل منه الصلوة والزكاة منکر ہوا۔ اس کی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور

ولا الصوم والحج حج قبول نہیں ہوتا

## ۱۱۰ حدیث

حافظ سلفی نے ”شیخیت“ میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حب ابی بکر واجب علی امتی ابو بکر کی محبت، میری امت پر واجب ہے۔

## ۱۱۱ حدیث

شیخین اور احمد وغیرہ نے ابو موسیٰ اشعری سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے مسجد کی طرف جاتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے کہا وہ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ آپ بئر اریس میں داخل ہو گئے۔ میں اس کے دروازے پر، جو کھجور کی ٹہنیوں کا بنا ہوا تھا، بیٹھ گیا۔ آپ نے قضاے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کیا تو میں آپ کے پاس گیا۔ آپ بئر اریس پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کا سر اس کے وسط میں تھا۔ میں بطور دربان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر نے دروازے پر دستک دی میں نے پوچھا کون ہے۔ انہوں نے کہا، ابو بکر میں نے کہا، ٹھہریے۔ پھر میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابو بکر حاضری کی اجازت چاہتے ہیں آپ نے فرمایا اُسے آنے کی اجازت اور جنت کی بشارت دو۔ میں نے اگر حضرت ابو بکر کو اندر داخل ہونے کا کہا اور یہ بھی کہا کہ حضور علیہ السلام آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں حضرت ابو بکر اندر آکر حضور علیہ السلام کی دائیں جانب آپ کے ساتھ کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور کندھیں میں پاؤں لٹکا کر جلیے حضور علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے، بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا۔ پھر میں واپس آکر بیٹھ گیا۔ اور اپنے بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔ اور



میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں سے یعنی اس کے بھائی سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اُسے لے آئے گا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی دروازے کو دستک دے رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عمر بن خطاب، میں نے کہا ٹھہریے پھر میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، عمر آپ سے اجازت کے طلبگار ہیں آپ نے فرمایا اجازت کے ساتھ انہیں جنت کی بشارت بھی دیجئے۔ میں نے انہیں داخلے کی اجازت کیسے بتایا کہ حضور علیہ السلام آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ آپ حضور علیہ السلام کی بائیں جانب کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے پھر میں واپس آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اُسے بھی لے آئے گا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی آدمی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے جواب دیا، عثمان بن عفان، میں نے کہا ٹھہریے اور میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اطلاع دی آپ نے فرمایا انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو اور جو مصیبت انہیں پہنچنے والی ہے اس پر جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں نے آکر انہیں ساری بات کہہ دی۔ آپ نے اندر آکر دیکھا کہ کنوئیں کی منڈیر تو پُر ہو چکی ہے آپ آخری صف میں حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گئے۔ شریک کہتے ہیں کہ ابن المسیب نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ ان کی قبریں اس طرح ہونگی مگر میں کہتا ہوں کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ ان کی خلافت ان کی آمد کی ترتیب کے مطابق ہوگی۔ بلکہ یہ سابقہ حدیث بمثل کے موافق ہے۔ اس کی روایات اور طرق ان نو احادیث میں بیان ہوئے ہیں جو حضرت ابو بکر کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخین کا حضور کے پہلو میں بیٹھنا اور حضرت عثمان کے لئے جگہ کا تنگ ہو جانا یہاں تک کہ آپ کا ان کے سامنے بیٹھنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخین کی

خلافت فتنوں سے مکمل طور پر محفوظ رہے گی۔ اور مومنین کے احوال نہایت اعتدال میں رہیں گے۔ حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت اگرچہ حق و صداقت اور عدل پر مبنی ہے مگر ان کے ساتھ بنی امیہ اور ان کے کم عقل آدمیوں کے احوال کے گڈ مڈ ہونے سے دل مکر رہ رہ جائیں گے۔ اور مسلمانوں میں تشویش پیدا ہوگی جس کے نتیجے میں عظیم فتنے نمودار ہوں گے۔ اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان پر مصیبت وارد ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ مصائب بنی امیہ کے بُرے حالات کی وجہ سے پیدا ہوں گے جن کا تفصیلی ذکر خلافت عثمان اور ان کے فضائل و مناقب میں آئے گا۔ ایک دوسری روایت میں ان روایات کے خلاف بھی ذکر آیا ہے۔

ابو داؤد نے ایک ایسی ہی روایت ابی سلمہ عن نافع عن عبد الحارث الخزامی سے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک باغ میں داخل ہوئے اور حضرت بلال سے فرمایا دروازہ بند کر دو۔ پھر حضرت ابو بکر اجازت طلب کرتے ہوئے آئے۔ اس کے بعد وہی قصہ بیان کیا ہے۔ طبرانی کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ نافع بن الحارث بھی اجازت طلب کرتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ کئی بار ہوا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر نے اس قصہ کے عدم تردد کی جو تصویب کی ہے اس سے یہ بات زیادہ واضح ہے اور یہ قصہ ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے اور کسی دوسرے سے یہ قول وہی بات ہے

## ۱۱۲ حدیث

حافظ عمر بن محمد بن خضر الملائ نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

کنت انا وابوبکر وعمر و عثمان میں ابوبکر، عمر، عثمان اور علی، تخلیق آدم سے  
 و علی انوار علی یسین العرش ایک ہزار سا قبل، عرش کے دائیں جانب  
 قبل ان یخلق آدم بالف عام انوار بکیر رہے تھے۔ جب آدم کی تخلیق ہوئی  
 فلما خلق اسکنا طہورہ فلم تو ہم نے اس کی پشت کو سکون دیا اور ہم ہمیشہ  
 نزل منتقل فی الاصلاب الطاہرۃ ہی پاک اصلا ب میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں  
 حتی نقلنی اللہ تعالیٰ الی صلب تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت عبد اللہ کی  
 عبد اللہ نقل ابابکر الی صلب صلب میں اور ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کو  
 ابی قحافۃ ونقل عمرو الی صلب بالترتیب امی قحافہ، خطاب، عفان اور ابیطالب  
 الخطاب ونقل عثمان الی صلب کی اصلا ب میں منتقل کر دیا پھر انہیں میرا اصحاب  
 صلب عفان ونقل علیاً الی صلب منتخب کیا اور ابوبکر کو صدیق اعمر کو فاروق  
 صلب ابیطالب ثم اختار ہم عثمان کو ذوالنورین اور علی کو وصی بنایا۔ پس  
 لی اصحابا فجعل ابابکر صدیقا جو شخص میرے اصحاب کو بُرا کہتا ہے وہ مجھے  
 وعمر فاروقا و عثمان ذوالنورین بُرا کہتا ہے اور جو مجھے بُرا کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ  
 و علیا وصیّا فمن سب اصحابی کو بُرا کہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو بُرا کہتا ہے  
 فقد سبنی ومن سبنی فقد اللہ تعالیٰ اُسے نہتھنوں کے بل اوندھا کر  
 سب اللہ تعالیٰ ومن سب اللہ اکبہ اللہ فی النار علی  
 اللہ اکبہ اللہ فی النار علی

منخریہ :-

### ۱۳۱ حدیث

محب طبری نے ریاض میں بیان کیا ہے اور جسے میں

نے دیکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ



اخبرني جبويل ان الله تعالى      مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ  
 لها خلق آدم وادخل الروح      نے آدم کو پیدا کیا اور روح کو اس کے جسم  
 في جسده وأمرني ان اخذ      میں داخل کیا تو مجھے حکم دیا کہ میں ایک سید  
 تفاحة من الجنة واعصرها      لے کر اس کے حلق میں پھڑوں۔ میں نے اُسے  
 في حلقه فعصرتها في فيه      اس کے منہ میں پھڑا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے نطفہ  
 فخلق الله من النطفة الاولى      سے آپکو دوسرے سے ابوبکر کو، تیسرے سے  
 انت، ومن الثانية ابا بكر      عمر کو، چوتھے سے عثمان کو، پانچویں سے علی  
 من الثالثة عمرو ومن الرابعة      کو پیدا کیا، آدم نے عرض کیا اے رب! یہ  
 عثمان ومن الخامسة علياً      کون لوگ ہیں جن کو تو نے عزت دی ہے  
 فقال آدم يا رب من هؤلاء      اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ پانچ شیوخ تیری اولاد  
 الذين اكبرتهم فقال الله تعالى      میں سے ہیں یہ مجھے تمام مخلوق سے عزیز تر ہیں  
 هؤلاء خمسة اشياخ من      یعنی آپ انبیاء و رسل میں سے زیادہ قابلِ تکریم ہیں اور  
 ذريتك وهم اكرم عندي      وہ رسولوں کے اتباع میں سے زیادہ مکرم  
 من جميع خلقي اى انت اكرم      ہیں جب آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو  
 الانبياء والرسول وهم اكرم      کہا اے مولیٰ ان پانچ شیوخ کی حرمت کا  
 اتباع الرسل فلما عصى آدم      واسطہ رکھے کہ عرض کرتا ہوں جنہیں تو نے  
 ربه قال يا رب مجرمتك اولئك      فضیلت دی ہے کیا تو میری توبہ قبول نہیں  
 الاشياخ الخمسة الذين      کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول کر لی۔  
 فضلتهم ألا تبث على ذناب

عليه ؎

## ۱۱۲ حدیث

بخاری نے حضرت قتادہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے

ہیں

خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ  
وسام عام حنین فلما التیقنا حنین کو نکلے جب ہماری ٹنڈ بھڑ ہوئی تو  
کان المسلمین جولة فزأیت مسلمانوں کی پیش قدمی کی باری تھی میں نے  
رجلا من المشوکیں قد عارحلا دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر سوار ہے  
من المسلمین فضربته من میں نے پیچھے سے کندھے کی رگ اس کے  
وراء علی جمل عاتقه بالسيف کندھے پر تلوار مار دی اور  
فقطعت الدرع وأقبل علی زرہ کو کاٹ دیا اس نے میری طرف آکر  
فضمی ضمة وجنت منها مجھے زور سے بھینچا جس سے مجھے موت کی  
ریح الموت ثم ادركه الموت خوشبو آئی پھر وہ مر گیا اور اس نے مجھے  
فأرسلنی فاحقت عمر فقلت چھوڑ دیا میں حضرت عمر سے بلا اور پوچھا  
ما بال الناس قال أمر الله لوگوں کا کیا حال ہے انہوں نے کہا اللہ  
عز وجل ثم رجعوا فجلس النبی کے حکم سے لوگ لوٹ آئے ہیں حضرت نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم فقال من کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر فرمایا جس  
قتل قتيلاً له نبيه بينة لله نے کسی کو قتل کیا ہو وہ اس پر گواہ پیش  
سلبه ، فقلت من يشهد لی کمرے تو مقتول کا سامان اُسے ملے گا میں  
ثم جلست فقال النبی صلی اللہ نے کہا میرا گواہ کون ہوگا پھر میں بیٹھ گیا  
علیه وسام مثله فقلت من تو حضور علیہ السلام نے وہی بات دہرائی  
یشهد لی ثم جلست ثم میں نے پھر کہا کہ میرا گواہ کون ہوگا پھر میں

قال: مثاه فقطت فقالے بیٹھ گیا۔ آپ نے تیسری بار پھر وہی بات  
 مالك يا ابا قتادہ ذابوتہ دہرائی تو میں، کھڑا ہو گیا۔ آپ نے دریافت  
 فقال رجل: صدق وسلبہ فرمایا: ابو قتادہ کیا بات ہے میں نے آپ کو  
 عندي نارضه عنى ذوالے حقیقت حال سے اطلاع دی تو ایک آدمی  
 ابو بکر لاہواللہ اذا لا یعلم نے کہا یہ سچ کہتا ہے۔ اور اس کا سامان  
 الحی اسد من اسد اللہ میرے پاس ہے اسے مجھ سے راضی کر دیا  
 یقاتل عن اللہ ورسولہ دیکھئے، حضرت ابو بکر نے کہا خدا کی قسم  
 فیعطیک سلبہ جبھی تو خدا کے اس شیر کا کوئی قصہ نہیں کر  
 سکتا جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے

جنگ کر رہا ہو وہ تجھے سامان دے دے  
 گار اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اس نے  
 سچ کہا ہے۔ اس کا سامان اسے دے دیجئے  
 تو اس نے مجھے سامان دے دیا۔

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی الاندلسی کہتے ہیں کہ میں  
 نے اس حدیث کے ذکر پر بعض اہل علم سے سنا ہے کہ اگر ابو بکر کی اس کے  
 سوا اور کوئی غنیمت نہ بھی ہوتی تب بھی یہ کافی ہوتی، کیونکہ انہوں نے  
 علمی روشنی، یقینی پختگی، رائے اور انصاف کی قوت، صحت تدقیق اور  
 صدق تحقیق سے حق بات کی طرف مبادرت کی ہے۔ اور حضور کی موجودگی  
 میں حضور کی طرف سے شریعت کے حکم کے متعلق فتویٰ دیا۔ اور یہ آپ کی  
 عظیم خصوصیت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دیگر فضائل بھی ہیں جو محدود  
 شمار میں نہیں آسکتے۔





آپؐ کی فضیلت کے متعلق صحابہ، سلفے صالح اور عربوں کے  
بیاناتے،

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے ہوش میں  
اپنے والدین کو دیندار پایا۔ حضور علیہ السلام روزانہ صبح و شام ہمارے گھر  
تشریف لایا کرتے تھے جب مسلمانوں پر درابتلا آیا تو حضرت ابو بکر حبشہ کی طرف  
ہجرت کے لئے نکلے۔ جب آپؐ برکات الغدہ مقام پر پہنچے تو آپؐ کو رئیس علاقہ ابن الدغنه  
ملا اور کہا ابو بکر کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا میرا قوم نے مجھے نکال  
دیا ہے۔ اب میں زمین میں چل پھر کر اپنے رب کی عبادت کرنا چاہتا ہوں۔  
ابن الدغنه نے کہا آپؐ جیسے آدمی کو نہ خود نکلنا چاہیے اور نہ نکالنا چاہیے آپؐ  
غریب پروری کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں،  
ہمانوں کی ہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ میں  
آپؐ کو پناہ دیتا ہوں۔ واپس آجائیے۔ اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے  
آپؐ ابن الدغنه کے ساتھ واپس آگئے۔ شام کو ابن الدغنه اشراق قریش کے پاس گیا  
اور کہا کہ ابو بکر جیسے آدمی کو نکالا نہیں جانا چاہیئے۔ اور نہ ہی غریب پرور، صلہ رحم

ہمان نواز اور مصائب پر امانت کرنے والے شخص کو یہاں سے نکلنا چاہیے اور قریش نے ابن الدغنے کے پناہ دینے کی مخالفت نہ کی۔ جو شخص اس حدیث پر تامل کرے گا اُسے حضرت ابوبکر کی خصوصیات واضح طور پر نظر آئیں گی۔ کیونکہ مکہ سے نکل کر مدینہ تک کے سفر ہجرت میں آپ کے اس قدر فضائل، مناقب کرامات اور خصوصیات ہیں جن میں سے ایک کی نظیر بھی صحابہ کرام میں نہیں پائی جاتی ہمیں ابن الدغنے کے بیان کردہ ان اوصاف پر غور کرنا چاہیے جو اس نے اشراف قریش کے سامنے بیان کئے ہیں۔ حالانکہ انہیں آپ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے آپ سے سنت بغض و عداوت تھی مگر پھر بھی وہ آپ پر کوئی حرف نہیں رکھ سکے۔ پس ان کا اعتراض و انکار کرنا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ حضرت ابوبکر ان کے درمیان ان اوصاف میں شہرت تامہ رکھتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ان کی عداوت اور ان کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے اور آپ کے دفاع کرنے کی وجہ سے جیسا کہ آپ کی شجاعت کے واقعات میں گزر چکا ہے۔ ہر ممکن طریق سے انکار میں جلدی کرتے۔

بخاری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور بیہقی میں ہے کہ اگر حضرت ابوبکر کے ایمان کا اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان ان سے بڑھا ہوا ہوگا۔

اور عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوبکر سب سے سابق اور نمایاں تھے۔ اور مسدد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ابوبکر کے سینے کا ایک بال ہوتا اور ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں جنت میں اس مقام پر رہوں جہاں ابوبکر کو دیکھ سکوں۔ اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ انہوں

نے کہا کہ ابو بکر کی خوشبو، کستوری کی خوشبو سے زیادہ اچھی تھی اور ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ وہ ابو بکر کے پاس آئے اور وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا کوئی ایک شخص بھی جو اپنے نامہ اعمال کے ساتھ اپنے رب سے بلا ہو۔ اللہ کو اس کپڑے میں لپٹے ہوئے شخص سے بڑھ کر محبوب نہیں اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے جس نیکی میں بھی ابو بکر کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اس میں سبقت لے گئے۔ اور طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم نے جس نیکی میں بھی مسابقت کی، ابو بکر اس میں ہم سے سبقت لے گئے۔ اور طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے کہا کیا آپ نے حضرت ابو بکر کے متعلق بھی کچھ شعر کہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا سنائیے۔ میں سنا چاہتا ہوں تو حضرت حسان نے کہا۔

وَمَا فِي أَشْنِ فِي الْخَالِ الْيَفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوَّةُ إِذْ مَعْدَا الْجَبَلَا

وَكَانَ حُبُّ رَسُولِ اللَّهِ قَدْ عَلِمُوا مِنْ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ رَجُلَا

وہ بلند مرتبہ غار میں حضور علیہ السلام کا ثانی اشین تھا جب وہ پہاڑ پر چڑھا تو دشمنوں نے اسے گھیر لیا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور تمام لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی ہم پلہ نہیں حضور علیہ السلام ان اشعار کو سن کر اس قدر مسکرائے کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں پھر آپ نے فرمایا، حسان تو نے سچ کہا ہے ابو بکر ایسا ہی ہے۔ جیسے تو نے کہا ہے، یہ درست ہے کہ اس واقعہ کو سابقہ احادیث کے سلسلہ میں بیان



کیا جاتا لیکن رسالت نے اُسے یہاں مؤخر بیان کیا ہے۔ ابن سعد نے ابراہیم النخعی سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو رافضی اور رحمت کی وجہ ”اداء“ کہتے تھے اور ابن عساکر نے ربیع بن انس سے بیان کیا ہے کہ کتاب اول میں مرقوم ہے کہ ابوبکر کی مثال بارش کے قطرے کی سی ہے وہ جہاں پڑتا ہے فائدہ دیتا ہے۔ نیز کہا ہم نے گذشتہ انبیاء کے صحابہ پر بھی غور و فکر کیا ہے مگر ان میں سے کسی نبی کا ساتھی ابوبکر حبشیا نہیں ہے۔ اور نہ ہری سے بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکر کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انہیں اللہ کے بارے میں ایک لمحہ کیلئے بھی کبھی شک نہیں ہوا۔ اور ابی حصین سے بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد اولاد آدم میں سے ابوبکر سے افضل آدمی پیدا نہیں ہوا۔ ارتداد کے موقع پر حضرت ابوبکر ایک نبی کے مقام پر کھڑے تھے۔ الدیوری اور ابن عساکر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو چار ایسی خصلتوں سے مخصوص فرمایا ہے جو اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ آپ کا نام اس نے صدیق رکھا ہے آپ کے علاوہ کسی کا نام صدیق نہیں رکھا گیا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور سفرِ ہجرت کے رفیق ہیں اور مسلمانوں کی موجودگی میں آپ نے انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور ابن ابی داؤد نے ابو جعفر سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل کی مناجات کو سُن لیا کرتے تھے مگر اُسے دیکھتے نہیں تھے اور حاکم نے ابن مسیب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کا مقام حضور علیہ السلام کے وزیر کا تھا آپ تمام امور میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر آپ کے ثانی فی الاسلام، ثانی فی الغار اور جنگ بدر کے موقع پر ثانی فی العرشین اور ثانی فی القبر ہیں حضور علیہ السلام کسی شخص کو آپ پر مقدم نہیں کرتے تھے۔ زبیر بن بکار اور ابن عساکر

نے معروف بن خربوذ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر ان گیارہ قریشیوں میں سے ہیں جن کا شرف جاہلیت، اسلام کے شرف کے ساتھ مل گیا ہے۔ دیات اور چٹی کے معاملات کے فیصلے آپ کے پاس آتے تھے کیونکہ قریش کا کوئی بادشاہ نہ تھا۔ جس کے پاس یہ معاملات آتے بلکہ ہر فیصلے میں ان کے سردار کو ولایت عامہ حاصل ہوتی تھی۔ بنو لہشم کے پاس سقایہ اور رفاۃ کا کام تھا۔ اس کا مفہوم یہ ہے ہر شخص ان کے سامان خورد و نوش سے کھانا پیتا تھا اور عبدالدار کے گھرانے میں حجابت، لواء اور ندرہ کا کام تھا۔ یعنی کوئی شخص ان کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور جب قریش جنگ کا جھنڈا نصب کرتے تو اسے بنو عبدالدار بانڈھتے اور جب کسی معاملہ کے کرنے یا نہ کرنے کے فیصلے کیلئے وہ جمع ہوتے تو یہ اجتماع دار الندوة میں ہوتا اور بنو عبدالدار ہی اس کا نفاذ کرتے اور نووی نے تہذیب میں کیا ہی خوبصورت انداز میں حضرت صدیق کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے باوجود اختصار کے آپ کے اعلیٰ درجہ کے فضائل اور عطایا کو مبسوط اور مکمل طور پر پیش کیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ امت نے بالاجماع آپ کا نام صدیق رکھا ہے۔ کیونکہ آپ نے حضور علیہ السلام کی تصدیق میں سبقت کی اور صدق کو اختیار کئے رہے اور کسی حالت میں آپ سے اس معاملہ میں کوتاہی نہیں ہوئی اسلام میں آپ کے بہت سے بلند مواقف کا تذکرہ موجود ہے جیسے

قصہ شب اسری میں آپ کا ثبات اور کفار کو آپ کا جواب دینا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر حضور علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کرنا اور غار اور راستے میں آپ کے ساتھ رہنا پھر بدر اور حدیبیہ کے موقع پر جب دخول مکہ میں تاخیر کے باعث معاملہ مشتبہ ہو گیا تو آپ کا کلام کرنا نیز آپ کا اس وقت گریہ زاری کرنا، جب

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے انتخاب میں اختیار دیا ہے۔ پھر آپ کا حضور علیہ السلام کی وفات پر ثابت قدمی دکھانا اور خطبہ دے کر لوگوں کی تسکین کا سامان کرنا۔ پھر مسلمانوں کے مصلحت کے لئے بیعت کیلئے کھڑا ہو جانا اور اس کا اہتمام کرنا اور حبشہ اسامہ کو شام کی طرف بھیجنے پر ثابت قدمی دکھانا، پھر مرتدین سے جنگ کرنا اور صحابہ سے مناظرہ کرنا اور دلائل سے ان پر حجت کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا مرتدین سے قتال پر صحابہ کا شرح صدہ کر دینا پھر شام کی طرف لشکر تیار کر کے بھیجنا اور آپ کی سب سے بڑی فضیلت اور خوبی حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا ہے۔ حضرت صدیق کے اس قدر فضائل اور کارنامے ہیں جن کا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔

تہذیب میں ہے کہ آپ مکمل قرآن حفظ کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ اس بات کا ذکر ایک جماعت نے کیا ہے اور بعض متاخر محققین نے بھی آپ پر اعتماد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث میں جن چار آدمیوں کے قرآن جمع کرنے کا ذکر آیا ہے۔ اس سے ان کی مراد انصار ہیں اور ابن ابی داؤد نے جو شعبی سے بیان کیا ہے کہ ابو بکر وفات پا گئے۔ لیکن وہ مکمل قرآن جمع نہ کر سکے۔ یہ قول مدفوع یا مؤدل ہے۔ اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے موجود ترتیب کے مطابق قرآن جمع نہیں کیا۔ کیونکہ یہ کام حضرت عثمان نے کیا ہے اور آپ کے عظیم فضائل میں قرآن کا جمع کرنا بھی ہے۔ ابویعلیٰ نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ قرآن کے جمع کرنے کا سب سے زیادہ اجر ابو بکر کو ملے گا۔ اس لئے کہ ابو بکر وہ شخص ہے جنہوں نے قرآن کو دو تختیوں میں جمع کیا اور بخاری نے زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اہل یمامہ کے میدان جنگ کی خبر پہنچی۔ اس وقت حضرت عمر



آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر کہتے ہیں میرے پاس حضرت عمر نے آکر کہا کہ جنگ یمامہ میں سخت خونریزی ہوئی ہے۔ اگر اس طرح جنگوں میں قاری حضرات مارے گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ الا یہ کہ آپ اُسے جمع کر دیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کو جمع کریں۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر نے جواب دیا۔ خدا کی قسم یہ بہت اچھی بات ہے اور حضرت عمر ہمیشہ اس بارے میں مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں میرا شرح صدر کر دیا تو میرے نے عمر کی رائے اپنائی۔ زید کہتے ہیں حضرت عمر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے بات نہیں کرتے تھے۔ ابوبکر نے زید سے کہا آپ تو جوان اور عقلمند آدمی ہیں۔ ہم آپ پر کوئی تہمت بھی نہیں لگاتے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بھی لکھتے رہے ہیں۔ آپ قرآن کا تتبع کر کے اُسے جمع کر دیں۔ خدا کی قسم اگر آپ مجھے پہاڑ کو اٹھانے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر قرآن کے جمع کرنے سے زیادہ گراں نہ ہوتا۔ میں نے کہا آپ دونوں وہ کام کیسے کریں گے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو ابوبکر نے کہا خدا کی قسم یہ بہت اچھا کام ہے پھر میں ہمیشہ آپ سے اس معاملہ میں گفتگو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر اور عمر کی طرح مجھے بھی شرح صدر عطا فرمایا پس میں قرآن کے تتبع میں لگ گیا اور اُسے چیتھڑوں جانوروں کی ہڈیوں کھجور کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا۔ یہاں تک کہ سورہ توبہ کی دو آیتیں مجھے خزمیہ بن ثابت کے سوا اور کسی سے نہ ملیں۔ یعنی یہ آیات لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ اِلٰیْكُمْ وہ ادراق جن میں قرآن جمع کیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر کے پاس رہے۔ اور آپ

کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ پہلے خلیفہ ہیں۔ جس کے لئے رعیت نے  
وفایہ مقرر کیا۔

بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ  
بنے تو آپ نے فرمایا اے میری قوم آپ کو علم ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل کی  
ضرورت کے لئے کافی تھا۔ اب میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہوں اور  
ابوبکر کے اہل اس مال کو تھوڑے عرصے میں کھا جائیں گے۔ اور وہ مسلمانوں  
کے کام کرتا رہے گا۔ ابن سعد نے عطاء بن السائب سے بیان کیا ہے کہ جب  
ابوبکر کی بیعت ہو چکی تو آپ صبح اپنے بازو پر چادریں رکھ کر بازار جا رہے تھے  
حضرت عمر نے پوچھا، آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے بازار جا رہا ہوں حضرت  
عمر نے کہا وہاں آپ کیا کریں گے۔ آپ تو مسلمانوں کے امور کے متولی ہیں فرمایا  
میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ حضرت عمر نے کہا چلیے ابو عبیدہ آپ  
کے لئے گزارہ مقرر کریں گے۔ آپ ابو عبیدہ کے پاس گئے انہوں نے کہا میرے  
آپ کے لئے ہماجرین کے ایک آدمی کی درمیانہ درجہ کی خوراک اور گرمیوں  
اور سردیوں کے لئے ایک ایک جوڑا مقرر کرتا ہوں، جب کوئی چیز بوسیدہ  
ہو جائے تو آپ اسے واپس کر دیا کریں اور اس کی جگہ دوسری لے لیا کریں  
آپ کے لئے روزانہ نصف بکری اور سر اور پیٹ کو ڈھانپنے کے لئے ایک چادر  
مقرر کر دی گئی۔ ابن سعد نے میمون سے بیان کیا ہے جب ابوبکر خلیفہ بنے  
تو مسلمانوں نے ان کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے آپ نے فرمایا میں عیالدار  
آدمی ہوں اور تم لوگوں نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے۔ تو آپ کے  
مزید پانچ سو درہم بڑھادیے گئے۔

طبرانی نے حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے بیان کیا ہے



کہ حضرت ابو بکر کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا اس اونٹنی کی طرف خیال رکھنا جس کا ہم دودھ پیا کرتے تھے۔ اور اس پیالے کا بھی خیال رکھنا جس میں ہم سالن پکایا کرتے تھے۔ اور اس چادر کا بھی خیال رکھنا جسے ہم اوڑھا کرتے تھے۔ ہم ان چیزوں سے اس وقت فائدہ اٹھایا کرتے تھے جب ہم مسلمانوں کے امور کے متولی تھے۔ جب میں فوت ہو جاؤں ان چیزوں کو حضرت عمر کی طرف لوٹا دینا جب حضرت ابو بکر فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ نے یہ چیزیں حضرت عمر کو واپس کر دیں۔ حضرت عمر نے فرمایا، اے ابو بکر خدا تجھ پر رحم فرمائے تو نے اپنے بعد آنے والوں کیسے مشکل پیدا کر دی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے ابو بکر بن حفص سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا اے بیٹی ہمارے سپرد مسلمانوں کے معاملات تھے ہم نے کوئی دینار و درہم اپنے لئے نہیں لیا۔ اور ان کا معمولی کھانا کھایا اور موٹا جھوٹا پہنا اور ہمارے پاس مسلمانوں کی فے میں سے سوائے اس حبشی غلام اور اس پانی کھینچنے والے اونٹ اور اس چادر کے سوا کچھ نہیں۔ میرے مرنے کے بعد انہیں حضرت عمر کے پاس بیچ دینا ہے

اے حضرت ابو بکر کے خصائص اور اولیات بشمار ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر عرب طبری نے الرایض میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء اور التراتیب الاداریہ میں کیا ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جن کا نام خلیفہ رکھا گیا اور انہیں خلیفۃ اللہ کہا گیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفۃ رسول اللہ کہا۔ ابن حزم کہتے ہیں آپ کے علاوہ صحابہ میں سے کسی کا نام یہ نہیں رکھا گیا اور نہ ہی اس شخص کا یہ نام رکھا گیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ یا نمازوں یا غزوات یا حج میں اپنا جانشین مقرر کیا۔



# باب چہارم

دوبارہ خلافتِ حضرت عمر اور اس میں کمی فصیح ہے



آپ کی خلافت کی حقیقت کے متعلق

ہمیں اس جگہ حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات ہر صاحب عقل و فہم کو معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کی حقیقت سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت لازم آتی ہے اور حضرت ابو بکر کی خلافت کی حقیقت اجماع اور نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ پس اس سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت پر نصوص کتاب و سنت اور اجماع لازم آتا ہے کیونکہ جو چیز اصل کیلئے ثابت ہے وہ فرع کیلئے بھی ثابت ہوتی ہے پس روافض اور شیعہ حضرات میں سے کسی کو حضرت عمر کی خلافت میں نزاع کی جستجو نہیں کرنی چاہیے اس لئے کہ ہم نے اس کو خلیفہ مقرر کرنے والے کی خلافت کی حقیقت پر واضح دلائل پیش کر دیے ہیں پس جب اس کی خلافت کی حقیقت ثابت ہو گئی تو اس

میں غدار، جہالت اور غبات سے نزع کرنا، ضروریات کا انکار کرنا ہے اور اس قسم کے جاہلوں اور احمقوں اور ان کی اباطیل و اکاذیب سے اعراض کرنا، اور ان کی طرف التفات نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ اور کسی معاملے میں ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق کی سب سے بڑی فضیلت، حضرت عمر کو مسلمانوں پر خلیفہ مقرر کرنا ہے۔ کیونکہ اس سے عام طور پر فائدہ حاصل ہوا ہے۔ ممالک مفتوح ہوئے ہیں اور اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہوا ہے۔ اس کا بیان آئندہ آئے گا اور کچھ احادیث جن میں حضرت عمر کی خلافت کی تصریح ہے پہلے بھی گذر چکی ہیں جیسے *اقتلوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر* اور یہ حدیث کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ اپنا پتھر حضرت نبی کریم کے پہلو میں رکھیں۔ اور حضرت عمر کو حکم دیا کہ وہ اپنا پتھر حضرت ابوبکر کے پہلو میں رکھیں اور حضرت عثمان کو حکم دیا کہ اپنا پتھر حضرت عمر کے پہلو میں رکھیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور یہ حدیث بھی کہ حضور علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک چرخے کے ساتھ کنوئیں سے ڈول کھینچ رہے ہیں کہ ابوبکر نے اگر ایک یا دو ڈول کھینچے پھر عمر نے اگر پانی نکالا تو وہ بڑا ڈول بن گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لوگوں میں سے کسی عبقری کو اس طرح کام کرتے نہیں دیکھا۔ اور یہ حدیث بھی کہ خلافت تیس سال رہے گی۔ اور یہ حدیث کہ تمہارے دین کی ابتدا میں نبوت اور رحمت ہے۔ پھر خلافت اور رحمت ہوگی۔ یہ تمام احادیث حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اگر آپ کی خلافت پر اجماع نہ فرض کیا جائے تو یہ کیونکر ہوگا۔ جب کہ ابوبکر کی خلافت پر دلالت کرنے

دالی نصوص بتا رہی ہیں۔ اور اس پر اجتماع بھی ہو چکا ہے۔



## فصل دوم

حضرت ابوبکر کا مرفوعہ الموت میں حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا اور اسے پیشتر آپ کے مرفوعہ کے سبب سے کا بیان ہے۔

سیف اور عاکم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم حضرت ابوبکر کی موت کا سبب بن گیا۔ جس کے باعث آپ کا جسم کمزور سے کمزور تر ہوا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی اور ابن شہاب سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت ابن کلابہ خزیرہ کھا رہے تھے جو حضرت ابوبکر کو بطور ہدیہ کے بھجوا گیا تھا۔ حث نے حضرت ابوبکر سے کہا اے خلیفۃ الرسول، کھانے سے ہاتھ اٹھا لیجئے۔ خدا کی قسم اس میں وہ نہر ملا یا گیا ہے جو ایک سال میں ہمارا کام تمام کر دے گا۔ اور میں اور آپ ایک ہی دن مر جائیں گے۔ اس پر آپ نے کھانے سے ہاتھ اٹھالیا اس کے بعد یہ دونوں ہمیشہ بیمار رہے۔ اور سال گزرنے کے بعد ایک ہی دن اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اور حدیث

ثبت احد فانما علیک نبی اے اعد اپنی جگہ پر قائم رہ۔ تیرے اوپر ایک وصیق و شہیدان : نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

لے خزیرہ، اور بعض روایات میں خزیرہ کا لفظ آیا ہے۔ خزیرہ آٹے میں دودھ یا چربی ملا کر پکایا جاتا ہے۔

اسکے منافی نہیں۔ کیونکہ حضرت ابوبکر کا اخص وصف آپ کا صدیق ہونا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور جسے میں وصف شہادت پر اشتراک کی وجہ سے ترجیح دیتا ہوں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صرف وصف نبوت ہی بیان کیا ہے۔ جو آپ کا اخص وصف ہے وگرنہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہ ہر خورانی سے ہوئی تھی۔

حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے مرض الموت میں صراحت کی ہے کہ یہ خیبر میں کھانا کھانے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یہ کھانا بار بار آپ پر حملہ آور ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنتیں کٹ گئیں۔

واقعی اور حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ جمادی الآخرہ کے سات دن گزر چکے تھے کہ حضرت ابوبکر نے سو موار کو غسل کیا۔ جس سے آپ کے مرض کا آغاز ہوا۔ یہ دن نہایت سرد تھا۔ آپ کو پندرہ روز تک بخار آتا رہا۔ آپ نماز کیلئے مسجد بھی نہیں جاسکتے تھے۔ آپ کی وفات ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۱ھ کو منگل کے روز تری ۶۳ھ سال کی عمر میں پائی۔

واقعی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی طبیعت جب بوجھل ہو گئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بلایا اور فرمایا مجھے عمر بن خطاب کے بارے میں کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا آپ جس امر کے بارے میں مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں۔ آپ اسے مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا، اگر یہ بات اسی طرح ہے تو آپ بھی بتائیے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا خدا کی قسم آپ عمر کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں وہ اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو بلا کر ان سے حضرت عمر کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا آپ ان کے متعلق ہم سے بہتر جانتے

ہیں۔ پھر کہنے لگے اے اللہ میرا علم ان کے بارے میں یہ ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے سعید بن زید اور اسید بن حضیر اور دیگر مہاجرین و انصار سے بھی مشورہ کیا اسید نے کہا، میں انہیں آپ کے بعد بہتر آدمی سمجھتا ہوں۔ وہ رضامندی کی بات پر راضی اور ناراضگی کی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور جو شخص بھی اس امر (خلافت) کا متولی ہوگا۔ وہ ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہوگا۔ اسی اثناء میں بعض صحابہ آپ کے پاس آئے تو ایک صحابی نے ان میں سے آپ سے کہا جب اللہ تعالیٰ آپ سے حضرت عمر کو ہم پر راجعی بنانے کے بارے پر چھوگا تو آپ کیا جواب دیں گے۔ حالانکہ آپ کو اس کی سختی کا اچھی طرح سے علم ہے۔ تو حضرت ابو بکر نے جواب دیا تو مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔ میں اُسے کہوں گا اے اللہ میں نے اس شخص کو لوگوں پر خلیفہ بنایا ہے جو سب سے بہتر تھا۔ میری طرف سے یہ بات دوسرے لوگوں تک پہنچا دیجئے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور فرمایا کہ لکھو !

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابو بکر بن ابی قحافہ نے دنیا کو چھوڑتے وقت یہ آخری عہد کیا اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے یہ اس کا پہلا عہد ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر کو یقین ہو جاتا ہے اور کاذب بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے اس کی سمع و اطاعت کرنا۔ میں نے اللہ اس کے رسول اور اس کے دین کے بارے میں کسی کو تاہی سے کام نہیں لیا۔ نیز اپنا اور تمہارا بھلا چاہا ہے میرا علم و ظن اس کے بارے میں یہی ہے کہ وہ عدل سے کام لے گا۔ اگر



وہ ایسا نہ کرے تو ہر آدمی اپنے کئے کا پھل پائے گا۔ میرا ارادہ بھلائی کا ہے  
میں کوئی غیب دان نہیں اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس  
مقام کی طرف لوٹتے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

پھر آپ نے اس تحریر پر مہر لگانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے حضرت  
عثمان کو حکم دیا کہ وہ اس مہر شدہ تحریر کو باہر لے جائیں، تو لوگوں نے آپ کی بیعت  
کی۔ اور آپ سے راضی ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت عمر کو علیحدگی میں بلا کر  
آپ کو وصیت کی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ تو حضرت ابو بکر نے عہدہ اٹھا  
کر دُعا کی۔ اے اللہ میں نے صرف ان لوگوں کی اصلاح کے واسطے ایسا  
کیا ہے مجھے ان کے بارے میں فتنہ کا خوف دامن گیر ہے۔ میں نے ان  
کے متعلق جو کچھ کیلئے تو اُسے مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ میں نے اپنی رائے  
میں بڑے اجتہاد سے کام لے کر ان پر بہتر اور قوی آدمی کو جو ان کی ہدایت  
کا بڑا خواہشمند ہے، خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ میری موت کا وقت قریب آگیا  
ہے۔ پس آپ ان کے نگران ہیں۔ کیونکہ وہ آپ ہی کے بندے ہیں۔ انکی  
پیشانیاں آپ کے عہدہ میں ہیں۔ ان کی اصلاح فرما اور اُسے اپنے خلفائے  
راشدین میں بنا۔

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ تین  
آدمی سب سے زیادہ صاحب فراست ہیں۔ حضرت ابو بکر جب آپ نے حضرت  
عمر کو خلیفہ مقرر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی بیوی جب اس نے کہا کہ اس شخص کو زور دیا  
پر رکھو جو قوی اور امین ہو اور عزیز مصر جب اس نے یوسف علیہ السلام کے بارے  
میں فراست سے کام لے کر اپنی بیوی سے کہا کہ اس کی عزت کرنا۔ کہتے کہ سلیمان

بن عبد الملک کو بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ جب اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ مقرر کیا۔

ابن عساکر نے یسار بن حمزہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی طبیعت خراب ہو گئی تو آپ نے درپچے سے لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا اے لوگو! میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس سے راضی ہو۔ لوگوں نے کہا اے خلیفۃ الرسول ہم راضی ہیں حضرت علی نے کھڑے ہو کر کہا ہم عمر کے سوا کسی سے راضی نہ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا وہ عمر ہی ہیں۔

ابن سعد نے شداد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر سب سے پہلی بات یہ کہی اے اللہ میں سخت گیر ہوں۔ مجھے نرم کر دے۔ میں کمزور ہوں مجھے طاقتور بنا دے۔ میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے۔ زہری کہتے ہیں حضرت عمر حضرت ابوبکر کی وفات کے روز خلیفہ بنے اور آپ نے خلافت کا حق ادا کر دیا۔ آپ کے دور خلافت میں اس قدر فتوحات ہوئیں۔ جن کی نظیر بعد کے خلفاء کے زمانے میں نہیں ملتی۔ بشام عراق، فارس، روم، مصر، اسکندریہ اور مراکش کے علاقے آپ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گزشتہ سات احادیث میں جو خلافت صدیق پر دلالت کرتی ہیں۔ اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ ان احادیث کے الفاظ شیخین کے نزدیک بعض طرق سے حضرت ابن عمر اور حضرت ابوسریہ سے مروی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر ڈول کھینچتے دیکھا۔ میں نے اس سے اتنا پانی نکالا جتنا خدا نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابوبکر نے لے لیا تو انہوں نے بھی ایک دو ڈول نکالے مگر آپ کے نکالنے میں کچھ کمزوری پائی جاتی تھی۔

اللہ آپ کو معاف فرمائے پھر عمر پانی نکالنے لگے تو وہ ایک بڑا ڈول بن گیا  
میں نے لوگوں میں سے کوئی عبقری اس طرح کام کرتے نہیں دیکھا۔ یہاں  
تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔ علماء نے یہ بھی  
کہا ہے کہ اس خواب میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی خلافت کی طرف اشارہ پایا  
جاتا ہے اور یہ بھی کہ حضرت عمر کے زمانے میں بے شمار فتوحات ہوں گی اور اسلام  
کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

اے یغزی فریہ یاء کی تشدید کے ساتھ، اس کے معنی ہیں۔ اچھی طرح کام کرنا یا اچھی طرح قطع  
کرنا۔ اور اسے یاء کی تخفیف اور راء کے سکون سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر امام خلیل  
نے اسکو ثقیل بنانے سے انکار کیا ہے۔



# فصل سوم

اسے باتے کے بارے میں کہ آپ نے خلیفۃ الرسول کی بجائے  
اپنا نام امیر المومنین کیوں رکھا۔

عسکری نے الدلائل میں، طبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے ابن  
شہاب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر سلیمان  
بن ابی خثیمہ سے پوچھا کہ وہ ابوبکر کے زمانہ میں کس وجہ سے من خلیفۃ رسول اللہ  
لکھا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ انہوں نے من خلیفۃ لکھا۔ پس وہ  
کون شخص ہے جس نے سب سے پہلے من امیر المومنین لکھا۔ انہوں نے جواب دیا  
کہ مجھ سے ایک مہاجر خاتون الشفانہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر من خلیفۃ  
رسول اللہ کے الفاظ لکھا کرتے تھے اور حضرت عمر من خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ  
لکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر نے عراق کے گورنر کو لکھا کہ دو بہادر  
آدمی میرے پاس بھجوا دیئے جائیں۔ میں ان سے عراق اور اہل عراق کے متعلق  
پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھجوا دیا۔ وہ مدینہ  
آئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ دلائل انہوں نے حضرت عمرو بن العاص کو دیکھا  
تو ان سے کہا آپ ہمیں امیر المومنین کے ہاں حاضری کی اجازت لے دیں تاکہ  
حضرت عمرو بن العاص نے کہا خدا کی قسم تم نے صحیح نام لیا ہے۔ حضرت عمرو بن  
العاص نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر کہا السلام علیکم یا امیر المومنین، حضرت

عمر نے کہا اس نام میں آپ کو کیا راز معلوم ہوا ہے۔ جو تو نے کہا ہے۔ اس کی حقیقت بیان کر، تو انہوں نے کہا آپ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں۔ اس وقت سے یہ نام لکھنا شروع ہوا ہے۔

اور تہذیب نووی میں ہے کہ لبید اور عدی نے خود حضرت عمر کو یہ الفاظ کہے، حضرت عمرو بن العاص نے ان کی تقلید میں یہ الفاظ استعمال کئے تھے کہتے ہیں سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو امیر المومنین کہا۔ ابن عساکر نے معاویہ بن قمرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کے زمانہ میں من ابی بکر خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جاتا تھا جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے انہیں خلیفہ خلیفۃ رسول اللہ کہنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر نے کہا یہ تو بہت لمبا نام ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں! ہم نے آپ کو اپنے آپ پر اپنا امیر بنایا ہے اور آپ ہمارے امیر ہیں۔ فرمایا ہاں میں تمہارا امیر ہوں۔ اور تم مومن ہو تو آپ نے امیر المومنین کے الفاظ لکھے۔ اور یہ بات حضرت عبد اللہ بن جحش کے اس بیان کے منافی نہیں جس میں آیا ہے کہ وہ اپنے اس سر پہ میں تھے جس میں سے یسئلونک عن الشہر المحرم قتال فیہ کی آیت نازل ہوئی تو لوگ آپ کو امیر المومنین کہتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک خاص تسمیہ ہے۔ اس وقت زیر بحث موضوع یہ ہے کہ کون سے خلیفہ نے اپنا نام امیر المومنین رکھا۔ حضرت عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے خلافت کی رو سے اپنا یہ نام رکھا۔ اے

اے سیوطی نے المصباح الوطوح میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت اسامہ کو تباہیوں کے ایک لشکر پر امیر مقرر کیا تو صحابہ ان کو امیر المومنین کہہ کر پکارتے تھے اور حضرت عمر بھی انہیں امیر المومنین کہہ کر سلام کہتے تھے پھر خلفاء نے اس لقب کو اپنایا۔

# باب ۳۲۰

حضرت عمر کے فضائل اور خصوصیات کا بیان ہے۔ اسے باب ۳۲۰  
میں کئی فضیلیں ہیں۔

## فصل اول

آپ کا قبول اسلام

ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا  
اس وقت آپ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ آپ اشرف قریش میں سے تھے۔ اور ان کی  
سفارت کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ جنگ کے مواقع پر قریش آپ ہی  
کو پیامبر بنا کر بھیجتے۔ اور جب کوئی قریش پر اظہارِ مفاخرت کرتا تو آپ ہی کو  
مقابلہ کیلئے بھجوا دیتا۔ آپ چالیس یا اسیالیس یا پینتالیس مردوں اور گیارہ  
عورتوں یا تیس عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ مسلمانوں کو اس سے بہت خوشی  
ہوئی۔ اور آپ کے اسلام لانے کے بعد مکہ میں اسلام غالب آگیا۔  
ترندکانے حضرت ابن عمر اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور حضرت



انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 اللہم اعز الاسلام باحب اے اللہ عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام  
 ہذین الرجلین الیک بعد دونوں میں سے جو شخص تجھے زیادہ محبوب ہے  
 بن الخطاب ابوبائی جہل ہے اس کے ذریعہ اسلام کو عزت دے  
 ابن ہشام :

اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے اور طبرانی نے حضرت ابو بکر  
 اور حضرت ثوبان سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 اللہم اعز الذین بعمر بن اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعے خاص طور  
 الخطاب خاصۃ : پر دین کو عزت دے ۔

اور احمد نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی  
 جستجو میں نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے مسجد میں جا چکے ہیں میں آپ کے  
 پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورہ حاقہ پڑھنی شروع کی تو میں قرآن کریم کی ترتیب  
 سے حیرت میں پڑ گیا۔ اور قریش کی طرح اسے شعر کہنے لگا۔ جب آپ نے یہ آیت  
 انہ لقول رسول کریم وما ہو کہ یہ معزز رسول کا کلام ہے کسی شاعر کا قول  
 بقول شاعر قلیلا ما لایمنون نہیں۔ تم اس پر کم ہی ایمان لائے ہو ۔

تو میرے دل میں اسلام پوری طرح رتج بس گیا۔ اور ابن ابی  
 شیبہ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کی پہلی  
 وجہ یہ ہوئی کہ وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن المنافض کو مارا۔ پھر میں گھر سے  
 نکل کر کعبے کے پردوں میں پھسپ گیا۔ اتنے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 آکر کمرے میں داخل ہوئے اور نماز پڑھنی شروع کر دی جب آپ واپس تشریف  
 لے جانے لگے تو میں نے ایک ایسی چیز سنی جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنی

تھی۔ جب آپ باہر نکلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے فرمایا: کون ہے۔ میں نے کہا: عمر، آپ نے فرمایا: اے عمر تو مجھے نہ دن کو چھوڑتا ہے اور نہ رات کو۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں ڈرا کہ آپ مجھ پر بددعا کریں گے۔ میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے عمر اس بات کو پوشیدہ رکھ۔ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں اسلام کا ایسے ہی اعلان کروں گا۔ جیسے آپ نے شرک کے خلاف اعلان کیا ہے۔

ابو یعلیٰ، بیہقی اور حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے نکلے تو نبی زہرہ کا ایک آدمی آپ سے ملا۔ اس نے کہا: عمر کہاں کا ارادہ ہے۔ کہنے لگے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے آپ بنو ہاشم اور بنو نہر سے کیسے محفوظ رہیں گے۔ عمر کہنے لگے معلوم ہوتا ہے تو بھی صابی ہو گیا ہے اس نے کہا کیا میں آپ کو ایک تعجب خیز بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ تیری بہن اور تیرا بہنوئی تیرا دین چھوڑ کر صابی ہو چکے ہیں۔ عمران کے پاس آئے اور ان کے پاس حضرت خباب موجود تھے۔ حضرت خباب کو جب عمر کا پتہ چلا تو وہ گھر میں چھپ گئے آپ نے گھر میں داخل ہو کر کہا آپ آہستہ آہستہ کیا کہہ رہے تھے۔ وہ اس وقت سورہ طہ پڑھ رہے تھے۔ آپ کے بہنوئی اور بہن نے کہا ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا شاید تم صابی ہو چکے ہو۔ آپ کے بہنوئی نے کہا اے عمر اگر حق آپ کے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں ہو تو پھر آپ کا خیال کیا ہے۔ اس پر حضرت عمران پر جھپٹے اور انہیں بُری طرح رگیدا۔ آپ کی بہن نے آپ کو اپنے خاوند سے ہٹانا چاہا تو آپ نے مختصر مار کر

بہن کے چہرے کو لہو لہان کر دیا۔ آپ کی بہن نے بھی پیچ کر کہا جب حق آپ کے دین میں نہیں تو میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت عمر نے کہا مجھے وہ کتاب دو جو آپ پڑھ رہے تھے۔ آپ کی بہن نے کہا آپ پلید ہیں اور اُسے پاک آدمی کے سوا کوئی نہیں پھوسکتا۔ جاؤ جا کر نہاؤ۔ پھر وضو کرو۔ حضرت عمر نے وضو کر کے کتاب ہاتھ میں لی اور پڑھنے لگے۔ طہ ما انزلنا علیک القرآن لتشتقی یہاں تک کہ آپ نے انی انا اللہ لا اله الا انا فاعبدنی و اقم الصلوٰۃ اذکری تک پڑھا۔ پھر کہنے لگے مجھے بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں جب حضرت خباب نے حضرت عمر کی یہ بات سنی تو باہر نکل آئے۔ اور کہا، عمر تمہیں خوشخبری ہو۔ مجھے امید ہے کہ تو حضور علیہ السلام کی اس دعا کا جواب ہے جو آپ نے جموعات کی شب کو کی تھی کہ اے اللہ تو عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت دے۔

حضور علیہ السلام اس گھر میں تھے جو صفا کے دامن میں ہے۔ عمر جب اس گھر پر آئے تو دروازے پر حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور دیگر لوگوں کو پایا حضرت حمزہ نے کہا یہ عمر ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو مسلمان ہو جائے گا۔ اور اگر ایسا نہیں تو اس کا قتل کر دینا ہمارے لئے معمولی بات ہے۔ حضور علیہ السلام پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ آپ باہر تشریف لائے اور عمر کے پاس پہنچ کر اس کے کپڑوں اور تلوار کے پیر تلے کو اچھی طرح پکڑ کر کہا اے عمر تو کس خیال میں ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر بھی ولید بن مغیرہ کی طرح ذلت اور عذاب نازل کرے۔ عمر نے کہا! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔



ہزار، طبرانی، ابو نعیم اور بیہقی نے الدلائل میں اسلم سے بیان کیا  
 ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں خود بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں  
 سب سے سخت آدمی تھا۔ ایک گرم دوپہر کو میں مکہ کے ایک راستے پر گھوم رہا تھا  
 کہ ایک آدمی مجھے بلا اور اس نے کہا اے ابن خطاب تو اپنے آپ کو بہت کچھ  
 سمجھتا ہے۔ مگر اسلام آپ کے گھر میں داخل ہو چکا ہے میں نے کہا کیسے، اس نے  
 کہا تیری بہن اسلام قبول کر چکی ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے وہاں سے غضبناک  
 حالت میں واپس آکر بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا کیا کون ہے۔ میں نے کہا عمرؓ  
 تو وہ دروازہ اندر چھپ گئے۔ وہ ایک صحیفہ پڑھ رہے تھے۔ جسے وہ وہیں چھڑ  
 گئے یا بھول گئے۔ میری بہن نے آٹھ کر دروازہ کھولا۔ میں نے کہا اے اپنی  
 جان کی دشمن کیا تو صابی ہو گئی ہے؟ اور میرے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جو میں نے  
 بہن کے سر پر دے مارا۔ جس سے خون بہہ پڑا۔ اور اُس نے روتے ہوئے  
 کہا اے ابن خطاب تو تیرا جی چاہے کہ گذر۔ میں صابی ہو چکی ہوں کہنے لگے  
 میں اندر داخل ہو کر چار پائی پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس صحیفہ کی طرف دیکھ کر کہا یہ  
 کیا ہے۔ مجھے بچھڑا دیجئے تو میری بہن نے کہا تو اس کا اہل نہیں ہے تو تو جنابت  
 سے پاک نہیں اور اس کتاب کو پاکیزہ آدمیوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ میں ان  
 سے اسرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے وہ صحیفہ بچھڑا دیا۔ جب میں نے  
 اُسے کھولا تو اس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جب میں پڑھتے  
 پڑھتے اللہ کے کسی نام پر سے گذرنا تو مجھے اس سے خوف آتا۔ پھر میں صحیفہ کو  
 رکھ دیا اور اپنے آپ پر غور کرنے لگا۔ پھر میری بہن نے وہ صحیفہ مجھے دیا تو اس  
 میں لکھا تھا۔ سبوح لله ما فی السموات وما فی الارض، تو میں ڈر گیا۔ میں  
 نے آمنوا باللہ ورسولہ تک پڑھا تو میں نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ،

پس لوگ میری طرف دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا تجھے خوشخبری ہو کہ حضور علیہ السلام نے سو موار کو دعا کی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت دے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور علیہ السلام صفا کے دامن میں اپنے گھر میں قیام پذیر ہیں۔ میں نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا تو لوگوں نے کہا کون ہے میں نے کہا ابن الخطاب! وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میری شدید عداوت کو جانتے تھے۔ اس لئے کسی نے دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کی۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ دو آدمیوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ پھر آپ نے مجھے قمیص کے جوڑوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر فرمایا۔ اے ابن الخطاب اسلام قبول کر۔ اے اللہ اسے ہدایت دے تو میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اس پر مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کے راستوں تک یہ آواز سنی گئی مسلمان چھپ چھپ کر دن گزار رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں کو مار پڑ رہی ہے اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی۔ تو میں اپنے ماموں ابو جہل کے پاس گیا وہ سردار آدمی تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا ابن الخطاب جو صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ایسا نہ کر اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ نہ ہوا۔ پھر میں قریش کے ایک بڑے آدمی کے پاس گیا۔ میں نے اُسے بلا کر وہی بات کہی جو اپنے ماموں سے کہی تھی اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو میرے ماموں نے دیا تھا۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ مسلمانوں کو زور و کوب کیا جا رہا ہے اور میں بچا ہوا ہوں تو ایک آدمی نے مجھے کہا کیا تو چاہتا ہے کہ لوگوں کو تیرے اسلام قبول کرنے کا علم

ہو جائے۔ میں نے کہا ہاں! اس نے کہا جب لوگ گھروں میں بیٹھ جائیں تو فلاں آدمی کے پاس جانا جو کسی راز کو چھپا نہیں سکتا۔ اسے کہہ دینا کہ میں صابی ہو گیا ہوں وہ راز کو چھپا ہی نہیں سکتا تھا۔ میں اس کے پاس آیا اور لوگ گھروں میں بیٹھ چکے تھے۔ تو میں نے اُسے کہا کہ میں صابی ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا کیا تو نے یہ اقدام کر لیا ہے۔ میں نے کہا ہاں! تو اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ ابن خطاب صابی ہو گیا ہے۔ لوگ ددڑ کر میری طرف آئے وہ مجھے مارتے تھے اور میں انہیں مارتا تھا۔ میرے ارد گرد لوگ جمع ہو گئے۔ تو میرے ماموں نے کہا۔ یہاں لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں۔ اُسے بتایا گیا کہ عمر صابی ہو گیا ہے تو اس نے مکان پر کھڑے ہو کر تمام کو اشارہ بتایا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے تو وہ لوگ مجھے مارنے سے رک گئے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو مار پڑے اور میں بچا رہوں۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بات نہ ہوئی۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور کہا مجھے آپ کی پناہ کی ضرورت نہیں۔ پس میں ہمیشہ ہی مارتا اور مار کھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا۔





# ۳۲۷ فصل دوم

آپے کا نام فاروق سے رکھنے کے بیان سے

ابو نعیم نے الدلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ آپ کا نام فاروق کیوں رکھا گیا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ حضرت حمزہ مجھ سے تین دن پہلے اسلام لائے۔ میں مسجد کی طرف گیا تو ابو جہل آپ کو برا بھلا کہنے کیلئے جلدی سے آپ کی طرف گیا۔ آپ نے حضرت حمزہ کو بتایا تو آپ کمان پکڑ کر مسجد کی طرف آئے۔ جہاں قریش حلقہ بناائے بیٹھے تھے۔ اور ابو جہل بھی وہیں بیٹھا تھا۔ آپ نے ابو جہل کے سامنے ہو کر کمان پر ٹیک لگائی اور اس کی طرف دیکھا۔ ابو جہل نے آپ کے چہرے سے معلوم کر لیا کہ ان کی نیت بخیر نہیں۔ اس نے کہا اے ابو عمار مجھے کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے کمان اٹھا کر اس کی گردن کی ایک رگ پر ماری جس سے وہ رگ کٹ گئی اور خون بہہ پڑا۔ تو قریش نے جنگ اور خرابی کے ڈر سے اس معاملہ کو سلجھا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں چھپے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ نے دلائل جاکر اسلام قبول کر لیا۔ میں آپ کے تین دن بعد آیا تو ایک مخزومی سے میں نے کہا کیا تو اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیروکار ہو گیا ہے۔ اس نے جواب دیا اگر میں نے ایسا کیا ہے تو اس نے بھی یہ کام کر لیا ہے۔ جو مجھ سے زیادہ تجھ پر حق رکھتا ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہے

اس نے کہا تیری بہن اور تیرا بہنوئی۔ میں گیا تو میں نے آہستہ سی آواز سنی  
میں نے اندر داخل ہو کر پوچھا یہ کیا ہے؟ ہمارے درمیان باتیں ہوتی رہیں  
یہاں تک کہ میں نے اپنے بہنوئی کو سر سے پکڑ کر مارا اور کسے ہوا لہان کر دیا۔  
میری بہن نے اٹھ کر میرے سر کو پکڑ کر کہا یہ سب کچھ تجھے ذلیل کرنے کیلئے  
ہو رہا ہے۔ میں نے جب خون دیکھا تو مجھے شرم محسوس ہوئی۔ میں نے بیٹھ کر  
کہا مجھے یہ کتاب دکھائیے۔ بہن کہنے لگی اس کو پاکیزہ آدمی کے سوا کوئی نہیں چھو  
سکتا۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا تو انہوں نے مجھے وہ صحیفہ دیا جس میں لکھا تھا  
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں نے کہا یہ نام تو بڑے طاہر اور طیب ہیں۔ طے  
ما انزلنا علیہ القرآن لتشقی سے لیکر لئے الاسماء الحسنى تک میں  
نے پڑھا۔ تو میرے دل میں اس کی عظمت پیدا ہو گئی تو میں نے کہا۔ اسے  
کلام سے قریش بھاگتے ہیں۔ پھر میں نے اسلام قبول کر لیا اور کہا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ بہن نے کہا وہ دارالرقم میں ہیں۔ میں نے وہاں  
جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ لوگوں نے آواز سنی۔ حضرت حمزہ نے انہیں کہا تمہیں  
کیا ہو گیا ہے۔ کہنے لگے عمر آیا ہے۔ حضرت حمزہ نے کہا دروازہ کھول دو  
اگر قبول اسلام کیلئے آیا ہے تو ٹھیک و گرنہ ہم اس کا کام تمام کر دیں گے۔ حضور  
علیہ السلام نے بھی یہ بات سن لی تو آپ باہر نکلے۔ حضرت عمر نے کلمہ شہادت  
پڑھا تو گھر میں موجود تمام لوگوں نے نعرہ تجبیر لگایا۔ جسے مسجد والوں نے بھی  
سنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں۔ فرمایا کیوں نہیں میں  
نے کہا پھر چھپنے کی کیا وجہ ہے تو ہم باہر نکلے۔ ایک صف میں میں بیٹھا اور  
دوسری میں حضرت حمزہ۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ قریش نے جب مجھے اور  
حمزہ کو دیکھا تو انہیں شدید صدمہ ہوا۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے میرا نام فاروق رکھا کہ اس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔

ابن سعد نے ذکوان سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے کہا۔ حضرت عمر کا نام فاروق کس نے رکھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب عمر اسلام لائے تو جبریل نے نازل ہو کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان والوں کو عمر کے اسلام لانے سے خوشی ہوئی ہے۔ اور بنزار اور حاکم نے ابن عباس سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ جب عمر اسلام لائے تو مشرکوں نے کہا کہ آج ہم نصف رہ گئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین اور بخاری وغیرہ نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب سے عمر اسلام لائے ہیں ہم ہمیشہ ہی معزز رہے ہیں۔ اور ابن سعد نے بھی ابن مسعود سے ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے کہ عمر کا اسلام لانا فتح ہے۔ اور اس کا ہجرت کرنا مدد ہے اور اس کی امامت رحمت ہے۔ ہم اس وقت تک بیت اللہ تک نہیں پہنچے جب تک عمر مسلمان نہیں ہوئے۔ اور جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ نے ان کو مارا یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں اور ہمارے راستے کو چھوڑ دیا۔ ابن سعد اور حاکم نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور جب عمر شہید ہوئے تو اسلام کمزور ہوتا گیا۔ اور طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بسند حسن بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے اسلام کا اعلان کروانے والے عمر بن خطاب ہیں۔ اور ابن سعد نے حضرت مہیب سے بیان کیا ہے کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام غالب آگیا اور اس کی طرف اعلانیہ



دعوت دے جانے لگی۔ ہم بیت اللہ میں حلقہ بنا کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کا طواف کرتے تھے۔ اور جو ہم سے درستی کے ساتھ پیش آتا تھا ہم اس کا جواب دیا کرتے تھے۔

## فصل ثالث

آپ کے ہجرت کے بیان سے

ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب کے سوا سب لوگوں نے خفیہ ہجرت کی۔ آپ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں لٹکائی کمان کا ندھے پر رکھی۔ اور طہنہ میں تیرے لئے کعبہ تشریف لائے۔ اشرف قریش صحن میں بیٹھے تھے۔ آپ نے سات چکر لگائے اور دو رکعت مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر آپ ان کے ایک ایک حلقہ کے پاس آئے اور کہا تم پر چھکار ہو۔ جو چاہتا ہے کہ اس کی مال اُسے ضائع کر دے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں۔ اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے وہ مجھے اس دلدی کے پیچھے مل لے مگر کوئی آدمی آپ کے پیچھے نہ گیا۔ اور اس نے براہ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے مہاجر جو ہمارے پاس آئے وہ مصعب بن عمیر اور ابن ام کلثوم ہیں۔ پھر عمر بن خطاب بیس سواروں کے ساتھ آئے ہم نے پوچھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پروگرام ہے۔ آپ نے کہا وہ میرے پیچھے پیچھے ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام ابو بکر کی معیت میں تشریف لے آئے۔

# فصل چہارم

آپ کے فضائل کے متعلق

آپ کے فضائل کے متعلق چونتیس حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔ بلکہ اکثر احادیث حضرت ابو بکر کے ذکر کے ساتھ مل کر بیان ہوئی ہیں۔ جو آپ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

## ۳۵ ویں حدیث

یہ حدیث ابھی بیان ہو چکی ہے۔  
اللهم اعز الاسلام بعمرین اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو  
الخطاب عزت دے۔

## ۳۶ ویں حدیث

یہ حدیث بھی ابھی بیان ہو چکی ہے کہ جب حضرت  
عمر نے اسلام قبول کیا تو جبریل علیہ السلام آئے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
آسمان والے حضرت عمر کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے ہیں۔

## ۳۷ ویں حدیث

یہ حدیث بھی ابھی بیان ہو چکی ہے کہ جب  
حضرت عمر اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ آج ہم لطف ہو گئے ہیں۔ اور اللہ  
تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يا ايها النبي حسبك الله يعني اے نبی، اللہ اور تیرے پیروکار مومنین  
ومن اتبعك من المومنين تجھے کافی ہیں۔

### ۳۸ ویں حدیث

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

بيننا انا ثم رايتني في الجنة میں نے نیند کی حالت میں اپنے آپ کو جنت میں  
فاذا امرأة تتوضأ الى جانب دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت ایک محل کے  
تصورت لمن هذا القصر جانب وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ محل  
قالوا نعم فذكرت غيرك کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر کیلئے۔ تو  
فوليت مدبراً فبكى وقال عليك مجھے آپ کی غیرت یاد آگئی اور میں مڑ کر واپس  
اغار يا رسول الله آگیا۔ حضرت عمر رو کر کہنے لگے یا رسول اللہ میں  
آپ پر غیرت کھاؤں گا۔

### ۳۹ ویں حدیث

احمد اور شیخین نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

رايتني دخلت الجنة فاذا میں نے دیکھا کہ میں جنت میں گیا ہوں اچانک  
انبا بالرمضاء امرأة ابی میں نے رمیصا میں ابو طلحہ کی بیوی کو دیکھا اور  
طلحة وسمعت خشفاً اپنے آگے کوئی حرکت محسوس کی۔ میں نے جبریل سے  
أما هي فقلت ما هذا یا کہا یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا یہ بلال ہے  
جبریلے؟ قال هذا بلال پھر میں نے ایک سفید محل دیکھا۔ جس کے صحن  
رأيت قصراً أبيضاً بنائاً میں ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ میں نے کہا کہ یہ محل



جاریتے فقلت لمن هذا القصر کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر بن خطاب  
 قالوا العمربن الخطاب فارت کس کے لئے۔ میں اُسے دیکھنے کی خاطر اندر داخل  
 ان ادخله انظر اليه فذكرت ہونا چاہتا تھا کہ مجھے آپ کی غیرت یاد آگئی۔  
 غیرتک :

## ۴۰ ویں حدیث

شیخین نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول  
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
 بینا انا فانکم شوبت یعنی البین میں نے خواب میں دودھ پیا اور اس کی تری میر  
 حتی انظرالی التری بجری فی نافذوں میں نظر آ رہی تھی پھر میں نے اُسے  
 اظفاری ثم فاولتہ عمر قالوا حضرت عمر کو پکڑا دیا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول  
 فمنا اولتہ یا رسول اللہ قال اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے فرمایا  
 العلم :

## ۴۱ ویں حدیث

احمد شیخین، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوسعید  
 خدری سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ  
 بینا انا فانکم رایت الناس عرضوا میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے  
 علی وعلیہم قمص فمنہما مبلغ پیش کیا جا رہا ہے وہ قمیصیں پہنے ہوئے ہیں  
 الشدی ومنہما مبلغ دون جو سینے تک پہنچتی ہیں۔ اور بعض اس سے بھی  
 ذلک و عرض علی عمر وعلیہ اوپر رہتی ہیں۔ عمر کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا  
 قمیص یجرہ قالوا فمنا اولتہ وہ اپنی قمیص کو گھسیٹ رہے ہیں صحابہ نے  
 یا رسول اللہ قال الدین : عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر

کی ہے فرمایا دین ۔

اور حکیم ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حضور آپ اسکی کیا تعبیر فرمائیں گے کہ ان میں سے بعض کی قمیصیں ناف تک ہیں بعض کی گھٹنوں تک اور بعض کی پنڈلیوں کے نصف تک ۔

آپ نے جو دین کا لفظ فرمایا ہے اس پر زبر اور پیش بڑھنا دونوں طرح جائز ہے ۔ اور ایک روایت میں دین کی جگہ ایمان کا لفظ بھی بیان کیا گیا ہے ۔ اور قمیص کی تعبیر دین بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قمیص دنیا میں قابل پردہ مقامات کو چھپاتی ہے اور دین انہیں آخرت میں چھپاتا ہے اور ہر مکروہ کام سے روکتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے اور معجزین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قمیص کی تعبیر دین بیان کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کی لمبائی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صاحب قمیص کے آثار اس کے بعد بھی رہیں گے ۔ اور ابن العربی کہتے ہیں ۔ اس تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ دین جہالت کی کمزوری کو چھپاتا ہے ۔ جیسے قمیص بدن کی کمزوری کو چھپاتی ہے اور یہ جو آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر کے علاوہ دوسرے لوگوں کی قمیصیں سینے تک پہنچتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دین ان کے دل کو نافرمانی کے باوجود کفر سے محفوظ رکھتا ہے ۔ اور جو قمیص اس سے نیچے اور شرمگاہ تک چلی جاتی ہے ۔ اس کا مغہرہ واضح ہی ہے ۔ جو شخص معصیت کی طرف جانے سے اپنی ٹانگوں کو نہیں روکتا ۔ اور جو شخص روکتا ہے وہ تمام وجوہ سے تقویٰ میں گم ہے اور جو اپنی قمیص کو گھسیٹتا پھرتا ہے وہ اس سے عمل خالص میں بڑھ گیا ہے ۔ اور عارف بن ابی حمزہ نے بیان کیا ہے کہ حدیث میں لوگوں سے مراد اس امرت کے مومنین ہیں اور دین سے مراد امر پر عمل پیرا ہونا اور نواہی سے اجتناب کرتا ہے

اور حضرت عمر کو اس معاملہ میں بلند مقام حاصل ہے۔ اس حدیث سے یہ مفہوم بھی لیا جاسکتا ہے کہ جو شخص قمیص کو ابھی یا بڑی صورت میں دیکھے اس سے قمیص پہننے والے کا دین مراد لیا جائے گا۔ اور نقص سے مراد ایمان و عمل کا نقص ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ دین دار لوگ قلت و کثرت اور قوت و ضعف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ مثال ان مثالوں میں سے ہے۔ جو نیند میں قابل تعریف اور بیداری میں شرعاً قابل مذمت ہے۔ یعنی قمیص کا گھسیٹنا کیونکہ قمیص کے بارے میں وعید آئی ہے۔

### ۴۲ ویں حدیث

شیخین نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطاب سے فرمایا کہ  
والذی نفسی بیدۃ ما لقیك قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری  
الشیطان سالکاً فاجا قط الا جان ہے کہ شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے  
سلاک فاجا غیر فیک، گا جس پر تو چل رہا ہے، بلکہ دوسرے راستے  
کو اختیار کرے گا۔

### ۴۳ ویں حدیث

احمد اور بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے اور احمد

مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

لقد کان فیما قبلکم من الائم تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے  
ناس محدثون فان یکن فی اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر  
امتی احد فاندہ عمر ہے۔



اور بخاری نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمر کو یہ کہتے سنا کہ میرا فلاں چیز کے بارے میں یہ خیال ہے تو وہ چیز آپ کے خیال کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نولہوت آدمی آپ کے پاس سے گزرا یعنی سوید بن قارب۔ آپ نے کہا میرا خیال اس شخص کے بارے میں غلطی کرتا ہے۔ یہ شخص جاہلیت پر تھا یا ان کا کاہن تھا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ آپ نے اسے بلا کر یہ بات کہی تو اس نے کہا میں نے آج کی طرح کسی مسلمان کو اسے خوش آمدید کہتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا جو تو نے مجھے کہا ہے اس پر میں تجھے قسم دلوں گا۔ اس نے کہا میں جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔ آپ نے فرمایا جو تیری جہنی جاہلیت میں تیرے پاس لاتی تھی میں اس سے متعجب نہیں ہوا۔ اس نے کہا ایک روز بازار میں وہ میرے پاس آگئی تو مجھے اس سے خوف محسوس ہوا۔ تو اس نے کہا کیا تو نے جنات اور ان کے ابلیسوں کو نہیں دیکھا۔

## ۴۴ ویں حدیث

احمد اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے اور ابو داؤد اور حاکم نے حضرت ابو ذر سے اور ابوالعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے حضرت بلال اور حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان الله تعالى جعل الحق على لسان عمر و قلبه ۛ

کیا ہے۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جب بھی کسی معاملہ میں لوگوں میں گفتگو ہوئی اور آپ نے بھی اس میں حصہ لیا تو قرآن حضرت عمر کے بیان کے مطابق نازل ہوا

## ۲۵ ویں حدیث

احمد، ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور  
اسے عقبہ بن عامر سے صحیح قرار دیا ہے اور طبرانی نے عصمت بن مالک سے بیان  
کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
لو کان بعدی نبی لکان عمرو اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب  
بن الخطاب ہوتا

طبرانی نے اسے حضرت سعید بن خدری وغیرہ سے بیان کیا ہے  
اور ابن عساکر نے ابن عمر کی حدیث سے بیان کیا ہے

## ۲۶ ویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ  
انی لا نظو الی شیاطین الجن میں جن و انس کے شیطانوں کو عمر سے بھاگتے  
والانس قد فروا من عمر: دیکھ رہا ہوں

اور ابن عمر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ  
رایت شیاطین الانس و میں نے دیکھا کہ جن و انس کے شیطان عمر  
الجن فروا من عمر سے بھاگ گئے ہیں

## ۲۷ ویں حدیث

ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب سے  
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
اول من یصافحه الحق عمرو عمر پہلے شخص ہیں جن سے حق مصافحہ کرے گا اور  
اول من یسلم علیہ و اول انہیں سلام کہے گا اور انہیں بلا عقد سے پکڑ کر جنت  
من یاخذ بیدہ یدخلہ الجنة میں داخل کرے گا

یہاں معافہ سے مراد مزید الفاظ اور اقبال ہے۔ اور یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ابو بکر جنت میں پہلے داخل ہوں گے۔ ان دونوں حدیثوں میں یوں تطبیق دیا جائے گی کہ حضرت ابو بکر کے بعد سب سے پہلے داخل ہونے والے حضرت عمر ہوں گے۔

### ۴۸ ویں حدیث

حاکم اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ذر سے بیان کیا

ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ  
 اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ الْعَمْرِ كِيْ زَبَانٍ يَّرْجَا كَمَا يَرِىْ  
 عَمْرٍ يَقُوْلُ بِهِ

### ۴۹ ویں حدیث

احمد اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
 اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ الْعَمْرِ كِيْ قَلْبٍ وَزَبَانٍ يَّرْجَا قَائِمٍ كَمَا  
 عَمْرٍ وَ قَلْبِهِ

اور ابن مثنیٰ نے اپنی مسند میں حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ  
 جو اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ سکینت حضرت  
 عمر کی زبان سے بولتی ہے۔

بزار نے حضرت ابن عمر اور ابو نعیم نے حلیہ میں

### ۵۰ ویں حدیث

لے سکینت سے مراد، نفس کی طمانیت وغیرہ ہے۔ جیسے کہ الہام کا ملکہ اور معرفت



حضرت ابو ہریرہ سے اور ابن عساکر نے معب بن جثامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
عمر سواجہ اهل الجنة عمر اهل جنت کے چراغ ہیں

**۵۱ ویں حدیث**  
بزار نے قتادہ بن ملحون اور ان کے چچا  
عثمان بن ملحون سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

هذا خلق الفتنه و اشار  
بيده الى عمر لا يزال بينكم  
و بين الفتنه باب شديد  
انغلاق ما عاش هذا بين  
الظهوركم  
یہ فتنہ کو بند کرنے والہ ہے اور اپنے ہاتھ  
سے عمر کی طرف اشارہ کیا جب تک عمر آپ  
لوگوں کے درمیان زندہ رہے گا آپ کے  
اور فتنوں کے درمیان مضبوطی سے دروازہ  
بند رہے گا۔

**۵۲ حدیث**  
طبرانی نے الاوسط میں اور حکیم نے نوادر الاصول  
اور الفیاء میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا  
ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا

اُتِیْتُكَ بِالسَّلامِ وَأَخْبَرْتُكَ  
ان غلبه عذو در ضاہ حکم عزت اور رضا حکم ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس جبریل نے آکر کہا۔ عمر کو  
سلام کہہ دیجئے اور بتائیے کہ اس کی رضا حکم اور اس کی ناراضگی عزت ہے۔

**۵۳ ویں حدیث**  
ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے  
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان الشيطان يفرق من عمر  
شیطان عمر سے ڈرتا ہے۔

احمد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بریدہ کے طریق سے بیان

کیا ہے کہ

ان للشیطان لیفرق مناسیا اے عمر شیطان کو تجھ سے ڈرنا ہے۔

عمر

ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس سے

بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

## ۵۲ ویں حدیث

ما فی السماء ملک الا وهو یوقر آسمان کے تمام فرشتے، عمر کی توفیر کرتے ہیں۔

عمر ولا فی الارض شیطان الا اور زمین کے تمام شیطان عمر سے ڈرتے ہیں۔

وهو یفرق من عمر

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

## ۵۵ ویں حدیث

ان اللہ باہی باہل عرفۃ اللہ تعالیٰ نے اہل عرفہ پر عموماً اور عمر پر خصوصاً

عامۃ و باہی بعمو خاصۃ فخر کیا ہے

اور طبرانی نے اکبیر میں بھی ابن عباس سے اس قسم کی حدیث بیان کی ہے

کا ہے

طبرانی اور دیلمی نے حضرت فضل بن عباس سے

بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

## ۵۶ ویں حدیث

فرمایا ہے کہ

الحق بعدی مع عمر حیث کان میرے بعد عمر جہاں بھی ہو گا حق اس کے ساتھ ہو گا

طبرانی نے حضرت سعدیہ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

## ۵۷ ویں حدیث

ان الشیطان لم یلق عرو منہ غم کے اسلام لانے کے بعد شیطان اُسے جہاں  
اسلم الاخر لوجہہ :: بھی ملا ہے منہ کے بل گر رہا ہے ۔  
اور دارقطنی نے الافراد میں اس حدیث کو سند لیبہ عن حفصہ کے طریق  
سے بیان کیا ہے ۔

طبرانی نے حضرت ابی بن کعب سے بیان کیا ہے  
۵۸ ویں حدیث

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ  
قال لی جبریل لیبک الاسلام جبریل نے مجھے کہا کہ اسلام کو عمر کی موت پر رونے  
علی صحت عمر :: چاہیئے ۔

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو سعید خدری سے  
۵۹ ویں حدیث  
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ہے کہ

من البغض عمر فقد البغضی جو عمر سے بغض رکھے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے  
ومن أحب عمر فقد احبنی و اور جو عمر سے محبت رکھے وہ مجھ سے محبت رکھتا  
ان الله باہی بالناس ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی شام لوگوں پر  
عشیۃ عرفۃ عامۃ و باہی عموماً اور عمر پر خصوصاً فخر کیا اور اللہ تعالیٰ نے  
بعمر خاتمۃ و انه لم یبعث کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کی امت میں محدث  
الله نبی الا کان فی امتہ محدث نہ ہوں اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو  
وان یکن فی امتی منهم احد فهو عمر ہے ۔ معاً بہ نے عرض کیا یا رسول اللہ محدث  
عمر قالوا یا رسول الله کیف کس طرح کا ہو سکتا ہے فرمایا اس کی زبان سے  
وحدث قال تتکلم الملائکۃ علی فرشتے بولتے ہیں اور اس حدیث کی اسناد  
لسانہ استادہ حسن :: حسن ہے ۔



## ۶۰ ویں حدیث

احمد اتر مذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور  
حاکم نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یا بلال ہم سبقتنی الی الجنة  
ما دخلت الجنة قط الا سمعت  
خشخشتك انا می فایت علی  
تصویر بع مشرف من ذهب  
فقلت لمن هذا القصر  
قال الرجل من العرب قلت انا عربي  
لمن هذا القصر قال الرجل  
من قريش فقلت انا من قريش  
لمن هذا القصر قال الرجل  
من امة محمد فقلت انا محمد  
لمن هذا القصر قال الحمد  
بن الخطاب :-

اے بلال تو مجھ سے پہلے جنت میں کیسے چلا گیا  
جب کبھی میں جنت میں داخل ہوا میں نے تیری  
حرکت کی آواز سنی ۔ میں نے سونے کے ایک  
چوکور اور بلند محل کے پاس آکر پوچھا یہ محل کس  
کے لئے ہے لوگوں نے کہا ایک عربی آدمی  
کے لئے ہے ۔ میں نے کہا میں عربی ہوں ۔ انہوں  
نے کہا قریش کے ایک آدمی کیلئے ہے میں نے  
کہا میں قریش میں سے ہوں ۔ انہوں نے کہا  
محمد کی امت میں سے ایک آدمی کیلئے ہے میں  
نے کہا میں محمد ہوں ۔ یہ محل کس کے لئے ہے  
انہوں نے کہا عمر بن الخطاب کیلئے :-

## ۶۱ ویں حدیث

ابوداؤد نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا

لا تنسایا اخی من دعاک :-

## ۶۲ ویں حدیث

اے میرے بھائی ہمیں اپنی دُعائیں نہ بھولنا :-  
احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عمر سے روایت کی  
ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا

یا اخی اشوکنا فی صالح دعاک :-

اے میرے بھائی ہمیں اپنی نیک دُعائوں میں

ولا تنسنا :

شامل رکھنا اور ہمیں نہ بھولنا :

### ۶۳ ویں حدیث

ابن النجار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الصدق بعدی من عروجیت میرے بعد سچ عمر کے ساتھ ہوگا۔  
کان :

### ۶۴ ویں حدیث

طبرانی اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ

عمرو معی وأنا مع عمرو والحق میں عمر کے ساتھ اور عمر میرے ساتھ ہے اور بعدی مع عمرو حیث کان میرے بعد حق وہاں ہوگا جہاں عمر ہوگا :

### ۶۵ ویں حدیث

احمد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس سے اور احمد اور شیخین نے حضرت

جابر سے اور احمد نے حضرت بکر بن عبد اللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

دخلت الجنة فاذا أنا بقصر من میں جنت میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میں

ذهب فقلت لمن هذا القصر ایک سونے کے محل میں ہوں میں نے پوچھا یہ

قالوا الشاب من قریش فظننت محل کس کے لئے ہے لوگوں نے کہا قریش کے ایک

انی أنا هو فقلت ومن هو قالوا نوجوان کیسے ہے میں نے خیال کیا کہ وہ نوجوان

عمرو بن الخطاب فلولا ما میں ہی ہوں گا میں نے پوچھا وہ کون ہے

علمت من غیرک لدخلته انہوں نے کہا عمرو بن الخطاب اگر مجھے تیری

غیرت کا علم نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہو جاتا۔

## ۶۶ ویں حدیث

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو بکر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما طلعت الشمس علی خیر من عمر ۛ  
عمر سے بہتر آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا ۛ

## ۶۷ ویں حدیث

ابن سعد نے ایوب بن موسیٰ سے مرسل روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان الله جعل الحق على لسان عمرو قلیہ وهو الفاروق ۛ  
اللہ تعالیٰ نے عمر کے قلب و زبان پر حق جاری کر دیا ہے اور وہ فاروق ہے جس کے ذریعے فرق اللہ بے بین الحق و الباطل ۛ  
اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے ۛ

## ۶۸ ویں حدیث

طبرانی نے عصمت بن مالک سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ریحک اذا مات عمرو فان استطعت ان تموت فمت ۛ  
تیرا برا ہو جب عمرو فوت ہو جائے تو تو اگر مرنے کی استطاعت رکھے تو مر جانا ۛ



# ۳۳۵ فصل پنجم

صحابہ اور سلفے کی زبان سے آپ کے تعریفیے

ابن عساکر نے حضرت صدیق سے بیان کیا ہے کہ مجھے زمین پر حضرت عمر سے زیادہ کوئی آدمی محبوب نہیں اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ آپ سے مرض الموت میں کہا گیا کہ آپ حضرت عمر کو خلیفہ بنانے کے بارے میں اپنے رب کو کیا جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا میں اُسے کہوں گا کہ میں نے ان کے بہترین آدمی کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔

طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر جلدی کیا کر دو۔ اور ہم اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ سکینت حضرت عمر کی زبان پر بولتی ہے۔ یعنی ان کی گفتگو سے اطمینان اور سکون ملتا ہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر سے زیادہ غمگین اور سخی کوئی نہیں دیکھا۔

طبرانی اور حاکم حضرت ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ اگر حضرت عمر کے علم کو ترازو کے ایک پلٹے میں رکھا جائے اور دوسرے زمین کے لوگوں کا علم دوسرے پلٹے میں رکھا جائے تو حضرت عمر کا علم ان کے علم سے بڑھ جائیگا۔

لوگوں کی رائے ہے کہ علم کے نوچھے حضرت عمر کے پاس ہیں۔

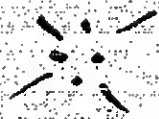
اور زبیر بن بکر نے حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ نہ ابوبکر نے دنیا کو چاہا اور نہ دنیا نے ابوبکر کو چاہا۔ مگر حضرت عمر کو دنیا نے چاہا لیکن آپ نے دنیا کو نہ چاہا۔ باقی رہے ہم تو ہم پیٹ کی خاطر اس پر پشت کے بل بیٹھے رہے۔ اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عمر کے پاس گئے۔ اور وہ کپڑے میں پیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کے صحیفہ کے بعد اس کپڑے میں پیٹے ہوئے شخص کے صحیفے میں جو آثار ہے وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے یہ قول حضرت علی سے کئی طرق سے بیان ہوا ہے اور طبرانی اور حاکم نے ابونعیر سے بیان کیا ہے کہ جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر جلدی کیا کر دے۔ عمر ہم میں کتاب اللہ کے زیادہ عالم اور اللہ کے دین کا ہم سے زیادہ فہم رکھنے والے ہیں۔

طبرانی نے عمر بن ربیعہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کعب الاحبار سے کہا آپ میری تعریف کیسی پاتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا میں آپ کی تعریف لوہے کے سینک کی طرح پاتا ہوں حضرت عمر نے پوچھا لوہے کے سینک سے کیا مراد ہے انہوں نے کہا ایسا سخت امیر جس پر اللہ کے دین کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہوگا انہوں نے جواب دیا آپ کے بعد ہونے والے خلیفہ کو ظالم گروہ قتل کر دے گا۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہوگا انہوں نے کہا پھر مصیبت آئے گی۔

احمد، بزار اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ لوگوں پر عمر بن خطاب کی فضیلت چار باتوں کی وجہ سے ہے۔

بدر کے روز قیدیوں کے ذکر کی وجہ سے آپ نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لولا کتاب من اللہ سبق الایۃ، حجاب کے ذکر کی وجہ سے آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو پرے کا حکم دیا۔ تو حضرت زینب نے آپ سے کہا اے ابن خطاب تو ہم پر غیرت کھاتا ہے جبکہ وحی ہمارے گھر میں نازل ہوتی ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی واذا سالتموهن متاعا الایۃ اور حضور علیہ السلام کی اس دعا کی وجہ سے جس میں آپ نے کہا اے اللہ اسلام کی عمر کے ذریعے بدر فرما اور حضرت ابوبکر کے بارے میں رائے دینے کی وجہ سے آپ نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی۔

اور ابن عساکر نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر کی امارت میں شیاطین پابند سلاسل ہیں اور آپ کی موت کے بعد وہ آزاد ہو گئے ہیں۔





# فصل ششم

قرآن و سنت اور تورات کے ساتھ حضرت عمر کی موافقات

ابن مردویہ نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن پاک نازل ہوتا تھا اور ابن عباس نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ قرآن میں ایسی باتیں بھی ہیں جو عمر کی رائے کے مطابق ہیں۔ اور اس نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں لوگ گفتگو کریں اور حضرت عمر بھی اپنی رائے کا اظہار کریں تو قرآن حضرت عمر کی رائے کے مطابق ہوتا تھا۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو آپ کی موافقات بے شمار ہیں۔

۱-۲-۳۔ شیخین نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیں تو یہ آیت نازل ہوئی، واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ، میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کی بیویوں کے پاس اچھے اور بُرے لوگ آتے ہیں اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ پردہ کر لیا کریں۔ تو آیت حجاب نازل ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں غیرت کی وجہ سے اکٹھی ہوئیں۔ تو میں نے کہا ممکن ہے اگر حضور علیہ السلام تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے تو اسی کے مطابق آیت نازل

ہوئی ۔

۴۔ بدر کے قیدیوں نے سالم سے انہوں نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔ یعنی بدر کے قیدیوں، حجاب اور مقام ابراہیم کے بارہ میں۔

۵۔ شراب کو حرام قرار دینے کے بارہ میں، اصحاب سنن اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ شراب کے بارے میں ہمیں شافی بیان دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تحریم حکم نازل فرمایا۔

۶۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے رب نے چار باتوں میں میری موافقت کی ہے جب آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلَالَةٍ مِنْ طِينٍ نازل ہوئی تو میں نے کہا فَبَارِكْ أَهْلًا أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ تو یہ آیت انہی الفاظ میں نازل ہوئی ۷۔ عبد اللہ بن ابی کے قصہ میں، صحیح بخاری میں حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے نماز جنازہ کے لئے بلایا گیا تو آپ اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو میں بھی اٹھ کر آپ کے سینہ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ، کیا خدا کے دشمن ابن ابی پر آپ نماز جنازہ پڑھیں گے۔ حالانکہ اس نے فلاں دن اس طرح کہا تھا خدا کی قسم ابھی تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا الْآیۃ

۸۔ استغفار کے قصہ میں، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے خبر دی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے لئے بکثرت استغفار کرنے لگے تو حضرت عمر نے کہا ان کے لئے استغفار کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔ تو یہ

آیت نازل ہوئی ۔ سواء علیہم استغفرت لہم ام لہم تستغفر لہم الا یتہ ،  
 ۹۔ بدر کی طرف خروج کیلئے مشورہ طلب کرنے کے بارہ میں یہ واقعہ  
 اس طرح ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے بدر کی طرف خروج کے  
 بارہ میں مشورہ طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے خروج کا مشورہ دیا تو یہ آیت نازل  
 ہوئی ۔ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقاً من المؤمنین  
 لکارھون الا یتہ

۱۰۔ قصہ انک کے متعلق مشورہ طلب کرنے کے بارہ میں ، یہ واقعوں  
 ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے صحابہ سے قصہ انک کے متعلق مشورہ طلب کیا  
 تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضرت عائشہؓ کو کس نے آپؐ کی زوجیت میں دیا  
 ہے ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ اللہ نے ، تو حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپؐ خیال کرتے ہیں  
 کہ آپؐ کے رب نے اس معاملہ میں آپؐ کو اشتباہ میں رکھا ہوا ہے وہ اس  
 سے پاک ہے یہ تو ایک عظیم بہتان ہے ۔ تو آیت بھی اس کے مطابق نازل  
 ہوئی ۔

۱۱۔ روزوں میں اپنی بیوی سے جماعت کے قصہ میں ، احمد نے اپنی مسند  
 میں بیان کیا ہے کہ جب انتباہ کے بعد آپؐ نے اپنی بیوی سے جماعت کی  
 آغاز اسلام میں ایسا کرنا حرام تھا تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ احل لکم لیلۃ العیام  
 السنت الی نساءکم ۔

۱۲۔ اللہ کے قول من کان عدواً الی اخوہ کے بارہ میں ابن جریر  
 وغیرہ نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے ان میں سب سے زیادہ موافقت  
 کے قریب وہ طریق ہے جسے ابن ابی حاتم نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے  
 بیان کیا ہے ۔ کہ ایک یہودی حضرت عمرؓ سے ملا اور کہا کہ وہ جبریلی جو آپؐ کے



دوست کو یاد کرتا ہے ہمارا دشمن ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا من کان عدواً  
للہ، وعدائکته ورسله وجبیل و میکان فان اللہ عدو لکافدین، تو  
یہ آیت حضرت عمرؓ کی زبان سے نازل ہوئی۔

۱۱۔ آیت فلا وربک لا یؤمنون کے بارہ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ  
نے ابی الانوف سے بیان کیا ہے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا۔ جس  
کے خلاف آپ نے فیصلہ دیا۔ اس نے کہا ہم عمر بن خطاب کی طرف جاتے  
ہیں۔ جب دونوں آپ کے پاس آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ رسول کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اس نے کہا  
ہم عمر کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے کہا کیا یہ بات ایسے ہی ہے۔ اس نے  
کہا ہاں، حضرت عمرؓ نے دونوں سے کہا میرے آنے تک دونوں اسی  
جگہ ٹھہرے رہنا تو آپ تلوار لگا کر باہر نکلے اور اس شخص کو قتل کر دیا،  
جس نے کہا تھا کہ ہم عمر کے پاس چلتے ہیں اور دوسرا جھاگ گیا اور جا کر رسول  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا عمر نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے آپ نے  
فرمایا میں ایسا خیالی نہیں کرتا کہ غمراہ مومن کے قتل کی جرأت کرے، تو  
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فلا وربک لا یؤمنون حتی یتحکموا  
نیا شجود بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حوجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً،  
تو اس آدمی کا خون رائیگاں چلا گیا اور حضرت عمرؓ اس آدمی کے قتل سے برکات ہو  
گئے۔

۱۲۔ داخل ہونے کیلئے اجازت طلب کرنے کے بارہ میں یہ واقعہ اس  
درجہ ہے۔ آپ سوئے ہوئے تھے کہ آپ کا غلام آپ کے پاس آیا۔ آپ نے

کہا اسے اللہ اس طرح داخل ہونے کو حرام فرما تو آیت استیذان نازل ہوئی۔

۱۵۔ ثلثہ من الاولین وثلثہ من الاخرین کے قول میں موافقت ہوئی۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر سے بیان کیا ہے اور اس کا قصہ اسباب نزول میں بیان ہوا ہے۔

۱۶۔ اذان کے بعض حصوں میں آپ کی موافقت ہوئی۔ ابن عدی نے الکامل میں عبد اللہ بن نافع کے طریق سے بیان کیا ہے جو عن ابیہ عن ابن عمر سے ضعیف ہے کہ حضرت بلال اذان میں کہا کرتے تھے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ حی علی الصلوٰۃ، حضرت عمر نے انہیں کہا اس کے بعد کہا کرو، اشہد ان محمد رسول اللہ، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا، بلال ایسے ہی کہا کرو، جیسے عمر کہتے ہیں۔ جس صحیح حدیث سے اولاً مشرعیّت اذان ثابت ہوتی ہے وہ اسے رد کرتی ہے۔

۱۷۔ عثمان بن سعید الدارمی نے ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ کعب الاحبار نے کہا کہ آسمان کے بادشاہ کے مقابل زمین کے بادشاہ کے لئے ہلاکت ہو۔ حضرت عمر نے کہا سوائے اس کے جو اپنے آپ کا محاسبہ کرے تو کعب الاحبار نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میرے میری جان ہے یہ بات تو تورات میں ہے تو آپ سجدہ میں گر پڑے۔

۱۸۔ سیوطی نے قطف الثمر فی موافقات عمر کے نام سے ایک نظم لکھی ہے اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ابو عبد اللہ الشیبانی نے اپنی کتاب فضائل الامامین میں حضرت عمر کی اکیس موافقات لکھی ہیں۔ ان میں شیخ والشیخہ اذانینا کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔

# فصل ہفتم

آپ کے کرامات کے بیان سے

:- بیہقی، ابو نعیم، لاکھائی، ابن الاعرابی اور خطیب نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر سے اسناد حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر حضرت ساریہؓ کی سرکردگی میں بھیجا۔ ایک دن حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپؓ نے تین بار کہا اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ اس کے بعد لشکر کا پیغامبر آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین ہم شکست خوردگی کی حالت میں تھے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ یہ بات اس نے تین بار کہی۔ ہم نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی طرف کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپؓ یہ آواز دے رہے تھے اور ساریہ جس پہاڑ کے پاس تھے وہ ارض عجم میں نہاوند میں ہے۔ اور ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے، حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپؓ کو کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ آپؓ نے فرمایا! اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ اور جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا۔ اس نے



ظلم کیا۔ تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تو حضرت علی نے انہیں کہا انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کا مطلب معلوم کریں گے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا۔ میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گذر رہے ہیں۔ اگر وہ اس کی طرف لوٹ جائیں تو انہیں ایک ہی طرف سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اور اگر وہیں سے گذر گئے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ تو میرے منہ سے یہ بات نکل گئی جو تم نے سنی ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک ماہ کے بعد فتح مکہ خوشخبری لے کر ایک آدمی آیا۔ تو اس نے بتایا کہ ہم نے اس روز حضرت عمر کی آواز سنی اور ہم پہاڑ کی طرف لوٹ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصرت عطا فرمائی۔

ابو نعیم نے ابن حارث سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے جمعہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے خطبہ چھوڑ کر دو یا تین بار یہ الفاظ کہے کہ ساری پہاڑ کی طرف جاؤ۔ پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کر دیا تو حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا اسے جنون ہو گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آکر کہا آپ نے لوگوں کو اپنے خلاف باتیں کرنے کا موقع دے دیا ہے آپ خطبہ کے دوران پکار رہے تھے اسے ساری پہاڑ کی طرف جاؤ۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے جواب دیا قسم بخدا میں اس پر ضبط نہیں رکھ سکا میں نے انہیں ایک پہاڑ کے پاس جنگ کرتے دیکھا کہ وہ آگے اور پیچھے سے گھیرے میں آ رہے ہیں تو میں نے بے ساختہ کہا، ساری پہاڑ کی طرف جاؤ تاکہ وہ پہاڑ کے دامن میں چلے جائیں۔ یہاں تک کہ ساری کا پتہ مبرخط

لے کر آیا کہ جمعہ کے دن دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو گیا۔ تو ہم نے ان سے جنگ کی جتنی کہ جمعہ کا وقت آگیا تو ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا۔ جس نے دو بار کہا کہ اسے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ تو ہم پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ اور ہم ہمیشہ ان پر غالب رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور انہیں مار دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف، کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا انہوں نے کہا تھا کہ اس آدمی کو چھوڑ دو اسے کوئی عارضہ ہو گیا ہے۔

۲:- ابوالقاسم بن ابی ان نے، موسیٰ بن عقبہ کے طریق سے نافع اور حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک آدمی سے کہا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا الگار۔ آپ نے کہا تو کس کا بیٹا ہے اس نے کہا روشن شعلے کا۔ پوچھا تو کس خاندان سے ہے اس نے کہا جلن کے خاندان سے۔ آپ نے فرمایا تیرا گھر کہاں ہے اس نے کہا تپش میں۔ آپ نے پوچھا کیسی۔ اس نے جواب دیا شعلوں والی۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر جا وہ جل چکے ہیں۔ وہ آدمی گھر گیا تو دیکھا اس کے گھر والے جل چکے ہیں۔ امام مالک نے موطا میں اور دوسروں نے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔

۳:- ابوالشیخ نے العظمت میں، قیس بن حجاج کی سند سے اس شخص سے روایت کی ہے جس نے اس سے بیان کیا کہ جب مصرفح ہوا تو اہل شہر حضرت عمر بن العاص کے پاس اس وقت آئے جب آپ عجم کے ہینوں میں کسی دن

۱۷۔ اس روایت کو ابن درید نے الاخبار المنثورہ میں اور ابن الکلبی نے الجامع میں

بیان کیا ہے جیسا کہ سیوطی نے ذکر کیا ہے۔

داخل ہوئے۔ انہوں نے کہا اے امیر ہمارے ملا دریا ئے نیل کی ایک رسم ہے آپ نے فرمایا وہ کیا۔ انہوں نے کہا جب اس مہینے کی گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک نو خیز لڑکی کا اس کے ماں باپ کی موجودگی میں قصد کرتے ہیں اور اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں۔ اور اس کو بہترین قسم کا لباس اور زیورات پہناتے ہیں۔ پھر اُسے دریا ئے نیل میں پھینک دیتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا اسلام میں کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ اسلام پہلے کی رسم مٹا دیتا ہے۔

پس وہ اس رسم کی ادائیگی کیلئے تیار ہوئے اور نیل نہ زیادہ بہتا تھا نہ قحطاً یہاں تک کہ انہوں نے اُسے جلا وطن کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے یہ بات دیکھی تو حضرت عمر کی طرف یہ بات بکھ بھیجی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ آپ نے جو کیا ہے ٹھیک ہے اور اسلام پہلی رسموں کو مٹا دیتا ہے۔ اور اپنے خط کے اندر ایک رقعہ بھیجا اور حضرت عمرو بن العاص کو لکھا میں نے اپنے خط کے اندر ایک رقعہ تمہاری طرف بھیجا ہے اسے نیل میں پھینک دینا۔ جب حضرت عمرو بن العاص کے پاس خط پہنچا تو آپ نے رقعہ کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ یہ اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے نیل مصر کے نام خط ہے اگر تو پہلے خود بخود بہتا تھا تو اب نہ بہتا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے چلاتا تھا تو میں خدا کے واسطے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے چلائے رکھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ رقعہ روز صلیب سے ایک روز پہلے نیل میں ڈال دیا تو صبح لوگوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک رات میں سولہ ہفتہ تک چلا دیا ہے۔ اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے اہل مصر سے یہ رسم ختم کر دیا ہے۔

۴ :- ابن عساکر نے طارق بن شہاب سے بیان کیا ہے کہ اگر حضرت عمر کے



پاس کوئی آدمی حدیث بیان کرتا اور کذاب لوگ اس کی تکذیب کرتے تو آپ فرماتے اسے مت بیان کرو۔ پھر اُسے حدیث سنا کر فرماتے اسے مت بیان کرنا۔ تو وہ آدمی آپ سے کہتا میں نے جو کچھ آپ کے پاس بیان کیا ہے وہ برحق ہے۔ مگر آپ نے جو حکم مجھے دیا ہے کہ اسے مت بیان کرو۔ یہ غلط ہے۔

ابن عساکر نے حسین سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب بات کرتے وقت ہی سمجھ جایا کرتے تھے کہ یہ بات جھوٹ ہے۔  
۵ :- بیہقی نے الدلائل میں ہدیتہ الحمضی سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کو بتایا گیا کہ اہل عراق نے اپنے امیر کو سنگسار کر دیا ہے، آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے، نماز پڑھائی تو اس میں بھول گئے، جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا اے اللہ ان لوگوں نے مجھ پر معاملہ مشتبہ کر دیا ہے تو ان پر معاملہ کو مشتبہ کر دے۔ اور جلد ہی ان پر ثقیفی نوحوان کو جاہلیت کا حکم چلانے کے لئے مقرر فرما۔ جو نہ ان کے اچھے آدمی کی بات کو قبول کرے اور نہ خطا کار سے درگزر کرے۔ این ہیبتہ کہتے ہیں اس وقت تک حجاج پیدا نہیں ہوا تھا۔

## اختتام پر آپ کی سیرت کے متعلق چند باتیں

ابن سعد نے آصف بن قیس سے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت عمر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے تو ایک لڑکی گزری۔ لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے آپ نے فرمایا نہ یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے اور نہ یہ اس کے لئے جائز ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ہے ہم نے

کہا اللہ کے مال میں سے آپ کے لئے کیا کچھ جائز ہے ، آپ نے فرمایا اللہ کے مال میں سے عمر کے لئے گریسوں اور سرویلوں میں ایک ایک قمیص ، حج اور عمرہ کے اخراجات ، میرے اور میرے اہل و عیال کیلئے قریش کے درمیانے درجے کے آدمی کی خوراک لینی جائز ہے ۔ اور میں تو مسلمانوں میں سے ایک نام آدمی ہوں ۔

ابن سعد اور سعید بن منصور وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ کے مال میں اسی قدر تقدر سمجھا ہے جتنا یتیم کا ولی اس کے مال میں حق رکھتا ہے ۔ اگر میں آسائش میں ہوں تو مال لینے سے بچتا ہوں ۔ اور اگر نادار ہوں تو معروف کی مطابقت کھاتا ہوں ۔ اور اگر آسائش میں ہوں تو ادائیگی بھی کرتا ہوں ۔ دوا کے لئے مجھے شہد کی ضرورت ہوتی ہے ، بیت المال میں شہد کا ایک مرتبان ہے اگر تم مجھے اجازت دو تو میں لے لوں گا ۔ وگرنہ وہ مجھ پر حرام ہوگی تو مسلمانوں نے آپ کو اجازت دے دیا ۔

ایک مدت تک آپ نے بیت المال سے کھانے کے لئے کچھ نہ لیا تو آپ کو تنگ دستی نے آیا ۔ صحابہ نے آپ سے دریافت کیا تو فرمایا میں نے اپنے آپ کو اس مال میں مشغول کر لیا ہے ۔ میرے لئے اب اس مال سے لینا مناسب نہیں تو حضرت علی نے کہا صبح اور شام کا کھانا لے لیا کریں تو آپ نے لینا شروع کر دیا آپ کے حج کے سارے اخراجات سولہ دینار تھے ۔ اور اس کے باوجود آپ یہ کہتے تھے کہ ہم نے مال میں اسراف سے کام لیا ہے ۔

جب آپ سے حضرت حفصہ اور حضرت عبداللہ وغیرہ نے گفتگو کی کہ اگر آپ طیب کھانا کھاتے تو وہ آپ کو حق پر زیادہ قوی کرتا ، فرمایا کیا تم سب کی

یہی رائے ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں فرمایا میں تمہاری خیر خواہی کو جانتا ہوں لیکن میں نے اپنے ساتھی کو ایک راستہ پر چھوڑا ہے۔ اگر میں ان دونوں کے رستہ کو ترک کر دوں تو میں ان کے مقام کو حاصل نہ کر سکوں گا۔

فرمایا لوگوں کو قحط نے آیا۔ اس سال آپ نے کھی اور گوشت نہ کھایا دوسری دفعہ جب کسی شخص نے آپ سے کھانے کے متعلق گفتگو کی تو فرمایا، تیرا براہو میں اپنی پاکیزہ چیزیں دنیا ہی میں کھا جاؤں۔ اور ان سے فائدہ اٹھاؤں۔ آپ کا بیٹا عام گوشت کھا رہا تھا اسے فرمایا، انسان کے لئے یہی اسراف کافی ہے کہ وہ جو چاہے اسے کھالے۔ آپ خلیفہ ہونے کی حالت میں صوف کا ایسا جبہ پہنتے تھے جس کو بعض جگہ چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے۔ اور آپ بازار میں اپنے کندھے پر چمڑہ رکھ کر گھومتے پھرتے۔ تاکہ لوگوں کو ادب سکھائیں اور کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں پھینکتے تھے تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں۔

حضرت انس کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کی قمیص میں دونوں سے کندھوں کے درمیان چار پیوند دیکھے۔ ابو عثمان الفہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے ازار بند کو چمڑے کے پیوند لگے دیکھے ہیں۔ اور جب آپ نے حج کیا تو چادر کے نیچے سایہ حاصل کیا۔ چمڑے کو درخت پر ڈال کر سایہ بنا لیتے۔ گرمی زاری کے باعث آپ کے چہرے پر دو خط بنے ہوئے تھے۔ جب آپ اس آیت سے گزرتے جو آپ ورد کرتے تو گر پڑتے۔ یہاں تک کہ کئی دن تک اس کی وجہ سے آپ کی عیادت کی جاتی۔ آپ زمین سے ایک تنکا پکڑتے اور فرماتے کاش میں ایک تنکا ہوتا، کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ آپ ہاتھ میں اونٹ کے بال پکڑے ہوئے داخل



ہوتے اور فرماتے۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تیرے بارے میں پوچھا جاؤں اور اپنی گردن پر مشکیزہ اٹھا لیتے۔ پوچھا گیا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا میرے نفس میں کچھ غرور پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے چاہا کہ اس کو ذلیل کروں۔

حضرت انس کہتے ہیں رمادہ کے سال تیل کھانے سے آپ کے پیٹ میں قراقر اٹھا آپ نے گھی کھانا اپنے نفس پر حرام کیا ہوا تھا۔ آپ نے انگلی سے اپنے پیٹ کو ٹھول کر کہا ہمارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ لوگوں کی حالت درست ہو جائے۔ اس سال آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ چمڑے کی طرح ہو گئے۔ اور آپ فرمایا کرتے جو شخص مجھے میرے غیوب سے مطلع کرے وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو کبھی غصے کی حالت میں نہیں دیکھا۔ جب آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا یا آپ کو اللہ سے ڈرایا جاتا یا کوئی آدمی آپ کے پاس قرآن پاک کی آیت پڑھتا تو آپ اس کی ضرورت سے اگاہی حاصل کرتے۔ آپ کے پاس گوشت میں گھی ڈال کر لایا گیا۔ آپ نے دونوں کے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا ان میں سے ہر ایک سالن ہے آپ کی ران ننگی ہو گئی۔ تو اہل نجران نے ایک سیاہ داغ دیکھا تو کہا یہ وہ شخص ہے جسکی علامت ہماری کتاب میں پائی جاتی ہے یہ ہمیں ہماری زمین سے نکال دے گا۔ اور کعب الاحبار نے آپ سے کہا ہم کتاب اللہ میں آپ کو جہنم کے ایک دروازے پر دیکھتے ہیں۔ جو لوگوں کو اس میں گرنے سے روکتا ہے۔ اور جب آپ مرجائیں گے تو قیامت تک لوگ اس میں داخل ہوتے رہیں گے۔ آپ نے اپنے گورنروں کو جن میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے حکم دیا کہ وہ اپنے اموال

کو نصف نصف کریں آپ نے نصف ان سے لے لیا اور باقی نصف ان کے پاس رہنے دیا۔ یہ سب واقعہ ابن سعد نے لکھا ہے اور عبدالرزاق نے جابر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر کے پاس عورتوں کی بد خلقی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا ہمیں بھی ایسے حالات سے واسطہ پڑتا ہے یہاں تک کہ بغض و نفہ میں ضرورت پوری کرنے کا خواہشمند ہوتا ہوں۔ تو وہ مجھے کہتی ہے کہ تو تو فلاں جگہ فلاں کی نوجوان لڑکیوں کو دیکھنے کیلئے گیا تھا۔ آپ سے عبداللہ بن مسعود نے کہا، آپ کیلئے یہی بات کافی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت سارہ کے خلق کی شکایت کی تو آپ کو جواب دیا گیا کہ یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ جب تک آپ اس میں کوئی ایسی بات نہ دیکھیں جو دین میں حرام ہو آپ اس کو اسی حالت میں رہنے دیں، آپ کا بیٹا آپ کے پاس خوبصورت کپڑے پہن کر آیا تو آپ نے اُسے درّے سے مارا۔ یہاں تک کہ وہ رو پڑا۔ پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ غرور کے باعث یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا ہے تو میں نے پسند کیا کہ اس کو چھوٹا بنا دوں۔ اور خلیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان ایک مسئلہ میں الجھ پڑے۔ یہاں تک کہ دیکھنے والے نے خیال کیا کہ اب کبھی یہ اکٹھے نہیں ہوں گے۔ مگر وہ نہایت حسن اور خوبصورت طریق سے الگ ہوئے۔

# باب ششم

اسے باب سے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا تذکرہ ہوگا۔ نیز اسے  
کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ اور اس کے اسباب و مقدمات کا ذکر ہوگا۔  
آپؐ نے حج سے واپس آکر شہادت پائی۔

حاکم نے مصیبت سے بیان کیا ہے کہ برب آپؐ منیٰ سے نکلے اور  
ابلیح میں پڑاؤ کیا تو آپؐ نے لیڈے کہہ اور طہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ  
میں عمرؓ سیدہ اور کمزور ہو چکا ہوں اور میری رعایا منتشر ہو چکی ہے مجھے اس  
حالت میں موت دے دے کہ تم میں ضائع کرنے والا بنوں اور نہ افراط  
کرنے والا۔ ابھی ذوالحجہ کا ہینہ نہیں گزرا تھا کہ آپؐ شہید ہو گئے۔

آپؐ سے حضرت کعب نے کہا مجھے تو رات سے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ  
شہید ہو کر مارے جائیں گے آپؐ نے فرمایا جزیرہ عرب میں رہے ہوئے میرے  
نصیب میں شہادت کہاں ہو سکتی ہے؟ بخاری نے آپؐ سے روایت کی ہے  
کہ آپؐ نے کہا اے اللہ مجھے اپنے رستے میں شہادت عطا فرما اور میری موت  
تیرے رسول کے شہر میں ہو۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے خواب  
میں دیکھا کہ ایک مَرُغ نے مجھے ایک یاد دھونگے مارے ہیں۔ اور میں سمجھتا



ہوں کہ میری موت آگئی ہے اور لوگ مجھے مشورہ دے رہے ہیں کہ میں خلیفہ مقرر کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلیفہ کو نائل نہیں کرے گا اگر مجھے جلد موت آگئی تو ان چھ آدمیوں کے مشورہ سے خلافت کا معاملہ طے کر لینا جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت تک راضی تھے ایک آدمی نے آپ سے کہا آپ عبد اللہ بن عمر کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر کر دیتے۔ فرمایا، اللہ تبارک کرے تو نے خدا کی خوشنودی کی خاطر یہ بات نہیں کہی میں اس شخص کو خلیفہ مقرر کروں جو ملاق بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنی بیوی کو حیف کے ایام میں ملائی دے دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا اُسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے۔

آپ نوجوان لڑکوں کو مدینے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مغیرہ بن شعبہ نے جو کوفہ کے گورنر تھے۔ آپ کو لکھا کہ ان کے پاس ایک نوجوان ہے جو لوگوں کے فائدے کے بہت سے اچھے کام جانتا ہے۔ جیسے آہن گری، نقاشی تجارت اور چکی بنانا وغیرہ۔ آپ نے اسے مدینہ میں داخلہ کی اجازت دے دی۔ اس کا نام ابو لؤلؤ تھا اور وہ مجوسی تھا وہ حضرت عمر کے پاس شکایت لے کر آیا کہ اس سے زیادہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر روز چار درہم وصول کئے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرا ٹیکس کوئی زیادہ نہیں تو وہ غصے کی حالت میں واپس چلا گیا۔ اور لوگوں میں یہ بات پھیلا دی کہ وہ میرے سوا سب کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ تھوڑے عرصے کے بعد حضرت عمر نے اسے پیغام بھیجا اور فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ تو کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بناؤں جو اسے پسائی کرے تو

اس نے تشریف ہو کر حضرت عمر سے کہا، میں تیرے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کے بارے میں لوگ باتیں کیا کریں گے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر نے اپنے اصحاب سے کہا اس غلام نے ابھی مجھے دھمکی دی ہے۔ اور واقعی وہ دھمکی تھی اس نے اپنے دل میں آپ کے قتل کی ٹھان لی۔ ایک خنجر بنایا اور اسے تیز کیا اور اندھیرے میں مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا۔ جب حضرت عمر لوگوں کو نماز کے لئے جگانے کے واسطے نکلے آپ احرام سے پہلے لوگوں کو صفوں کو برابر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے تو ابو لؤلؤ نے حضرت عمر کے قریب آکر اس خنجر سے آپ کے کندھے اور گال پر تین وار کئے جس سے حضرت عمر گر پڑے آپ کے ساتھ تیرہ آدمی زخمی ہوئے۔ جن میں سے چھ آدمی مر گئے۔ ایک عراقی آدمی نے اس پر کپڑا پھینکا۔ جب اس کا دم گھٹنے لگا تو اس نے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر کو اٹھا کر ان کے گھر لے جایا گیا۔ سورج اس وقت چڑھنے ہی کو تھا حضرت عبدالرحمن بن عوف نے دو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عمر کو نبیذ پلایا گیا جو زخم کے راستے باہر نکل گیا۔ لیکن پتہ نہ چلا پھر لوگوں نے آپ کو دودھ پلایا۔ وہ بھی زخم کے راستے خارج ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کوئی ٹکڑہ نہ کریں حضرت عمر نے فرمایا اگر قتل ہونا کوئی ٹکڑہ کی بات ہے تو میں قتل ہو چکا ہوں۔ اس پر لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ آپ اپنے مقام میں بے نظیر تھے آپ نے فرمایا، خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح نکلوں کہ میرے ذمے کسی کا کچھ نہ نکلے اور میں اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میری سلامتی کا باعث ہوگی۔ حضرت ابن عباس نے آپ کی تعریف کی تو فرمایا اگر میرے پاس زمین کے پہاڑوں کے برابر سونا ہوتا تو میں اس

خوف پر قربان کر دیتا جو نمایاں ہو چکا ہے۔ آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور سعد پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ بنائی۔ اور حضرت صہیب کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور ان چھ آدمیوں کو تین دن کی ہملت دی آپ بدھ کے روز زخمی ہوئے جبکہ ۳۲ھ کے ذی الحجہ میں چار دن باقی رہتے تھے اور اتوار کے روز آپ کو دفن کیا گیا۔ اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ کی وفات کے روز سورج کو گرہن لگا اور جنات نے آپ پر نوحہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا خدا کا شکریہ ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوئی۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا میرے قرض کا حساب کرو۔ حساب کے بعد آپ

اے حضرت عمر کی وفات پر سورج گرہن کی روایت کو طبرانی نے عبدالرحمن بنہ لیسا سے روایت کیا ہے۔ نور الہدٰی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے۔ اس کے رجال ثقہ میں اور محب طبری نے حسن بن ابی جعفر سے ذکر کیا ہے۔ کہ زمین تاریک ہو گئی تھی اور بچے ماؤں کو پوچھتے تھے کہ کیا قیامت آگئی ہے تو وہ کہتی تھیں نہیں بیٹے۔ بلکہ عمر بن خطاب قتل ہو گئے ہیں۔ یہ ابن لیسا کے بیان کا مفہوم ہے۔ ورنہ بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ سورج اور چاند کو کسی موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ اے جنات کے نوے کا تذکرہ ابن سعد نے سلیمان بن لیسا سے بیان کیا ہے۔ اور حاکم نے مالک بن دینار سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے تبار پہاڑ سے آواز سنی جو اشعار میں نوحہ کر رہی تھی۔



پر چھیالیس ہزار روپیہ قرض نکلا۔ فرمایا اگر آل عمر کا مال دنا کرے تو اس قرض کو ان کے اموال سے ادا کیا جائے۔ بصورت دیگر بنی عدی سے سوال کرو اگر ان کے مال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو قریش سے پوچھو اور ام المومنین حضرت عائشہ کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ عمر اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ نے جا کر پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی ہوئی تھی۔ مگر آج میں انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہو۔ حضرت عبداللہ نے اگر بتایا کہ ام المومنین نے اجازت دے دی ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ وصیت کریں اور خلیفہ مقرر کر دیں تو آپ نے فرمایا کہ میں ان چھ آدمیوں سے بڑھ کر کسی کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت تک ان سے راضی تھے پھر آپ نے ان چھ آدمیوں کے نام لئے پھر فرمایا عبداللہ بن عمر ان کے ساتھ میننگ میں حاضر ہوا کرے گا۔ مگر خلافت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اگر سعد خلیفہ بن جائے تو وہ اس کا اہل ہے ورنہ جو خلیفہ بنے وہ اس سے مدد لے۔

میں نے اسے عجز اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ پھر فرمایا میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور مہاجرین و انصار اور اہل امصا سے نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اس کے علاوہ وصیت میں اور بھی اسی قسم کی باتیں تھیں۔ جب آپ وفات پا گئے۔ تو آپ کے جنازہ کو لے کر پیدل چلے تو حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عائشہ کو سلام کیا اور کہا، عمر اجازت طلب کرتا ہے حضرت عائشہ نے فرمایا انہیں اندر لے آؤ، اندر لے جا کر آپ کو اپنے دوستوں کے پاس رکھ دیا گیا۔ جب آپ کے دفن سے فارغ ہو کر لوگ واپس ہوئے تو اکٹھے ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن

نے کہا تین آدمیوں کو خلافت کے معاملہ میں نامزد کرو تو حضرت زبیر نے حضرت علی کا، حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمن کا اور حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کا نام لیا۔ پھر یہ تینوں الگ ہو گئے۔ تو حضرت عبدالرحمن نے کہا میں خلافت نہیں چاہتا تم دونوں میں سے کون اس امر سے بری ہونا چاہتا ہے اور ہم اسے اس کے سپرد کریں۔ خدا کی قسم وہ اور اسلام جو ان میں حقیقتاً افضل اور امت کی بہتری کا خواہاں ہے اسے دیکھیں گے۔ اس پر حضرت علی اور حضرت عثمان خاموش ہو گئے تو حضرت عبدالرحمن نے کہا یہ معاملہ میرے سپرد کر دو۔ علی خدا کی قسم میں تم میں سے افضل کے بارے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا ہاں، آپ حضرت علی کو علیحدگی میں لے گئے۔ اور کہا آپ کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت میں تقدم حاصل ہے۔ اگر میں آپ کو امیر بنا لوں تو آپ عدل کریں گے اور اگر آپ پر امیر بنا دوں تو سمع و اطاعت کریں گے آپ نے جواب دیا ہاں پھر آپ نے دوسرے آدمی کو علیحدگی میں یہی کچھ کہا جب دونوں سے پختہ عہد لے لیا تو آپ نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی اور حضرت علی نے بھی آپ کی بیعت کی۔ حضرت عثمان کی بیعت حضرت عمر کی وفات کے تین رات بعد ہوئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ لوگ ان ایام میں اکٹھے ہو کر حضرت عبدالرحمن سے مشورہ کرتے تھے۔ اور کوئی صاحب الراے خلوت میں کسی کو حضرت عثمان کے برابر نہ سمجھتا تھا۔ جب حضرت عبدالرحمن نے بیعت کیلئے بیٹھے تو حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگ حضرت عثمان کے سوا کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہیں۔

اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے علی میں نے لوگوں میں نظر دور کر دیکھا ہے

وہ کسی کو عثمان کے برابر نہیں سمجھتے۔ آپ اپنے خلاف الزام نہ لیں پھر آپ نے حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا ہم سنت اللہ، سنت الرسول اور آپ کے بعد آپ کے دونوں خلیفوں کی سنت پر آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن نے آپ کی بیعت کی اور انصار و مہاجرین نے بھی۔ ابن سعد نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے وفات سے ایک گھنٹہ قبل طلحہ انصاری کی طرف پیغام بھیجا کہ اصحاب شوریٰ کے گروپ کے ساتھ پچاس آدمی لے کر آجائیں۔ سیر خیال میں وہ ایک گھر میں اکٹھے ہوں گے۔ آپ اپنے ساتھیوں سمیت اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جائیں اور کسی کو اندر داخل نہ ہونے دیں اور تیسرا روز نہ گزرنے دیں کہ وہ اپنے میں سے ایک امیر بنالیں اور مسند احمد میں ابوالہل سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ تم نے علی کو چھوڑ کر عثمان کی بیعت کیسے کر لی ہے۔ انہوں نے جواب دیا میرا اس میں کیا گناہ ہے میں نے علی سے آغاز کیا اور کہا کہ میں کتاب اللہ، سنت الرسول اور ابو بکر اور عمر کی سیرت پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا جس کی میں طاقت رکھوں پھر میں نے یہی بات عثمان پر پیش کی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالرحمن نے خلوت میں عثمان سے کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کے متعلق مشورہ دیں گے انہوں نے کہا علی کے متعلق اور علی سے کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے انہوں نے کہا عثمان کی بیعت کا۔ پھر آپ نے نہ بیر کو بلا کر کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے۔ انہوں نے کہا علی یا عثمان کی بیعت کا۔ پھر آپ نے سعد کو بلا کر کہا آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے۔ میں اور آپ تو خلافت



چاہتے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا عثمان کی بیعت کا مشورہ دوں گا۔ پھر عبدالرحمن نے بڑے بڑے لوگوں سے مشورہ لیا تو اکثر کی خواہش کو حضرت عثمان کے حق میں پایا۔ ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہوئی تو انہوں نے کہا جو باقی رہ گئے ہیں ان سے ہمارا امیر ہوتا ہے اور ہمیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ ان سب روایات سے حضرت عثمان کی بیعت کی صحت اور صحابہ کا اس پر اجماع ثابت ہو گیا اور یہ بھی کہ اس بارے میں کوئی شبہ اور جھگڑا نہیں ہوا۔ اور حضرت علی بھی جملہ بلعین میں شامل تھے۔ اور آپ نے حضرت عثمان کی جو تعریف کی ہے وہ بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے حضور کے ساتھ جنگیں کیں اور حدود کو آپ کی موجودگی میں قائم کیا۔ ایسی بہت سی احادیث بیان ہو چکی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ وہ حضرت عمر کی خلافت کے بعد ہو گئی۔ اس جگہ ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور عثمانی خلافت، حضرت عمر کی خلافت کی فرع ہے جو خلافت صدیق کی فرع ہے اور اجماع اور کتاب و سنت کے دلائل ابو بکر کی خلافت کی حقیقت پر قائم ہیں۔ جس سے ان کا قیام خلافت عمر اور خلافت عثمان پر بھی لازم آتا ہے۔

اے باقلانی نے عبدالرحمن کے اس طریق کی صحت کے متعلق جو انہوں نے حضرت عثمان کی بیعت کیلئے اختیار کیا۔ یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں نے جن کے پیشرو صحابہ تھے کئی دن کے مشورہ کے بعد ان کو امین بنانے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ عبدالرحمن کے عظیم اڑیوں میں سے تھے۔ اور وہ اپنی سبقت اور علم اور زہد فی الخلافۃ کی وجہ سے خلافت کے مقدروں میں سب سے زیادہ موزوں تھے۔ اور لوگ انہیں

پس یہ بیعت درست اور خلافت برحق تھی جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

پسند کرتے تھے اور جب عثمان نے اس کی آواز بلند کی تو امت اس کی فرمانبرداری ہو گئی اور خلافت کو اس کے لئے پسند کیا اور انہیں امیر المومنین کہہ کر خطاب کیا اس کے بعد کی جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ جھوٹ ہیں۔ اور حضرت علی کا آپ کے بیعت کرنا اس طرح نہیں جیسے شیعہ کہتے ہیں کہ انہوں نے تقیہ سے ایسا کیا تھا یہ ایک باطنی چیز ہے جس سے ظاہر سے معلوم ہونیوالی چیز کو ترک نہیں کیا جاسکتا

# باب ہفتم

آپ کے فضائل اور خوبوں کے بیان میں  
اس میں کئی فصیلیں ہیں

## فصل اول

آپ کے قبول اسلام اور ہجرت وغیرہ کے بارے میں

آپ قدیم الاسلام اور ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں حضرت  
سیدیق نے دعوت اسلام دی۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلی حبشہ کی طرف  
اور دوسری مدینہ کی طرف۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی  
حضرت رقیہ سے شادی کی۔ ان کی وفات جنگ بدر کے دنوں میں ہوئی۔ آپ  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ان کی تیمارداری کیلئے پیچھے رہ گئے  
تھے۔ آپ کے لئے جنگ بدر کے مال غنیمت سے حصہ مقرر کیا گیا۔ اس  
لحاظ سے انہیں جنگ بدر میں شامل ہونے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔  
جس روز حضرت رقیہ کو مدینہ میں دفن کیا گیا اسی روز ایک آدمی



مسلمانوں کی کامیابی کی خوشخبری لے کر آیا۔ پھر حضور علیہ السلام نے ان کی بہن ام کلثوم کو آپ کے ساتھ بیاہ دیا۔ حضرت ام کلثوم کی وفات ہجرت کے نوویس سال میں ہوئی۔

علماء کہتے ہیں کہ کوئی آدمی نہیں جانتا کہ آپ کے سوا کسی اور آدمی کے ساتھ نبی کی دو بیٹیاں بیاہی گئی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ آپ سابقین الاولین اور اول المہاجرین میں سے ہیں۔ اور ان سے دس آدمیوں میں سے ایک ہیں جن کے جنتی ہونے کی گواہی دی گئی ہے۔ اور ان چھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جن سے وفات کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے اور آپ قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک ہیں۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق نے بھی اسے جمع کیا تھا۔ حضرت عثمان کو صرف یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے اسے مصحف میں موجودہ معروف ترتیب میں جمع کیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے آپ کو غزوہ ذات الرقاع اور غطفان میں مدینہ پر امیر مقرر فرمایا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ حضرت ابو بکر حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔ اور بے حد خوبصورت تھے۔

ابن عساکر نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے گوشت کی ایک پلیٹ دے کر حضرت عثمان کے گھر بھیجا۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت رقیہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ میں ایک دفعہ حضرت رقیہ کے چہرے کی طرف اور دوسری دفعہ حضرت عثمان کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جب میں واپس آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تو

ان دونوں کے پاس اندر گیا تھا میں نے کہا ہاں ! فرمایا کیا تو نے ان دونوں سے خوبصورت جوڑا دیکھا ہے ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ نہیں ۔

اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ جب آپ اسلام لائے تو آپ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپ کو پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا۔ اور کہا تو اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر نئے دین کو قبول کرتا ہے ۔ جب تک تو اس دین کو نہیں چھوڑے گا اس وقت تک میں تجھے رہا نہیں کروں گا۔ حضرت عثمان نے جواب دیا خدا کی قسم میں اسے نہ چھوڑوں گا۔ اور نہ اس سے الگ ہوں گا۔ جب حکم نے دین میں آپ کی نچنگی کو دیکھا تو چھوڑ دیا۔ اور ابولعیلیٰ نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان سب سے پہلے آدھی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان دونوں کے ساتھ ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان پہلے آدھی ہیں جنہوں نے اپنے اہل کے ساتھ ہجرت کی۔ اور ابن عدی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو حضرت عثمان کے زوجیت میں دیا تو اُسے فرمایا کہ تیرا خاوند تیرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تیرے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت مشابہ ہے۔

# ۳۷۴ فصل دوم

## آپ کے فضائل کے بیان سے

آپ کے فضائل کا تذکرہ حضرت ابو بکر کے فضائل کی احادیث میں گزر چکا ہے اور کچھ ایسی احادیث بھی بیان ہو چکی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کو حضرت عمر کے بعد خلافت ملی۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ شیخین کے بعد آپ کا تمام امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو آپ اس کے برابر ٹھہرے۔ اس کے بعد ترازو اٹھا دیا گیا۔

۱ :- شیخین نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان کے آنے پر اپنے کپڑے سمیٹ لئے اور فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

۲ :- ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں عثمان حیا کے اختیار کرنے میں سب سے سخت ہیں۔

۳ :- خطیب نے حضرت ابن عباس سے اور ابن عسا کر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی خبر دی ہے کہ میں اپنی دوا چھیٹیوں یعنی رقیہ اور ام کلثوم کو عثمان سے بیاہ دوں۔



۴ :- احمد اور مسلم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان ایک حیا دار آدمی ہے۔ میں ڈرا کہ اگر میں نے اسی حالت میں اُسے اندر آنے کی اجازت دے دی تو وہ اپنی ضرورت پوری نہ کر سکے گا۔

۵ :- احمد اور مسلم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

۶ :- ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان بڑا حیا دار ہے۔ یہاں تک کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔

۷ :- ابو نعیم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان میری امت کا سب سے زیادہ حیا دار اور کریم آدمی ہے۔

اے حضور علیہ السلام حضرت عائشہ کے بستر پر چادر اوڑھ کر پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے آپ نے اسی حالت میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو اندر آنے کی اجازت دیدی مگر جب حضرت عثمان نے اجازت طلب کی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنے کپڑوں کو درست کیا اور حضرت عائشہ کو بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو درست کر لیں اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان کو اندر آنے کی اجازت دی حضرت عائشہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عثمان سے اس قدر کیوں گہرائی سے تھے تو آپ نے انہیں یہ حدیث سنائی۔

۸ :- ابو نعیم نے حضرت ابی امامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت کے نبی کے بعد عثمان بن عفان سب سے زیادہ حیا دار ہے ۔

۹ :- ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان حیا دار اور پردہ پوش آدمی ہے ۔ اور فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں ۔

۱۰ :- طبرانی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت لوط کے بعد عثمان پہلے آدمی ہیں جنہوں نے خدا کی خاطر اپنے اہل سمیت ہجرت کی ۔

۱۱ :- ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت عثمان کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہیں ۔

۱۲ :- طبرانی نے ام عیاش سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عثمان کے ساتھ ام کلثوم کی شادی آسمانی وحی کے مطابق کی ہے اے

۱۳ :- ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا اے عثمان یہ جبریل ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کو رقیہ کے مہر کے مثل پر تیری زوجیت

اے طبرانی نے اس حدیث کو الکبیر اور الاوسط میں بیان کیا ہے ۔ ذرا ہیلتھی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد حسن ہے جیسا کہ اس کے شواہد کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے ۔

میں دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ سلوک بھی ویسا ہی کرنا ہوگا۔  
 ۱۴ :- احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ، اے عثمان اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر منافقین اس کے اتارنے کا ارادہ کریں تو اُسے نہ اتارنا۔ یہاں تک کہ تو مجھے آئے۔

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جو ظاہری طور پر آپ کی خلافت کی حقیقت پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ حدیث میں قمیص سے کنایتہ خلافت الہیہ مراد لی گئی ہے۔

۱۵ :- ابو یعلیٰ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان بن عفان دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔  
 ۱۶ :- ابن عساکر نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان جنتی ہے۔

۱۷ :- ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کا اس کی امت سے ایک خلیفہ ہوتا ہے اور میرا خلیفہ عثمان بن عفان ہے۔

حضرت صدیق کے فضائل کی احادیث میں اس قسم کی حدیث حضرت صدیق کے حق میں بھی بیان ہوئی ہے اور یہ اس مشہور روایت کے منافی نہیں۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیفہ بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔

۱۸ :- ترمذی نے حضرت طلحہ نے اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کا جنت میں ایک



رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے۔

۱۹ :- ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان کی شفاعت سے ستر ہزار ایسے آدمی

جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے جو آگ کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔

۲۰ :- طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ اور لوط علیہ السلام کی ہجرت

کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

۲۱ :- بخاری نے ابو عبد الرحمن السلمی سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت

عثمان محصور ہو گئے تو آپ نے محاصرین کو اوپر سے جھانک کر فرمایا،

میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر

پوچھتا ہوں کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ جس نے حبش العسرة کو تیار کیا وہ جنتی ہوگا تو میں نے

اُسے تیار کیا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے کہ جو رومہ کے کنوئیں کو کھدوائے گا وہ جنتی ہے تو میں نے اُسے

کھدوایا تو آپ کے قول کی سب نے تصدیق کی۔

۲۲ :- ترمذی نے عبد الرحمن بن خباب سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم حبش العسرة کی تیاری کی ترغیب دے رہے تھے اس وقت

میں آپ کے پاس تھا تو عثمان بن عفان نے کہا یا رسول اللہ ایک سواونٹ

عرق گیروں اور پالانوں سمیت خدا کی راہ میں دیتا ہوں۔ پھر آپ نے ترغیب

دلائی تو حضرت عثمان نے کہا یا رسول اللہ دو سواونٹ مع عرق گیروں

اور پالانوں کے خدا کی راہ میں دیتا ہوں آپ نے پھر ترغیب دلائی تو حضرت

عثمان نے کہا یا رسول اللہ تین سو اونٹ مع عرق گیروں اور یالانوں کے خدا کی راہ میں دیتا ہوں اس کے بعد حضور علیہ السلام منبر سے اتر پڑے اور فرمایا عثمان اس کے بعد جو چاہے کرے اُسے کوئی حرج نہیں

۲۳ :- ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے عبدالرحمن بن سمرقہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ حضور علیہ السلام جب حبش العسرة کی تیاری فرما رہے تھے تو حضرت عثمان ایک ہزار دینار لے کر آئے اور آپ کے حجرہ میں انہیں بکھر دیا حضور علیہ السلام انہیں اٹھنے پلٹنے لگے پھر فرمایا عثمان آج کے بعد جو کام کرے گا۔ اس کا اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

۲۴ :- ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے بیعت الرضوان کا ارشاد فرمایا اس وقت حضرت عثمان، حضور علیہ السلام کے ایلچی بن کر مکہ گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے بیعت کر لی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا عثمان خدا اور اس کے رسول کی حاجت میں لگا ہوا ہے تو آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا تو حضور علیہ السلام کا دست مبارک حضرت عثمان کے لئے دوسرے لوگوں کے ہاتھوں سے بہتر تھا۔ اور حاجت کے لفظ کو اللہ کی طرف منسوب کرنا استغاثہ اور تمثیل کے طور پر ہے جیسا کہ علم بیان میں ملے ہو چکا ہے۔

۲۵ :- ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک نقتہ کا ذکر کیا اور فرمایا اس میں عثمان مظلوم ہونے کی حالت میں مارا جائے گا۔

۲۶ :- ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے کعب بن مرہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو ایک قریبی فتنے کا ذکر کرتے سنا تو ایک آدمی گدرا جو کپڑے سے منہ ڈھانپے ہوئے تھا آپ نے فرمایا اس وقت یہ شخص ہدایت پر ہوگا میں اٹھ کر اس آدمی کی طرف گیا تو وہ عثمان بن عفان تھے میں نے آپ کی طرف اپنا منہ کر کے پوچھا یہ شخص، فرمایا ہاں۔

۲۷: برترندی نے حضرت عثمان سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یوم الدار کو فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا ہوا ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں آپ نے اس بیان میں اس گزشتہ حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا اگر منافقین اسے اتارنے کا ارادہ کریں تو اُسے نہ اتارنا یہاں تک کہ تو مجھے آئے۔

۲۸: حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دفعہ جنت خریدی ہے۔ ایک دفعہ دھرم کے کنویں کو کھود کر اور دوسری دفعہ حبش العسرة کو تیار کر کے۔

۲۹: ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے عثمان خلق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

۳۰: طبرانی نے عصمتہ بن مالک سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بیٹی جو حضرت عثمان سے بیاہی ہوئی تھی فوت ہو گئی تو آپ نے فرمایا عثمان کو بیاہ دو اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں عثمان کو بیاہ دیتا اور میں نے آسمانی وحی کے مطابق اس سے بیٹی کی شادی کی ہے۔

۳۱: ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے



رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان سے یہ فرماتے سنا اگر میرے چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک تمہارے ساتھ بیاہ دیتا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی ۔

۳۲ : ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت سے بیان کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عثمان میرے پاس سے گزرے اور ایک فرشتہ میرے پاس تھا اس نے کہا یہ شہید ہے جس کی قوم اسے قتل کر دے گی ۔ ہم اس سے حیا کرتے ہیں ۳۳ : ابو یعلیٰ نے حضرت بن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرشتے عثمان سے اسی طرح حیا کرتے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول سے کرتے ہیں ۔

ابن عساکر نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس حضرت عثمان کی حیا کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ گھر کے اندر ہوں اور دروازہ بھی بند ہو اور وہ جہانے کھینٹے کپڑے اتاریں تو حیا کی وجہ سے وہ کمر سیدھی نہیں کر سکتے تھے ۔

۳۴ : ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت انس کی حدیث سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک تلوار ہے جو اس نے عثمان کی زندگی تک نیام میں بند کی ہوئی ہے جب عثمان قتل ہو جائے گا تو وہ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا ۔ اور پھر اسے قیامت تک نیام میں نہیں کرے گا ۔

اس حدیث میں عمرو بن فائد متفرد ہے جس کی منکر احادیث

بھی ہیں ۔

## ۳۸۲ فصل سوم

آپ کے کارناموں، روشن فضائل، شہادت،  
منظومیت اور فتنے میں ہدایت پر ہونیکے بیانے میں

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عثمان منطوم ہونے کی حالت  
میں قتل ہوں گے۔ اس حدیث کو بغوی نے المصابیح من الحسان میں  
بیان کیا ہے اور ترمذی نے حسن غریب کہا ہے۔ احمد نے اسے  
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ  
نے گھر میں شہادت پائی۔ آپ کے آگے قرآن پاک پڑا ہوا تھا  
اور آپ کا خون اس آیت پر گرا۔ نسیکفیکم اللہ وهو السميع  
العلیم۔

اور الشفاء میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ہے کہ عثمان قرآن پاک کی تلاوت کے دوران شہید ہوں گے۔  
اور خدا تعالیٰ اسے عنقریب ایک قمیص پہنائے گا۔ اور لوگ اسے  
اتارنے کے خواہاں ہوں گے۔ اور اس کا خون خدا تعالیٰ کے اسے  
قول پر رواں ہوگا۔ نسیکفیکم اللہ وهو السميع العلیم۔

اور حاکم نے حضرت ابن عباس کے الفاظ میں اس طرح  
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان تو سورہ  
بقرہ پڑھتے ہوئے قتل ہوگا اور تیرے خون کا قطرہ نسیکفیکم اللہ

پر گرے گا۔ لیکن الذہبی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے یعنی توڑ پھڑا ہو گا سے آخر تک، لیکن وہ اخبار جن میں اصل قتل کا ذکر ہے وہ صحیح ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ کنوئیں والی حدیث میں جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور ابو بکر کے فضائل میں آئی ہے۔ اور اس حدیث صحیح میں جس میں حضور علیہ السلام نے فتنے کا ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس سے گذرا تو آپ نے فرمایا یہ مظلوم ہونے کی حالت میں قتل ہو گا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے دیکھا تو وہ عثمان تھے۔ آپ ۳۵ھ کے یام التشریق کے وسط میں قتل ہوئے۔ اور حضرت زبیر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی آپ نے ان کو جنازہ پڑھانے کے متعلق وصیت کی تھی آپ بقیع میں حش کو کب میں مدفون ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جو اس جگہ دفن ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ۱۸ ذوالحجہ کو جمعہ کے روز شہید ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذوالحجہ میں چھ دن باقی رہتے تھے۔ آپ کی عمر ۸۲ سال تھی۔ اس میں بہت اختلاف ہے۔

ابن عساکر نے ایک جمیعت سے بیان کیا ہے کہ آپ کا قاتل ایک نیلے اور سرخ رنگ کا مصری ہے جسے حمار کہتے ہیں۔ اور احمد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بیان کیا ہے کہ محاصرہ کی حالت میں یثرب سے آپ کے پاس گیا۔ محاصرہ کا بیان آئندہ باب میں آئے گا۔ اور آپ سے کہا۔ آپ عامرہ انساہ کے امام ہیں اور جو مصیبت آپ پر نازل ہو چکی ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے آپ جو بات چاہیں اختیار کر لیں۔ ان میں



سے ایک یہ ہے کہ آپ باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں۔ آپ کے پاس بیشمار آدمی اور طاقت ہے۔ پھر آپ حق پر ہیں۔ اور وہ باطل پر ہیں۔ یا آپ کسی دوسرے دروازے سے باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ چلے جائیں۔ وہ آپ کے خون کو ہرگز مباح نہ سمجھیں گے نیز آپ وہاں کے رہنے والے بھی ہیں۔ یا آپ تمام چلے جائیں وہ شامی ہیں اور ان میں امیر معاویہ بھی ہیں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا یہ بات کہ میں باہر نکلے کر جنگ کروں۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں خونریزی کرنے والا پہلا جانشین نہیں بننا چاہتا۔ اور یہ کہ مکہ چلا جاؤں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قریش میں ایک آدمی کج روی کر کے مکر چلا جائے گا۔ اس پر نصف دنیا کا عذاب ہوگا۔ میں وہ شخص ہرگز نہیں بنوں گا۔ اور یہ کہ میں شام چلا جاؤں۔ میں اپنی ہجرت گاہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں سے کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

ابن عباس نے ابو ثور الفہری سے بیان کیا ہے کہ میں محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمان کے پاس گیا۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کے پاس دس باتیں پوشیدہ رکھی ہوئی ہیں۔ میں اسلام میں چوتھا آدمی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی وہ فوت ہو گئی تو آپ نے اپنی دوسری بیٹی میرے نکاح میں دے دی۔ میں نے نہ کبھی گناہ کیا اور نہ اس کی تمنا کی اور جب سے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے۔ اس وقت سے اپنا دایاں ہاتھ اپنی شہر گاہ پر نہیں رکھا اور جب سے میں اسلام

لایا ہوں اس وقت سے ایک جمعہ بھی ایسا نہیں گزرا جس میں میں نے غلام آزاد نہ کیا ہو۔ سوائے اس کے کہ میرے پاس آزاد کرنے کو کوئی چیز نہ ہو۔ یعنی میں نے تقریباً دو ہزار چار سو غلام آزاد کئے ہیں اور نہ ہی میں نے جاہلیت اور اسلام میں زنا کاری اور چوری کا ارتکاب کیا ہے اور میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن جمع کیا ہے ابن عساکر نے زید بن ابی حبیب سے بیان کیا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس قافلے کے عام لوگوں کو جنون ہو گیا تھا۔ جنہوں نے حضرت عثمان پر چڑھائی کی تھی۔

ابن عساکر نے خذلفہ سے بیان کیا ہے کہ پہلا فتنہ عثمان کے قتل اور آخری فتنہ خروج دجال ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص جس کا دل حضرت عثمان کے قتل کو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی پسند کرتا ہے وہ دجال کا پیروکار بنے بغیر نہ مرے گا۔ اگر وہ دجال کا زمانہ پالے تو ٹھیک اگر نہ پالے تو اپنی قبر میں بھی اس پر ایمان لائے گا اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر لوگوں نے خون عثمان کا مطالبہ نہ کیا تو ان پر آسمان سے سنگباری کی جائی گی۔ ایسے ہی ابن عساکر نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان قتل ہو گئے اور حضرت علی اپنی زمین میں گئے ہوئے تھے جب آپ کو خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اے اللہ میں اس بات میں راضی نہ تھا اور نہ ہی میری یہ آرزو تھی۔

حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے قیس بن عبادہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو جنگ جمل کے روز کہتے سنا اے

اللہ میں تیرے پاس خونِ عثمان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جس روز  
عثمان قتل ہوئے میری عقل جاتی رہی۔ اور میں اپنی جان کو بھول گیا لوگ  
میرے پاس بیعت کے لئے آئے تو میں نے کہا خدا کی قسم مجھے اس  
قوم کی بیعت لینے سے شرم محسوس ہوتی ہے جس نے عثمان کو قتل کیا  
ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے بھی شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں عثمان کے  
دفن ہونے سے پہلے بیعت لوں پس وہ لوگ واپس چلے گئے۔ جب  
لوگ لوٹ کر آئے تو انہوں نے مجھ سے بیعت کے متعلق پوچھا تو میں  
نے کہا اے اللہ میں جو اقدام کرنے والا ہوں اس سے مجھے خوف آتا  
ہے۔ پھر مجھے عزیمت حاصل ہو گئی تو میں نے بیعت لی۔ لوگوں نے مجھے  
امیر المومنین کہا تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے تو  
میں نے کہا اے اللہ مجھ سے عثمان کا بدلہ لے لے تاکہ تو راضی ہو جائے  
ابن عساکر نے ابوخلدۃ الحنفی سے بیان کیا ہے وہ کہتے  
ہیں کہ اس نے حضرت علی کو کہتے سنا کہ بنی امیہ کا خیال ہے کہ میں نے  
عثمان کو قتل کیا ہے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ میں  
نے اسے قتل کیا ہے اور نہ کبھی ایسی آرزو کی ہے میں نے تو انہیں منع  
کیا مگر انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔

اور ابن عساکر نے سمرقہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام  
ایک مضبوط قلعے میں تھا انہوں نے عثمان کو قتل کر کے اسلام میں ایک عظیم  
شکاف پیدا کر دیا ہے جو قیامت تک پر نہ ہو سکے گا۔

عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام حضرت  
عثمان کا محاصرہ کرنے والوں کے پاس آئے اور کہنے لگے عثمان کو قتل نہ



کرنا۔ خدا کی قسم جو شخص اسے قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں سے ملے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے وہ اس کی رہنمائی نہیں کرے گا اور خدا کی تلوار ہمیشہ سے نیام میں تھی۔ خدا کی قسم اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو خدا تعالیٰ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا اور کبھی اسے تمہارے متعلق نیام میں نہیں کرے گا اور کوئی نبی قتل نہیں ہوا۔ مگر اس نے اس کے بدلہ میں ستر ہزار آدمی قتل کئے۔ اور کوئی خلیفہ قتل نہیں ہوا۔ مگر اس نے ان کے اتفاق سے پہلے ۲۵ ہزار آدمی قتل کئے۔

ابن عساکر نے عبد الرحمن المہدی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان میں دو باتیں ایسی تھیں جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں بھی نہ تھیں۔ اپنے متعلق اس حد تک صبر کہ قتل ہو گئے اور لوگوں کو قرآن کریم پر جمع کرنا۔

ابو نعیم نے الدلائل میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان خطبہ دے رہے تھے کہ جب جاء الغفاری نے آپ کے ہاتھ سے عصا پکڑ کر اور اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا۔ ابھی اس بات پر ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگ میں ایسا کھڑا پیدا کیا جو اس کی ٹانگ کو کھا گیا جس سے وہ مر گیا۔

تکمیل :- خوارزم آپ سے کئی باتوں کی وجہ سے ناراض ہیں۔ مگر آپ ان سے بری ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اکابر صحابہ کو ان کے کاموں سے معزول کر کے اپنے اقارب میں سے کم تر آدمیوں کو انکی جگہ مقرر کیا جیسے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ سے عمرو بن العاص کو مصر سے عمار بن یاسر کو کوفہ سے ایسے ہی مغیرہ بن شعبہ کو اور اسی طرح ابن مسعود کو مدینہ بھجوا دیا

**جواب :** آپ نے یہ سب کچھ مجبوری کے باعث کیا۔ ابو موسیٰ کے متعلق ان کے لشکر نے بخل کی شکایت کی اور کوفہ کا لشکر اس پر ناراض تھا۔ انہوں نے حضرت عمر کے حکم کی وجہ سے ہرمز کی فتح تک اس کی اطاعت کا حکم دیا۔ انہوں نے ہرمز کو فتح کیا اور دہلی کی عورتوں اور بچوں کو گالیاں دیں۔ جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے انہیں امن دیا تھا انہوں نے حضرت عمر کو لکھا آپ نے اُسے حلف اٹھانے کا حکم دیا تو اس نے حلف اٹھایا آپ نے جو کچھ ان سے لیا تھا اس کے واپس کرنے کا حکم دیا انہوں نے یہ بات حضرت عمر تک پہنچائی تو آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا اگر ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جاتا جو تیرے کام میں ہمیں کفایت کرتا تو ہم تجھے معزول کر دیتے جب حضرت عمر فوت ہو گئے تو دونوں لشکر اس پر غضب ناک ہو گئے۔ حضرت عثمان نے فتنہ کے خوف سے اُسے معزول کر دیا اور عمرو بن العاص کے متعلق مصری کثرت سے شکایات کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر نے انہیں معزول کر دیا تھا جب انہوں نے ان کی شکایات کا ازالہ کر دیا تو آپ نے دوبارہ انہیں وہیں مقرر کر دیا۔ پھر ان کی جگہ ابن ابی سرح کو مقرر کیا۔ اگرچہ یہ صاحب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تھے۔ فتح مکہ کے روز اسلام لانے اور انہیں اصلاح کرنے کی وجہ سے آپ کا خون معاف کر دیا گیا بلکہ ان کی حکومت میں بعض قابل تعریف باتیں بھی ہوئیں۔ جیسے ان علاقوں میں بہت سے قبائل کو فتح کرنا اور ان کے لئے یہ فخریٰ کافی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کثیر صحابہ کی طرح ان کے جھنڈے تلے جنگ کرتے رہے بلکہ صحابہ نے انہیں عمرو بن العاص سے زیادہ سیاستدان اور خوبیوں والا پایا۔ جب عثمان

قتل ہوئے تو انہوں نے مشرکین سے جنگ کے بعد کسی مسلمان سے جنگ نہیں کی۔ عمار کو حضرت عثمان نے نہیں حضرت عمر نے معزول کیا تھا۔ میغرہ کے متعلق حضرت عثمان کو بتایا گیا کہ اس نے رشوت لی ہے جب حضرت عثمان نے دیکھا کہ وہ اس بات پر بضد ہیں تو آپ نے ان کے معزول کرنے میں مصلحت سمجھی اگرچہ وہ لوگ ان کے متعلق جھوٹ بول رہے تھے۔

اور ابن مسعود حضرت عثمان پر بہت ناراض تھے آپ نے ان کو معزول کرنے میں مصلحت سمجھی اور مجتہد پیر اجتہادی امور میں اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ معترضین اور لعنت کرنے والے تو عقل و فہم سے بالکل کورے تھے۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے اقارب کو بہت سا مال دے کر بیت المال میں السراف سے کام لیا ہے مثلاً حکم کو آپ نے مدنیہ واپس بلایا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے طائف جلا وطن کر دیا ہوا تھا اور اپنے کاتب مروان کو ایک لاکھ پانچ ہزار افریقی مال دیا اور حرث کو بازار کا محتسب مقرر کر کے دسواں حصہ دیا اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ محض من گھڑت ہے حکم کو آپ نے اس لئے واپس بلایا کہ جب آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق اجازت طلب کی تو حضور علیہ السلام نے آپ سے اس کو واپس بلانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے شیخین سے یہ بات کہی۔ مگر انہوں نے اکیلے ہونے والے کا وعدہ اس بات کو قبول نہ کیا۔ جب آپ خود خلیفہ بنے تو آپ نے اپنے ذاتی علم کے مطابق فیصلہ کیا۔ جیسا کہ اکثر فقہاء کا



قول ہے۔ پھر یہ کہ حکم کو جس بنا پر جلا وطن کیا گیا تھا۔ اس سے اس نے توبہ کر لی تھی۔

اور مروان کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ جب افریقی ساز و سامان اور حیوانوں کا لے جانا مشکل ہو گیا تو اس نے امیر ابی مر ج سے ایک لاکھ میں وہ سامان خرید لیا جس کا اکثر حصہ اس نے نقد ادا کیا اور اسی نے سب سے پہلے افریقہ کی فتح کی بشارت دی تو حضرت عثمان نے بقیہ رقم اسے بشارت دینے کی جزا میں چھوڑ دی۔ کیونکہ مسلمانوں کو افریقہ کے پریشیاں کن حالات کی وجہ سے بہت قلق و اضطراب تھا اور امام بشارت دینے والے کو اس کی تک و دو اور اس کی بشارت کی اہمیت کے مناسب حال دینے کا حق رکھتا ہے اور یہ ہزار حرث کے گھر کے مال سے آپ نے دیا تھا۔ اور حضرت عثمان کی مالی لحاظ سے جو پوزیشن جاہلیت اور اسلام میں تھی اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور عشر کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے وہ درست ہے۔ آپ نے اسے بازار کی نگرانی اور اصلاح کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ مگر جب اس نے ظلم کا رستہ اختیار کیا تو آپ نے اسے معزول کر دیا۔

اور ابن اسحاق نے ابو موسیٰ کے جس قصہ کا ذکر کیا ہے اس کی سند مجہول ہے اور وہ اس معاملہ میں حجت نہیں بن سکتی۔ اور حضرت عثمان کی دولت مندی اور غزوہ تبوک کے موقع پر آپ نے جو نمونہ دکھایا وہ ایک شہور بات ہے۔ اور وہ آپ کی طرف اس بات کی نسبت میں مانع ہے۔ غایتہ الامریہ کہ اگر آپ کے بارے میں یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ آپ اپنے اقارب کو بیت المال سے زیادہ دیتے تھے تو یہ آپ اجتہاد کرتے تھے۔ پس اس وجہ سے آپ پر یہ اعتراض

نہیں ہو سکتا۔

اور یہ خیال کہ آپ نے لوگوں کو اپنے ایجنٹ کی خریداری سے قبل مال خریدنے سے منع کیا ہوا تھا اور یہ کہ بحرین سے کوئی کشتی آپ کے سامان تجارت کے سوا کسی اور کے مال کو لے کر نہ جاسکتی تھی ایک جھوٹی بات ہے۔ آپ کی تجارت کا دائرہ چونکہ وسیع تھا شاید آپ نے کشتی کو ریزر د کر دالیا ہو کہ اور کوئی اس پر سوار نہ ہو۔ آپ نے حضرت زید بن ثابت کو بیت المال کی چیکنگ پر مقرر کیا تو کچھ زائد مال بیچ رہا۔ جسے آپ نے تعمیر میں خرچ کر دیا اور اس سے حضور علیہ السلام کی مسجد میں ایزادی نہ کی تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس نے اپنے گھروں کی تعمیر میں اسے خرچ کر دیا ہے۔ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے لئے ایک رکھ رکھی ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ مدتہ کے اذنوں کے لئے تھی۔ اور آپ نے بیت المال کی اکثر ارضیات ٹھیکے پر دے دی تھیں۔ حالانکہ وہ احیاء میں سے تھیں اور وہ اشرف مین کو ان ارضی کے عوض میں دی گئی تھیں جنہیں وہ چھوڑ آئے تھے اور جب سے وہ مدینہ آئے تھے مسلسل دشمن کے مقابلہ پر رہتے تھے۔ اور اس بات میں مصلحت عامہ تھی پس آپ پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آپ نے عطاء بن مسعود اور ابی بن کعب کو محبوس کیا اور حضرت ابوذر کو ریزر دہ کی طرف جلا وطن کر دیا اور جب حضرت معاویہ نے عبادہ بن الصامت کی شکایت کی تو انہیں شام سے مدینہ بھجوا دیا۔ اور ابی مسعود نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ نے ابن عوف کو منافق کہا اور عمار بن یاسر کو مارا۔ اور کعب بن عبادہ کی بے عزتی کی اور انہیں بیس کوڑے مارے اور

پہاڑی علاقے کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اسی طرح اشتر نخعی کو بے عزت کیا۔  
 اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آپ کا عطاء ابن مسعود کو محبوس  
 کرنا اور اس کا آپ کو چھوڑ دینا ایسی شکایات کی بنا پر تھا جن سے یہ سزا  
 واجب ہو جاتی تھی۔ اس تعلق میں خاص بات یہ ہے کہ دونوں حضرات  
 مجتہد ہیں اور دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو کیا ہے اس پر اعتراض  
 نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ خیال کہ حضرت عثمان نے اُسے مارا۔ ایک جھوٹ  
 بات ہے اور اگر اس کو درست بھی خیال کر لیا جائے تب بھی آپ کا  
 مارنا اس ضرب سے زیادہ نہ تھا جو حضرت عمر نے سعد بن وقاص کے سر  
 پر دڑہ سے ماری تھی اور اس کے لئے آپ نے گواہ بھی قائم نہ کیا اور  
 کہا تو نے مجھے خلافت نہیں دی۔ میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ خلافت  
 تجھ سے نہیں ڈرتی لیکن سعد اس پر بالکل نہیں بگڑے اور ابن مسعود تو  
 بدرجہ اولیٰ اس سزا کے مستحق تھے۔ کیونکہ وہ حضرت عثمان کو ایسے  
 جواب دیتے تھے جن سے قطعاً عزت اور انا باقی نہیں رہتی۔ حضرت  
 عمر نے ابی کو چلتے دیکھا کہ اس کے پیچھے لوگوں کی ایک جماعت چلی آ رہی ہے  
 تو آپ نے اُسے دڑہ مار کر کہا کہ یہ تیرے اور ان کے لئے فتنہ ہے  
 لیکن ابی نے اس پر برا نہیں مانا۔ جبکہ حضرت عثمان ابن مسعود کے  
 پاس آئے اور ان کو راضی کرنے کی حد درجہ کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ  
 ابن مسعود آپ سے راضی ہو گئے۔ اور آپ کے لئے بخشش طلب  
 کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ راضی نہیں ہوئے۔

اور حضرت ابوذر کے ساتھ بھی آپ کو یہی معاملہ پیش آیا اور  
 انہوں نے بھی ایسی جسارت کی جس سے آپ کی خلافت کی بڑائی ختم ہو



جاتی تھی۔ آپ نے جو سلوک ان کے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا وہ منصب شریعت کی صیانت اور حرمتِ دین کی حفاظت کے لئے کیا حضرت ابوذر آپ سے یہ کہتے تھے کہ آپ شیخین کے طریق کے مطابق چلیں اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوذر نے اپنے معاملہ میں لوگوں کو حضرت عثمان سے علیحدہ اور ختم کرنے کے لئے گھومنا شروع کر دیا اور آپ نے انہیں کہا کہ میرے پاس قیام کرو اور صبح و شام دو دھیل اونٹنیاں تمہارے پاس آئیں گی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں یہ سب قضیہ قطعی طور پر چھوٹا ہے۔

اسی طرح عبدالرحمن بن عوف کے قضیہ کا حال ہے آپ ان سے کثرت آمد و رفت کے باعث متوشش تھے۔ آپ نے حضرت عمار کو بھی بالکل زور و کوب نہیں کیا۔ آپ کو حضرت عثمان نے اس لئے مارا کہ ان کو مسجد میں آنے کے لئے آپ نے بار بار آدمی بھیجا تاکہ آپ ان اشیاء کے بارے میں ان پر عتاب کریں۔ جن کی وجہ سے آپ ان پر ناراض تھے۔ انہوں نے آپ کے پاس عذر کیا مگر آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔ بلکہ حضرت عثمان نے حلف اٹھا کر نہایت سختی سے کہا کہ انہوں نے لوگوں کو ایسا حکم نہیں دیا پھر آپ نے انہیں راضی کرنے کی بے حد کوشش کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو گئے تھے۔

اور کعب کے ساتھ آپ کے جس سلوک کا ذکر کیا گیا ہے اس میں آپ کا عذر یہ ہے کہ آپ نے انہیں لکھا اور سختی کی۔ پھر حضرت عثمان کو جب حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو آپ نے ان کو

راضی کرنے کی از حد کوشش کی اور اپنی قمیض اتار کر کوڑا ان کی طرف پھینک دیا تاکہ وہ قصاص لے لیں۔ کعب نے آپ کو معاف کر دیا اور آپ کے خواص میں سے ہو گئے۔

اشتر کے ساتھ آپ نے جو سلوک کیا اس میں آپ معذور ہیں وہ حضرت عثمان کے زمانہ میں فتنے کا سردار ہے۔ بلکہ وہ آپ کے قتل کا سبب ہے بلکہ یہاں تک آیا ہے کہ وہ آپ کے قتل میں براہ راست شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلوں کو اندھا کر دیا اور ایسا کیوں ہوا۔ اس لئے کہ انہوں نے دین سے نکل جانے والے اس آدمی کے فعل کی مذمت نہیں کی بلکہ اس شخص کے فعل کی مذمت کی۔ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے کہ وہ امام برحق ہے اور وہ بحالت مظلومی شہید ہوگا اور وہ جنتی ہے۔ ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے ان حضرات کو نذر آتش کیا جن میں قرآن لکھا ہوا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو آپ کے فضائل میں سے ہے کیونکہ حذیفہ وغیرہ نے آپ تک یہ بات پہنچائی کہ شامیوں اور عراقیوں نے قرآن میں اختلاف کیا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ میری قرأت تمہاری قرأت سے اچھی ہے اور قریب ہے کہ یہ بات کفر تک پہنچ جائے۔ حضرت عثمان نے سوچا کہ وہ لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کر دیں آپ نے حضرت ابوبکر کا مصحف لے کر قرآن کریم کو اس کے مطابق کھویا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کی پابندی کرنے کا لوگوں کو حکم دیا۔ پھر اس سے کئی صحیفے کھوائے اور انہیں مختلف ممالک کی طرف بھجوا دیا۔

آپ نے یہ حکم اختلاف امت کی وجہ سے دیا اور حضرت علی نے فرمایا ہے خدا کی قسم اگر میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی وہی کچھ کرتا جو عثمان نے کیا اور فرمایا عثمان کو اس وجہ سے بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ انہوں نے یہ ہمارے اتفاق کیلئے کیا ہے۔ شرح مشکوٰۃ میں اس قصہ کے فوائد کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے ہرمزان جفینہ اور ابو لؤلؤ قاتل عمر کی چھوٹی بیٹی کو قتل کر دینے کے باعث عبید اللہ بن عمر کو قتل نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علی اور صحابہ نے آپ کو قتل کر دینے کا ارشاد کیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جفینہ نصرانی ہے اور ابو لؤلؤ کی بیٹی کا باپ مجوسی ہے۔ اس کی ماں مجہول الحال ہے اور اس کا اسلام لانا ثابت نہیں اور ہرمزان ابو لؤلؤ کو حضرت عمر کے قتل کا حکم اور مشورہ دینے والا ہے اور مجتہدین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ قتل کا حکم دینے والا قتل پر مامور شخص کی طرح ہی قتل کرتا ہے۔ آپ کو عبید اللہ کے قتل سے ایک عظیم فتنہ کا خدشہ پیدا ہوا۔ آپ نے قتل کی شرط کافی حد تک موجود ہونے کے باوجود عبید اللہ کے قتل کو ترک کر دیا اور ہرمزان کے اہل کو راضی کر لیا۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے آپ نے حج کے موقع پر منیٰ میں پوری نماز پڑھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجتہاد کا مسئلہ ہے اس پر اعتراض کرنا حد درجہ کی جہالت و غبارت ہے اکثر علماء کے نزدیک قصر جائز



ہے واجب نہیں ۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے محمد بن ابوبکر کے ساتھ خیانت اور دھوکہ بازی سے کام لیا ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو حلف اٹھا کر بتایا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا اور لوگوں نے آپ کی تصدیق کی ۔ سوائے اس کے جس کے دل میں بیماری تھی ۔ حاصل کلام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بالکل درست ہے کہ آپ حق پر ہیں اور جنتی ہیں ۔ اور مظلوم مارے جائیں گے اور آپ نے ان کی پیروی کا حکم دیا ۔ اور جو آدمی اس شان کا ہو اس پر یہ اعتراضات کیسے کئے جاسکتے ہیں ۔ اور یہ بھی درست ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کے متعلق بتایا ہے کہ آپ خلیفہ ہوں گے اور منافقین آپ کو خلافت سے اتارنے کے لئے سازش کریں گے اور وہ ان کی بات نہیں مانیں گے ۔ حالانکہ انہیں علم ہے کہ آپ سابق الاسلام اور راہ خدا اور دیگر کاموں میں کثرت سے روپیہ خرچ کرنے والے ہیں ۔ جس کا کچھ ذکر آپ کے کارناموں میں گزر چکا ہے ۔

# باب ہشتم

در بیان خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اسے سے قبل  
حضرت عثمان کے واقعہ قتلے بیان ہوگا۔ کیونکہ آپ کے قتلے پہ ارباب  
حل و عقد نے آپ کے بیعتے کئے ہے۔ جیسے کہ آئندہ بیان ہوگا۔

ابن سعد نے زہری سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان نے بارہ  
سال خلافت کی اور چھ سال تک لوگ آپ سے ناراض نہیں ہوئے۔ بلکہ  
لوگ آپ کو حضرت عمر سے زیادہ چاہتے تھے کیونکہ حضرت عمران سے ذرا  
سخت رویہ رکھتے تھے مگر جب حضرت عثمان ان کے خلیفہ بنے تو ان سے  
نرم رویہ رکھا۔ صلہ رحمی کی پھر ان کے معاملہ میں نرمی سے کام لیا اور آخری  
چھ سالوں میں اپنے اہل بیت اور رشتہ داروں کو عامل مقرر کیا اور انہیں  
اہل حکم کے مطابق صلہ رحمی کرتے ہوئے مال دیا اور فرمایا کہ حضرت ابوبکر  
اور حضرت عمر نے یہ مال چھوڑ دیا تھا اور میں نے اسے لے کر اپنے  
رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا ہے جس کی وجہ سے آپ پر اعتراض  
کیا گیا۔

ابن عساکر نے زہری سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن مسیب  
سے کہا کہ کیا آپ مجھے حضرت عثمان کے قتل کے متعلق بتائیں گے۔ کہ  
لوگوں کا اور آپ کا معاملہ کیسا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

اصحاب نے آپ کو کیوں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ ابن مسیب نے جواب دیا کہ حضرت عثمان مظلوم ہونے کی حالت میں مارے گئے۔ اور آپ کا قاتل ظالم تھا اور جس شخص نے بھی آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا وہ معذور تھا۔ میں نے دریافت کیا کیسے؟ انہوں نے کہا جب آپ خلیفہ بنے تو صحابہ کا ایک گروہ آپ کی خلافت کو ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ آپ اپنی قوم سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور وہ بنی امیہ کے ایسے آدمیوں کو کثرت سے والی بناتے تھے جنہیں حضور علیہ السلام کی صحبت بھی میسر نہ آئی تھی اور آپ کے امراء ایسے افعال کے مرتکب ہوتے تھے جنہیں صحابہ پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ ان کے بارے میں لوگوں کی ناراضگی کو مول لے لیتے تھے۔ مگر انہیں معزول نہیں کرتے تھے۔ آپ نے آخری چھ سالوں میں اپنے چچا زاد بھائیوں کو دوسروں پر ترجیح دے کر ان کو والی بنایا اور انہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا وہ وہاں کئی سال رہے تو اہل مصر ان کی شکایت اور فریاد کرتے ہوئے آئے اور اس سے قبل حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت ابوذر اور حضرت عمار بن یاسر کو بھی حضرت عثمان سے کچھ دلی کدورت تھی جس سے بنو نہیل اور بنو زہرہ کے دل میں بھی رنجش تھی اور عمار بنے یاسر کی وجہ سے بنو مخزوم کو حضرت عثمان پر بڑا غصہ تھا۔ اہل مصر عبداللہ بن ابی سرح کی شکایت لے کر آئے تو آپ نے خط میں عبداللہ بن ابی سرح کو ڈانٹ پلائی تو ابن سرح نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس سے آپ نے اُسے روکا تھا اور حضرت عثمان کی طرف سے جو آدمی گئے تھے ان میں سے ایک کو مار مار کر قتل کر دیا۔ تو اہل



مصر میں سے سات سو آدمیوں نے مدینہ آکر مسجد میں ڈیرہ لگا لیا اور نماز کے اوقات کے بارہ میں ابن سرح نے جو ان سے سلوک کیا اس کی انہوں نے صحابہ کے پاس شکایت کی تو طلحہ بن عبید اللہ نے حضرت عثمان سے تند و تیز گفتگو کی۔ اور حضرت عائشہ کو آپ کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں کہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئے ہیں اور اس شخص کے عزل کے بارہ میں آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا۔ اس شخص نے ان میں سے ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔ آپ اپنے عامل سے انہیں انصاف دلائیے۔ حضرت علی بن ابی طالب نے آپ کے پاس آکر کہا کہ یہ لوگ آپ سے ایک آدمی کی جگہ ایک آدمی کا سوال کرتے ہیں۔ اس سے پہلے انہوں نے خون کا دعوٰی کیا ہوا ہے۔ آپ اسے معزول کر کے ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ اگر اس پر حق واجب ہوتا ہے تو آپ اس سے انہیں انصاف دلائیں آپ نے انہیں فرمایا کوئی ایک آدمی پسند کر لو میں اس کی جگہ تم پر اسے حاکم بنا دوں گا۔ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کیا آپ نے انہیں سے حاکم بنا دیا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو ہاجرین اور انصار میں کچھ لوگ اہل مصر اور ابن ابی سرح کے معاملہ کا جائزہ لینے کیلئے ان کے ساتھ چل پڑے۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھی بھی نکلے اور جب وہ مدینہ سے تین دن کے فاصلہ پر تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ غلام اونٹ کو اس طرح اندھا دھند دوڑا رہا تھا گویا اس کے پیچھے کوئی لگا ہوا ہے۔ یا وہ خود کسی کے تعاقب میں ہے تو محمد بن ابی بکر کے ساتھیوں نے اسے کہا۔ تجھے کیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے تو مفرور

ہے یا کسی کے تعاقب میں ہے۔ تو اس نے کہا میں امیر المومنین کا  
غلام ہوں۔ آپ نے مجھے مصر کے گورنر کے پاس بھیجا ہے تو ان میں سے  
ایک آدمی نے کہا مصر کے گورنر تو یہ ہیں۔ اس نے کہا میں انہیں نہیں  
ملنا چاہتا۔ اس شخص نے محمد بن ابی بکر کو اس شخص کے متعلق بتایا تو  
آپ نے اس کی تلاش میں ایک آدمی کو بھیجا وہ اسے پکڑ کر آپ کے پاس  
لے آیا تو ایک آدمی نے اُسے کہا تو کس کا غلام ہے۔ اس نے ایک  
دفعہ کہا کہ میں امیر المومنین کا غلام ہوں اور دوسری بار کہا کہ میں مروان  
کا غلام ہوں۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے اُسے پہچان لیا کہ یہ حضرت  
عثمان کا غلام ہے۔ محمد بن ابی بکر نے اس سے پوچھا، تجھے کس کی  
جانب بھیجا گیا ہے۔ اس نے کہا مصر کے گورنر کی طرف۔ انہوں نے  
پوچھا کس لئے۔ اس نے کہا ایک پیغام دینے کے لئے۔ انہوں نے  
پوچھا تیرے پاس کوئی رقعہ ہے اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے اس  
کی تلاشی لی۔ مگر کوئی رقعہ نہ ملا۔ اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس  
میں ابی سرح کے نام حضرت عثمان کا خط تھا۔ محمد بن ابی بکر نے انے  
مہاجرین اور انصار کو اکٹھا کیا جو آپ کے ساتھ تھے۔ پھر ان کی موجودگی  
میں اس خط کو کھولا۔ تو اس میں لکھا تھا کہ جب آپ کے پاس محمد بن ابی  
بکر اور فلاں فلاں آدمی آئیں تو ان کے قتل کی تدبیر کرنا۔ اور اس کے  
پاس جو تقرری کا خط ہے اسے بے فائدہ اور لغو قرار دینا اور جب تک  
میری رائے کا تجھے علم نہ ہو اس وقت تک اپنے کام پر ڈٹے رہنا  
اور جو لوگ شکوہ و شکایت کے لئے تمہاری طرف سے آتے ہیں ان  
کو اس وقت تک مجبوس رکھنا۔ جب تک ان کے معاملہ میں میرے

رہے آپ کو معلوم ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ۔

جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو وہ خوفزدہ ہو کر مدینہ واپس چلے گئے۔ اور محمد بن ابی بکر نے اس خط پر ان تمام لوگوں کی ہر پی لگوا لیں جو آپ کے ساتھ تھے۔ اور ان میں سے ایک آدمی کو خط دے دیا۔ مدینہ آکر انہوں نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت علی، حضرت سعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ موجود تھے انہیں اکٹھا کیا اور ان کی موجودگی میں خط کو کھولا۔ اور انہیں اس غلام کا واقعہ بھی بتایا اور ان سب کو وہ خط پڑھ کر سنایا جس سے مدینہ کے تمام آدمی حضرت عثمان پر غصہ سے بھر گئے۔ اور اس واقعہ نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابوذر اور حضرت عمار کو غیظ و غضب میں اور بھی بڑھا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ جب ان لوگوں نے خط پڑھ کر سنایا تو ہر آدمی غم کی تصویر بنا بیٹھا تھا۔

لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابی بکر بنو تیم وغیرہ کو آپ پر چڑھائی کے لئے لے آیا۔ جب حضرت علی نے یہ صورت حال دیکھی تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عمار اور بدری صحابہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت عثمان کے پاس آئے۔ آپ کے ساتھ وہ خط، وہ غلام اور وہ اونٹ بھی تھا آپ نے حضرت عثمان سے کہا۔ کیا یہ غلام آپ کا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر کہا، کیا یہ اونٹ بھی آپ کا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر کہا کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا نہیں، اور آپ نے قسم اٹھا کر کہا کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا۔ اور نہ میں نے اسے یہ حکم دیا ہے اور نہ مجھے اس کا کوئی علم ہے۔ حضرت



علی نے کہا یہ مہر آپ کی ہے آپ نے جواب دیا ہاں، حضرت علی نے کہا آپ کا غلام آپ کے اونٹ پر آپ کا ہر شدہ خط لے کر نکلتا ہے اور آپ کو اس کا علم ہی نہیں۔ حضرت عثمان نے قسم اٹھا کر کہا کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ میں نے اسے حکم دیا ہے اور نہ ہی میں نے اس غلام کو کبھی مصر کی طرف بھیجا ہے۔

لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ خط مروان کا ہے اور وہ حضرت عثمان کے متعلق شبہ میں پڑ گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان سے یہ مطالبہ کیا کہ مروان کو ان کے سپرد کر دیا جائے مگر آپ نہ مانے اور مروان اس وقت آپ کے گھر میں تھا۔ حضور علیہ السلام کے اصحاب آپ کے پاس سے ناراض ہو کر چلے گئے اور آپ کے معاملہ میں شیک میں پڑ گئے اور اس بات کو سمجھ گئے کہ حضرت عثمان نے جھوٹا حلف نہیں اٹھایا۔ مگر کچھ لوگوں نے کہا جب تک حضرت عثمان مروان کو ہمارے سپرد نہ کر دیں اور ہم اس سے تحقیق کر کے خط کی سورت سال معلوم نہ کر لیں۔ اس وقت تک ہم حضرت عثمان کو دل سے بدی نہیں سمجھتے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابیوں کے قتل ناحق کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ اگر وہ خط حضرت عثمان نے لکھا ہے تو ہمیں اسے معزول کریں گے۔ اگر مروان نے اسے حضرت عثمان کی طرف سے لکھا ہے تو ہم مروان کے معاملے میں جہاں تک ہو سکا غور کریں گے۔ اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ حضرت عثمان نے مروان کو قتل کے خوف سے ان کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر کے ان کا پانی بند کر دیا۔ آپ نے جہاں تک کر لوگوں سے پوچھا کیا آپ لوگوں میں حضرت علی موجود

ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا آپ میں سعد  
 موجود ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی  
 آدمی حضرت علی تک یہ پیغام پہنچا دے گا کہ وہ ہمیں پانی پلائیں۔ حضرت علی  
 کو جب یہ اطلاع پہنچی آپ نے تین بھرے ہوئے مشکیزے آپ کی طرف  
 بھیجے۔ ابھی وہ آپ کے پاس پہنچے نہیں تھے کہ ان کے باعث بنو ہاشم  
 اور بنو امیہ کے متعدد غلام زخمی ہو گئے۔ یہاں تک کہ پانی آپ کے پاس  
 پہنچ گیا۔ حضرت علی کو یہ خبر ملی کہ لوگ حضرت عثمان کو قتل کرنا چاہتے ہیں  
 آپ نے فرمایا ہم نے ان سے مروان کا مطالبہ کیا ہے۔ مگر حضرت عثمان کے  
 قتل کی بات نہیں ہوئی۔ اور آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا  
 اپنی تلواریں حضرت عثمان کے دروازے پر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص آپ  
 تک پہنچنا چاہے اسے بالکل نہ چھوڑو۔ حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور رسول کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ نے اپنے اپنے بیٹوں کو بھیجا کہ کسی شخص  
 کو حضرت عثمان کے گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور ان سے کہیں کہ وہ مروان  
 کو گھر سے باہر نکال دیں۔ جب محمد بن ابی بکر نے یہ صورت حال دیکھی تو لوگوں  
 نے حضرت عثمان پر تیر اندازی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان  
 کے دروازے پر حضرت حسن خون سے لت پت ہو گئے۔ اور مروان کو بھی  
 گھر کے اندر ایک تیر لگا۔ محمد بن طلحہ بھی خون میں نہا گئے۔ اور حضرت علی  
 کے غلام قنبر کو بھی سر میں زخم آیا۔ محمد بن ابی بکر کو یہ خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں  
 بنو ہاشم حضرت حسن اور حضرت حسین کی حالت دیکھ غصے میں نہ آجائیں اور  
 ایک فتنہ برپا کر دیں۔ محمد بن ابی بکر نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر انہیں کہا  
 اگر بنو ہاشم نے اگر حضرت حسن کے چہرے پر خون دیکھ لیا تو وہ لوگوں کو

حضرت عثمان سے بٹا دیں گے۔ اور ہم جس بات کے خواہش مند ہیں۔ وہ پوری نہ ہو سکے گی۔ میرے ساتھ آؤ تاکہ ہم دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان کو قتل کر دیں اور کسی کو اس بات کا پتہ بھی نہ چلے گا۔

پس محمد بن ابی بکر اور اس کے دو ساتھی ایک انصاری کے گھر سے دیوار پر چڑھے اور حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھیوں کو اس بات کا پتہ بھی نہ چلا۔ کیوں کہ آپ کے تمام ساتھی گھروں کی چھتوں پر تھے۔ اور آپ کے ساتھ صرف آپ کی بیوی ہی تھی۔ محمد بن ابی بکر نے دونوں ساتھیوں سے کہا اپنی اپنی جگہ ٹھہرے۔ سو کیونکہ ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی ہے۔ یہاں تک کہ میں آپ کو داخل ہونے کا کہوں۔ جب میں انہیں قابو کروں تو تم دونوں داخل ہو کر انہیں یا مار کر قتل کر دینا۔ محمد بن ابی بکر نے اندر داخل ہو کر آپ کی ریش مبارک پکڑ لی تو حضرت عثمان نے اسے کہا اگر تیرا باپ تجھے میرے ساتھ اس پوزیشن میں دیکھتا تو اسے یہ بات بُری لگتی۔ تو اس کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ اتنے میں دونوں آدمیوں نے داخل ہو کر مار مار کر آپ کو قتل کر دیا۔ اور جس رستے سے آئے تھے۔ بھاگتے ہوئے وہیں سے باہر نکل گئے۔ آپ کی بیوی چلائی مگر آپ کی چیخ و پکار گھر میں باہر سے آئے لوگوں کی وجہ سے کسی کو نہ سنی آپ کی بیوی نے لوگوں کو جا کر بتایا کہ امیر المومنین قتل ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے آکر دیکھا تو آپ کو مقتول پایا۔ جب یہ خبر حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور اہل مدینہ کو پہنچی تو وہ باہر نکلے مگر اس خبر سے ان کے ہوش و حواس قائم نہ تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عثمان کے گھر آکر انہیں مقتول پایا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ حضرت



علی نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا۔ دروازے پر تم دونوں کی موجودگی  
 میں امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے۔ اور اپنا ہاتھ اٹھا کر حضرت حسن کے  
 ایک تھپڑ مارا اور حضرت حسین کے سینے پر ضرب لگائی اور محمد بن طلحہ اور  
 عبداللہ بن زبیر کو بے ہوش کیا اور نہایت غصے کی حالت میں اپنے گھر آ گئے  
 لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنا ہاتھ بڑھائیے  
 ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ ایک امیر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت  
 علی نے جواب دیا یہ آپ لوگوں کا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جس  
 سے اہل بدر راضی ہوں گے وہ خلیفہ ہو گا۔ تمام اہل بدر نے حضرت علی  
 کے پاس آ کر کہا ہم آپ کے سوا کسی کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے ہاتھ  
 بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی بیعت  
 کر لی۔ مردان اور اس کے بیٹے بھاگ گئے۔ حضرت علی نے حضرت عثمان  
 کی بیوی سے آکر دریافت کیا کہ حضرت عثمان کو کس نے قتل کیا ہے؟  
 ان نے کہا میں نہیں جانتی۔ دو آدمی آپ کے پاس آئے جنہیں میں نہیں  
 پہچانتی۔ ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا۔ اس کے  
 متعلق حضرت علی کو بتایا۔ حضرت علی نے محمد بن ابی بکر کو بلا کر، جو کچھ آپ کو  
 حضرت عثمان کی بیوی نے بتایا تھا۔ اس کے متعلق پوچھا۔ محمد بن ابی بکر  
 نے کہا اس نے جھوٹ نہیں بولا۔ خدا کی قسم میں ان کو قتل کرنے کیسے  
 گیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے میرے باپ کا ذکر کیا تو میں اللہ کے حضور  
 توبہ کر کے ان کے پاس سے اٹھ آیا۔ خدا کی قسم نہ میں نے انہیں پکڑا  
 ہے اور نہ قتل کیا ہے۔ حضرت عثمان کی بیوی نے کہا اس نے سچ کہا  
 ہے۔ مگر ان دو آدمیوں کو اس نے داخل کیا ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں حضرت علی کی بیعت خلافت، قتل عثمان کے دوسرے دن مدینہ میں ہوئی۔ تمام صحابہ نے جو وہاں موجود تھے انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بادل خواستہ بیعت کی۔ پھر دونوں مکہ چلے گئے۔ وہاں سے حضرت عائشہ کو ساتھ لے کر خون عثمان کا مطالبہ کرتے ہوئے بصرہ چلے گئے۔ حضرت علی کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو آپ عراق گئے اور بصرہ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے ساتھیوں سے ملے یہ جنگ جمل کی بات ہے جو حجاجی الاخرہ ۳۶ھ میں ہوئی جس میں حضرت طلحہ اور زبیر بھی لڑے اور وہاں تیرہ ہزار آدمی مارے گئے حضرت علی بصرہ میں پندرہ راتیں ٹھہرے رہے پھر کوفہ واپس آگئے پھر آپ کے خلاف حضرت معاویہ اور آپ کے شاخی ساتھیوں نے خروج کیا۔ حضرت علی کو جب اطلاع ملی تو آپ چل پڑے اور صفر ۳۶ھ میں صفین کے مقام پر دونوں لشکروں کی ٹکڑھیں ہوئی۔ کئی روز تک جنگ ہوتی رہی تو شامیوں نے قرآن بلند کر دیے کہ ہم اس کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ دراصل یہ عمرو بن العاص کی ایک چال تھی۔ انہوں نے آپس میں ایک تحریر لکھی کہ وہ ایک سال تک اذرج بستی میں آئیں گے اور امت کے معاملہ پر غور کریں گے۔ لوگ منتشر ہو گئے اور حضرت معاویہ شام میں اور حضرت علی کوفہ میں واپس آ گئے تو آپ کے اصحاب میں سے خوارج اور آپ کے ساتھیوں نے آپ کے خلاف خروج کیا اور کہا ہم اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں مانیں گے۔ اور ضرور اہم مقام پر چھاؤنی ڈال دی۔ آپ نے ان کی طرف حضرت

ابن عباس کو بھیجا۔ آپ نے ان سے دلائل وبراہین سے مخاصمت کی تو ان میں سے بہت سے لوگوں نے رجوع کر لیا اور کچھ لوگ ثابت قدم رہے اور نہروان کی طرف چلے گئے۔ حضرت علی نے وہاں جا کر انہیں قتل کیا اور ذوالثدیہ کو بھی قتل کیا۔ جس کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ۳۸ھ کو ہوا اس سال شعبان کے مہینے میں لوگ اذرح بستی میں جمع ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ بھی وہاں پر حاضر ہوئے عمرو بن العاص نے ابو موسیٰ اشعری کو اپنی ایک تدبیر کے تحت آگے کیا انہوں نے گفتگو کر کے حضرت علی کو خلافت سے معزول کر دیا اور عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کو امیر بنا دیا اور اس کی بیعت کر لی جس پر لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا۔ حضرت علی نے اپنے ساتھیوں کی مخالفت کی اور اپنی انگلیاں کاٹ کر کہا میری نافرمانی اور معاویہ کی اطاعت ہو۔ یہ ان واقعات کا ملخص ہے۔ یہ رسالہ پورے واقعات کی تفصیل کا متحمل نہیں اور اس مقام پر اختصار کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو ان کو کچھ کہنے سے رک جایا کرو۔ حضور علیہ السلام نے جنگ جمل اور صفین اور حضرت علی کے ساتھ حضرت عائشہ اور حضرت زبیر کے لڑنے کی پیشگوئی کی تھی۔ جیسے کہ حاکم نے بیان کیا ہے اور بیہقی نے ام سلمہ سے صحیح روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت المؤمنین کے خدوچ کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ مسکرائیں تو آپ نے فرمایا اے حمیرہ انتظار کر کہ تو ایسی نہ ہو گی۔ پھر آپ نے



حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر تو اس پر قابو پا لے تو اس سے نرمی کرنا۔ بزار اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ تم میں سے کون سرخ اونٹ پر سوار ہو کر نکلے گی۔ یہاں تک کہ اسپر جو ب کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے ارد گرد بے شمار آدمی قتل ہوں گے اور مشکل نجات پائیں گے۔ حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے ابی الاسود سے روایت کی ہے۔ دہکتے ہیں میں نے حضرت زبیر کو دیکھا کہ وہ حضرت علی کی تلاش میں نکلے تو حضرت علی نے انہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا کیا آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تو علی سے ظالم ہونے کی حالت میں جنگ کرے گا۔ تو حضرت زبیر واپس چلے گئے۔ اور ابو نعیم اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت زبیر نے کہا ہاں میں نے سنا ہے مگر میں بھول گیا تھا۔

**تثبیہ:** گذشتہ بیان سے معلوم ہو گیا ہے کہ ارباب اہل وعقد کے اتفاق سے جن میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت خنیزیر بن ثابت اور حضرت ابی العشیم بن التہیان حضرت محمد بن سلیمہ اور حضرت عمار بن یاسر شامل ہیں۔ خلفائے ثلاثہ کے بعد امام المرتضیٰ والولی المجتبیٰ حضرت علی بن ابی طالب خلافت کے حقدار ہیں۔

اور شرح مقاصد میں بعض متکلمین سے بیان کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور شورش کے زمانے میں اس کے

لے بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

العقاد کی وجہ یہ ہے کہ خلافت کے حقدار حضرت علی ہیں یا حضرت عثمان  
 اور یہ اجماع اس بات پر ہے کہ اگر حضرت عثمان نہ ہوں تو خلافت  
 حضرت علی کے لئے ہے اور جب حضرت عثمان قتل ہو کر درمیان سے  
 نکل گئے تو حضرت علی کے لئے اجماعاً خلافت باقی رہ گئی اور امام الحرمین  
 نے کہا ہے کہ اس قول کو کوئی شہرت حاصل نہیں ہوئی کہ حضرت علی  
 کی امامت پر اجماع نہیں ہوا۔ امامت نے حضرت علی سے انکار  
 نہیں کیا۔ فتنہ تو دیگر امور سے پیدا ہوا ہے۔

# باب ہفتم

اسے باب میں حضرت علی کے فضائلے، کارنامے اور حالاتے  
بیانے ہوئے گئے۔ اس کی کئی فصلیں ہیں۔

## فصل اول

اس فصل میں آپ کے قبولے اسلام اور ہجرت وغیرہ کا بیان ہوگا۔

آپ نے دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ یہ بھی کہا گیا  
ہے کہ آپ نو سال اور آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے اور یہ بھی کہ آپ  
اس سے بھی بہت پہلے اسلام لایچکے تھے بلکہ حضرت ابن عباس، حضرت  
انس، حضرت زید بن ارقم، حضرت سلمان فارسی اور ایک جماعت کا کہنا  
ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور بعض سے منقول  
ہے کہ اس پر اجماع ہے اور اس اجماع کی تطبیق پہلے بیان ہو چکی ہے  
یعنی اجماع اس بات پر ہے کہ حضرت ابو بکر سب سے پہلے اسلام لانے  
والے ہیں۔ اور ابولعلی نے آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا  
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سوموار کو ہوئی اور میں منگلوار



کو اسلام لایا ۔

ابن سعد نے حسن بن زید سے بیان کیا ہے کہ آپ نے صغیر سنی میں بھی کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی ۔ اسی لئے آپ کے بارے میں کرم اللہ وجہہ کے الفاظ کہے جاتے ہیں ۔ اس معاملے میں حضرت صدیق کو بھی آپ کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ ان کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی ۔ آپ ان گیا رہ آدمیوں میں سے ایک ہیں ۔ جن کے جنتی ہونے پر گواہی دی گئی ہے ۔ نیز آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤاخات میں بھائی اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ کے خاوند ہونے کی وجہ سے آپ کے داماد بھی ہیں ۔ آپ سابقین الاسلام عملائے ربانی ، مشہور بہادروں ، زاہدوں اور معروف خطیبوں میں سے ایک ہیں ۔ آپ ان جامعین قرآن میں سے ایک ہیں ۔ جنہوں نے قرآن پاک کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا ۔ آپ کے علاوہ ابوالاسود الدؤلی ابو عبد الرحمن السلمی اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ بھی آپ کے حضور قرآن پیش کیا ۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کو وصایا اور امانتوں کی ادائیگی کیلئے کئی دن تک مکہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا ۔ پھر آپ ان سے چیزوں کی ادائیگی کے بعد اپنے اہل کے ساتھ حضور سے جا ملے ۔ آپ تبوک کے سوا تمام معرکوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے ۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام امیر مقرر فرمایا تھا ۔ اور اسی موقع پر آپ نے فرمایا تھا کہ تو مجھ سے ایسے مقام پر ہے جو یاروں علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھا ۔ تمام معرکوں میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں ۔ جنگ

اُحد کے روز آپ کو سولہ زخم آئے۔ حضور علیہ السلام نے بہت سے  
 معرکوں میں آپ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ خصوصاً جنگ خیبر میں۔ اور آپ  
 نے پیشگوئی فرمائی جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوگی  
 آپ نے خیبر کے قلعے کا دروازہ اپنی پشت پر اٹھالیا۔ یہاں تک کہ  
 مسلمانوں نے قلعے پر چڑھ کر اُسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے  
 دروازے کو کھینچا اور اُسے چالیس آدمیوں نے اٹھایا اور ایک روایت  
 میں ہے کہ آپ نے خیبر کے دروازے کو لے کر اس کی ڈھال بنالی  
 اور اُسے ہاتھ میں لیکر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ  
 نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔ آپ نے اُسے پھینک دیا پھر آٹھ آدمیوں  
 نے اُسے پھینکنے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

## فصل دوم

اس فصل میں آپ کے فضائل کا تذکرہ ہوگا۔

آپ کے فضائل مشہور اور اس قدر کثیر تعداد میں ہیں کہ احمد نے کہا ہے کہ حضرت علی کے برابر کسی آدمی کے فضائل نہیں۔ اور اسماعیل قاضی نسائی اور ابو علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ کسی صحابی کے لئے اس قدر حسن اسانید و ارجح نہیں ہیں جتنی حضرت علی کے لئے آئی ہیں۔ اور اہل بیت نبوی کی اولاد میں سے بعض متاخرین نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان تمام واقعات سے جو آپ کے بعد رونما ہونے والے اور جن میں حضرت علی مبتلا ہونے

لے ذہبی نے تلخیص الموضوعات میں کہا کہ کسی صحابی کے فضائل حضرت علی سے بڑھ کر دیئے نہیں اور انکی تین اقسام ہیں۔ صحیح، حسن اور ضعیف، ضعیف فضائل بحیرت ہیں اور موضوعات کی تو کوئی حد نہیں۔ اور شاید بعض تو ضلالت اور زندقیت تک پہنچتے ہیں اور کتاب تنزیہ اشریعتہ المرفوعہ میں ہے کہ خلیلی نے الارشاد میں کہا ہے کہ حفاظ میں سے ایک نے کہا ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت علی اور ان کے اہل بیت کے جو فضائل وضع کئے ہیں میں نے ان پر غور کیا ہے وہ تین ہزار سے زیادہ ہیں۔



والے تھے، اگاہ کر دیا تھا۔ اور جب آپ کو خلافت ملی اور جو اختلافات اس میں وقوع پذیر ہوئے ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اطلاع دے دی تھی۔ یہ امور اس بات کے مقتضی تھے کہ امت کی خیر خواہی کے لئے ان فضائل کو مشہور کیا جائے تاکہ جو شخص آپ سے تمسک کرے وہ نجات پائے پھر جب یہ اختلاف رونما ہوا اور آپ کے خلاف خروج ہوا تو جن صحابہ نے ان فضائل کو سنا تھا انہوں نے امت کی خیر خواہی کے لئے انہیں نشر کرنا شروع کر دیا۔ پھر جب معاملہ شدت اختیار کر گیا اور نبی امیہ کا ایک گروہ آپ کی تنقیص کرنے لگا اور منیروں پر آپ کو گالیاں دینے لگا اور ملعون خوارج نے ان کی موافقت کی بلکہ انہوں نے آپ کو کافر تک کہا تو اہلسنت کے جلیل القدر حفاظ، امت کی خیر خواہی اور حق کی نصرت کے لئے آپ کے فضائل کی نشر و اشاعت میں لگ گئے۔

عنقریب اہل بیت کے فضائل میں بیان ہونے والی احادیث میں بھی آپ کے بکثرت فضائل کا ذکر ہوگا۔ آپ کو صرف حضرت علی کے فضائل پر اکتفا کرنا ہوگا۔ ان میں سے بہت سے فضائل کا ذکر گذشتہ آثار میں بیان ہو چکا ہے۔ جو حضرت ابو بکر کی فضیلت کے بارے میں آئی ہیں اس جگہ چالیس حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جن میں آپ کے عظیم الشان اور روشن فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۱: شیخین نے سعد بن ابی وقاص سے اور احمد نے اور بن زرارہ نے ابوسعید خدری سے اور طبرانی نے اسماء بنت عمیس، ام سلمہ، حبیشہ بن خبارہ ابن عمر، ابن عباس، جابر بن سمہ، علی، برادر بن عازب اور زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کے موقع

پیر حضرت علی کو پیچھے چھوڑا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا

اما ترضی ان تکون معی کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ آپ بمنزلۃ ہارون من موسیٰ کو مجھ سے وہ مقام حاصل ہو جو حضرت داؤد علیہ السلام سے تھا، ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس حدیث کے متعلق بارہویں شبہ میں بہت کچھ بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ شیخین نے سہل بن سعد سے اور طبرانی نے حضرت ابن عمر، ابن ابی یسلی اور عمران بن حصین سے اور زبیر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے روز فرمایا۔ میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس کے محب ہوں گے۔ رات بھر لوگ اس موضوع پر باتیں کرتے رہے کہ ان میں سے کس کو آپ جھنڈا دیں گے۔ صبح ہوئی تو سب کے سب اس امید پر کہ حضور علیہ السلام اُسے جھنڈا دیں گے۔ آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ عرض کیا ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے فرمایا انہیں بلاؤ جب وہ حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگا کر دعا کی تو آپ تندرست ہو گئے۔ گویا آپ کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ سب لوگوں سے بڑھ کر آپ کو محبوب تھیں۔ اور ان کے خاندان حضرت علی مردوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب تھے۔

۳۔ :۔ مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا ہے کہ جب آیت نداء انباء غاۃ ابناءکم کا نزول ہوا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور حضرت حسین کو بلایا اور عرض کیا اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔

۴۔ :۔ غدیر خم کے موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا

من كنت مولاه فعلي مولاه جسے میں محبوب ہوں علی بھی اُسے محبوب اللہم وال من والاه وعاد ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو

میں عداوت رکھے۔

بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

گیارہویں شبہ میں یہ حدیث بیان ہو چکی ہے۔ اسے حضور علیہ

السلام سے تیس صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے طریق

صحیح اور حسن ہیں۔ اس کے معنوں کے متعلق بہت کچھ بیان ہو چکا ہے اور یہی

نے بیان کیا ہے کہ یہ محمد پر بعد میں ظاہر ہوئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ علی سید العرب ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ کیا آپ

سید العرب نہیں فرمایا میں سید العالمین ہوں اور یہ سید العرب ہے۔

حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس سے یہ الفاظ بیان کئے

ہیں۔

اناسید ولد آدم و علی سید یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی عربوں

کا سردار ہے۔

العرب

حاکم نے اسے صحیح کہا ہے مگر دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

اس کے تمام شواہد کمزور ہیں جیسا کہ بعض محقق محدثین نے بیان کیا ہے

بلکہ ذہبی اس پر وضع کا حکم لگانے کی طرف مائل ہیں۔ اور اگر اسے صحیح فرض



کر لیا جائے تو علی کی سیادت ان کے لئے نسب وغیرہ کی رو سے ہوگی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ خلفائے ثلاثہ سے بھی افضل ہیں۔ اور اسباب سے میں صریح دلائل پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۵:۔ ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے بریدہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا ارشاد فرمایا اور مجھے یہ بھی بتایا کہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ فرمایا ان میں سے ایک علی ہے باقی تین ابوذر، سلمان اور مقداد ہیں۔

۶:۔ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن خبارہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

علی منی وانا من علی ولا علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور میری یو دی منی الا انا وعلی:۔ ادائیگی میں کر سکتا ہوں یا علی۔

۷:۔ ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان مواعظ قائم کی تو حضرت علی نے اشک بار آنکھوں کے ساتھ حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواعظ قائم کی ہے۔ لیکن میرے ساتھ کسی کی مواعظ نہیں کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

انت اخي في الدنيا والآخرة کہ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے۔ ۸:۔ مسلم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو بچاڑا اور جان کو پیدا کیا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے تاکید فرمایا ہے کہ مومن مجھ سے محبت کرے گا اور منافق مجھ سے لعن

رکھے گا۔

۹۔ بر بنزار اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے اور طبرانی حاکم اور عقیلی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

انما مدینۃ العلم وعلی بابہا کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور ایک روایت میں ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے کے پاس آئے اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت علی سے مروی ہے کہ

انما دار الحکمة وعلی بابہا: میں شہر حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور ابن عدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ علی باب علم ہے، علی میرے علم کا دروازہ ہے۔ اس حدیث کے بارے لوگ بہت مضطرب ہیں۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ موضوع ہے جس میں ابن جوزی اور نووی شامل ہیں۔ انہیں حدیث اور اس کے طرق کے متعلق جو معرفت حاصل ہے وہی تیرے لئے کافی ہے۔ یہاں تک کہ بعض محقق محدثین نے کہا ہے کہ نووی کے بعد کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں ہوا جو اس کی برابری تو کجا اس کا لگا بھی کھا سکے اور حاکم نے حسب عادت مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو اور بعض محقق متاخر محققین جو حدیث کے بارے میں بڑی واقفیت رکھتے ہیں اسے درست قرار دیا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۱۰۔ حاکم نے حضرت علی سے صحیح روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ان کے درمیان فیصلے کرنے کیلئے بھیجا رہے ہیں۔ اور میں ایک نوجوان آدمی ہوں جو قضا سے واقف نہیں آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ اے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما اور اس کی زبان کو ثبات عطا کر، اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا ہے کہ مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہو کبھی شک نہیں ہوا۔

کہتے ہیں حضور علیہ السلام کے قول کہ علی تم سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے ہیں، اس سبب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی احادیث میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس ایک گدھا اور اس کے پاس ایک بیل تھا۔ اس کے بیل نے میرے گدھے کو مار دیا ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ چوپاؤں پر کوئی ضمانت نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے علی ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ آپ نے دونوں سے پوچھا کیا وہ دونوں بندھے ہوئے تھے یا آزاد تھے یا ایک بندھا ہوا تھا اور دوسرا آزاد تھا۔ دونوں نے جواب دیا کہ گدھا بندھا ہوا تھا اور بیل آزاد تھا۔ اور بیل کا مالک بھی اس کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے کہا بیل دلے پر گدھے کی ضمانت پڑتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے آپ کے حکم کو قائم کیا اور آپ کے فیصلے کو نافذ کیا۔

۱۱ :- ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا۔ کیا وجہ ہے کہ اصحاب رسول کی طرح آپ کی احادیث بکثرت نہیں۔ تو آپ نے فرمایا جب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا تو آپ مجھے بتاتے اور جب



خاموش ہو جاتے تو مجھ سے شروع کرتے ۔

۱۱ :- طبرانی نے "الاوسط" میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ مختلف شجروں سے ہیں اور میں اور علی ایک ہی شجرے سے ہیں ۔

۱۲ :- بزار نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا اس مسجد میں کسی کے لئے جھنپی ہونا جائز نہیں ۔

۱۳ :- طبرانی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں ہوتے تو حضرت علی کے سوا آپ سے گفتگو کرنے کی کوئی شخص جرات نہ کرتا ۔

۱۴ :- طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے اس حدیث کی اسناد حسن ہے ۔

۱۵ :- ابو یعلیٰ اور بزار نے حضرت سعد بن وقاص سے بیان کیا ہے کہ ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے علی کو ازیت دی ۔ اُس نے مجھے ازیت دی ۔

۱۶ :- طبرانی نے حضرت ام سلمہ سے بسند حسن بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی ۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا ۔

۱۸ :- احمد اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے علی کو بُرا کہا اس نے مجھے بُرا کہا ۔

۱۹ :- احمد اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو نے جیسے تنزیلِ قرآن پر لڑائی کی ہے ایسے ہی تاویلِ قرآن پر لڑائی کرے گا ۔

۲۰ :- بزار، ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مثال ہے ۔ یہود نے آپ سے یہاں تک بغض رکھا کہ آپ کی مال پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے آپ سے یہاں تک محبت کی کہ آپ کو وہ مقام دیا جو آپ کو حاصل نہ تھا ۔ منویرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے ۔ ایک حد سے بڑھا ہوا محب، جو میری تقریظ میں وہ بات کہتا ہے جو مجھ میں نہیں پائی جاتی ۔ دوسرا وہ بغض رکھنے والا جس کو میری دشمنی، مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کر دیتی ہے ۔

۲۱ :- طبرانی نے الاوسط میں حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے ۔ اور قرآن کے علی کے ساتھ ہے ۔ وہ حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے ۔

۲۲ :- احمد اور حاکم نے حضرت عمار بن یاسر سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا ۔ دو آدمی بڑے بد بخت ہیں ۔ ایک قوم ثمود کا اخیر جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور اسے علی دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مار کر وارِ صلی کو تر کر دے

گا۔ یہ حدیث حضرت علی، حضرت صہیب، حضرت جابر بن سمرہ وغیرہ سے بھی بیان ہوئی ہے۔

ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کے ساتھ چمٹے ہوئے اور بوسے دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے میرا باپ لیگانہ شہید پر قربان ہو۔

طبرانی اور ابو یعلیٰ نے اسے ایسی سند سے بیان کیا ہے جس کے رجال سوائے ایک کے ثقہ ہیں۔ اسے بھی انہی کی طرح ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک دن حضرت علی سے فرمایا۔ اولین میں سے کون بڑا بد بخت ہے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ جس نے اونٹنی کی گونچیں کھائی تھیں۔ آپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے پھر فرمایا آخرین میں کون بڑا بد بخت ہے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں فرمایا جو تیری کھوٹری پر مارے گا۔ حضرت علی جب اہل عراق سے تنگ آجاتے تو انہیں کہتے ہیں چاہتا ہوں کہ تمہارا بڑا بد بخت آدمی کھڑا ہو کر میری داڑھی کو رنگ دے۔ اور اپنے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرتے۔

ایک صحیح روایت یہ بھی ہے کہ ابن سلام نے آپ سے کہا عراق نہ جائیے۔ مجھے خدشہ ہے کہ آپ کو دغاں تلوار کی دھار لگے گی۔ تو حضرت علی نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اس کی خبر مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ابوالاسود کہتے ہیں۔ میں نے کسی شخص کو جسے ایسی خبر دی جائے کبھی اپنی جان سے اس طرح دفاعی جنگ کرتے نہیں دیکھا۔

۳۳۔ حاکم نے ابوسعید خدری سے صحیح روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علی کی شکایت کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے



اور فرمایا علی کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ اللہ کی ذات کے بارے میں یا اللہ کی راہ میں بڑی خشیت رکھنے والا آدمی ہے۔

۲۴ :- احمد اور الضیاء نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کے بارے میں تمہارے ایک کہنے والے نے کہا ہے، خدا کی قسم میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اس حدیث سے ان احادیث کے بارہ میں اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ جو حضرت ابو بکر کی خلافت کے متعلق بیان ہو چکی ہیں۔ کہ ابو بکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔ کہ آپ نے کھڑکیاں بند کرنے کا حکم مرض الموت میں دیا تھا۔ اور یہ حکم اس زمانے کا نہیں اسے مرض سے پہلے کے زمانے پر محمول کیا جائے گا۔ اس سے علماء کے قول کی توضیح ہو گئی کہ اس میں حضرت ابو بکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے نیز یہ حدیث اس سے واضح اور زیادہ مشہور ہے۔

۲۵ :- ترمذی اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ میں علی سے سول اور علی مجھ سے ہے۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ اس حدیث اور اس کے معنوں پر گیارہویں شبہ میں گفتگو ہو چکی ہے۔

۲۶ :- طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت

فاطمہ کو علی کو زوجیت میں دے دوں۔

۲۷ :- طبرانی نے حضرت جابر سے اور خطیب نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

۲۸ :- دیلمی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا بہترین بھائی علی ہے اور بہترین چچا حمزہ ہے۔  
۲۹ :- دیلمی نے حضرت عائشہ سے اور طبرانی اور مردویہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین آدمی سبقت کرنے والے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سابق یوشع بن نون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سابق لیس اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق علی بن ابی طالب ہیں۔

۳۰ :- ابن النجار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں، حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار صاحب لیس اور علی بن ابی طالب۔

۳۱ :- ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابی یعلیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں، حبیب النجار مومن آل لیس جس نے کہا اے قوم، مرسلین کی پیروی کرو۔ اور حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا کیا تم ایسے آدمی کو مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور علی بن ابی طالب اور یہ سب سے افضل ہے۔

۳۲ :- خطیب نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کے صحیفہ کا عنوان، علی بن ابی طالب کی محبت ہے۔

۳۳: حاکم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی نیکو کاروں کا امام اور فاجروں کا قاتل ہے جو اس کی مدد کرے گا وہ منصور ہوگا۔ اور جو اس سے بے یار و مددگار چھوڑے گا وہ محذول ہوگا۔

۳۴: دارقطنی نے "الافراد" میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی گناہوں کے بخشتے کا دروازہ ہے جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس سے نکلی جائیگا وہ کافر ہوگا۔

۳۵: حضرت البراء سے خلیب نے اور دہلی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی کا مقام مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میرے بدن سے سر کا۔

۳۶: بیہقی اور دہلی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی جنت میں یوں چمکے گا جیسے اہل دنیا کے لئے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

۱۔ یہ حدیث احمد بن محمد بن حویری العکبری کے طریق سے آئی ہے اور ابن جوزی نے الواسیات میں کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ذہبی نے اسے باطل کہا ہے اور اس کی سند تاریک ہے جیسا کہ تنزیہ الشریعۃ میں آیا ہے۔



۳۷ :- ابن عدی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی مومنین کا بادشاہ ہے اور مال منافقین کا بادشاہ ہے۔  
 ۳۸ :- بزار نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی میرا قریبی ادا کرے گا۔

۳۹ :- ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت تین آدمیوں کی مشرق ہے۔ حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت سلمان کی۔

۴۰ :- شیخین نے حضرت سہیل سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مسجد میں پہلو کے بل لیٹے پایا اور آپ کی چادر آپ کے پہلو سے نیچے گر پڑی اور آپ کو سٹی لگ گئی تو حضور علیہ السلام آپ سے سٹی پوچھے لگے اور فرمانے لگے۔ اے ابو تراب! اٹھ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو یہ کنیت بڑی پسند ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کنیت سے پکارا ہے۔

اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ چار آدمیوں کی محبت منافق کے

لے عقلمندی نے بھی اسی قسم کی ایک طویل روایت بیان کی ہے اسکی روایت میں ایک ابن داہر ہے۔ اس کی وجہ سے کوئی آنت پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ آنت کسی اور کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اور ابی یعلیٰ غفاری کی حدیث میں آیا ہے جسے ابو احمد الحاکم نے الکافی میں بیان کیا ہے جس میں اسحاق بن بشر الکافلی بھی ہے۔ جسے وضاحین میں شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ دارقطنی نے بیان کیا ہے۔

دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور مومن کے سوا ان سے کوئی محبت نہیں کرتا وہ چار آدمی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی ہیں۔  
نسائی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ ہر نبی کو سات نجیب رفقاء دیئے گئے ہیں اور مجھے چودہ۔ حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت جعفر، حضرت حمزہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر۔

ابن المنظر اور ابن ابی الدنیا نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں ہمارے پاس آئے اور ہم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑے جا رہا ہوں۔ میرے قرآن کو میری سنت سے بلاؤ۔ اور جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے ہرگز تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی۔ اور نہ ہی تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہوگی۔ اور نہ تمہارے ہاتھ کوتاہ ہوں گے اور فرمایا میں تم کو ان دو آدمیوں سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف اشارہ فرمایا جو کوئی ان دونوں سے کسی چیز کو ہٹائے گا اور ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ایک نور عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز بھی وہ اس پر وارد ہوگا۔

ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن عوف سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو آپ طائف کو چلے گئے اور سترہ یا انیس دن تک اس کا محاصرہ کئے رہے۔

پھر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا میں تم کو اپنی اولاد سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ میری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نماز کو قائم کرنا، اور زکوٰۃ ادا کرنا، میں تمہاری طرف ایک آدمی بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا یا میری طرح ہوگا وہ تمہاری گردنوں کو مارے گا۔ پھر حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ آدمی یہ ہے۔

اس روایت کی سند میں ایک آدمی ہے جس کو ضعیف قرار دیئے جانے کے بارے میں اختلاف ہے اور بقیہ آدمی ثقہ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا: لوگو! قریب ہے کہ میں جلد ہی فوت ہو جاؤں میں تم سے معذرت کرتے ہوئے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت کی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ پھر حضرت علیؓ کے ہاتھ کو پکڑا اور اُسے بلند کر کے فرمایا: یہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ حوض کوثر تک جہانہ ہوں گے جو کچھ میں چھوڑے جا رہا ہوں اس کے بارے ان دونوں سے دریافت کرنا۔

احمد نے المناقب میں حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک چار دیواری میں بلایا اور مجھے اپنی ٹانگ سے مار کر کہا: کھڑا ہو جا۔ خدا کی قسم میں تجھے راضی کروں گا تو میرا بھائی اور میرے بیٹے کا باپ ہے۔ میری سنت پر جنگ کر جو



میرے عہد پر مرے گا وہ جنت کے خزانے میں ہوگا۔ اور جو تیرے  
عہد پر مرے گا اُس نے بھی اپنا حصہ پورا کر دیا اور جو تیری موت کے بعد  
تجھ سے محبت کرتے ہوئے مرا اللہ تعالیٰ دائمی طور پر اس بڑے ایمان  
کی ہر لگا دے گا۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے ان چھ آدمیوں  
سے جنہیں حضرت عمر نے شوریٰ کے لئے مقرر فرمایا تھا طویل گفتگو کی۔  
جس میں یہ بات بھی ہے کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر ریاقت  
کھتا ہوں کہ تم میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے میرے سوا فرمایا ہو اسے علی قیامت کے روز تو جنت اور  
دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا بخدا کسی کو ایسا نہیں  
کہا۔

عنترہ نے علی رضا سے بیان کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تو دوزخ اور جنت کا  
تقسیم کنندہ ہے۔ یعنی قیامت کے روز آگ کہے گی یہ میرے لئے  
ہے اور وہ تیرے لئے۔

ابن السہاک نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے آپ سے  
کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی شخص  
پل صراط سے گذر نہیں سکے گا۔ سوائے اس کے کہ حضرت علی نے اس  
کے لئے گذرنے کا سکھا ہو۔

بخاری نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں قیامت  
کے روز سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دو زانو ہو کر جھکے

کے لئے بیٹھوں گا۔ قیس کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے بارے میں یہ  
آیت نازل ہوئی

هَذَانِ نَحْصَانٌ خِتَصَمُوا فَرَمَا يَہ وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے بدر  
فی ربیعہ کے روز مبارزت کی تھی۔

یعنی علی، حمزہ، عبیدہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ربیعہ  
اور ولید بن عقبہ۔



# فصل ثالث

در بیانے ثنائے صحابہ و سلفے

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علیؓ میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اور حکم نے ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ جب ہمیں باوثوق ذرائع سے علم ہو جائے کہ یہ فتویٰ حضرت علیؓ نے دیا ہے تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے۔

سعید بن المسیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم اس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو علیؓ حل نہ کر سکیں۔ اور انہی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صحابہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھو۔ ہاں علیؓ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پوچھا کرو۔

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں سے سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے اور فیصلے کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر کیا گیا تو آپؓ نے



فرمایا جو لوگ باقی رہ گئے ہیں وہ ان میں سب سے زیادہ سنت کو جاننے والے ہیں۔

مسترق کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود پر ختم ہو جاتا ہے۔ عبد اللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کو علم میں بڑی نچنگی حاصل تھی اور آپ کو اسلام اور حضور علیہ السلام کی دامادی، سنت میں تفقہ، جنگ میں بہادری اور مال میں سخاوت کرنے میں تقدم حاصل تھا۔

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یا ایہا الذین امنوا کے الفاظ نازل کئے ہیں وہاں حضرت علی ان کے امیر اور سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار ناراضگی فرمایا ہے۔ مگر حضرت علی کا ذکر اچھے رنگ میں کیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ کتاب اللہ میں جو علی کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ وہ کسی کے لئے نہیں ہوا۔ وہ کہتے ہیں حضرت علی کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ ابولعلی نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ علی کو تین چیزیں عطا کی گئی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی مجھے عطا ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ پوچھا گیا کہ وہ چیزیں کونسی ہیں۔ فرمایا انہوں نے حضور علیہ السلام کی لڑکی سے

۱۔ یہ دونوں امر موضوع نہیں، ضعیف ہیں جیسا کہ تنزیہ الشریعہ میں بیان ہوا ہے۔

شادی کی۔ اور مسجد میں ان کی سکونت ہوئی۔ اس میں ان کے لئے جو کچھ جائز ہے وہ میرے لئے نہیں۔ اور خیبر کی جنگ میں حضور علیہ السلام نے آپکو جھنڈا عطا کیا۔ احمد نے سند صحیح سے ابن عمر سے اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

احمد اور ابو علی نے بسند صحیح حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میری آنکھ میں خیبر کے روز جھنڈا دیتے ہوئے لعاب دہن لگایا ہے، نہ میری آنکھ میں تکلیف ہوئی ہے اور نہ مجھے کسی نے پچھاڑا ہے۔ جب آپ کو فہ تشریف لائے تو ایک عرب فلاسفر آپ کے پاس آکر کہنے لگا امیر المؤمنین خدا کی قسم آپ نے خلافت کو زینت اور رفعت عطا کی ہے۔ اس لئے آپ کو زینت اور رفعت نہیں بخشی۔ اور وہ آپ کی نسبت آپ کی زیادہ محتاج تھی۔

سلفی نے طیوریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے حضرت علی اور حضرت معاویہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے۔ آپ کے دشمنوں نے آپ سے عیب تلاش کئے مگر انہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ تو وہ ایک آدمی کے پاس گئے جو آپ سے جنگ کر چکا تھا تو انہوں نے ایک تدبیر اور چال کے ماتحت اس کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا شروع کر دیا۔

## فصل چہارم

دوسرے بیانے چند کراہاتے، فیصلہ عاستے، کلماتے جو آپسے  
کے معرفت الہی، علم و حکمت اور زہد میں بلند رتبہ ہونے پر  
دلالت کرتے ہیں۔

ابن سعد نے آپ ہی سے بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم جو آیت  
بھی نازل ہوئی ہے میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق، کس  
جگہ اور کس پر نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عاقل دل اور ناطق زبان  
عطا کی ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے ابوالطفیل سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی  
نے فرمایا کہ مجھ سے کتاب اللہ کے متعلق پوچھو۔ میں ہر آیت کے متعلق  
جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ میدان میں نازل ہوئی  
یا پہاڑ پر۔

ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے کہ جب  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو حضرت علی نے حضرت ابو بکر کی  
بیعت میں دیر کی تو حضرت ابو بکر نے آپ سے مل کر کہا کہ کیا تو میری  
امارت کو ناپسند کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ  
میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جب تک میں قرآن کو جمع نہ کر لوں۔  
اس وقت تک سوائے نماز کے چادر نہ اوڑھوں گا۔ صحابہ کا خیال



ہے کہ آپ نے اُسے ترتیبِ نزدیکی کے مطابق جمع کیا ہے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں اگر مجھے وہ کتاب مل جاتی تو اس میں علم ہوتا۔

**آپ کی روشن کرامات** | جب آپ کی گود میں رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم سر رکھے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور حضرت علی نے نمازِ عصر نہیں پڑھی تھی تو سورج کو آپ پر لوٹا دیا گیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی کیفیت دور ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے دعا کی۔ اے اللہ اگر یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں لگا ہوا تھا تو سورج کو اس کے لئے واپس لوٹا دے۔ تو سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔

سورج کو لوٹا دینے والی حدیث کو طحاوی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور تاضی نے بھی الشفاء میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو زرعہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اور دوسروں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے موضوع کہا ہے۔ ان کا رد پیش کیا ہے۔ اے

اے سیوطی نے اس حدیث کے طرق کے تتبع میں کشف اللبس فی حدیثِ روا الشمس میں ایک جزو لکھا ہے اور اسے اس قول پر ختم کیا ہے کہ اقوال اس حدیث کی صحت کی شہادت دیتے ہیں۔ ان میں امام شافعی وغیرہ کا یہ قول بھی ہے کہ انبیاء کو جبرائیلؑ دے گئے ہیں ان کی نظیر یا ان سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کو بھی دیئے گئے ہیں۔ آپ نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ یوشع جو سرکشوں کے قاتل ہیں ان کیلئے سورج کئی راتوں تک روک لیا گیا تھا پس ضروری ہے کہ اسکی نظیر حضور علیہ السلام کیلئے بھی ہو۔ ابن کثیر اور منزہ الشریعہ میں اس بات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

اور یہ خیال کہ سورج کے غروب سے وقت تو فوت ہو گیا تھا پس سورج کو لوٹانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بات محل منع میں ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ سورج کا لوٹنا خصوصیت ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کا پانا اور نماز ادا کرنا حضرت علی کی خصوصیت اور کرامت ہے۔ یعنی جب سورج غروب ہو جائے پھر واپس آجائے تو کیا اس کے واپس آنے سے وقت بھی واپس آ جاتا ہے۔ میں نے اسے مع وجوہات شرح العباب میں کتاب الصلوٰۃ کے اوائل میں بیان کیا ہے۔

اس باب میں ایک عجیب حکایت بیان کی گئی ہے جسے مجھ سے ہمارے مشائخ عراق نے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے ابو منصور محمد بن ازدرشیر القبادی الواعظ کو دیکھا کہ اس نے اس حدیث کو عصر کے بعد بیان کیا اور اس کے الفاظ کو کھویا اور اہل بیت کے فضائل کا تذکرہ کیا تو بادل نے سورج کو چھپالیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ آپ نے منبر پر پھڑپھڑے ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھے۔

اے سورج! جب تک آل مصطفیٰ اور ان کی اولاد کے متعلق میری مدح ختم نہ ہو اس وقت تک غروب نہ ہونا اگر تو ان کی ناکرنا چاہتا ہے۔ تو اپنی غمان کو موڑ، کیسے تجھے وہ وقت بھول گیا ہے جب تو اس کی وجہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور اگر تیرا وقوف آقا کے لئے تھا تو یہ وقوف اس کے سواروں اور پیادوں کے لئے ہو جائے۔

کہتے ہیں بادل چھٹ گیا اور سورج طلوع ہو گیا۔ عبد البرزاق نے

حجر المرادی سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا تیری کیسے  
 حالت ہوگی۔ جب تجھے مجھ پر لعنت کرنے کا حکم دیا جائے گا میں  
 نے عرض کیا ایسا بھی ہوگا فرمایا ہاں۔ میں نے کہا تو پھر میں کیا کروں  
 فرمایا مجھ پر لعنت کرنا۔ مگر مجھ سے اظہار بنیاری نہ کرنا۔ حجر المرادی کہتے  
 ہیں مجھے حجاج کے بھائی حمی بن یوسف نے جو عبدالملک بن مروان کی طرف  
 سے یمن کا امیر تھا، حکم دیا کہ میں حضرت علی پر لعنت کروں۔ میں نے کہا  
 امیر نے مجھے حضرت علی پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر لعنت کرو  
 اللہ اس پر لعنت کرے۔ اس بات کو ایک آدمی کے سوا کوئی بھی نہ  
 سمجھا۔ کیونکہ اس نے صرف امیر پر لعنت کی۔ اور حضرت علی پر لعنت  
 نہ کی۔ یہ حضرت علی کی کرامت اور آپ کی غیب کے متعلق پیشگوئی ہے  
 آپ کی یہ بھی ایک کرامت ہے کہ آپ نے ایک حدیث بیان  
 کی تو ایک آدمی نے اس کی تکذیب کی۔ آپ نے اُسے کہا اگر تو جھوٹا  
 ہوا تو میں تجھ پر بددعا کروں گا۔ اس نے کہا بددعا کرو۔ آپ نے  
 اس پر بددعا کی تو جلد ہی اس کی بیدارت جاتی رہی۔

ابن المدائنی نے ایک گروہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی  
 بیت المال میں جھاڑو دیتے۔ پھر اس امید پر نماز پڑھتے کہ ان کیلئے  
 گواہی دی جائے کہ انہوں نے مسلمانوں سے مال کو روک کر نہیں رکھا۔  
 دو آدمی بیٹھے صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک کے پاس  
 پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ ان کے پاس  
 سے ایک تیسرا آدمی گذرا جسے انہوں نے بٹھالیا۔ اور وہ برابر برابر  
 آٹھ روٹیاں کھا گئے۔ پھر تیسرے آدمی نے کھانے کے عوض انہیں



آٹھ درہم دے تو دونوں آپس میں جھگڑ پڑے۔ پانچ روٹیوں والا کہتا میرے پانچ درہم ہیں اور تین روٹیوں والے کے لئے تین درہم ہیں اور تین روٹیوں والا کہتا ہے کہ میرے ساڑھے چار درہم ہیں۔ دونوں جھگڑتے ہوئے حضرت علی کے پاس گئے۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا آپ وہ تین درہم لے لیں۔ جن کے بارے میں آپ کا ساتھی رضا مند ہے۔ کیونکہ یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اس نے کہا میں تو حق کے مطابق راضی ہوں گا۔ آپ نے فرمایا حق کے مطابق ایک درہم ہے۔ اس نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کیا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ثلث نہیں بنتے جو تم نے کھائے ہیں۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کس نے زیادہ کھایا ہے۔ اور تم اسے برابر پر محمول کرتے ہو۔ تو نے آٹھ ثلث کھائے ہیں حالانکہ تیرا حصہ نو ثلث تھا اور تیسرے ساتھی نے بھی آٹھ ثلث کھائے۔ حالانکہ اسے پندرہ ثلث ملنے چاہیں۔ اس کے لئے سات باقی رہ گئے۔ اور تیرا ایک باقی رہ گیا۔ اس کو سات کے بدلے سات اور تجھے ایک کے بدلے ایک درہم ملنا چاہیے۔ اس نے کہا اب میں راضی ہوں۔

آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ اس کے خیال میں اسے اپنی مال کے ساتھ احتلام ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو مار دے۔

اے مسیحی میں جھارو دینے کا اثر عبدالرزاق نے المصنف میں مدنی سے بیان کیا ہے اسی طرح وہ حکایت بھی جو اس کے بعد ہے اور وہ بھی جو اس کے بعد ہے۔

**آپ کے کلمات** | لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ جب مر جاتے ہیں تو

اپنے زمانے سمیت بیدار ہو جاتے ہیں۔ ان

میں سے اپنے آباء سے بہت مشابہت رکھنے والے بھی ہوتے ہیں  
اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو۔ جو شخص اپنی قدر

پہچان لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔ ہر آدمی کی قیمت وہی ہے جو اُسے

اچھی لگے جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان

لیا۔ اسی طرح آپ کی طرف یہ محاورہ بھی منسوب کیا گیا ہے۔ جبکہ مشہور

یہ ہے کہ یہ یحییٰ بن معاذ الرازی کا قول ہے۔ آدمی اپنی زبان کے نیچے

چھپا ہوا ہے۔ جو شیریں زبان ہوگا اس کے بھائی بہت ہوں گے

نیکی سے آزاد بھی غلام بن جاتا ہے۔ نجیل کے مال کو حادثہ یا وارث

کی خوشخبری دے۔ قائل کی طرف نہ دیکھ بلکہ قول کی طرف دیکھ مصیبت

کے وقت واویلا کرنا۔ مصیبت کو مکمل کرنا ہے۔ سرکشی کے ساتھ

کوئی کامیابی نہیں۔ تکبر کے ساتھ کوئی تعریف نہیں۔ حرص کے ساتھ

کھانے اور بد بھنچی میں کوئی صحت نہیں۔ قربی کے ساتھ کوئی

شرف نہیں۔ حسد کیساتھ کوئی راحت نہیں۔ انتقام کے ساتھ کوئی سرداری

نہیں۔ مستورہ ترک کرنے سے صحیح بات معاشم نہیں ہوتی۔ بھوٹے

کے لئے کوئی مروت نہیں۔ کوئی عزت تقویٰ سے بڑی نہیں۔

توبہ سے زیادہ کوئی سفارش کامیاب نہیں۔ عافیت سے زیادہ

نوبصورت کوئی لباس نہیں۔ جہالت سے زیادہ مشکل کوئی بیماری نہیں

آدمی جسے نہیں جانتا اس کا دشمن ہوتا ہے۔ اللہ اس شخص پر رحم کرے

جس نے اپنی قدر پہچان لی اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ عذر کا

امانہ گناہ کی یاد دہانی ہے۔ لوگوں کے درمیان خیر خواہی کرنا زخمی کرنا  
 ہے۔ جہاں کا احسان اس باغ کی طرح ہے جو روڑی پر آگاہ ہو۔ بے  
 صبری، صبر سے زیادہ تھکانے والی ہے۔ مسئول آزاد ہے۔ یہاں تک  
 کہ واپس آجائے۔ سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو سب سے زیادہ خفیہ  
 تدبیر کرتا ہے۔ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے۔ بخیل عیوب کھرے  
 برائیوں کو اکٹھا کرنے والا ہے۔ جب تقدیر آجائے تو تدبیر بھول جاتی  
 ہے۔ شہوت کا غلام غلامی کے طریق پر غلام بنے ہوئے سے زیادہ دلیل  
 ہے۔ حاسد کو بے گناہ پر غصہ آتا ہے۔ گنہگار کے لئے گناہ ہی کافی  
 سفارش کنندہ ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت  
 حاصل کرے۔ احسان، زبان کو بند کر دیتا ہے۔ سب سے بڑی  
 غریبی حماقت ہے۔ اور سب سے بڑی دولت عقل ہے۔ لالچے  
 دولت کے بندھن میں رہتا ہے۔ یہ بات قابل تعجب نہیں کہ کون  
 ہلاک ہوا اور کیسے ہلاک ہوا۔ بلکہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ کون بچا  
 اور کیسے بچا۔ اونٹوں کے جھگانے سے بچو۔ کیونکہ جھاگے ہوئے  
 واپس نہیں ہوتے۔ لالچ کی چمکتے عقل اکثر مار کھا جاتی ہے۔  
 جب اونٹ تمہارے پاس پہنچ جائیں تو شکر کی کمی کے باعث  
 سب سے دور رہنے والے اونٹ کو نہ بھگاؤ۔ جب تجھے کسی  
 دشمن پر قابو حاصل ہو جائے تو اس پر قابو پا جانے کے شکریہ میں  
 اُسے معاف کر دے۔ جو چیز کسی نے اپنے دل میں چھپائی ہوتی ہے  
 وہ اس کی زبان اور چہرے سے معلوم ہو جاتی ہے۔ بخیل جلد غریب ہو  
 جاتا ہے۔ وہ دنیا میں غریبوں کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور آخرت



میں اس کا حساب مالداروں کا سا ہوگا۔ عقلمند کی زبان اس کے  
 دل کے پیچھے اور بیوقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ علم  
 کینے کو بلند مرتبہ کر دیتا ہے۔ اور جہل بلند مرتبہ کو نیچے کرا دیتا ہے  
 علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت  
 کرتا ہے۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ بے حرمتی کرنے والے عالم  
 اور جاہل عبادت گزار نے میری کمر توڑ دی ہے۔ یہ فتوے دیتا  
 ہے اور لوگوں کو اپنی بے حرمتی سے متنفر کرتا ہے اور وہ اپنی عبادت  
 سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ لوگوں میں سب سے کم قیمت آدمی وہ  
 ہے جو ان میں کم علم ہے۔ کیونکہ ہر آدمی کی قیمت اس چیز سے ہے  
 جو اسے اچھا بنائے۔ اس انوکھے اسلوب پر آپ کا کلام بے شمار ہے  
 مگر میں تم سے طوالت کے خوف سے نظر انداز کر دیا ہے۔

اسی طرح آپ کے کلمات میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں میں  
 اس طرح رہو جیسے پرندوں میں شہد کی مکھی رہتی ہے۔ تمام پرندے  
 اُسے کمزور کہتے ہیں۔ اگر پرندوں کو اپنے پیٹ کی برکت کا علم ہوتا تو  
 وہ اس سے ایسا نہ کرتے۔ اپنے جسموں اور زبانوں سے لوگوں میں سے  
 گھل مل جاؤ اور اپنے قلوب اور اعمال سے ان سے الگ ہو جاؤ۔  
 کیونکہ آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ کرتا ہے اور قیامت کے روز  
 وہ اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ عمل سے زیادہ قبولِ عمل کیلئے اہتمام کرو۔  
 اس لئے کہ تقویٰ کے ساتھ عمل میں ہرگز کمی واقع نہ ہوگی۔ اور مقبولِ عمل  
 کیسے کم ہو سکتا ہے۔

اے عالمینِ قرآن اس پر عمل کرو۔ کیونکہ عالم وہ ہے جو

علم کے مطابق عمل کرے اور اس کے علم و عمل میں مطابقت ہو۔ غمقرب  
 کچھ حاملین علم ہوں گے۔ علم ان کے گلے سے آگے نہیں گزرے گا  
 ان کا باطن ان کے ظاہر کے اور ان کا عمل ان کے علم کے مخالف ہوگا  
 وہ حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ یہاں تک  
 کہ ایک آدمی اپنے ہم نشین پر اس لئے ناراض ہوگا کہ وہ اُسے چھوڑ  
 کر دوسرے کے پاس بیٹھا ہے۔ ان لوگوں کے مجلسی اعمال اللہ  
 تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں پاتے۔ صرف اپنے گناہ سے ڈرو اور  
 اپنے رب سے امید رکھو۔ جیسے علم نہیں وہ علم حاصل کرنے میں شرم  
 محسوس نہ کرے اور جب صاحب علم سے ایسی بات پوچھی جائے جس  
 کا اُسے علم نہیں تو وہ اللہ اعلم کہنے سے شرم محسوس نہ کرے۔ صبر  
 ایمان کا حصہ ہے اور اس کا مقام ایسا ہے جیسے جسم میں سر کا مقام ہے  
 کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمت الہی سے مایوس نہ کرے  
 اور نہ انہیں معصیت الہی میں رخصت دے اور نہ انہیں عذاب الہی  
 سے مامون کر دے۔ اور نہ قرآن پاک کو بے رغبتی سے چھوڑ کر کسی  
 دوسری چیز کی طرف رغبت کرے۔ اس عبادت میں کوئی بھلائی  
 نہیں جس کے ساتھ علم نہیں۔ اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جس کے  
 ساتھ فہم نہیں۔ اس قرأت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ تدبیر  
 نہیں۔ میرے دل کو اس وقت کیا ہی ٹھنڈک پہنچتی ہے جب مجھے  
 اس بات کے متعلق پوچھا جاتا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں کہتا  
 ہوں اللہ اعلم، جو شخص لوگوں سے انصاف کا خواہاں ہے تو جو  
 کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی ان کے لئے پسند کرے۔

سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں۔ سخت غصہ، سخت  
چھینک، سخت جانی، تے، نکسیر، سرگوشی اور ذکر الہی کے وقت  
نیند کا آنا۔

بدگمانی دانائی ہے۔ یہ حدیث ہے اور اس کے الفاظ  
یہ ہیں۔ بدگمانی بھی دانائی کی بات ہے۔ توفیق بہترین قائد ہے۔  
اور حسن اخلاق بہترین دوست ہے۔ عقل بہترین ساتھی ہے۔  
ادب بہترین میراث ہے۔ خود پسندی سے زیادہ کوئی وحشت نہیں  
آپ سے تقدیر سے متعلق دریافت کیا گیا فرمایا یہ ایک تاریک راستہ  
ہے۔ اس پر نہ چل۔ گہرا سمندر ہے۔ اس میں داخل نہ ہو۔ ایک الہی  
راز ہے جو تجھ سے مخفی ہے۔ اس لئے اسے سبلی اسے افشا نہ کر۔  
خدا نے جس طرح چاہا تجھے پیدا کیا یا جیسے تو نے چاہا؟ اس نے  
جواب دیا بلکہ جس طرح خدا نے چاہا فرمایا وہ جس طرح چاہے گا تجھے  
سے کام لے گا۔ آپ نے فرمایا مصائب کے لئے انجام بھی ہے۔ جب  
کوئی مبتلائے مصیبت ہو تو اس کے ضروری ہے کہ اس کے انجام  
تک پہنچے۔ عاقل کو جب مصیبت پہنچے تو اسے چاہیئے کہ اس کی شدت  
ختم ہونے تک سو رہے۔ کیونکہ اسے قبل از وقت ختم کرنے میں  
اس کی کراہیت میں اضافہ کرنا ہے۔

آپ سے سخاوت کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا جو سخاوت  
سوال کے نتیجہ میں ہو وہ حیا اور عزت کے لئے ہوتی ہے۔ آپ کے  
ایک دشمن نے آپ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا تو فرمایا میں ایسا نہیں  
جیسا تو کہہ رہا ہے۔ بلکہ جو کچھ میرے دل میں ہے۔ میں اس سے بھی



بڑھ کر ہوں۔ فرمایا معصیت کی جزا، عبادت میں کمزوری، رزق میں تنگی اور لذت میں بے لطفی ہے۔ پوچھا گیا لذت کی بے لطفی کیسا ہے؟ فرمایا انسان کو جائز خواہش کے پورا کرنے میں بھی بے لطفی ہو جاتی ہے۔ آپ کے ایک دشمن نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ثبات بخشے فرمایا تیرے سینے پر جب آپ کو ابن بلجم نے تلوار ماری تو حضرت حسن آپ کے پاس روتے ہوئے آئے، فرمایا اے میرے بیٹے مجھ سے چار اور چار باتیں یاد کر لو۔ حضرت حسن نے عرض کیا۔ میرے ابا وہ کونسی باتیں ہیں۔ فرمایا سب سے بڑی والداری عقل ہے اور سب سے بڑی غریبی حماقت ہے اور سب سے بڑی وحشت تکبر ہے۔ اور سب سے بڑی سخاوت حسن اخلاق ہے۔

عرض کیا دوسری چار باتیں کونسی ہیں۔ فرمایا

اولے:۔ بیوقوف کی صحبت سے اجتناب کر کیونکہ وہ نفع کے ارادے سے تجھے نقصان پہنچا دے گا۔

دوم:۔ جھوٹے کی دوستی سے بچ کیونکہ وہ دور والوں کو تیرے قریب اور قریبیوں کو تجھ سے دور کر دے گا۔

سوم:۔ بخیل کی دوستی سے بچ کیونکہ جس وقت تجھے اس کی بڑی ضرورت ہوگی وہ تجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔

چہارم:۔ فاجر کی دوستی سے بچ کیونکہ وہ تجھے حقیر چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔

ایک یہودی نے آپ سے کہا ہمارا رب کب سے ہے تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا نہ وہ مکان ہے

نہ کہیں پایا جاتا ہے۔ اور وہ بغیر کیفیت کے ہے۔ نہ اس کا آغاز ہے نہ انتہا۔ تمام غایات اس کے درے ہی ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ہر غایت کی غایت ہے۔ یہ بات سن کر یہودی مسلمان ہو گیا۔ آپ صفین میں تھے کہ ایک زرہ گم ہو گئی جو ایک یہودی کے پاس سے ملی۔ آپ اس معاملہ کا فیصلہ کرانے کے لئے اُسے قاضی شریح کے پاس لے گئے۔ اور قاضی کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اگر میرا مقابل یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر بیٹھتا لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مجالس میں انہیں برابر نہ بیٹھاؤ۔

ایک روایت میں ہے انہیں حقیر کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حقیر بنایا ہے پھر آپ نے زرہ کا دعویٰ دائر کیا تو یہودی نے انکار کر دیا۔ قاضی شریح نے حضرت علی سے شہادت طلب کی تو آپ اپنے غلام قنبر اور حضرت حسن کو لے آئے۔ قاضی شریح نے آپ سے کہا۔ باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت جائز نہیں یہودی نے کہا امیر المومنین نے مجھے اپنے قاضی کے آگے پیش کیا۔ اور ان کے قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور کہا کہ وہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ واقدی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کے پاس چار درہم تھے جن کے علاوہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے ایک درہم رات کو، ایک دن کو، ایک پوشیدہ طور پر اور ایک اعلانیہ طور پر خیرات کر دیا۔ تو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی

الذین ینفقون اموالہم  
باللیل والنہار سراً  
وعلانیۃ فلہم اجرہم  
عند ربہم ولا خوف  
علیہم ولا ھدی حزنون

جو لوگ اپنے مالوں کو رات اور  
دن پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر  
خرچ کرتے ہیں۔ ان کا اجر  
رب کے پاس ہے۔ نہ انہیں کسی کا  
خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔

حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا میرے سامنے حضرت  
علی کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا مجھے معاف رکھئے۔ حضرت معاویہ  
نے کہا میں تجھ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اس نے کہا خدا کی قسم وہ  
بہت دور تک جانے والے شدید القوی، فیصلہ کن بات کرنے والے،  
انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹتا تھا۔  
اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی۔ وہ دنیا اور اس کی چمکا چوند سے  
نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔ بہت رونے والے  
اور بہت سوچنے والے تھے۔ ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر  
سخت ہوتا تھا۔ وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے۔ جب ہم ان سے سوال  
کرتے تو وہ جواب دیتے۔ جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے  
اور خدا کی قسم ہم اس قدر قریب رہنے کے ان کی ہیبت کی وجہ سے ان  
سے بات نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو  
قریب کرتے۔ طاقتور اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ  
کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے  
بعض مقامات پر جب رات چھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو  
انہیں اپنی داڑھی کو پکڑے، ڈسے ہوئے انسان کی طرح بقیار اور غمگین



کی طرح روتے دیکھا۔ اور وہ کہتے اے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے۔ کیا تو میری طرف دیکھ رہا ہے؟ تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائسنہ طلاقیں دے دی ہیں۔ جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا۔ تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت قلیل ہے۔ آہ قلتِ زاد، درازی سفر اور راستے کی وحشت، حضرت معاد یہ باتیں سن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔

آپ کے بھائی عقیل نے آپ کو اس لئے چھوڑ دیا کہ آپ ہر روز انہیں اتنے جوڑتے جو صرف ان کے عیال کو کفایت کرتے۔ آپ کی اولاد نے پانی میں بھگوئی ہوئی کھجوروں کی خواہش کی تو آپ ہر روز ان کو کچھ زیادہ دینے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس اتنے جو جمع ہو گئے کہ اس سے انہوں نے گھی اور کھجوریں خریدیں۔ اور کھانا تیار کر کے حضرت علی کو دعوت دی۔ آپ جب تشریف لائے تو اس کھانے کے بارے پوچھا انہوں نے تمام قصہ کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا کیا اس کے علیحدہ کر لینے کے بعد وہ کھانا تمہارے لئے کافی ہوتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ تو آپ نے کھانے کی وہ مقدار بند کر کے کم کر دی۔ جو وہ ہر روز علیحدہ کر لیا کرتے تھے۔ میرے لئے جائز نہیں کہ میں آپ کو اس سے زیادہ دوں۔ تو وہ ناراض ہو گئے۔ تو آپ نے لوبہ گرم کر کے ان کے رخسار کے قریب کیا اور ان کی غفلت کی حالت میں انہیں داغ دیا۔ اور فرمایا تو اس سے گھبراتا ہے اور مجھے جہنم کی آگ کے لئے پیش کرتا ہے۔ انہوں نے کہا میں اس کے پاس جاؤں گا جو مجھے سونا دے گا۔

اور بھجوریں کھلائے گا اور وہ حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے۔  
ایک دن حضرت معاویہ نے کہا اگر وہ یہ نہ جانتا ہوتا کہ میں  
اس کے بھائی سے بہتر ہوں۔ تو وہ ہمارے پاس نہ ٹھہرتا اور نہ اُسے  
چھوڑتا تو عقیل نے انہیں جواب دیا۔ میرے دین کے لئے میرا بھائی  
بہتر ہے اور تو میری دنیا کے لئے بہتر ہے میں نے اپنی دنیا کو ترجیح  
دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عقیل نے حضرت علی سے  
کہا کہ میں محتاج اور فقیر ہوں مجھے کچھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا صبر کرو  
جب تیرا حصہ مسلمانوں کے ساتھ لکھے گا تو میں تجھے ان کے ساتھ دونگا  
عقیل نے اصرار کیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر  
اسے بازار والوں کی دکانوں پر لے جاؤ اور اسے کہو کہ ان دکانوں کے  
فصل توڑ کر جو ان میں سے لے جاؤ عقیل نے کہا آپ مجھے چور بنا چاہتے  
ہیں۔ فرمایا کیا تم مجھے چور بنا چاہتے ہو کہ میں مسلمانوں کے اموال لے کر  
تمہیں دے دوں۔ عقیل نے کہا میں حضرت معاویہ کے پاس چلا  
چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا یہ تیرا اور اس کا معاملہ ہے۔ انہوں نے  
حضرت معاویہ کے پاس آکر سوال کیا۔ حضرت معاویہ نے انہیں ایک  
لاکھ روپیہ دے کر کہا منبر پر چڑھ کر بتاؤ کہ علی نے تمہیں کیا دیا اور میں  
نے آپ کو کیا دیا۔ عقیل نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد کہا  
میں نے علی کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے اپنے دین کو پسند کیا  
اور میں نے معاویہ کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے مجھے اپنے دین  
پر پسند کر لیا۔ حضرت معاویہ نے خالد بن معمر سے کہا۔ تو نے ہم کو

چھوڑ کر حضرت علی کو کیوں پسند کیا ہے۔ اس نے جواب دیا تین باتوں کی وجہ سے، (ا) جب وہ غصے میں ہوتا ہے تو اس کے حلم کی وجہ سے (ب) جب وہ بات کرتا ہے تو اس کے صدق کی وجہ سے (ج) جب وہ فیصلہ کرتا ہے تو اس کے عدل کی وجہ سے۔ جب آپ کے پاس معاویہ کی فخریہ باتیں پہنچیں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا اس کی طرف بکھو پھر اُسے ذیل کے اشعار بکھوائے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے نبی ہیں میرے بھائی اور خسر ہیں۔ اور سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا ہیں۔ اور جعفر طیار جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ میری ماں کے بیٹے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی میری بیوی اور میری سکینیت ہے جس کا گوشت پوست میرے گوشت اور خون سے ملا ہوا ہے۔ اور احمد کی اولاد میرے دو بیٹے اس بیوی سے ہیں۔ تم میں کوئی ہے جو میری طرح ہو۔ میں تم سب سے سابق الاسلام ہوں اور میں جوانی کو پہنچنے سے قبل ہی جوان تھا۔

بہت ہی کہتے ہیں ہر آدمی کو چاہیے کہ ان اشعار کو یاد کرے تاکہ اسلام میں آپ کے مفاخر کو معلوم کر سکے۔ حضرت علی کے فضائل و مناقب بیشمار ہیں۔

حضرت امام شافعی کے کلام میں ہے کہ جب ہم حضرت علی کو فضیلت دیتے ہیں تو ہم جاہلوں کے نزدیک تفضیلی را فنی ہوتے ہیں۔ اور جب میں حضرت ابو بکر کی فضیلت کا ذکر کرتا ہوں تو مجھ پر غاری ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ میں ہمیشہ ہی ان دونوں کی محبت کی وجہ



سے خارج اور رافضی رہوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے ریت میں تکیہ لگادیا جائے۔ یعنی میں مرجاؤں۔

پھر فرمایا لوگ مجھے کہتے ہیں تو رافضی ہو گیا ہے۔ میں نے کہا سرگز نہیں۔ رفض تو میرا دین و اعتقاد ہی نہیں لیکن میں نے بلاشبہ بہترین امام اور مادی سے دوستی کی ہے۔ اگر ولی سے محبت کرنا رفض ہے تو میں تمام لوگوں سے بڑا رافضی ہوں۔

پھر فرمایا اے سوار منی میں محصب پر ٹھہرا اور خیف کے ساکن کو آواز دے۔ جب حاجی صبح کے وقت مجھیں مارتے ہوئے فرات کی طرح منی کی طرف جاتے ہیں۔ اگر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا نام رفض ہے تو جن دانش اس بات کے گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی نے یہ اشعار اس وقت کہے جب خوارج نے حسد اور سرکشی سے انہیں رافضی کہا۔ اس قسم کے اور اشعار بھی آپ نے کہے ہیں۔

مزنی کہتے ہیں آپ اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اگر آپ اس کے متعلق کچھ شعر کہتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا ہے تو نے ہمیشہ ہی اہلبیت کی محبت کو پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ میں بھی سائلین کو جواب دینے میں گونگا ہو گیا۔ میں باوجود صفائے محبت کے اپنی محبت کو پوشیدہ رکھتا ہوں تاکہ تو پھل خوروں کی باتوں سے محفوظ رہے اور میں بھی۔



# فصل پنجم

## آپ کی وفات

جب حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان نزاع طول پکڑ گیا تو تین خارجی عبد الرحمن بن بلجم المرادی، برک اور عمرو الیقین نے مکہ میں اکٹھے ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر کے لوگوں کو ان سے نجات دلا دیں گے۔ ابن بلجم نے حضرت علی، برک نے حضرت معاویہ اور عمرو نے حضرت عمرو بن العاص کو قتل کرنے کی ٹھانی اور یہ بھی طے پایا کہ ان کا قتل گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شکار کے ٹھکانے کی طرف چل پڑا۔ ابن بلجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی ساتھیوں سے ملا اور انہیں اپنے ارادے سے بالکل مطلع نہ کیا۔ شبیب بن عجرۃ الاشجعی وغیرہ نے اس سے موافقت کی۔

جب ۱۱ رمضان ۳۵ھ کو جمعہ کی رات تھی حضرت علی سحری کے وقت بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت حسن سے فرمایا میں نے آج شب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا ہے کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کوئی عداوت نہیں کی تو آپ نے مجھے فرمایا ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ مجھے انکے

بدلے میں وہ آدمی دے جو میرے لئے بہتر ہوں۔ اور انہیں میرے بدلے میں وہ آدمی دے جو ان کے لئے بُرا ہو۔ پھر آپ کی طرف بطنیں چلاتی ہوئی آئیں۔ تو لوگوں نے انہیں دھتکار دیا۔ آپ نے فرمایا انہیں جھوڑو یہ تو نوحہ کرنے والی ہیں۔ اسی اثنا میں موزن نے آکر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ تو آپ دروازے سے آواز دیتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ پر تلوار سے وار کیا جو دروازے پر جا اٹکا۔ پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا۔ اور ابن ملجم بھاگ گیا۔

شبیب جب گھڑیا تو بنی امیہ کے ایک آدمی نے آکر اُسے قتل کر دیا اور ابن ملجم کو ہر طرف سے لوگوں نے گھیر لیا اور سہدان کے ایک آدمی نے اس کے قریب ہو کر اس پر چادر پھینکی اور اسے نیچے گرا دیا اور اس سے تلوار چھین کر حضرت علی کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ جان کے بدلے جان۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے اسی طرح قتل کرنا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے۔ اور اگر میں جانبر ہو گیا تو اس کے معاملے میں غور کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ زخمیوں کا قصاص ہوتا ہے۔ اُسے پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ حضرت علی جمعہ اور ہفتہ زندہ رہے اور اتوار کی رات کو وفات پا گئے۔ آپ کو حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا۔ اور حضرت محمد بن الحنفیہ پانی ڈالتے جاتے تھے۔ آپ کو قمیص کے بغیر تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ حضرت



حسن نے آپ کی نم ز جنازہ پڑھائی اور سات بجیریں کہیں اور  
شب کو کوفہ کے دارالامارت میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ یا قری میں  
اس جگہ کی آج کل زیارت کی جاتی ہے یا آپ کے گھر اور جامع الاعظم  
کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔ پھر ابن بلجم کو اطراف سے قطع کیا گیا  
اور وسیع مکان میں رکھ کر جلا دیا گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت حسن نے اس کی گردن مارنے  
کا حکم دیا پھر اس کی نعش کو ام الہشیم بنت الاسود التیمی نے جلا دیا۔  
جس رمضان میں حضرت علی قتل ہوئے اس میں آپ ایک رات  
حضرت حسن کے پاس، ایک رات حضرت حسین کے پاس اور ایک  
رات حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس روزہ افطار کرتے اور تینے  
لہتموں سے زیادہ نہ کھاتے اور فرماتے میں چاہتا ہوں کہ اللہ  
تعالیٰ کو خالی پیٹ ملوں۔

جس رات کی صبح کو آپ قتل ہوئے اس رات اکثر باہر  
نکل کر آسمان کی طرف دیکھتے اور کہتے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ  
بولایا ہے اور نہ ہی میں جھٹلایا ہوں۔ یہی وہ رات ہے جس کا مجھے  
وعدہ دیا گیا۔ اور جب سحری کے وقت آپ باہر نکلے تو ابن بلجم نے  
آپ کو موعود ضرب لگائی۔ جیسا کہ ہم احادیث فضائل میں بیان کر آئے  
ہیں۔ اور حضرت علی کی قبر کو خوارج کے کھود لینے کے خوف سے پوشیدہ  
کر دیا گیا۔

شریک کہتے ہیں کہ آپ کے بیٹے حضرت حسن انہیں مدینہ  
لے گئے ہیں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جب آپ قتل ہوئے تو لوگ آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کرنے کے لئے اٹھا لائے۔ رات کو چلتے ہوئے وہ اونٹ جس پر آپ کی نعش تھی بدک گیا۔ اور کسی کو پتہ نہیں چلا کہ وہ کدھر گیا۔ اور نہ ہی اُسے کو ٹسے پکڑ سکا۔ اسی لئے اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اونٹ جلاوطنی میں گر پڑا اور لوگوں نے اُسے پکڑ لیا اور آپ کو دفن کر دیا۔

قتل کے وقت آپ ۶۳ سال کے تھے۔ بعض لوگ آپ کی عمر ۶۴ بعض ۶۵ بعض ۶۷ اور بعض ۵۸ سال بتاتے ہیں۔ ایک دفعہ کوفہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ سے اس آیت رجال صدقوا ما عاہدوا للہ علیہ فمنہم من قضیٰ فجہ ومنہم من ینتظرو ما بدلوا تبدیلا کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے یہ آیت میرے چچا حمزہ اور میرے چچا زاد عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ نے جنگ احد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا کر دیا ہے۔ باقی رمل میں تو میں اس بد بخت کے انتظار میں ہوں جو میرے سر اور داڑھی کو رنگ دے گا۔ اس نے میرے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کیا ہے۔ جب آپ کو چوٹ لگی تو آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر فرمایا میں تمہیں تقویٰ اللہ کی وصیت کرتا ہوں دنیا خواہ تمہیں چاہے تم دنیا کو بالکل نہ چاہنا اور جو دنیاوی چیز تمہیں

نہ ملے اس پر گریہ نہ کرنا۔ حق بات کہنا۔ یتیموں پر رحم کرنا، کمزور کی مدد کرنا۔ آخرت کیلئے کام کرنا۔ ظالم سے مقابلہ کرنا۔ مظلوم کا مددگار بننا۔ خدا کی رضا مندی کے لئے کام کرنا اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا تو نے اس وصیت کو یاد کر لیا ہے جو میں نے تیرے دونوں بھائیوں کو کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں فرمایا میں تمہیں بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ اور یہ وصیت بھی کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کی عزت کرنا کیونکہ ان کا تجھ پر بڑا حق ہے اور ان کے بغیر کسی معاملہ کو طے نہ کرنا۔ پھر حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا میں تمہیں اس کے متعلق وصیت کرتا ہوں یہ تمہارا بھائی اور تمہارا بے باپ کا بیٹا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ نہ کہہ سکے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

روایت ہے کہ ابن ملجم آپ کے پاس سواری طلب کرتا ہوا آیا۔ آپ نے اسے سواری دے کر یہ شعر پڑھا  
 میں اس کی زندگی کا اور وہ میرے قتل کا خواہاں ہے  
 تجھے تیرے دوست کے معاملہ میں جو مراد قبیلہ سے ہے۔ کون معذور سمجھے۔ پھر فرمایا قسم بخدا یہ میرا قاتل ہے۔ کہا گیا آپ اسے قتل کیوں نہیں کر دیتے۔ فرمایا پھر مجھے کون قتل کرے گا۔  
 مستدرک میں السدی سے بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم



خوارج کی ایک عورت پر عاشق تھا جس کا نام قطام تھا۔ اس نے اس سے نکاح کیا اور تین ہزار درہم اور حضرت علی کا قتل مہر میں دیا۔ اس کے متعلق فرزدق کہتا ہے میں نے قطام کے مہر کی طرح کسی عربی اور عجمی سخی کو واضح مہر دیتے نہیں دیکھا۔ تین ہزار درہم ایک غلام اور ایک لونڈی اور حضرت علی کو کاٹنے والی تلوار کی ایک ضرب اگرچہ کوئی مہر کتنا ہی گراں ہو وہ حضرت علی کے مہر سے گراں نہیں اور کوئی صلہ خواہ کتنا ہی اچانک ہو ابن بلجم کے حملہ کی طرح نہیں ہو سکتا۔ اے

اے ان اشعار کا تذکرہ نسائی نے کتاب خصائص علی میں اور ابو عبد اللہ النزاری نے اپنی تاریخ ”الانوار العلویۃ“ میں کیا ہے۔

# باب دہم

اس باب سے حضرت حسن کی خلافت، فضائل، کمالات اور کرامت کا بیان ہو گا۔ اس کی کئی تفصیلات ہیں۔

## فصل اول

آپ کے خلافت کے بیان سے

آپ اپنے نانا کی نص کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں۔ اپنے

اے بزر اور بھتی نے الاعتقاد میں بیان کیا ہے جیسا کہ محمد صدیق حسن خان نے ”حضرات اہل بیت“ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سفینہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ خلافت تیس سال رہے گی اس کے بعد ملکیت آجائے گی۔ اسے اصحاب سنی نے بیان کیا ہے۔ اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ سعید بن جبہ ان کہتے ہیں کہ مجھے سفینہ نے کہا کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت کے دامن سے وابستہ رہ کر یہ تیس سال بنتے ہیں۔ اور سیوطی نے کہاہے کہ ان تیس سالوں میں خلفائے اربعہ اور حضرت حسن کا زمانہ خلافت بھی شامل ہے۔ آپ چھ ماہ اور چند دن تک تخت خلافت پر رونق افروز رہے۔ پھر ائمہ میں مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کیلئے خلافت سے دستبردار ہو گئے۔

باپ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بیعت سے آپ خلیفہ بنے اور  
 چھ ماہ اور چند دن تک خلیفہ رہے آپ خلیفہ برحق اور امام عادل و  
 صادق ہیں۔ اور اپنے نانا کی اس پیش گوئی کو پورا کرنے والے ہیں۔  
 جو آپ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال  
 تک رہے گی۔ اگر یہ چھ ماہ ان تیس سالوں کی تکمیل کرنے والے ہیں تو  
 آپ کی خلافت منصوص ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اس کے  
 برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسی لئے حضرت معاویہ آپ کے نائب  
 بنے اور اس کا اقرار انہوں نے اپنے ایک خطبے میں کیا۔ جس کا تذکرہ  
 ابھی ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا  
 کیا ہے اور وہ میرا حق ہے اس کا نہیں۔ حضرت معاویہ سے صلح  
 اور خلافت سے دستبرداری کے خط میں بھی یہی ہے۔ ان چھ ماہ کے  
 بعد آپ حضرت معاویہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر گئے اور  
 حضرت معاویہ بھی آپ کے مقابلہ پر آئے۔ جب حضرت حسن نے  
 دونوں لشکروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک  
 کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک دوسرے کی اکثریت کو ختم نہ کرے  
 آپ نے حضرت معاویہ کو اطلاع لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ  
 کے سپرد کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمہارے پاس ہو گی۔ آپ  
 مدینہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ سوائے  
 اس کے جو وہ میرے باپ کے زمانہ میں دیتے تھے۔ اور آپ میرا قرض  
 ادا کریں گے۔ حضرت معاویہ نے دس باتوں کے سوا آپ کے مطالبات  
 کو منظور کر لیا۔ آپ مسلسل ان سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ



حضرت معاویہ نے آپ کے پاس سفید کاغذ بھیج دیا۔ اور کہا آپ جو چاہیں اس پر لکھ دیں۔ میں اس کی پابندی کروں گا۔ جیسا کہ کتب سیرت میں لکھا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت حسن پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ کے مقابلے پر نکلے تو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ سے کہا میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے مد مقابل کو مارے بغیر واپس نہ جائیں گے حضرت معاویہ نے کہا خدا کی قسم عمرو بہترین آدمی ہے۔ اگر یہ لوگ اُن کو اور وہ ان کو مار دیں تو مسلمانوں کے امور ان کی عورتوں اور ان کی حکمرانوں کے معاملہ کو پٹا میں سیر مددگار کون ہوگا۔ حضرت معاویہ نے قریش میں سے بنو عبد شمس کے دو آدمی عبدالرحمن بن سمرہ اور عبدالرحمن بن عامر کو حضرت حسن کی طرف بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر عرض کر دو اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ ان دونوں نے آپ کے پاس آکر پوچھا کہ آپ کا مطالبہ کیا ہے۔ تو حضرت حسن نے فرمایا ہم بنو عبدالمطلب ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے۔ اور یہ لوگ خون میں تیر کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت معاویہ آپ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس معاملہ میں میرا ضامن کون ہوگا۔ انہوں نے کہا ہم اس معاملہ میں آپ کے ضامن ہیں۔ پھر آپ نے جو بات دریافت کی۔ انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں۔ تو آپ نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔

ان واقعات میں یوں بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت

معاویہ نے پہلے آپ کو پیغام بھیجا ہو۔ پھر حضرت حسن نے ان کی طرف  
مذکورہ مطالبات لکھ بھیجے ہوں اور جب دونوں کی مصالحت ہو گئی ہو تو  
حضرت حسن نے حضرت معاویہ کو یہ خط لکھا ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق حسن بن علی اور معاویہ بن  
ابی سفیان نے مصالحت کی ہے۔ یہ مصالحت اس بات پر ہوئی ہے  
کہ حسن معاویہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر دیں گے کہ وہ کتاب اللہ  
سنت رسول اور سیرت خلفائے راشدین ہمدین کے مطابق عمل پیرا  
ہوں گے۔ اور معاویہ کو اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ اپنے ہند  
کسی کو خلافت دے جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کے  
مشورے سے طے ہوگا۔ اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور خدا کے  
زمین میں جہاں بھی ہوں گے۔ امن میں ہوں گے۔ اور اصحاب غلی اور  
آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور  
اولاد کے بارے میں محفوظ ہوں گے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو خدا  
تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی کرنا ہوگا کہ وہ حسن بن علی اور ان کے  
بھائی حسین اور اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی کی بھی خفیہ  
اور اعلانیہ طور پر تباہی نہیں چاہیں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو  
کسی جگہ خوفزدہ کریں گے۔ میں فلاں بن فلاں اس پر گواہی دیتا ہوں  
و کفی باللہ شہیداً۔ جب صلح طے پا گئی تو حضرت معاویہ نے حضرت  
حسن سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر

کریں اور انہیں بتائیں کہ میں نے معاویہ کی بیعت کر کے خلافت اس کے سپرد کر دی ہے۔ تو آپ نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء الہی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا۔

لوگو! سب سے بڑی داناٹی تقویٰ اور سب سے بڑی قحط فسق و فجور ہے پھر فرمایا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے نانا کے ذریعے ہدایت دی۔ ضلالت سے بچایا۔ جہالت سے نجات دی۔ ذلت کے بعد عزت دی اور قلت کے بعد کم کو کثرت بخشی۔ معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا تھا۔ اور وہ میرا حق ہے۔ اس کا حق نہیں۔ اور آپ لوگوں نے اس شرط پر میرا بیعت کی ہے۔ کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے۔ اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے۔ میں نے اصلاح امت اور فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر معاویہ سے مصالحت کو پسند کیا ہے۔ اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو میرے اور ان کے درمیان برپا ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی کر لی ہے اور میں خود نیز سچا کی نسبت خون کی حفاظت کو بہتر خیال کرتا ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ شہید یہ صلح تمہارے لئے فتنہ اور ایک وقت تک فائدے کا موجب بن جائے مگر میں نے صرف آپ کی اصلاح اور بقا چاہی ہے۔ اور جس بات سے اس صلح پر آپ کا شرح صدر ہوا وہ حضرت حسن کے حق میں حضور علیہ السلام کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ سردار بیٹا ہے جس کے ذریعے اللہ



مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں غنقریب صلح کر دائے گا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور الدولابی نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ اگرچہ تمام عرب میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے صلح کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے جنگ کرتا وہ جنگ کرتے مگر میں نے خلافت کو خدا کی رضا مندی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا۔ آپ ربیع الاول ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

آپ کے ساتھی آپ سے کہتے اے مومنین کی عار، آپ فرماتے عار نار سے بہتر ہے۔ ایک آدمی نے آپ سے کہا اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام۔ آپ نے فرمایا میں مومنین کو ذلیل کرنے والا نہیں لیکن میں نے بادشاہی کی خاطر تم سے لڑا اپنی زندگی کیلئے کیا۔ پھر آپ کوفہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔ اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔

## فصل دوم

### آپ کے فضائل

۱۔ شیخین نے البراء سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

۲۔ بخاری نے ابو بکر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ میرا یہ سرور بڑا ہے۔ اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گردہوں کے درمیان صلح کرادے اس وقت حضرت حسن حضور کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف۔

۳۔ بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

۴۔ ترمذی اور حاکم نے ابی سعید خدری سے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سرور ہیں۔

۵۔ ترمذی نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کی دونوں رانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا

یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں  
ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو ان سے محبت رکھ اور جو  
ان سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت رکھ۔

۱۶۔ ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام  
سے دریافت کیا گیا آپ کو اہل بیت میں سے کون زیادہ محبوب  
ہے فرمایا حسن اور حسین۔

۱۷۔ حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم حسن کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے تو آپ  
کو ایک آدمی بلا اس نے کہا، اے نوجوان تو کیا ہسی اچھی سواری  
پر سوار ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار بھی کیسا  
اچھا ہے۔

۱۸۔ ابن سعد نے عبد اللہ بن عبد الرحمن بن زبیر سے بیان کیا  
ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے حضرت حسن سب  
سے زیادہ آپ کے مشابہ اور آپ کو محبوب تھے۔ میں نے حضرت  
حسن کو آتے دیکھا اور حضور علیہ السلام بیدہ میں تھے۔ آپ حضور علیہ السلام

اے بخاری نے حضرت انس سے حضرت حسین کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ  
کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ انہی سے ابن سیرین نے اور خود ابن سیرین سے بھی روایت ہے  
کہ حسن سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا۔ ترمذی نے حضرت علی  
سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضور کے بعد اور پہلے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ ان  
روایات میں حافظ نے یوں تطبیق دی ہے کہ ابن سیرین کا قول حضرت حسن کی وفات کے  
بعد حضرت حسین کے متعلق ہے۔ یا دونوں بعض اعضا میں بہت مشابہت رکھتے تھے



کی گردن یا پشت پر سوار ہو گئے۔ اور اپنی مرضی سے ہی اُترے اور  
میں نے آپ کو حالت رکوع میں دیکھا کہ آپ اپنی ٹانگوں کو کھٹا کر بیٹے  
تاکہ حضرت حسن دوسری جانب نکل جائیں۔

۹ :- ابن سعد نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے بیان کیا ہے کہ  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کیلئے اپنی زبان کو باہر نکالتے  
اور جب بچہ زبان کی ٹمخا کو دیکھتا تو اس کی طرف ہمکتا۔

۱۰ :- حاکم نے زہیر بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن خطبہ  
کے لئے کھڑے ہوئے تو از دشنوعۃ میں سے ایک آدمی نے کھڑے  
ہو کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو  
انہیں گھٹنے پر بٹھائے دیکھا اور آپ فرما رہے تھے جو مجھ سے محبت  
رکھتا ہے اُسے اس سے بھی محبت رکھنی چاہیئے اور حاضر کو چاہیئے کہ  
اس بات کو اس تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں اور اگر حضرت  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال نہ ہوتا تو میں اسے کسی کے  
سامنے بیان نہ کرتا۔

۱۱ :- ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام

جیسے کہ حضرت علی نے بتایا ہے کہ حسن سر اور سینے کے درمیان سے رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حسین بچے جیسے میں مشابہ ہیں۔ حضرت علی نے  
تمام اعضا میں مکمل مشابہت کی نفی کی ہے۔ لوگوں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ  
مشابہ کا ذکر کیا ہے اور وہ دس تک پہنچے ہیں جنہیں حافظ نے الفتح میں نظم کیا  
ہے۔

ہمیں نماز پڑھا رہے ہوتے اور حضرت حسن کی عمر اس وقت چھوٹی تھی آپ آکر مسجد کی حالت میں کبھی حضور کی پشت پر اور کبھی گردن پر بیٹھ جاتے حضور علیہ السلام آہستگی سے ان کو ہٹاتے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ اس بچے کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا یہ میری خوشبو ہے۔ اور میرا یہ بیٹا میرا ہے۔ اور میرے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا ۱۲: شیخین نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ میں حسن سے محبت رکھتا ہوں۔ اور جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ۔ اور ایک روایت میں ہے اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھ۔

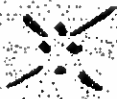
حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد مجھے حسن سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی ایک حدیث میں حافظ سلفی کے نزدیک یہ الفاظ ہیں کہ جب بھی میں نے حضرت حسن کو دیکھا میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور یہ اس لئے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور میں مسجد میں تھا۔ آپ نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھ سے ٹیک لگالی۔ یہاں تک کہ ہم بنو قینقاع کے بازار میں آ گئے۔ آپ نے بازار دیکھا پھر واپس آ گئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں آ بیٹھے پھر فرمایا میرے بیٹے

کو بلاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ آپ کی گود میں گر گئے۔ پھر حضور علیہ السلام ان کا منہ کھول کر اپنا منہ ان کے منہ میں داخل کر کے فرمانے لگے اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ اور جو اس سے محبت رکھتا ہے اس سے تو بھی محبت رکھو۔ آپ نے یہ الفاظ تین بار فرمائے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ جو مجھ سے، حسن اور حسین سے اور ان کے ماں باپ سے محبت رکھتا ہے وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا اور ترند کی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

ماذہب سلفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور معیت سے مراد مقام کی معیت نہیں بلکہ رفع حجاب کی جہت سے معیت مراد ہے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَنِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ  
وَالشّٰهِدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا





## فصل سوم

### آپ کے بعض کارنامے

آپ سید، کریم، علیم، زاہد، پرسکون، باوقار، صاحبِ  
عشرت اور قابلِ تعریف سخی تھے۔ اس کی تفصیل ابھی بیان ہو گئی۔  
ابولعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ  
مجھے اپنے رب سے اس حال میں ملتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے  
کہ میں اس کے گھر کی طرف پیدل نہ چلا ہوں چنانچہ آپ بیس سال  
بیت اللہ کی طرف حل کرتے رہے۔

حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت  
حسن نے ۲۵ حج یا پیارہ کئے ہیں۔ اور اونٹنیاں آپ کے سامنے  
کھینچ کر لائی جاتیں۔

ابولعیم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اپنے مال سے دو مرتبہ  
زکوٰۃ نکالی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے مال کو تین مرتبہ تقسیم کیا۔  
یہاں تک کہ آپ ایک جوتا عطا کرتے اور دوسرا روک لیتے اور  
ایک موزہ دیتے اور دوسرا پاس رکھتے۔ ایک آدمی کے متعلق آپ  
نے سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگتا ہے۔ آپ نے  
اُسے دس ہزار درہم بھیج دیئے۔ ایک آدمی جو پہلے مالدار تھا  
انہی غربت اور بد حالی کا شکوہ کرتے ہوئے آپ کے پاس آیا تو

آپ نے فرمایا تیرے سوال کا حق یہ ہے جس سے میری معلومات میں اضافہ ہو کہ تجھے کیا دینا چاہیئے۔ اور وہ دینا میرے لئے رشوار ہے۔ اور میرا ہاتھ تیری اہلیت کے مطابق دینے سے عاجز ہے۔ اور راہِ خدا میں مالِ کثیر کا دینا بھی قلیل ہی ہے۔ اور جو میرے پاس ہے وہ تیرے شکر کے مطابق پورا ہے۔ اور اگر تو حقوڑا قبول کرے اور مجھ سے جلسے کے اہتمام کی تکلیف دور کرے تو تو نے جو کیا ہے میں اس میں تکلف نہیں کروں گا۔ اس نے کہا اے فرزندِ دختر رسول میں قلیل کو قبول کر لوں گا۔ اور عطیہ پر شکریہ ادا کروں گا۔ اور میں روکنے پر معذور خیال کروں گا۔ حضرت حسن نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس سے حساب کیا اور فرمایا مجھے زائد رقم دو۔ اس نے پچاس ہزار درہم دیئے۔ آپ نے فرمایا آپ کے پاس جو پانچ سو دینار تھے ان کا تو نے کیا کیا۔ اس نے کہا وہ میرے پاس ہیں۔ فرمایا لاؤ۔ جب وہ لایا تو آپ نے وہ دینار اور پچاس ہزار درہم اس آدمی کو دیئے اور معذرت بھی کی۔

ایک بڑھیا نے حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر کی عنایت کی۔ آپ نے اُسے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار بکریاں دیں۔ اور حضرت حسین نے بھی اسے اسی قدر دیا۔ اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں دیں۔

بنزار نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو ایک آدمی نے نماز کی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا۔ تو آپ نے خطبہ میں فرمایا۔ اے اہل

عراق ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ہم آپ کے امیر اور  
 مہمان بھی ہیں۔ اور ہم وہ اہلبیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
 ہے انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم  
 تطہیراً۔ آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام اہل مسجد  
 رو پڑے۔

ابن سعد نے عمیر بن اسحاق سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں  
 کہ میں نے ایک بار کے سوا کبھی آپ کے منہ سے فحش بات نہیں سنی۔  
 آپ کے اور عمرو بن عثمان بن عفان کے درمیان کسی زمین کے متعلق کوئی  
 جھگڑا تھا۔ تو آپ نے کہا اس کا ہمارے پاس وہ کچھ ہے جو اس کو ذلیل  
 کر دے گا۔ یہ وہ سخت فحش کلمہ ہے جو میں نے آپ سے سنا۔ مروان  
 نے آپ کی طرف ایچی بھیجا جو آپ کو گالیاں دیتا تھا۔ وہ مدینہ کا عامل  
 تھا۔ اور ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی کو گالیاں دیتا تھا۔ حضرت حسن نے  
 اس کے ایچی سے کہا۔ اس کو جا کر کہہ خدا کی قسم میں تجھ کو گالیاں دے کر  
 ان سے کوئی بات مٹانا نہیں چاہتا جو تو نے کہا ہے۔ اللہ کے ہاں تیرے  
 اور میرے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے  
 سچ کی تجھے جزا دے گا۔ اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام  
 لینے والا بھی ہے۔

مروان نے ایک بار آپ سے سختی کی اور آپ خاموش رہے  
 پھر اس نے دائیں ہاتھ سے رینٹ صاف کی تو آپ نے فرمایا تیرا برا  
 ہو کیا تجھے علم نہیں کہ داہیں ہاتھ منہ کے لئے اور بائیں شرمگاہ کیلئے  
 ہے۔ تجھ پر افسوس ہے تو مروان خاموش ہو گیا۔



آپ عورتوں کو بہت طلاق دینے والے تھے۔ آپ محبت کرنے والی عورت کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ آپ نے نوے عورتوں سے شادی کی۔

ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے اہل کوفہ حسن کو عورتیں نہ دو وہ بہت طلاق دینے والا آدمی ہے تو ایک بھالی نے کہا ہم ضرور اسے لڑکیاں دیں گے۔ وہ جس سے راضی ہو اُسے رکھے اور جس کو ناپسند کرے اُسے طلاق دے دے۔ جب آپ نے وفات پائی تو مروان آپ کے جنازے پر رویا۔ تو حضرت حسین نے اُسے کہا کیا تو اس پر روتا ہے حالانکہ تو نے انہیں سخت اذیت دی ہے۔ اس نے جواب دیا میں یہ اس شخص سے کرتا تھا جو پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم تھا۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ مجھے دولت مندی کی نسبت غریب، صحت کی نسبت بیمار کی زیادہ پسند ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم کرے۔ میں کہتا ہوں جو شخص اپنے آپ کو اس اچھاٹی کے سپرد کر دے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے۔ اُسے اس حالت کے سوا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے۔ دوسری کی تمنا نہیں کرنی چاہیئے۔

آپ ہر سال ایک لاکھ روپیہ بخشش کیا کرتے تھے۔ ایک سال حضرت معاویہ نے روپیہ روک لیا اور آپ بہت تنگ ہو گئے فرماتے ہیں میں نے معاویہ کو اپنے متعلق یاد دہانی کرانے کے واسطے خط لکھنے کیلئے دروات منگائی۔ پھر میں رُک گیا۔ میں نے خواب میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: حسن کیا حال ہے؟ میں نے کہا: اباجی اچھا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے مال کے رک جانے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے اپنے جیسی مخلوق کو یاد دہانی کرانے کے لئے دوات منگوائی تھی۔ میں نے جواب دیا: ہاں یا رسول اللہ میں کیا کہا کروں۔ فرمایا یہ دعا کیا کرو۔

|                       |                                     |
|-----------------------|-------------------------------------|
| اللھم اذف فی قلبی     | اے اللہ میرے دل میں اپنی امید ڈال   |
| رجاءک واقطع رجائی     | دے اور اپنے ماسوا سے میری امید      |
| عن سوال حتی لا ارجو   | کو منقطع کر دے۔ یہاں تک کہ میں تیرے |
| احدا غیرک اللھم وما   | سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اے        |
| ضعفت عند قوتی وقصر    | اللہ جس چیز سے میری قوت کمزور       |
| عند عملی ولم تستطع    | اور میرا عمل قاصر ہو اور میری رغبت  |
| الیہ رغبتی ولم تبلغہ  | اور میرا سوال اسے                   |
| مستتیر ولم یجبر علی   | نہ پہنچے اور جو تو نے اولین و آخرین |
| لسانی مما اعطیت احداً | میں سے کسی کو دیا ہے۔ اس یقین کے    |
| من الاولین والآخرین   | متعلق میری زبان پر بات نہ چلے تو    |
| من یقین غفشتی به      | اے الرحم الرحیم مجھے اس سے          |
| یا ارحم الراحمین      | مخصوص فرما۔                         |

آپ فرماتے ہیں خدا کی قسم ابھی ہفتہ نہ گزرا تھا کہ معاویہ نے میری طرف ایک کروڑ پانچ لاکھ روپے بھیجے۔ تو میں نے کہا: سب تعریف اس خدا کی ہے جو یاد کرنے والے کو نہیں بھولتا۔ اور اس سے دعا کرنے والا ناکام نہیں ہوتا۔ پھر میں نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا حسن کیا حال ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ خیریت سے ہوں اور میں نے آپ سے اپنی بات بیان کی۔ فرمایا اے بیٹے جو خالق سے امید رکھتا ہے وہ مخلوق سے امید نہیں رکھتا۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بھائی سے کہا اے بھائی آپ کے والد نے خلافت کو چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو دے دی۔ پھر چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو دے دی۔ پھر شوریٰ کے وقت آپ کو یقین تھا کہ خلافت مجھے ملے گی۔ اللہ نے اُسے حضرت عثمان کو دے دیا۔ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو آپ کی بیعت کی گئی۔ پھر آپ سے تنازعہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے تلوار سونپ لی۔ مگر خلافت کا معاملہ آپ کے لئے ساف نہ ہوا۔ قسم بخدا میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ہم میں نبوت اور خلافت کو اکٹھا نہیں کرے گا۔ میں جانتا ہوں کہ کوفہ کے لوگ جس بات سے آپ کو سبک کر کے نکال دیں گے۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ السلام کے ساتھ دفن ہونے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اور آپ نے اسے قبول کر لیا ہے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو حضرت عائشہ کے پاس جا کر اس بات کا مطالبہ کرنا۔ میرا خیال ہے لوگ عنقریب اس سے روکیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے بحث نہ کرنا۔ جب آپ فوت ہو گئے تو حضرت امام حسین نے حضرت عائشہ کے پاس جا کر پیغام دیا تو آپ نے جواب دیا یہ تو نعمت اور عزت کی بات ہے۔ مردان نے انہیں روکا تو حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار بہن لئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابومہریرہ نے آپ کو واپس کر دیا۔ پھر آپ



کو اپنی والدہ کے پہلو میں بقیع میں دفن کر دیا گیا۔  
 آپ کی موت کا سبب یہ ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ دختر  
 اشعث بن قیس الکندی کو زید نے آپ کو زہر دینے کے لئے  
 خفیہ طور پر بھجوا دیا۔ زید نے آپ کی شادی اس سے کروائی اور  
 اس کے لئے ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا۔ اور اس نے آپ کو زہر  
 دے دیا۔ آپ چالیس روز تک بیمار رہے۔ جب آپ فوت  
 ہو گئے تو اس نے زید کو وعدہ پورا کرنے کے متعلق پوچھا۔ اس  
 نے جواب دیا، ہم نے تو حسن کے لئے بھی تجھے پسند نہیں کیا۔ تجھے  
 اپنے لئے کیسے پسند کر سکتے ہیں۔ کئی متقدمین نے جیسے قتادہ  
 اور ابوبکر بن حفص نے اور متاخرین میں سے زین العراقی نے مقدمہ  
 شرح التقریب میں آپ کو شہید قرار دیا ہے۔ آپ کی وفات ۲۹ھ  
 یا ۳۰ھ یا ۳۱ھ میں ہوئی ہے۔ ایک جماعت کے قول کے مطابق  
 اکثریت کے نزدیک آپ کی وفات ۳۰ھ میں ہوئی ہے۔ واقعی  
 نے ۳۰ھ کے سوا سب کو غلط قرار دیا ہے۔ خصوصاً جنہوں نے آپ کی  
 وفات ۳۱ھ اور ۳۲ھ میں قرار دی ہے۔

آپ کے بھائی نے بہت کوشش کی کہ آپ کو زہر دینے  
 والے کا پتہ چلے مگر کسی نے آپ کو نہ بتایا۔ آپ نے کہا جس کے  
 متعلق مجھے گمان ہے اگر وہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے شدید انتقام  
 لے گا۔ اور اگر وہ نہیں تو میری وجہ سے اُسے نہ مارا جائے۔ اور اللہ  
 ہر چیز سے پاک ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اے میرے بھائی میری وفات

کا وقت آگیا ہے۔ اور میں جلد آپ سے جدا ہو جاؤں گا اور اپنے رب سے جا ملوں گا۔ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی ہے۔ میں اس سے اللہ کے ہاں لڑوں گا۔ تجھے میرے حق کی قسم ہے اس معاملہ میں کوئی بات نہ کرنا اور جب میں اپنا حصہ پورا کر لوں تو تجھے قمیص پہنانا، غسل دینا کفن دینا اور مجھے میری چار پائی پر اٹھا کر میرے ناناکہ کی قبر پر لے جانا۔ میں ان سے تجدید عہد کروں گا۔ پھر مجھے میری دادی فاطمہ بنت اسد کی قبر پر لے جانا اور وہاں دفن کر دینا۔ اور میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں میرے معاملہ میں کسی کا خون نہ بہانا۔

ایک روایت میں ہے کہ اے میرے بھائی مجھے تین بار زہر دیا گیا ہے۔ مگر اس طرح کا زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا۔ حضرت حسین نے پوچھا آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ فرمایا کیا تیرے اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ تو ان سے جنگ کرے۔ مگر میں ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس روایت کو ابن عبد البر نے بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے مگر اس طرح کا زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا۔ اس نے میرے جگر کے ٹکڑے اڑا دیئے ہیں۔ گویا میں اُسے بکڑی پر الٹ پلٹ رہا ہوں۔ حضرت حسین نے آپ سے کہا بھائی جان آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ فرمایا تیرا اس سے کیا مقصد ہے کیا تو اُسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت حسین نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا جس کے متعلق

میرا گمان ہے اگر وہ آدمی ہے تو اللہ سخت انتقام لینے والا ہے  
 اور اگر کوئی دوسرا آدمی ہے تو میری خاطر کسی بے گناہ کو نہ مارا جائے  
 آپ نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے  
 قل هو اللہ احد نکلا ہوا ہے۔ تو آپ اور آپ کے اہل بیت خوش  
 ہو گئے۔ انہوں نے یہ بات ابن المسیب کو بتائی تو انہوں نے کہا اگر  
 میں اس روئے کی تصدیق کروں تو آپ کی زندگی کم ہی باقی رہ گئی ہے  
 اور چند روز کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کی نماز جنازہ  
 سعید بن العاص نے پڑھائی کیونکہ وہ اس سے پہلے حضرت معاویہ  
 کی طرف سے مدینہ کے والی تھے۔ آپ کو اپنی وادی و خزانہ کے  
 پاس ان کے مشہور گنبد میں دفن کیا گیا ہے۔ آپ کی عمر ۶۷ سال  
 تھی۔ ان میں سے سات سال آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 ساتھ رہے۔ تیس سال اپنے والد کے ساتھ رہے اور پھر چھ ماہ  
 غلیفہ رہے۔ اور پھر ساڑھے نو سال مدینہ میں رہے۔

✽



# باب یازدہم

اس باب میں اہل بیت نبوی کے فضائل کا بیان ہوگا۔ اسکی کئی تفصیلیں ہیں

سب سے پہلے ہم اس کی اصل کو بیان کرتے ہیں۔ صحیح ترین روایت کے مطابق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال کے آخر میں حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کی جبکہ حضرت فاطمہ کی عمر ساڑھے پندرہ سال اور حضرت علی کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ آپ نے حضرت فاطمہ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی آپ نے ایک دفعہ ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شدت غیرت کے خوف سے آپ کو منع کر دیا۔

حضرت انس سے روایت ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے۔ اور احمد نے بھی ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر، حضرت فاطمہ کے نکاح کے پیغام کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ خاموش رہے۔ اور دونوں کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دونوں حضرت علی کے پاس انہیں مشورہ دیتے ہوئے آئے کہ تم اس رشتہ کو طلب کرو۔ حضرت علی کہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اس معاملہ کے لئے چوکس کر دیا تو میں اپنی چادر گھسیٹتا ہوا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے فاطمہ سے بیاہ دیں

آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے کہا سیر اگھوڑا اور  
 زرہ ہے فرمایا گھوڑے کے بغیر تمہارا چار نہیں۔ اللہ اپنی زرہ بیچ  
 دو۔ میں نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا اور انہیں  
 حضور علیہ السلام کے پاس لے آیا۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں رکھا  
 اور ان سے کچھ درہم لے کر حضرت بلال سے فرمایا ہمارے واسطے خوشبو  
 خرید لاؤ۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہ کیلئے جہیز تیار کرے۔  
 آپ نے ان کے لئے ایک بنی ہوئی چار پائی اور چمڑے کا ایک تیکہ بنایا  
 جس کے اندر چھال بھری ہوئی تھی۔ اور حضرت علی سے فرمایا جب  
 حضرت فاطمہ آپ کے پاس آئیں تو میرے آنے تک ان سے کوئی  
 بات نہ کرنا۔ آپ ام ایمن کے ساتھ تشریف لائیں۔ اور گھر کے ایک کونے  
 میں بیٹھ گئیں۔ اور میں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا میرا بھائی یہاں ہے؟ ام ایمن نے  
 کہا آپ کا بھائی اور آپ نے اسے اپنی بیٹی بھی بیاہ دی ہے فرمایا  
 ہاں۔ آپ نے اندر آکر حضرت فاطمہ سے فرمایا مجھے پانی لا دیجئے۔ تو  
 آپ گھر سے ایک پیالہ لے کر اس میں پانی لے آئیں۔ آپ نے اسے  
 لے کر اس میں کھلی کی۔ اور حضرت فاطمہ سے فرمایا آگے آئیے۔ آپ  
 آگے آئیں تو آپ نے پانی کو آپ کی چھاتیوں کے درمیان اور سر پر  
 چھڑکا اور کہا

اللہم انی اعیزہا بلک  
 وذریئہا من الشیطان  
 الہجیبہ  
 اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد  
 کو مرد و شیطان سے تیری پناہ میں  
 دیتا ہوں۔

پھر فرمایا میری طرف پیٹھ کرو۔ آپ نے پیٹھ آپ کی طرف کی تو آپ نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پانی ڈالا۔ پھر اسی طرح حضرت علی سے کیا۔ اور فرمایا اللہ کے نام اور برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

حضرت انس کی ایک دوسری روایت میں ہے جو ابوالخیر القزوينی الحاکمی نے بیان کی ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بعد پیغام دیا تو آپ نے فرمایا میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں پھر مجھے کئی دن کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر فرمایا۔ ابوبکر، عمر، عبدالرحمن اور کچھ انصار کو بلا لائے جب سب جمع ہو کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے حضرت علی اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا سب تعریفیں قابل تعریف خدا کے لئے ہیں۔ جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل پرستش اور اپنی قدرت کی وجہ سے قابل اطاعت ہے۔ اس کا غلبہ اس کے عذاب سے بھی قابل خوف ہے۔ اس کی سطوت کا حکم اس کے آسمان وزمین میں نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور اپنے احکام سے انہیں امتیاز بخشا ہے اور اپنے دین سے انہیں اعزاز بخشا ہے۔ اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انہیں عزت دی ہے۔ اللہ کا نام یقیناً برکت والا ہے۔ اور اس کی عظمت بلند ہے۔ اس نے مصاہرت کو سببِ لاحق اور امر مفترض قرار دیا ہے۔ جس سے اُس نے جموں میں الفت پیدا کی ہے اور انہیں ایک دوسرے سے مختلط اور پیوست بنایا ہے



اور لوگوں کو ایک دوسرے سے ملادیا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔  
 وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ اِنْسَانَ ثُمَّ يَسْبِغُ بِمَاءٍ وَنَسْبِغُ بِمَاءٍ  
 بَشَرًا فَنَجْعَلُ نَسْبًا وَّصَهْرًا ۚ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝

اور اللہ کا حکم اس کی قضا کی طرف اور اس کی قضا اس کی  
 قدرت کی طرف چلتی ہے۔ ہر قضا کی ایک قدر ہوتی ہے۔ اور ہر قدر  
 کی ایک مدت ہوتی ہے اور ہر مدت کی ایک کتاب ہوتی ہے۔

يَدْعُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ ۚ وَيُنْثَبِتُ وَعِنْدَهُ  
 اَصْلُ الْكِتَابِ ۚ

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حضرت  
 فاطمہ کو حضرت علی سے بیاہ دوں۔ پس گواہ رہو اگر علی راضی ہو تو میں  
 نے اُسے چار سو مثقال چاندی میں حضرت فاطمہ سے بیاہ دیا ہے۔  
 پھر آپ نے کھجوروں کا ایک مثقال منگولیا اور فرمایا ہوشیار ہو حباب  
 ہم ہوشیار ہو گئے۔ تو حضرت علی آگئے تو حضور علیہ السلام مسکرائے۔  
 پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ فاطمہ کو تجھ سے  
 چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دوں کیا تو اس پر راضی ہے حضرت  
 علی نے کہا یا رسول اللہ میں اس پر راضی ہوں۔ تو حضور علیہ السلام  
 نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم دونوں میں اتفاق پیدا کرے۔ اور تمہارے  
 نصیب کو بڑا کرے اور تمہیں برکت دے اور تم دونوں سے بہت  
 سی طیب اولاد پیدا کرے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے بہت طیب اولاد پیدا کی۔

**تنبیہ**

بظاہر یہ قصہ فوری ایجاب و قبول کی شرط کے لحاظ سے ہمارے مذہب سے موافقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہمارے دلائل میں راضی ہوں، کی بجائے نکاح یا تزویج کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیت یا عدم قبولیت کا معاملہ حضرت علی پر چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ حال کا واقعہ ہے جس میں احتمال پایا جاتا ہے کہ حضرت علی کو جب نکاح کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً اسے قبول کر لیا۔ ہمارے نزدیک جس کی شادی غائب ہونے کی حالت میں ایجاب صحیح کے ساتھ ہو جیسا کہ اس جگہ ہوا ہے۔ اور اسے اطلاع مل جائے اور وہ فوراً کہہ دے کہ میں نے اس کے نکاح کو قبول کیا۔ تو وہ نکاح درست ہوگا۔ آپ کا یہ قول کہ اگر وہ اس سے راضی ہو یہ تعلیق حقیقی نہیں کیونکہ یہ معاملہ خاوند کی رضا مندی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگرچہ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا ذکر واقع کی تصریح ہے۔ بعض شافعیہ نے جنہیں فقہ میں رسوخ حاصل نہیں۔ اس جگہ نامناسب کلام کیا ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

**دوسری تنبیہ**

الذہبی نے المیزان میں اشارہ کیا ہے

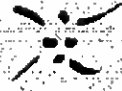
کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔ انہوں نے محمد بن دنیاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک جھوٹی حدیث لایا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا

کہ یہ کس کی حدیث ہے اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق جس کا اسناد حضرت انس کی طرف ہے۔ لسان المیزان میں کہا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہو گئی جب وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دوں پس تو جا کر ابوبکر، عمر، مہاجرین کی ایک جماعت جس کا آپ نے نام لیا اور انصار کے کچھ لوگوں کو بلا لا۔ جب وہ آکر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل تعریف ہے۔ پھر آپ نے منگنی، عقد، مہر کی مقدار کا ذکر کیا اور خوشخبری اور دعا کا تذکرہ کیا۔

ابن عساکر نے اپنے ترجمہ میں ابی القاسم النسیب کی سند سے محمد بن شہاب بن ابی الحیاء عن عبد الملک بن عمر عن یحییٰ بن معین عن محمد بن ہذا عن ہیشم عن یونس بن عبد عن الحسین عن انس سے بیان کیا ہے کہ ابن عساکر نے اسے غریب کہا ہے۔ پھر محمد بن طاہر سے نقل کیا ہے کہ اس نے تاملتہ الکامل میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس میں راوی کی جہالت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الذہبی نے جو اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ اس میں اعتراض ہے یہ صرف غریب ہے اور اس کی سند میں کوئی مجہول آدمی ہے۔ عنقریب بارہویں آیت میں اس کی تفصیل آئے گی۔ اس میں نسائی سے بسند صحیح



بیان کیا گیا ہے جو الذہبی کی تردید کرتا ہے۔ اور واضح کرتا ہے کہ یہ  
قصہ صحیح ہے پس آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے



اسے اس روایت کو خطیب نے تلخیص المتشابه میں بیان کیا ہے اور سیوطی کہتے ہیں کہ ابن جوزی  
نے اس پر وضع کا حکم لگایا ہے۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کر نیکے بعد کہا ہے کہ  
محمد بن دنیار العرنی نے حضرت انس کی روایت میں وضع سے کام لیا ہے۔ اسے سیوطی  
اس نے جابر کی روایت میں بھی وضع سے کام لیا ہے۔ ابن عراق کہتے ہیں کہ الذہبی نے  
تلخیص میں یہ بات کہی ہے کہ اس میں بہت سی رکیک باتیں ہیں۔ واللہ اعلم اور اس  
کا ذکر ایسی قسم میں کیا ہے جس میں ابن جوزی نے تنزیہ الشریعت سے  
مخالفت نہیں کی۔

# فصل اول

اہل بیت کے متعلق قرآنی آیات

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

انما یرید اللہ لیزہب  
عنکم الرجس اہل البیت  
ویطہرکم تطہیراً  
اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم  
اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما کر  
تمہیں اچھی طرح پاک کر دے ۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حضرت  
فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق نازل ہوئی ہے تاکہ  
ضمیر عنکم سے اور جو اس کے مابعد ہے اُسکی تذکیر کی جائے ۔ یہ  
بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت آپ کی بیویوں کے متعلق نازل ہوئی ہے ۔  
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

واذکرن مایتلٰی فی بیوتکم

اور حضرت ابن عباس کی طرف سے یہ بات منسوب کی گئی ہے  
جس میں آپ کا غلام عکرمہ بھی شامل ہے کہ آپ بازار میں منادی کرتے  
تھے کہ اس سے مراد صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور  
بعض دوسرے لوگوں نے اسے آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا  
ہے ۔ کیونکہ وہی آپ کے سکونت مکان میں رہائش پذیر تھیں ۔  
اور اللہ تعالیٰ کے اس قول واذکرن مایتلٰی فی بیوتکم کی وجہ

سے بھی اس آیت کو آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ کے اہل بیت آپ کے نسب والے بھی ہیں۔ جن پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے۔ ایک جمعیت نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اسے ترجیح دی ہے۔ اور ابن کثیر نے اس کی تائید کی ہے کہ اس آیت کا سبب نزول آپ کی بیویاں ہیں۔ اور آپ کے اہل قطعی طور پر اس میں داخل ہیں۔ خواہ اکیلے ہی۔ جیسا کہ ایک قول میں بیان کیا گیا ہے اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ دوسرے بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں۔ اس بارے میں کچھ احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے کچھ پہلے اور کچھ دوسرے نقطہ نگاہ سے تمسک کرنے کے مطابق ہیں۔ مگر اکثریت دوسرے نقطہ نگاہ کے حق میں ہے۔ اس لئے وہی نقطہ نگاہ قابل اعتماد ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اب ہم ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔

احمد نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق ابن جریر نے اسے مرفوعاً ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ کے متعلق۔ طبرانی نے بھی اسے ایسے ہی بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے کہا ہے کہ آپ نے ان سب حضرات کو اپنی چادر میں داخل کیا اور اس آیت کو پڑھا۔ اور صحیح روایت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سب



حضرات پر اپنی چادر ڈالی اور کہا اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا تو تو بھلائی پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تطہیر کے بعد فرمایا جو ان سے جنگ کرے گا میں ان سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں ان سے صلح کروں گا۔ اور جو ان سے دشمنی کرے گا میں ان کا دشمن ہوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان پر چادر ڈال کر ان پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے اللہ یہ لوگ آل محمد ہیں پس تو اپنی صلوٰۃ و برکات آل محمد پر نازل فرما۔ یقیناً تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں چادر میں لپیٹ لیا۔ اور چہرہ بات کہی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ آئے اور اکٹھے ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر دونوں روایتوں کو صحیح قرار دیا جائے تو اس آیت کے نزول پر اس واقعہ کو دو دفعہ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما۔ اور

انہیں اچھی طرح پاک کر دے اور حضرت ام سلمہ نے آپ سے عرض کیا کیا میں آپ کے اہل میں شامل نہیں۔ آپ نے فرمایا تو بھی شامل ہے۔ اور آپ نے ان کے بارے میں دُعا کرنے کے بعد آپ کو چادر میں داخل کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے ان کو جمع کیا اور ان کے لئے بیان شدہ دُعا سے بھی لمبی دُعا کی تو واٹلہ اور حضرت علی نے اُٹھ کر کہا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی دُعا کیجئے آپ نے فرمایا اے اللہ واٹلہ اور علی سے بھی ناپاکی کو دور فرما دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت واٹلہ نے کہا یا رسول اللہ میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا تو بھی میرے اہل سے ہے۔ وابلہ کہتے ہیں جو میں امید کرتا تھا وہی ہوا۔

بیہقی کہتے ہیں گویا آپ نے تشبیہاً اُسے اہل کے حکم میں داخل کیا۔ جو اس نام کا مستحق تھا نہ کہ حقیقتاً۔ محب طبری نے اشارہ کیا ہے کہ آپ نے حضرت ام سلمہ اور حضرت فاطمہ وغیرہ کے گھروں میں یہ فعل دوبارہ کیا ہے۔ اس طرح آپ نے روایات کے اس اختلاف میں تطبیق دی ہے۔ جو ان کی ہیئت اجتماع، ان پر چادر ڈالنے، ان کیلئے دُعا کرنے اور واٹلہ اور ام سلمہ اور آپ کی بیویوں کو جواب دینے میں پایا جاتا ہے۔ اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے ان سے اس قسم کی باتیں حضرت فاطمہ کے گھر میں کیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ اپنی باقی

بیٹیوں، اقارب اور ازواج کو بھی اکٹھا کیا اور حضرت ام سلمہ سے صحیح روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں۔ فرمایا بیشک انشاء اللہ۔

ثعلبی کا خیال ہے کہ اہل بیت سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں اور اس کی تائید حضرت حسن کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کے بیٹوں پر چادر ڈالی اور پھر فرمایا اے میرے رب یہ میرا چچا اور اس کے بیٹے ہیں اور یہی میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں آگ سے اس طرح محفوظ رکھ جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔ پس گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے آمین کہا۔ تو آپ نے تین بار آمین کہا۔

ایک روایت میں ہے جسے ابن معین نے ثقہ اور دوسروں نے ضعیف قرار دیا ہے۔ پھر آپ نے قبائل کو گھرانے قرار دیا اور مجھے ان میں بہترین گھر والا بنایا اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہوا۔ انما یرید اللہ لیزہب عنکم النجس اهل البیت ویطہرکم تطہیراً۔ حاصل کلام یہ کہ سکونت گاہ میں رہنے والے افراد اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ کیونکہ انہیں یہاں مخاطب کیا گیا ہے اور حجب میرے اہل سے مراد نسبی گھر والے ہوں تو وہ بھی اس سلوک میں مخفی طور مراد ہوں گے۔ جو آپ نے ان کے ساتھ کیا جن کا ذکر گذر چکا ہے۔ پس یہاں اہل بیت سے عمومی مفہوم مراد ہے۔ جیسے آپ کی ازواج اور آپ کے نسبی گھر والے۔ اور وہ تمام بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ اور حضرت حسن سے ایک روایت



کئی طرق سے آئی ہے جن میں سے بعض کی سند حسن ہے کہ میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ پس سکونتی گھر کی طرح نسب کی بیٹی بھی آیت میں مراد ہے۔

مسلم نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہلبیت میں ہیں۔ فرمایا آپ کی بیویاں اہلبیت میں شامل ہیں۔ لیکن آپ کے اہلبیت وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے صدقہ کو حرام قرار دیا ہے۔ پس آپ نے اشارہ کیا کہ آپ کی بیویاں آپ کے اس سکونتی گھر کے اہل میں سے ہیں جس کے رہنے والے کسرامات و خصوصیات سے ممتاز ہیں۔ نہ کہ آپ کے نسب اہلبیت، وہ تو صرف وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

پھر یہ آیت اہلبیت نبوی کے فضائل کا منبع ہے۔ کیونکہ ان میں ان کے روشن کارناموں اور بلند شان کا ذکر ہے۔ اس کی ابتدا انہما کے لفظ سے ہوئی ہے۔ جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ ان سے اس ناپاکی کو دور کر دے گا۔ جو ایمانیات میں گناہ اور شک کا موجب ہوتی ہے۔ اور انہیں دیگر اخلاق و احوال مذمومہ سے پاک کر دے گا۔ اور عنقریب بعض طرق میں ان کا آگ پر حرام ہونا بھی بیان ہوگا۔ اور یہ اس تطہیر کا فائدہ ہے جس کی غایت، انابت الی اللہ کا الہام اور اعمال صالحہ پر مداومت اختیار کرنا ہے۔ اور جب ملوکیت کے باعث ان سے ظاہری خلافت

کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یہ خاتمہ حضرت حسن پر نہیں ہوا۔ تو انہیں اس کے عوض باطنی خلافت عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاولیاء انہی میں سے ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ دوسروں سے بھی ہوتا ہے ان میں استاد ابوالعباس المرسی بھی ہیں۔ جیسے کہ ان کے شاگرد تاج بن عطاء اللہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ اور ان کی تہمید سے مراد زکوٰۃ کا ان پر حرام قرار دینا ہے۔ بلکہ امام مالک کے قول کے مطابق نفلی صدقہ بھی ان پر حرام ہے۔ کہ یہ لوگوں کی میل ہونے کے ساتھ لینے والے کی ذلت اور دینے والے کی عزت بھی ہے۔ اس کے عوض انہیں خمس دیا گیا ہے۔ یعنی نے اور غنیمت کا خمس جو لینے والے کی عزت اور دینے والے کی ذلت کا آئینہ دار ہے۔ نیز اس سے یہ بھی باوثوق طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبی گھر والے بھی اہلیت میں شامل ہیں۔ کیونکہ انہیں بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ صدقۃ الفرض زکوٰۃ، نذر، کفارہ وغیرہ کی تحریم میں شرکت سے خاص کیا گیا ہے۔ بعض متاخرین نے اس کی مخالفت کی ہے اور اس امر پر بحث کی ہے کہ نذر، نفل کی طرح ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے نفل کی حرمت کا بھی اشارہ کیا ہے۔ خواہ وہ عمومی رنگ کا ہو۔ یا واضح طور پر بے قیمت ہو۔ ماوردی نے مساجد میں ان کے نماز پڑھنے اور زمزم اور بر رومہ سے ان کے پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور امام شافعی نے ان کے لئے نفل کی حلت کو حضرت امام باقر کے قول سے اخذ کیا ہے۔ جب حضرت امام باقر پر مکہ اور مدینہ کی ندیوں سے پانی

پینے پر عتاب کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہم پر فرق صدقہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام باقرؑ ایسا آدمی اپنے خصائص کی وجہ سے اپنی طرف سے بات نہیں کہتا۔ پس یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ حضرت امام باقرؑ جلیل القدر تابعی ہیں۔ اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت امام کے مرسل قول سے مدد لی ہے اور یہ تحریم تمام بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب اور ان کے غلاموں پر بھی حاوی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی بیویاں بھی اس میں شامل ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اگرچہ ابن عبد البر نے اس پر اجماع بیان کیا ہے۔ اور آپ کی موت کے بعد ازواج کو نفقہ کا لزوم، صدقہ لینے کو حرام نہیں کرتا۔ سوائے اس گم فقرو غربت کی بجائے کسی اور وجہ یعنی قرض اور سفر کی وجہ سے لیا جائے۔ جیسا کہ فقہ میں بیان ہوا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بعض بنو ہاشم کے لئے صدقہ حلال ہے۔ مگر یہ روایت ضعیف اور مرسل ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں اور حضور علیہ السلام کا زرم کے ستھایہ سے پانی پینا حال کا واقعہ ہے جسے اس بات پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ اس میں جو پانی تھا وہ خود حضور علیہ السلام یا آپ کے مازون کا کشید کردہ تھا۔ یہ بات ثابت نہیں کہ وہ حضرت عباس کے صدقہ سے تھا۔ اور آیت کو تطہیر کے مبالغہ پر ختم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ وہ لہارت کے اعلیٰ مقام پر پہنچیں گے اور اس سے آگے بھی بڑھ جائیں گے۔ پھر اس کی تنوین، تعظیم، تکثیر اور اعجاب مفید



کے لئے ہے کہ یہ طہارت متعارف جنس سے نہیں۔ پھر آیت میں جو کچھ طلب کیا گیا ہے اُسے حضور علیہ السلام نے اپنے قول میں دہرایا ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور خود اپنے آپ کو بھی ان میں شمار کیا ہے۔ تاکہ آپ کی سنگ میں منسک ہونے کی وجہ سے ان پر دوبارہ برکت نازل ہو۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ جبریل اور میکائیل کو بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شامل کیا ہے۔ کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر ہیں۔ نیز آپ نے ان پر صلوٰۃ کی تاکید ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اے اللہ تو آل محمد پر صلوٰۃ و برکات نازل فرما۔ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ہے کہ میں ان سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کروں گا۔ اس کا بیان بھی پہلے گزر چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا جس نے میرے قرابت داروں کو اذیت دی۔ اُس نے مجھے اذیت دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

ایک روایت میں ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مجھ سے محبت کئے بغیر مجھ پر ایمان نہیں لاسکتا اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرے اور ان کو اپنی جان کا مقام نہ دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں

جب تک تم ان سے تمسک کرو گے۔ گمراہ نہ ہو گے۔ اسی طرح آپ نے مباہلہ کے واقعہ میں اس آیت قل تعالوا نذرع ابناءنا و ابناءکم الایۃ میں انہیں شامل کیا۔ آپ حضرت حسن کو گود میں اٹھائے حضرت حسین کا ہاتھ پکڑے چلے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے پیچھے چلی آرہی تھیں اور حضرت علی ان کے پیچھے تھے۔ آپ اس کیفیت میں مباہلہ میں آئے یہ لوگ چادر مباہلہ والے ہیں اور آیت مباہلہ میں بھی لوگ مراد ہیں۔ جیسے کہ اس آیت میں سب مراد ہیں۔ انھا یرید اللہ لیزھب عنکم الرجس اہل البیت۔ پس اس آیت میں اہلبیت سے مراد یا جو بھی ان کی فضیلت کے بارے میں یا آل یا قرابت داروں کی فضیلت میں بیان ہوا ہے۔ یہ سب لوگ آپ کی آل ہیں۔ اور یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں۔

اے سخاوی نے القول البدیع میں علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ جس صیغہ میں شہد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے اس میں آل سے کیا مراد ہے۔ فرماتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ جہور نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور شافعی کا بیان ہے کہ احمد کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد آپ کے اہلبیت ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی ازواج اور اولاد مراد ہے۔ کہتے ہیں اسکا تعاقب کیا گیا ہے کہ تینوں روایات میں تطبیق ثابت ہے۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ کسی راوی کو ایک بات یاد ہو جو دوسرے کو یاد نہ ہو اور شہد میں آل سے مراد ازواج اور وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ان میں اولاد بھی شامل ہو جاتی ہے اس طرح احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اور یہ حدیث کہ ہر مومن متقی میری آل ہے۔ ضعیف ہے اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کی تائید کی جائے گی۔ بعض لوگوں نے احادیث کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ نماز میں آل کے لئے دعا ہر مومن اور متقی کو حاوی ہوگی اور حرمت صدقہ میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے مومنین مخصوص ہوں گے اور اس ہمہ گیری کی تائید بخاری سے ہوتی ہے کہ آل محمد نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اسے اللہ آل محمد کا رزق گزارے والا بنادے اور ایک قول میں ہے کہ آل سے مراد صرف ازواج اور اولاد ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصلُّوْنَ  
عَلِ النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا  
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا  
اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضرت  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے  
ہیں اسے مومنو! تم بھی ان پر درود اور  
اچھی طرح سلام بھیجو۔

کعب بن عجرہ سے صحیح روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپ کو سلام کیسے کرنا چاہیئے۔ ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے فرمایا تم کہا کرو! اللہم صل علی محمد وعلی آلے محمد الی آخرہ۔ پس نزول آیت کے بعد ان کا سوال کرنا اور ان کا جواب دینا کہ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد الی آخرہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت میں صلوٰۃ کا حکم آپ کے اہلبیت اور بقیہ آل کے لئے ہے۔ اگر یہ مفہوم مراد نہ ہوتا تو وہ اہلبیت اور آپ کی آل پر صلوٰۃ کے بارے



میں نزول آیت کے بعد دریافت نہ کرتے اور نہ انہیں ایسا جواب ملتا  
 جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ جب انہیں جواب دیا گیا تو پتہ چلا کہ جو احکام  
 دیئے گئے ہیں ان میں ان پر صلوٰۃ پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ اور حضور  
 علیہ السلام نے ان کو اس بات میں اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ کیونکہ آپ پر  
 صلوٰۃ پڑھنے کا مقصد آپ کی مزید تعظیم کرنا ہے۔ اس سے ان کی تعظیم  
 بھی ہوگی اور ایک دفعہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ آپ نے چادر میں  
 انہیں داخل کیا تو کہا اے اللہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے پس  
 تو اپنی صلوٰۃ، رحمت، مغفرت اور رضامندی مجھے اور انہیں عطا  
 فرما اور اس دعا کی استجابت کا قضیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
 آپ کے ساتھ ان پر بھی صلوٰۃ بھیجی اور اس وقت مومنین سے مطالبہ  
 کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ ان پر صلوٰۃ بھیجا کریں۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر صلوٰۃ بتراء نہ بھیجا  
 کرو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلوٰۃ بتراء کیا ہے۔ فرمایا تم  
 کہتے ہو اللہم صل علی محمد اور رک جاتے ہو۔ بلکہ تم کہا کرو  
 اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد صحیحین میں جو آل کے لفظ  
 کو حذف کیا گیا ہے وہ اس کے منافی نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ پڑھیں؟ فرمایا کہا کرو۔ اللہم صل  
 علی محمد وعلی ازواجہ وذراریہ کما صلیت علی ابراہیم الی  
 آخرہ۔ اس لئے کہ آل کا ذکر دوسری روایات سے ثابت ہے اور  
 وہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ سب کچھ فرمایا  
 ہے۔ تو ایک راوی نے وہ بات یاد رکھی جو دوسرے کو یاد نہ رہی

پھر بہت سی روایات میں ازواج اور ذریت کا عطف آل پر ڈالا گیا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دونوں آل میں شامل نہیں اور ازواج کے بارے میں اصح روایت پر بناء کرتے ہوئے یہ بات واضح ہے کہ آل سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں۔ باقی رہی ذریت تو وہ بھی دوسرے اقوال کے مطابق آل میں شامل ہے۔ ان کا آل کے بعد اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے شرفِ عظیم کی طرف اشارہ ہو۔ ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ جو شخص ہم اہلبیت پر درود پڑھ کر پورا پورا ثواب کا وزن لے کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ وہ اللہم صل علی النبی محمد و آلہ واجلہ امہات المومنین و ذریتہ و اہل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم انا محمد و محمد مجید۔ اور صحابہ کا یہ کہنا کہ ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا علم ہے۔ اس میں ان کا اشارہ تشہد میں آپ پر سلام بھیجنے سے ہے۔ جیسا کہ بیہقی وغیرہ نے کہا ہے اور اس کا پتہ مسلم کی حدیث سے لگتا ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے تو ہم نے تمنا کی کہ ہم آپ سے یہ بات نہ پوچھتے پھر آپ نے فرمایا کہا کرو۔ اللہم صل علی محمد و علی آل محمد الحدیث اور اس کے آخر میں آپ نے السلام کا لفظ بھی بڑھایا ہے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور اسے تعلیم سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ انہیں اسی طرح تشہد سکھاتے۔ جیسے کوئی سورت سکھائی جاتی ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ آپ پر سلام پڑھنا تو ہمیں معلوم ہے۔ ہم آپ پر نماز میں صلوٰۃ کیسے پڑھا کریں جو اللہ

نے آپ پر پڑھی ہے تو حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے چاہا کہ کاشن اس آدمی نے آپ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا پھر آپ نے فرمایا جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو کہا کرو۔ اللہم صلّ علی محمد النبی الہی وعلی آل محمد الحدیث۔ یہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ ابن اسحق متفرد ہے اور مسلم نے اسے متابعات میں بیان کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ ائمہ نے اسے ثقہ کہا ہے یہ صرف بدلس ہے اور تدلیس کی علت تحدیث کی تصریح سے زائل ہو گئی ہے جس سے واضح ہو گیا کہ یہ آیت میں امر وار د کے تخریج بیان سے خارج ہے اور آپ کے اس قول کے موافق ہے کہ کہو یہ امر کا صیغہ ہے جو وجوب کیلئے آتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود سے جو صحیح روایت آدمی کے منہ سے میں تشہد کے متعلق آئی ہے۔ کہ پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اپنے لئے دعا کرے۔ یہ ترتیب آپ کی اپنی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ پس یہ مرفوع حکم میں ہو گی اور ابن مسعود سے ہی ایک صحیح روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے سنا کہ اس نے نہ ہی خدا تعالیٰ کی تجبید کی اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی آپ نے فرمایا۔ اس آدمی نے جلدی سے کام لیا ہے۔ پھر اُسے بلایا اور اُسے یا کسی اور کو فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے آغاز کرے۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے پھر جو چاہے دعا کرے اور حمد و ثنا الہی کی ابتدا کا مقام تشہد کا جلوں ہے اس تمام بیان سے حضرت امام شافعی کے قول کی وضاحت ہو گئی کہ



تشہد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے جب آپ کو علم ہو گیا کہ حضور علیہ السلام سے صحیح روایت ہے کہ تشہد میں صلوٰۃ پڑھنے کا امر واجب ہے۔ اور ابن مسعود سے صحیح روایت میں اس کے محل کی تعیین بھی ہے جو تشہد اور دعا کے درمیان ہے اور اس کے وجوب کے متعلق امام شافعی نے جو کہا ہے وہ سنت اور اصولیوں کے قواعد کی صراحت کے مطابق ہے۔ اور اس پر بہت سی صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جنہیں شرح، الرشاد اور الحجاب میں حضرت امام شافعی کو برا کہنے والوں کے واضح رد کے ساتھ بالاستیعاب بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعی اس میں اکیلے نہیں بلکہ ان سے پہلے یہی بات صحابہ کی ایک جماعت نے بھی کہی ہے۔ جس میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور ابو مسعود ابدری وغیرہ شامل ہیں۔ اور تابعین میں سے شعبی اور باقر، اسحاق بن راہویہ اور احمد۔ بلکہ امام مالک کا ایک قول بھی امام شافعی کے موافق ہے۔ جسے صحابہ کی ایک جماعت نے ترجیح دی ہے۔ شیخ الاسلام، خاتمة الحفاظ ابن حجر نے کہا ہے کہ میں نے صحابہ اور تابعین میں سے کسی کی روایت عدم وجوب کے بارے میں نہیں دیکھی۔ سوائے اس کے جو ابراہیم النخعی سے اس کے بیان سمیت نقل کیا گیا ہے کہ اس کے سوا سب وجوب کے قائل ہیں۔ پس یہ خیال کہ امام شافعی اکیلے ہیں اور انہوں نے مختلف شہر کے فقہاء سے اختلاف کیا ہے۔ محض ایک جھوٹا دعویٰ ہے۔ جس کی طرف نہ التفات کیا جاسکتا ہے اور نہ اس پر اعتماد کیا جاسکتا

ہے۔ اور ابن القیم نے کہا ہے کہ تشہد میں صلوٰۃ کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔ اختلاف صرف وجوب اور استحباب میں ہے جن لوگوں نے سلف کے عمل کے مطابق اس کے واجب نہ ہونے سے تمسک کیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اسے اپنی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ اگر ان کے عمل سے مراد اعتقاد لیا جائے تو ان سے عدم وجوب کی نقل صریح کی ضرورت ہوگی اور ایسی نقل کہاں موجود ہے۔ اور عیاض نے جو کہا ہے کہ جن لوگوں نے امام شافعی کو برا کہا ہے۔ اس کا کوئی مفہوم نہیں۔ اس میں کوئی بُرائی ہے کیونکہ انہوں نے اس میں نہ نص کی مخالفت کی ہے نہ اجماع کی اور نہ ہی مصلحتِ رحیمہ کی۔ بلکہ یہ قول تو ان کے مذہب کے محاسن میں سے ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ۷

جب میرے محاسن ہی جن پر مجھے ناز ہے گناہ بن گئے  
ہیں تو مجھے بتاؤ میں کیسے معذرت کروں۔

نوی نے علماء سے نقل کیا ہے کہ وہ حضور علیہ السلام پر صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پڑھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ ایک حافظ حدیث نے کہا ہے کہ میں حدیث کو سمجھتے ہوئے فقط صلوٰۃ لکھا کرتا تھا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا آپ کی کتاب میں صلوٰۃ مکمل نہیں۔ اس کے بعد میں صلیت علیہ وسلمت لکھا کرتا تھا۔ آپ کی سابقہ صلوٰۃ کی تعلیم کی کیفیت سے یہ حجت نہیں پکڑی جاسکتی ہے کہ تشہد میں سلام کو پہلے بیان کیا ہے۔ پس ہمیں افراد نہیں ہو سکتا۔

صلوٰۃ و سلام کا اکٹھا ذکر کسی جگہ آیا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے جو جانور پر سوار ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ طبرانی نے ”الدرعہ“ میں مرفوعاً بیان کیا ہے۔ ایسے ہی دوسروں نے بھی بیان کیا ہے۔ اسے بعض جگہ صرف اختصار کے طور پر حذف کیا گیا ہے۔ یہی صورت آل کے لفظ کے حذف کی ہے۔ دیکھیے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک حضور علیہ السلام اور اہلبیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ دعا قبولیت سے رُک کر رہتی ہے۔ اللہم صل علی محمد و آلہ اور سابقہ احادیث میں آخری تشہد میں وجوب صلوٰۃ کا جو قافیہ بیان ہوا ہے۔ جیسا کہ شافعی نے کہا ہے۔ وہ المروفتہ کی عبارت سے پیدا ہونے والے وہم کے خلاف ہے اور آپ کے بعض اصحاب نے اسے ترجیح دیا ہے۔ اور بیہقی کا بھی یہی خیال ہے۔ اور جس نے عدم وجوب پر اجماع کا ادعا کیا ہے۔ اُسے سہو ہوا ہے۔ لیکن بقیہ اصحاب کا خیال یہ ہے۔ کہ متعدد واقعات کی وجہ سے روایات میں اختلاف ہے اور جس پر طرق نے اتفاق کیا ہے۔ انہوں نے اسے ہی واجب قرار دیا ہے۔

اے سخاوی کہتے ہیں ہمارے شیخ نے نووی کے قول اُس میں اعتراض ہے، کے بارے میں کہا ہے ہاں مفروضہ نکر وہ ہے۔ کہ انسان سرے سے سلام ہی نہ پڑھے۔ اگر کسی وقت آدمی صلوٰۃ پڑھے اور کسی دوسرے وقت سلام پڑھے تو وہ بھی حکم کے مطابق عمل کرنے والا ہوگا۔

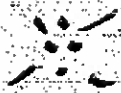


اور وہ ہے آپ پر صلوٰۃ پڑھنا اور جو زائد ہے وہ اکمل کی قبیل سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بعض طرق آپ کے قول کماصلیت علیٰ ابراہیم کے سقوط کی وجہ سے اس کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے۔ حضرت امام شافعی نے دو شعروں میں فرمایا ہے۔

اے رسول اللہ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے۔ تمہارے عظیم القدر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر صلوٰۃ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ لاصلوٰۃ لہ صحیح ہو جو آل پر وجوب صلوٰۃ سے متعلق آپ کے قول کے موافق ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ صلوٰۃ نہ پڑھنے والے کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ پس دونوں میں سے جو واضح قول ہے اس سے موافقت کر لو۔ اے

۳ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے سخاوسی نے حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ کے بارے میں علماء کے دس مذاہب کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کے وجوب عینی اور کفائی کے اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور مجلس میں ایک بار صلوٰۃ پڑھنی چاہیے یا جب کبھی آپ کا اسم شریف آئے اس وقت پڑھنی چاہیے، اور ان کے دلائل کو بڑی تفصیل اور تحقیق سے القول البدیع میں اور ابن قیم نے جلاء الافہام میں بیان کیا ہے



سلام علی ال یاسین سلام ہو ال یاسین پر ۔  
 مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا  
 ہے کہ اس سے مراد آل محمد پر سلام پڑھنا ہے ۔ اور کلبی نے بھی  
 یہی کہا ہے ۔ اور علیہما میں حضور علیہ السلام بطریق اولیٰ داخل  
 ہیں ۔ یا بطریق نص داخل ہیں ۔ جیسے اللہم صل علی آل ابی اذنی  
 میں ہے ۔ لیکن اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت  
 الیاس علیہ السلام ہیں ۔ اور یہ سیاق کا قضیہ ہے ۔

**تفسیر** | اس قسم کے جملوں میں سلام کا لفظ خبر واقع ہوتا ہے ۔  
 جس سے صحیح مراد انشاء و طلب ہوتی ہے اور طلب ، مطلوب منہ  
 کا تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا غیر سے طلب کرنا محال ہے پس  
 اللہ تعالیٰ بندوں پر جو سلام بھیجتا ہے اس کا مفہوم یا تو انہیں  
 سلامتی کی خوشخبری دینا ہوتا ہے ۔ اور یا طلب کی حقیقت مراد ہوتی  
 ہے ۔ گویا اس نے اپنے آپ سے اُسے طلب کیا ہے ۔ جب  
 اللہ تعالیٰ کا سلام اس کے نفسی ازلی کلام کی طرف لوٹا ۔ اور اس میں  
 مسلم علیہ کی کامل سلامتی کے لئے طلب کا پایا جانا غیر محال ہوا ۔ تو یہ  
 نفسی طلب اس کے متعلق ارادہ کی تقاضی ہوئی اور نفس سے طلب  
 کرنا ایک معقول بات ہے ۔ جسے ہر کوئی جانتا ہے ۔ حاصل کلام یہ  
 کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے آپ سے کامل سلامتی طلب کی  
 اور یہ اُن سے اس وقت تعلق رکھتی ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ ان  
 کو اس سے خاص کرنے کا ارادہ کرتا ہے ۔ جیسا کہ اس کے امر و نہی

اپنے قدم کے باوجود ہم سے تعلق رکھتے ہیں۔  
 فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے  
 اہلبیت پانچ باتوں میں آپ سے مساوی ہیں۔ سلام میں جیسا  
 کہ فرمایا السلام علیک ایہا النبی اور فرمایا سلام علی آل  
 یاسین۔ تشہد کی صلوٰۃ میں مہارت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔  
 طہ یعنی اے طاہر اور دوسری جگہ فرماتا ہے ویطہرکم تطہیراً  
 صدقہ کی تحریم میں اور محبت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاتبعونی  
 یحبکم اللہ اور فرمایا لا اسئلكم علیہ اجر الا المودة فی القربی  
 ۴:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وقفوہم انہم مسئلون اور انہیں کھڑا کرو یہ پوچھے جائینگے  
 دہلی نے حضرت ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ  
 حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وقفوہم انہم  
 مسئلون یعنی انہیں کھڑا کرو ان سے حضرت علی کی ولایت کے بارے  
 میں پوچھا جائیگا۔ گویا یہ الواحدی کی مراد ہے کیونکہ اس سے وقفوہم  
 انہم مسئلون کے متعلق مروی ہے۔ کہ وہ حضرت  
 علی اور اہلبیت کی ولایت کے متعلق پوچھے جائیں گے۔ کیونکہ اللہ  
 تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو  
 بتا دیں کہ وہ تبلیغ رسالت پر اقرباء کی محبت کے سوا کوئی اجر طلب  
 نہ کریں گے۔ اور پوچھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ کیا انہوں نے  
 حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق حق موالات  
 ادا کیا ہے یا اسے ضائع کر دیا ہے اور اسے ایک ہمل چیسر



خیال کیا ہے۔ اس کا ان سے مطالبہ ہوگا اور سزا ملے گی۔ اور  
”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق“ کے الفاظ میں  
ان احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس بارے میں آئی ہیں اور  
وہ بہت سی ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ فصل دوم میں ہوگا۔

ان میں سے ایک حدیث مسلم میں زید بن ارقم سے  
بیان ہوئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ دینے کیلئے  
کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا الہی کے بعد فرمایا اے لوگو میں تمہاری  
طرح کا ایک بشر ہوں۔ ممکن ہے میرے رب کا ایلیچی میرے پاس  
آئے اور میں اُسے جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے  
جاری ہوں۔ ان میں ایک تو اللہ کی کتاب ہے جس میں نور و  
ہدایت ہے۔ پس کتاب الہی سے تمسک کرو اور اُسے مضبوطی  
سے پکڑ لو اور آپ نے اس کے متعلق بڑی رعیت اور ترغیب  
دلائی پھر فرمایا دوسرے اہلبیت ہیں آپ نے تین بار فرمایا میں  
تم کو اپنے اہلبیت کے متعلق اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ زید سے  
پوچھا گیا۔ آپ کے اہلبیت کون ہیں کیا آپ کی بیویاں اہلبیت میں  
سے نہیں؟ آپ نے فرمایا بیشک آپ کی بیویاں اہلبیت میں سے  
ہیں۔ لیکن اہلبیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔  
پوچھا گیا وہ کون ہیں۔ فرمایا وہ آل علی آل عقیل اور آل عباس ہیں۔  
پوچھا گیا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے فرمایا ہاں۔

ترندی نے حسن غریب روایت میں بیان کیا ہے کہ حضور  
علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاری

ہوں۔ جب تک تم ان سے تسک کرو گے۔ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک چیز دوسری سے بڑی ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب، ایک ایسی الہی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے۔ اور میرے اہل بیت یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھئے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین ثابت ہوتے ہو۔ احمد نے اپنی مسند میں اسی مفہوم کی حدیث بیان کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ قریب ہے مجھے بلایا جائے اور میں جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہے ہوں۔ کتاب اللہ جو اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین تک پھینچی ہوئی رسی ہے۔ اور میرے اہل بیت اور مجھے لطیف و خیر خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوتے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھئے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین بنتے ہو۔ اس کی سند میں کوئی حرج کی بات نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات حجتہ الوداع کے موقع پر فرمائی۔

ایک دوسری روایت میں بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے یعنی اللہ کی کتاب کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا۔ اور اہلبیت کی مثال، باب حطۃ کی طرح ہے۔ (یعنی وہ دروازہ جس میں داخل ہونے پر گناہ معاف ہوتے ہیں) جو اس میں داخل ہوگا۔ میں اس کے گناہ بخش دوں گا۔ اور ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ میں اس کے بقیہ طرق کے استحضار کو

دہم اور غفلت بتایا ہے بلکہ مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے غدیر خم کے موقع پر یہ بات فرمائی اور یہ جحفہ میں پانی کی جگہ ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ میں تم کو اپنے اہلبیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ ہم نے زید سے کہا آپ کے اہلبیت میں آپ کی بیویاں بھی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایسے ہے جیسے زمانے میں عصر کا وقت۔ پھر وہ اُسے طلاق دے دیتا ہے۔ اور وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس آجاتی ہے۔ آپ کے اہلبیت آپ کے وہ اہل اور عصبہ ہیں۔ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ میں تم میں دو باتیں چھوڑ جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب اللہ اور میرے اہلبیت ہیں۔ طبرانی نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ میں نے آپ سے ان دونوں باتوں کے متعلق دریافت کیا، پس ان دونوں سے آگے نہ بڑھنا اور نہ ان کے بارے میں کوتاہی کرنا۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور تم انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

ایک روایت میں کتاب اللہ اور میری سنت کے الفاظ آتے ہیں اور یہی مراد ان احادیث سے ہے جن میں صرف کتاب کا ذکر ہے کیونکہ سنت کتاب پر مبنی ہے۔ اس لئے کتاب کے ذکر نے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں رہنے دی۔ حاصل



کلام یہ کہ کتاب اللہ، سنت اور اہلبیت میں سے ان دونوں کے علماء سے تمسک کرنے پر ترغیب دی گئی ہے اور ان تمام کے مجموعہ سے یہ بات استفادہ ہوتی ہے کہ یہ تین امور قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان سے تمسک کرنے والی حدیث بہت سے طرق سے آئی ہے۔ جو ہمیں سے زیادہ صحابیوں سے مروی ہے اور اس کے طرق کے متعلق گیارہویں شبہ میں تفصیلی طور پر بیان ہو چکا ہے۔ ان میں سے بعض طرق میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں عرفہ میں یہ بات فرمائی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات مدینہ میں اپنے مرض الموت میں فرمائی جب آپ کے اصحاب کو آپ کی جدائی کا بھرپور یقین ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے غدیر خم پر یہ بات فرمائی۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے طائف سے واپسی کے بعد خطبہ میں یہ بات فرمائی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ان روایات میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ آپ نے کتاب اللہ اور عترت طاہرہ کی عظمت شان کے مطابق اس بات کو بار بار ذکر فرمایا ہے۔

طبرانی نے ابن عمر سے ایک روایت کی ہے جس میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری بات یہ فرمائی کہ میرے اہل بیت کے متعلق میرے جانشین بننا اور طبرانی اور ابوالشیخ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی

حفاظت نہیں کرے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسی ہیں۔  
فرمایا حرمتہ الاسلام، میری حرمت اور میری قرابت کی حرمت، اور بخاری  
میں حضرت صدیق کا ایک قول ہے۔ اے لوگو حضور علیہ السلام کے اہلبیت  
کے متعلق محمد رسول اللہ کو دیکھو یعنی ان سے سلوک میں ان کا لحاظ رکھو اور  
انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔

ابن سعد نے اور الملائ نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ  
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے متعلق اچھی وصیت کرو کیونکہ  
میں کل تم سے ان کے بارے میں جھگڑا کروں گا۔ اور جس کا میں مقابل  
ہوا اللہ اس سے جنگ کرے گا۔ اور جس سے اللہ جنگ کرے گا۔ وہ  
آگ میں داخل ہوگا۔ اور آپ نے فرمایا جس نے میرے اہلبیت کے بارے  
میں میرا لحاظ رکھا اس نے اللہ سے عہد لے لیا اور ابن سعد نے بیان  
کیا ہے کہ میں اور میرے اہلبیت جنت کا ایک درخت ہیں۔ جس کی  
شاخیں دنیا میں ہیں۔ جو چاہے وہ اپنے رب کے پاس راستہ بنالے  
اور الملائ نے ہر جانشین کے متعلق حدیث بیان کی ہے کہ میرے اہل  
بیت کے ساتھ وہ عدل کریں گے اور اس دین سے گمراہوں کے  
تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب کردہ باتوں اور جاہلوں کی تاویل  
کو دور کریں گے۔ یاد رکھو تمہارے ائمہ خدا کے پاس تمہارے  
وفد ہیں۔ اچھی طرح غور کرو کہ تم کس کو وفد بنا کر بھیجتے ہو اور  
احمد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ سب تعریف اس خدا کی ہے۔  
جس نے اہلبیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور حضرت حسن کی  
حدیث میں ہے اگاہ رہو کہ میرے اہلبیت اور انصار میرے اسرار و

معارف کے ظرف ہیں۔ ان کے اچھے آدمی کو قبول کرو اور بُرے سے درگزر کرو۔

تسلیم

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور عترت کا نام لیا ہے۔ اور اہل ہنسل اور قریبی تعلق داروں کو ثقلین کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ثقل ہر نفیس اور اہمیت والی اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں۔

اور یہ دونوں ایسی ہی چیزیں ہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک علوم لدنی اور اسرار اور شاندار حکمتوں اور احکام شرعیہ کی کان ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتدا، تسک اور ان سے علوم سیکھنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اہلبیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام ثقلین ان کے حقوق کی رعایت کے وجوب کے بوجہ کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

پھر جن لوگوں کے متعلق ترغیب دلائی گئی ہے وہی کتاب و سنت کے عارف ہیں۔ کیونکہ وہ حوض کوثر تک کتاب کو نہ چھوڑیں گے۔ اور اس کی تائید گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے کہ تم انہیں نہ سکھاؤ۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے امتیاز رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ناپاکی کو دور کر کے انہیں اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ اور روشن کرامات اور بیشمار خوبیوں سے انہیں نوازا ہے۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ ہو چکا ہے اور عنقریب قریش کے بارے میں وہ حدیث



آئے گی کہ ان سے سیکھو کہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور جب یہ عموم قریش کیلئے ثابت ہو گیا تو اہلبیت ان سے بدرجہ اولیٰ اس بات کے اہل ہوئے کیونکہ وہ ان سے ایسی خصوصیات سے ممتاز ہیں۔ جن میں بقیہ قریش شریک نہیں لے اور جن احادیث میں اہلبیت سے تمسک کی ترغیب دلائی گئی ہے ان میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ قیامت تک ان میں سے کسی کے ساتھ تمسک میں انقطاع نہیں کرنا۔ کیونکہ کتاب عزیزیٰ کچھ بیان کرتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ اہل زمین کی امان ہیں۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ اور گذشتہ حدیث بھی اس کی شہادت دیتی ہے۔ کہ میری اُمت کے ہر باقی رہنے والے آدمی کے لئے میرے اہلبیت میں سے عادل آدمی موجود رہیں گے۔ الیٰ آئندہ پھر جو ان میں سے کسی سے تمسک کرے ان کے امام اور عالم ہونیکے سب سے بڑے حجتار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ہم اس سے پہلے ان کی وسعت علم اور استنباط کے وقائق کو بیان کر آئے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر نے فرمایا ہے کہ حضرت علی عترت رسول ہیں۔ یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن سے تمسک کرنے کے متعلق ترغیب دی گئی ہے۔ گویا آپ نے بھی ہمارے قول کے مطابق انہیں مخصوص کیا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی غدیر خم کے موقع پر آپ کو

لے اہلبیت کے مفہوم کو چار الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔ آل، اہلبیت، ذوالقربیٰ اور عترت۔ اور عترت سے انہیں عشیرہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ذر بیتہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ الزرعمانی علی الموابیہ میں

مخصوص فرمایا ہے اور گزشتہ حدیث میں ابھی جو عیبۂ اور کرش کے الفاظ آئے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان کے اسرار اور ان کی جگہ اور ان کے نفیس معارف کی کان ہیں۔ کیونکہ عیبۂ اور کرش میں سے ہر ایک کے اندر یہ مفہوم مخفی ہے جس سے صلاح اور بہتری ہو۔ کیونکہ عیبۂ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں نفیس سامان محفوظ کیا جاتا ہے اور کرش غذا کے محفوظ کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جس سے نشوونما اور بنیاد کا قوام بنتا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں الفاظ ان کے ظاہری اور باطنی امور سے مختص ہونے کی مثال ہیں۔ جبکہ کرش کا مطروف باطن اور عیبۂ ظاہر کی مثال ہے۔ بہر حال یہ ان کے متعلق وصیت اور مہربانی کرنے کی انتہا ہے۔ اور ان کے برے آدمی سے درگزر کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ حدود اللہ اور حقوق العباد کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں درگزر کرو۔ اس طرح یہ صحیحین کی حدیث کے مفہوم کا محمل بن جاتا ہے کہ برے لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ حدود کو چھوڑ کر اور امام شافعی نے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ وہ لوگ شر کو جانتے ہی نہیں اور کسی دوسرے آدمی کا یہ قول اس کے قریب ہے کہ وہ لوگ کیا شر کو چھوڑ کر صفا شر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب ان میں سے کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو توبہ کر لیتا ہے۔

۵۔۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔  
واعتصموا بحبل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے

جميعا ولا تفرقوا ۔ تمام لو اور تفرقہ نہ کو ۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت جعفر صادق سے بیان کیا ہے کہ کہ آپ نے فرمایا کہ ہم وہ سی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا اور آپ کے دادا حضرت زین العابدین جب یہ آیت تلاوت کرتے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین ۔ تو لمبی دُعا کرتے جو صادقین کے درجہ اور درجات عالیہ کی طلب اور مصائب کے بیان اور ائمہ دین اور شجرہ نبویہ کو چھوڑنے والے بدعتیوں کی ان باتوں پر مشتمل ہوتی جو انہوں نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں پھر فرماتے دوسرے لوگوں نے ہمارے معاملہ میں کوتاہی سے گالیاں دی ہیں اور قرآن کی متشابہ آیات سے حجت پکڑی ہے اور اپنی آراء سے تاویل کی ہے اور حدیث میں جو چیز مسلم ہے اس پر انہوں نے اتہام لگایا ہے ۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اس امت کے پیچھے کوئی کہاں تک گڑتا رہے ۔ اس بدعت کے نشانات مٹ چکے ہیں اور امت نے اختلاف اور تفرقہ اختیار کر لیا ہے ۔ اور لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

ولا تكونوا كالذين تفرقوا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں  
واختلفوا من بعد ما جاء نے بنیات آنے کے بعد اختلاف  
ہم البینات اور تفرقہ کیا ۔

پس اہل کتاب اور ائمہ ہدیٰ سے جو تاریکی کے چراغ ہیں  
ابلاغ حجت اور تاویل حکم کے متعلق پختہ عہد لیا گیا ہے ۔ اور ان



لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر محبت قرار دیا ہے۔ اور مخلوق کو یونہی بغیر محبت کے نہیں چھوڑا۔ کیا تم ان لوگوں کو شجرہ مبارکہ کی فروع اور ان صاف باطن لوگوں کی اولاد کے بغیر کہیں پاتے ہو۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ اور ان کو آفات سے بری کیا ہے۔ اور کتاب میں ان کی محبت کو فرض قرار دیا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
 اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ  
 عَلٰی مَا اٰتٰهُمْ اللّٰهُ مِنْ  
 فَضْلِهِ  
 کیا وہ لوگوں پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔

ابوالحسن المغازلی نے حضرت امام باقر سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد خدا کی قسم ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ  
 اَلَّذِيْ اَيَّاسًا نَّهَيْسُ  
 کہ انہیں تیری موجودگی و انت فیہم۔ میں عذاب دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلبیت میں ان معنوں کے پائے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ اس تعلق میں بہت سی احادیث ہیں جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کی امان ہیں۔ اسے ایک جماعت نے سند ضعیف کے

ساتھ بیان کیا ہے اور ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ جب میرے اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے، تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔

احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان والے ختم ہو جائیں گے اور جب میرے اہلبیت ختم ہو جائیں گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے جسے حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے کہ ستارے اہل زمین کی غرق ہونے سے امان ہیں۔ اور میرے اہل بیت، میری امت کے اختلاف کی امان ہیں۔

جب عربوں میں سے کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کا گروہ بن جاتے ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے آئی ہے۔ جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ کہ میرے اہلبیت تم میں کشتی نوح کی طرح ہیں، جو اس پر سوار ہوگا نجات پائے گا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو اس سے پیچھے رہے گا غرق ہو جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہلاک ہو جائے گا کے الفاظ آئے ہیں۔ اور میرے اہلبیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے بابِ حطہ کی مانند ہے جو اس میں داخل ہوگا اللہ اسے بخش دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اہلبیت کے جن لوگوں کو امان قرار دیا گیا ہے اس سے مراد ان کے علماء ہیں۔ کیونکہ لوگ ان سے ستاروں کی طرح راہنمائی

حاصل کرتے ہیں اور جب یہ لوگ مفقود ہو جائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔ اور یہ نزول مہدی کا وقت ہوگا۔ مہدی کی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان کے زمانے میں دجال قتل کیا جائے گا۔ اس کی بعد پے در پے نشانات ظاہر ہوں گے۔ بلکہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے کے بعد لوگ سات سال ٹھہرے رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس سے سطح زمین پر الیسا کوئی آدمی باقی نہیں رہے گا۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان یا بھلائی ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ اسے موت دے دے گا اور شریر لوگ پرندوں کی پوٹ اور درندوں کے پیٹوں میں باقی رہ جائیں گے۔ جو نیکی سے نا آشنا اور بُرائی کو بُرا نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں جو میرے نزدیک زیادہ واضح ہیں۔ کہ ان سے مراد سارے اہلبیت ہیں۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پیدا کیا ہے تو اس دنیا کو آپ اور آپ کے اہل بیت کی وجہ سے دوام بخشا ہے۔ کیونکہ اہلبیت آپ سے بعض چیزوں میں مساوی ہیں۔ جیسا کہ امام رازی کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور پھر اس لئے بھی کہ آپ نے ان کے حق میں فرمایا اھو اے اللہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ اور اس لئے بھی کہ وہ ایک واسطہ سے آپ کا ٹکڑا ہیں۔ کیونکہ ان کی مال حضرت



فاطمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا ہیں۔ پس امان میں یہ آپ کے قائم مقام ہیں۔ انتہی ملخصاً اور ان کو کشتی سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص ان کو شرف بخشے والے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور ان کے علماء سے ہدایت لے گا۔ وہ مخالفتوں کی ظلمت سے نجات پائے گا اور جو اس سے تخلف کرے گا وہ احسانات کی ناشکری کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور سرکشی کے جنگلات میں ہلاک ہوگا۔ اور ایک حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور آپ کی قرابت کی حرمت اور حرمت اسلام کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ایسا نہیں کرے گا۔ اس کی دنیا و آخرت محفوظ نہیں رہے گی۔ یہ بھی آیا ہے کہ میرے اہلبیت کوثر پر آئیں گے اور میری امت میں جو شخص ان سے محبت کرے گا۔ وہ دو انگلیوں کی طرح ان کے ساتھ اکٹھا ہوگا۔ اس کی شہادت ایک دوسری حدیث سے ملتی ہے۔ کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ اور باب حطہ کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے میں تواضع اور استغفار کے ساتھ داخلہ کو مغفرت کا سبب بتایا ہے۔ یہ دروازہ باب اریحاء یا بیت المقدس ہے۔ اور اس امت کیلئے اہلبیت کی محبت کو مغفرت کا سبب بنایا ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والی لغفار لمن تاب اور میں توبہ کرنے والے، ایمان  
وآمن وعمل صالحاً لانے والے اور عمل صالح بجالانے  
ثم اهتدی۔ والے کو ضرور بخشنے والا ہوں، اور پھر  
ہدایت پانے والے کو۔

ثابت البتانی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اہل بیت  
کی طرف ہدایت پانے والے کو حضرت ابو جعفر الباقر سے بھی  
یہی بیان آیا ہے۔ دیکھی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی  
بیٹی کا نام اس لئے فاطمہ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اور  
اس کے محبوب کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حسین کا ہاتھ  
پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھے ان دونوں اور ان کے ماں باپ کو محبوب  
رکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا یہ  
الفاظ ترمذی نے بیان کئے ہیں اور اسے حسن غریب کہا ہے۔  
”وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا،“ کا مفہوم یہ ہے کہ اس جگہ

اے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے ہے ابن جوزی کہتے ہیں اس میں محمد بن ذکریا  
الغلابی ہے جس نے اسے بنایا ہے۔ ابن عراق کہتے ہیں اسی طرح اسمیں بشر بن ابیہم  
الانصار کا بھی ہے۔ اور حضرت علی کی حدیث میں آیا ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا  
یا رسول اللہ آپ نے فاطمہ نام کیوں رکھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اسکی ذریت کو  
قیامت کے روز آگ سے چھڑا دیا ہے۔ اسے ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور  
اس کی سند میں نظر ہے جیسا کہ تنزیہ الشریعۃ میں ہے۔

قرب و شہود کی معیت ملا ہے نہ کہ معیت مرتبی و مقامی ،

ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ

نے بتایا کہ سب سے پہلے میں حضرت فاطمہ ، حضرت حسن ، حضرت حسین  
جنت میں داخل ہوں گے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے مجھوں  
کا کیا بنے گا ؟ فرمایا وہ تمہارے پیچھے ہوں گے ۔ اور حضرت ابو بکر کے  
فضائل میں بھی یہ بات بیان ہوئی ہے ۔ ان دونوں حدیثوں کی تطبیق بیان  
ہو چکی ہے جس سے اس حدیث کا محمل معلوم ہو سکتا ہے

روافض اور شیعہ کو ( خدا ان کا ستیاناس کرے ) ان احادیث

سے یہ وہم نہ ہو کہ وہ اہلبیت سے محبت رکھتے ہیں ۔ اس لئے کہ

انہوں نے ان کی محبت میں یہاں تک افراط سے کام لیا ہے ۔ جو

انہیں تحفیر صحابہ اور تفضیل امت تک لے آئی ہے ۔ اور حضرت

علی نے فرمایا ہے کہ میرا محبوب مفرط جو میری تعریف میں وہ باتیں

کہتا ہے جو مجھ میں موجود نہیں ہلاک ہو جائے گا ۔ اور یہ حدیث

بھی بیان ہو چکی ہے کہ مومن کے دل میں حضرت علی کی محبت اور حضرت

ابو بکر اور حضرت عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے اور ان احمقوں اور گمراہوں

نے آپ کے اور آپ کے اہلبیت کے متعلق افراط سے کام لیا ہے ۔ پس

ان کی محبت ان کے لئے عار اور ہلاکت ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا

کرے کہ وہ کہاں پھیرے جاتے ہیں اور طبرانی نے بسند ضعیف

بیان کیا ہے کہ حضرت علی ایک دن بصرہ میں سونے چاندی سمیت

تشریف لائے ۔ فرمایا سفید اور زرد میرے غیر کو دھوکہ دے ۔ اہل شام

کل جب تم پر غالب نہیں گئے تو دھوکہ دیں گے ۔ آپ کی یہ بات



لوگوں کو گراں گزری اور انہوں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے لوگوں میں منادی کروائی وہ آئے تو آپ نے فرمایا میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تو اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا۔ اور تیرے شیعہ راضی اور پسندیدہ ہوں گے اور تیرے دشمن اس کے سامنے غضبناک ہو کر جکڑے ہوئے ہوں گے۔ پھر حضرت علی نے ان کے جکڑے ہوئے ہونے کی کیفیت دکھانے کے لئے اپنا ہاتھ گردن پر رکھا۔ آپ کے شیعہ اہل سنت ہیں کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ حقیقت میں ان کے دشمن ہیں کیونکہ شریعت کے قوانین کی حدود سے خارج اور ہدایت کے طریقوں سے ہٹانے والی محبت سب سے بڑی عداوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی محبت ان کی ہلاکت کا باعث بن جائے گی۔ جیسا کہ ابھی صادق و معقول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان ہو چکی ہے اور اہل شام میں سے خوارج وغیرہ ان کے دشمن ہیں نہ کہ حضرت معاویہ اور اس قسم کے صحابہ کیونکہ وہ تاویل کرنے والے ہیں۔ ان کے لئے اجر ہے اور آپ اور آپ کے شیعوں رضی اللہ عنہم کیلئے دواجر ہیں۔ اور ہمارے قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ بدعتی، رافضی اور شیعہ حضرت علی اور آپ کی ذریت کے شیعہ نہیں بلکہ ان کے دشمن ہیں۔ جیسا کہ صاحب المطالب العالیہ نے حضرت علی سے بیان کیا ہے۔ اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ ایک گروہ کے پاس سے گزرے اور وہ جلدی آپ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے آپ

نے پوچھا آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا امیر المومنین ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا پھر فرمایا اسے لوگو کیا وجہ ہے کہ میں تم لوگوں میں اپنے شیعوں کی علامات اور اپنے محبوبوں کا حلیہ نہیں دیکھتا تو وہ شرم سے چپ ہو رہے۔ آپ کے ایک ساتھی نے آپ سے کہا ہم آپ کو اس ذات کا واسطہ دے کر دریافت کرتے ہیں جس نے آپ کو اہلبیت میں سے بنا کر آپ کو عزت دی ہے۔ اور خاص کیا ہے۔ اور آپ سے محبت کی ہے۔ آپ نے ہمیں اپنے شیعوں کی صفت کیوں نہیں بتائی تو آپ نے فرمایا ہمارے شیعوں کی صفات یہ ہیں کہ وہ عارف باللہ ہوتے ہیں۔ اور امر الہیہ پر عمل کرتے ہیں۔ صاحب فضیلت اور صاف گو ہوتے ہیں۔ ان کی خوراک گذار سے کے موافق اور لباس درمیانہ ہوتا ہے۔ ان کی چال میں تواضع ہوتی ہے۔ وہ اطاعت الہی میں سرشار ہوتے ہیں۔ اور اس کی عبادت میں خضوع اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور ان کے کان اپنے رب کے علم پر ہوتے ہیں۔ تنگی اور آسائش میں ان کی حالت ایک جیسی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قضا سے راضی رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے موت مقدر نہ کی ہوتی تو لقاء الہی کے شوق، ثواب اور عذاب الیم کے خوف سے ان کی رو میں چشم زدوں کے لئے بھی ان کے جسموں میں نہ ٹھہرتیں۔ ان کے دل میں خالق کی عظمت ہوتی ہے اور ماسویٰ کی ان کی نگاہوں میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ ان کی اور جنت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے جنت کو دیکھا

ہے اور وہ اس کے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کی اور آگ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے دوزخ کو دیکھا ہے اور انہیں اس میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے تھوڑے دنوں صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں طویل راحت عطا کی۔ دنیا نے ان کو چاہا مگر انہوں نے دنیا کو پسند نہ کیا۔ دنیا نے ان سے طلب کیا تو انہوں نے اُسے عاجز کر دیا وہ رات کو صف باندھ کر قرآن کریم کے اجزاء کو سنوار کر پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کی اشال سے اپنے آپ کو نصیحت کرتے ہیں اور کبھی اس کی دوا سے اپنی بیماری کی شفا طلب کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنی جبینوں، پتھلیوں گھٹنوں اور پاؤں کی اطراف کو بچھا دیتے ہیں۔ ان کے آنسو ان کے رخساروں پر رواں ہوتے ہیں وہ جبار عظیم کی تہجد کرتے ہیں اور اپنی گردنوں کو چھڑانے کے لئے اس کی پناہ لیتے ہیں۔ یہ تو ان کی رات کی حالت ہے۔ دن کو وہ نیک حکماء اور متقی علماء ہوتے ہیں۔ ان کو ان کے پیدا کرنے والے کے خوف نے چھل کر رکھ دیا ہے۔ وہ پیالے کی طرح ہیں۔ تو انہیں بیمار خیال کرے گا۔ یا تو اس باختہ، حالانکہ وہ ایسے نہیں ہوتے بلکہ عظمت الہی اور اس کی حکومت کی سختی نے ان کو ایسے مدہوش کر رکھا ہے جس سے ان کے دل اُڑ گئے ہیں اور ان کی عقلیں جاتی رہی ہیں۔ اور جب وہ اس سے ڈرتے ہیں تو پاکیزہ اعمال سے خدا تعالیٰ کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ وہ اس کے لئے تھوڑے عمل سے راضی نہیں ہوتے اور نہ زیادہ عمل کو زیادہ خیال کرتے



ہیں۔ وہ اپنے آپ پر تہمت لگاتے ہیں اور اپنے اعمال سے  
 خوفزدہ رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر کسی کو تو دیکھئے گا کہ وہ دین  
 میں قوی، نرمی میں محتاط، یقین میں مومن، علم کا حریص، فقر میں  
 فہیم، حلم میں علیم، ارادے میں عقلمند، مال داری میں میانہ روی  
 فاتے میں صابر، شفقت میں مستقل مزاج، عبادت میں خشوع  
 کرنے والا، غریب کے لئے رحمت، حق کی ادائیگی کر نیوالا  
 کمانے میں نرم رو، حلال کا طلبگار، ہدایت میں کوشاں، خواہشات  
 سے بچنے والا، جہالت اُسے دھوکہ نہیں دیتی۔ وہ اپنے عمل کا  
 حساب کرنا نہیں چھوڑتا۔ عمل میں دھیما، اپنے اعمال صالحہ کے  
 متعلق خائف، صبح کو اس کا نام ذکر الہی اور شب کو شکر الہی، وہ  
 غفلت کی نیند سے ڈرتے ہوئے رات گزارتا ہے اور صبح کو  
 فضل و رحمت کے حاصل کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ اُسے باقی  
 رہنے والی چیزوں سے رغبت ہوتی ہے۔ اور فنا ہونے والی  
 چیزوں سے بے رغبتی، وہ علم و عمل اور علم و حلم کو ملائے رکھتا  
 ہے۔ اس کی کوشش دائمی ہوتی ہے۔ بستی اس سے دور  
 رہتی ہے اس کی امید قریب ہوتی ہے۔ اس کی لغزشیں  
 محوٹری ہوتی ہیں۔ اس کی موت متوقع ہوتی ہے۔ اس کا دل  
 عاشق اور شاکر ہوتا ہے۔ وہ اپنے نفس پر قانع ہوتا ہے۔  
 اپنے دین کو بچانے والا ہوتا ہے۔ اپنے غصے کو پینے والا ہوتا  
 ہے۔ اس کا پڑوسی اس سے امن میں ہوتا ہے۔ اس کا معاملہ  
 سہل ہوتا ہے۔ اس میں کبر معدوم ہوتا ہے۔ اس کا صبر واضح



اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ وہ شخص اس قوم کی محبت کا کیسے گمان کرتا ہے جس نے کبھی ان کے اخلاق میں سے کسی خلق کو نہیں اپنایا اور نہ ان کے کسی قول پر غم بھر میں عمل کیا ہے۔ اور نہ کبھی ان کے کسی فعل کی پیروی کی ہے۔ اور نہ ان کے انحال میں سے کسی چیز کے سمجھنے کی اہلیت پیدا کی ہے۔ حقیقت میں یہ محبت نہیں بلکہ ائمہ شریعت و طریقت کے نزدیک بغض ہے جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے اور نفس کی محبوبیات اور مرغوبات کے مقابلہ میں اس کی مرضی اور محبت کو ترجیح دی جائے۔ اس کے اخلاق و آداب سے ادب سیکھا جائے۔ حضرت علی نے فرمایا ہے کہ میری محبت اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ دونوں ضدیں ہیں جو جمع نہیں ہو سکتیں۔

۹۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَمَنْ حَادِثٌ فَيَدُ مِنْ      اور جو علم آجانے کے بعد تجھ سے اس  
بعد ماجاءك من العلم      بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دو آؤ  
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعِ ابْنَاءَنَا      ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور اپنے آپ  
وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ      کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں، عورتوں  
وَانفُسَنَا وَانْفُسَكُمْ ثُمَّ      اور اپنے آپ کو بلاؤ۔ پھر ہم دعا کر کے  
نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ      جھوٹوں پر لعنت ڈالتے ہیں۔  
عَلَى الْكَاذِبِينَ۔

کشاف میں ہے کہ اس سے بڑھ کر چادر والوں کی فضیلت پر کوئی قوی دلیل نہیں اور وہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین ہیں۔ کیونکہ جب



یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے انہیں بلایا اور حسین کو گود میں لیا۔ حسن کا ہاتھ پکڑا آپ کے پیچھے حضرت فاطمہ علیہا السلام اور علی آپ دونوں کے پیچھے چلے۔ پس معلوم ہو گیا کہ آیت سے مراد حضرت فاطمہ کی اولاد اور ان کی ذریت ہے۔ جنہیں وہ اپنے بیٹے کہتے ہیں اور آپ کی طرف دنیا و آخرت میں صحیح اور نافع صورت میں منسوب ہوتے ہیں۔

ہم فائدہ کی تکمیل کی خاطر احادیث کو مع ان کے متعلقات کے

ذکر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو آپ کی رشتہ داری قیامت کو سود مند نہ ہوگی۔ خدا کی قسم بیشک میرا رشتہ آپ سے دنیا و آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اور اے لوگو! میں حوض کوثر پر تمہارے لئے فرط ہوں گا۔

ایک ضعیف روایت میں ہے اگرچہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت بریدہ سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے اللہ کے مقابلے میں کچھ کام نہ آئیں گے۔ تو آپ نے خطبہ دیا پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ کچھ کام نہ آئے گا۔ حتیٰ کہ مین کے دو قبیلوں جبا اور حکم کا بھی یہی خیال ہے۔ میں ضرور شفاعت کروں گا۔ یہاں تک کہ جس کی شفاعت میں کروں گا اس کی شفاعت منظور ہوگی اور میری شفاعت کے متعلق تو ابلیس بھی بڑا طمع رکھتا ہے۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ شوریٰ کے روز حضرت علی نے اہل شوریٰ پر حجت کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے

جو رشتہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے مقدم ہو اور میرے  
سوا جس کے وجود کو اپنا وجود اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور  
اس کی عورتوں کو اپنی عورتیں قرار دیا ہو۔ انہوں نے کہا بخدا نہیں۔  
طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو  
اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو اس نے علی بن ابیطالب  
کی صلب میں رکھا ہے۔

ابوالخیر الحاکمی اور صاحب کنز اللطائف نے ابی طالب کے  
بیٹوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کے پاس حضرت عباس بیٹے ابو  
محمّد آپ نے سلام کیا اور حضور علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ  
کر آپ سے معاف کیا اور آنکھوں کے درمیان حصہ کو بوسہ دیا اور  
دائیں ہاتھ بٹھایا۔ حضرت عباس نے کہا کیا آپ کو اس سے محبت ہے۔  
فرمایا اے چچا خدا کی قسم اللہ مجھ سے بھی زیادہ اس سے محبت رکھتا ہے  
اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ اور میری  
ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ دوسرے نے اپنی روایت  
میں یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں۔ کہ قیامت کے روز لوگوں کو پرہ  
داری کے واسطے ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔ مگر اسے  
اور اس کی اولاد کو صحت ولادت کی وجہ سے ان کے ناموں سے پکارا  
جائے گا۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ  
تمام نبی ام سوائے حضرت فاطمہ کی اولاد کے عصبہ کی طرف منسوب

ہوتے ہیں۔ میں ہی ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔ یہ حدیث کئی طرق سے بیان ہوتی ہے۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں۔

ابن جوزی نے اسے العلل المتناہیہ میں درج کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح اور اچھی نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کثرت طرق بعض اوقات اسے حسن کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں بلکہ حضرت عمر سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے حضرت ام کلثوم کے نکاح کا پیغام حضرت علی کو دیا تو انہوں نے اس کی صغیر سنی کا عذر کیا اور یہ بھی کہ انہوں نے یہ رشتہ اپنے بھائی جعفر کے بیٹے کیلئے رکھا ہوا ہے۔ آپ نے انہیں کہا میرا مقصد اس سے شہوت نہیں لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میرے سبب و نسب کے سوا قیامت کے روز تمام سبب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ اور سر عورت کی اولاد کا عصبہ سوائے اولادِ فاطمہ کے بیٹے کے اپنے باپ سے ہوگا۔ کیونکہ میں ان کا باپ اور عصبہ ہوں۔

بیہقی اور طبرانی نے ایسے رجال کی سند سے ایک روایت بیان کی ہے۔ جو اکابرین اہلبیت میں سے ہیں کہ حضرت علی نے اپنی بیٹیوں کو اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں کے لئے تیار کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر نے آپ سے مل کر کہا اے ابوالحسن آپ اپنی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مجھ سے کر دیں آپ نے جواب دیا میں نے انہیں اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں کے لئے روکا ہوا ہے۔ حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم روئے زمین کا کوئی



ایسا شخص نہیں جو میری طرح ان کی حسن صحبت کا خواہاں ہو۔ اے ابوالحسن آپ میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ حضرت علی نے کہا میں نے اس کا نکاح دے دیا۔ حضرت عمر اپنی جگہ روضہ میں انصار و مہاجرین کی مجلس میں واپس آگئے۔ اور کہا مجھے مبارک دو۔ لوگوں نے کہا کس بات کی۔ آپ نے کہا حضرت علی کی بیٹی ام کلثوم کی۔ اور بیان کرنے لگے کہ میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ میری دامادی یا سبب یا نسب کے سوا تمام دامادیاں سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے۔ مجھے ان کی صحبت حاصل تھی۔ میں نے چاہا کہ میرا ان کے ساتھ سبب بھی قائم ہو جائے۔ یہ حدیث اہلبیت کے طریق سے مروی ہے۔ اور وہ جہالت

جو ہمارے زمانے میں حضرت ام کلثوم کے ساتھ حضرت عمر کے نکاح کا انکار کرتی ہے اس سے حیرت میں اضافہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت سے کس قدر نا آشنا ہیں۔ لیکن تعجب کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ کبھی علماء سے ملے ہی نہیں اور اس کے ساتھ ان کی عقل پر حائل و افض چائے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اس جہالت کو ان میں داخل کر دیا ہے۔ اور انہوں نے ان کی اس معاملہ میں تقلید کی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ تو عین جھوٹ اور جس سے مکابرہ کرنا ہے۔ اور جو شخص علماء سے مقابلہ اور کتب اخبار و سنن کا مطالعہ کرے گا وہ ضرور جان لے گا کہ حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو حضرت عمر سے بیاہ دیا تھا۔ اور اس کا انکار کرنا جہالت، عناد، جس سے مکابرہ اور عقل و دین میں خرابی پیدا کرنے والی بات ہے!

بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے جب کہا کہ میں حضور

علیہ السلام سے سببی اور نسبی تعلق کو پسند کرتا ہوں۔ تو حضرت علی نے حسنین سے فرمایا اپنے چچا کو بیاہ دو۔ انہوں نے کہا وہ بھی ایک عورت ہے جو اپنے بارے میں مختار ہے۔ تو حضرت علی غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت حسن نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کہا۔ اے ابا! ہم آپ کی جدائی پر صبر نہیں کر سکتے۔ پھر حسنین نے اپنی بہن کو حضرت عمر سے بیاہ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا خدا کی قسم حضرت علی کی دختر کے متعلق میرے اصرار کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے روز میرے سبب و نسب کے سوا تمام سبب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو حکم دیا اور وہ آراستہ ہوئیں اور انہیں آپ کے پاس بھجوا دیا گیا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہوئے اور انہیں اپنی گود میں بٹھا کر بوسہ دیا اور دعا کی۔ جب وہ کھڑی ہوئیں تو آپ نے اُن کی پنڈلی پکڑ کر فرمایا اپنے باپ سے کہہ میں راضی ہوں، میں راضی ہوں۔ جب وہ آئیں تو اُن سے پوچھا گیا انہوں نے تمہیں کیا کہا ہے تو آپ نے سب بات بتادی۔ تو آپ نے حضرت عمر کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا ان کے ہاں زید پیدا ہوئے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جب حضرت علی کو نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں اجازت طلب کر لوں تو آپ نے حضرت فاطمہ کے بیٹوں سے اجازت لی تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسین خاموش رہے اور حضرت حسن نے بات کی اور حمد و ثناء الہی کے بعد فرمایا اے باپ! عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور حضور علیہ السلام وفات کے وقت تک ان سے راضی رہے پھر وہ خلیفہ بنے اور عدل و انصاف سے کام لیا تو آپ کے باپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے۔ مگر میں نے آپ دونوں بھائیوں کے مشورہ کے بغیر فیصلہ کرنا پسند نہیں کیا پھر آپ نے حضرت ام کلثوم سے فرمایا امیر المؤمنین کو جا کر کہو میرے ابو آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ جس ضرورت کا آپ نے ان سے اظہار کیا تھا وہ بھی انہوں نے پوری کر دی ہے حضرت عمر نے ان کو پکڑ کر اپنے ساتھ چٹایا اور وہ سمجھ گئے کہ انہوں نے اسے مجھ سے بیاہ دیا ہے۔ آپ سے کہا گیا وہ تو چھوٹی بیچی ہیں تو آپ نے گزشتہ حدیث کا ذکر کیا اور اس کے آخر میں ہے کہ میں نے چاہا کہ میرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سبب و دامادی کا تعلق ہو۔ آپ کا انہیں بوسہ دینا اور اپنے ساتھ چٹانا۔ ان کے اکرام کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ وہ صغیر کنی کی وجہ سے اس حد تک نہ پہنچی تھیں کہ انہیں چاہا جاتا اور ایسا کرنا حرام ہوتا اور اگر آپ چھوٹی نہ ہوتیں تو آپ کے والد اس کام کے لئے انہیں کبھی نہ بھیجتے۔ پھر حضرت عمر کی یہ حدیث صحابہ کی ایک اور جماعت جیسے المنذر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابن عمر سے بھی آئی ہے اور اس کا اسناد اچھا ہے۔

ان احادیث سے حضور علیہ السلام کی طرف انتساب کے

تسلیم



عظیم فائدے کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ یہ اس بات کے منافی نہیں دیگر احادیث میں آیا ہے کہ آپ اپنے اہلبیت کو خشیت الہی، تقویٰ اور اطاعت الہی کی ترغیب دیا کرتے تھے اور یہ کہ قیامت کے روز آپ کا قرب تقویٰ اختیار کرنے سے حاصل ہوگا۔ ان میں صحیح حدیث یہ ہے کہ جب آیت **وانذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی تو آپ نے قریش کو بلایا وہ اکٹھے ہوئے تو آپ نے ہر خاص و عام سے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو آگ سے بچائیں یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے صفیہ بنت عبدالمطلب میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا سوائے اس کے کہ تمہاری میرے ساتھ رشتہ داری ہے۔ میں عنقریب اس تعلق کا صلہ دوں گا۔

ابوالشیخ نے ابن جہان سے بیان کیا ہے۔ اے نبی شہم قیامت کے روز لوگ آخرت کو اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔ اور تم دنیا کو اٹھاتے ہوئے آؤ گے میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا۔

بخاری نے اب المفرد میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میرے دوست متقی ہوں گے۔ خواہ نسب کتنا ہی قریب ہو۔ لوگ اعمال کے ساتھ آئیں گے اور تم دنیا کو اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے آؤ گے اور کہو گے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میں اس طرح کہوں گا اور آپ نے اپنے دونوں کندھے موڑ لئے۔ طبرانی نے بیان کیا ہے کہ میرے اہلبیت کا خیال ہے

کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ میرے مقرب ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں  
تم میں سے میرے دوست متقی لوگ ہیں۔ جو بھی ہوں اور جہاں  
بھی ہوں۔

شیخین نے حضرت عمرو بن العاص سے بیان کیا ہے کہ  
میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز میں فرماتے سنا ہے  
کہ نبی فلاں کی آل میرے دوست نہیں۔ میرا دوست تو اللہ اور صالح  
مومن ہیں۔ بخاری نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ انہیں میرے ساتھ  
رشتہ داری کا تعلق ہے۔ اور غمقرب اس تعلق کا میں صلہ دوں گا۔

حب طبری اور دوسرے علماء کے نزدیک اس میں عدم منافات کی وجہ  
یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خود تو کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک  
نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اقارب کو نفع پہنچانے کا اختیار  
دے دے گا۔ بلکہ آپ کی تمام امت آپ کی عمومی اور خصوصی شفاعت  
سے فائدہ اٹھائے گی۔ وہ اپنے مولیٰ کے عطا کردہ اختیار کے سوا  
کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے کہ  
تمہیں مجھ سے رشتہ داری کا تعلق ہے۔ اور غمقرب میں اس تعلق کا صلہ  
دوں گا۔ اور آپ کے اس قول کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے  
کسی کام نہیں آسکتا، کا مفہوم یہ ہے کہ میں از خود تمہارے کسی کام نہیں  
آسکتا۔ سوائے اس کے اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام کے کرنے کا اعزاز بخشنے  
جیسے شفاعت یا مغفرت وغیرہ۔ آپ نے انہیں مقام تنخوف کی رعایت  
عمل کی ترغیب اور دیگر لوگوں سے تقویٰ اور خشیت الہی میں زیادہ حصہ  
لینے کیلئے اس طرح مخاطب کیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے رشتہ کے

حق کی طرف انہیں ایک قسم کی تسلی دینے کے لئے اشارہ کیا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے یہ بات اس وقت کہی جب آپ کو خود اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ کی طرف انتساب نفع دے گا۔ یا شفا کے ذریعہ ایک قوم کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرائیں گے، دوسروں کے درجات بلند کرائیں گے اور ایک قوم کو آگ سے نکلوائیں گے اسی لئے بعض لوگوں پر حدیث ”کل سبب و نسب“ کی تطبیق مخفی رہی ہے

اور انہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی امت، بخلاف دیگر انبیاء کی امتوں کے آپ کی طرف منسوب ہوگی مگر یہ تو جہہ بہت بعید کی ہے۔ اگرچہ الروضہ میں اسے بڑے بڑے لوگوں نے بیان کیا ہے بلکہ حضرت عمر کا حضرت ام کلثوم کے ساتھ شادی کی خواہش کرنا اور حضرت علی ہاجرین اور انصار کا اس کا اقرار کرنا بھی اسے رد کرتا ہے اور سبب و نسب کے ساتھ دامادی اور حسب کا ذکر کرنا بھی اس کی تردید کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضور علیہ السلام کا اس بات پر غضبناک ہونا کہ انکی قرابت فائدہ نہ دے گی۔

بخاری کی ایک حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ لقیہ امتیں بھی اپنے انبیاء کی طرف منسوب ہوں گی۔ کیونکہ اس میں آیا ہے کہ نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ وہ جواب دیں گے ہاں میرے رب میں نے پہنچا دیا تھا تو پھر اللہ ان کی امت سے دریافت کرے گا کیا تم تک اس نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ (الحديث)

اسی طرح دوسری حدیث میں بھی آیا ہے گذشتہ حدیث



میں آپ کے قول کہ میرے دوست متقی ہیں اور میرا دوست اللہ اور صالح مومنین ہیں، سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ آپ کی رشتہ داری، قرابت اور شفاعت کا فائدہ آپ کے اہلبیت کے گنہگاروں کو پہنچے گا اگرچہ اس رشتہ کا انتفاء نہیں کیا گیا۔ لیکن ان کی نافرمانی اور نعت قرب نسب کی ناشکری اور ان کے ایسے اعمال کے ارتکاب کے باعث جو آپ کے حضور پیش ہونے پر آپ کو تکلیف دیں گے، منقفی ہو جائے گا۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اس شخص سے اعراض فرمائیں گے جو کہے گا کہ اے محمد جیسا کہ گذشتہ حدیث میں بیان ہو چکا ہے اور حسن بن حسن السبط سے بعض غالیوں سے فرمایا: تمہارا براہوہم سے اللہ محبت کرو۔ اگر ہم اطاعت الہی کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ تمہارا براہوہم اگر بغیر اطاعت الہی کے اللہ تعالیٰ قرابت رسول کی وجہ سے فائدہ دینے والا ہوتا تو وہ شخص ضرور فائدہ اٹھاتا جو ہم سے حضور علیہ السلام کا بطرحہ کر قریبی ہوتا۔ خدا کی قسم مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے گنہگار کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔ اور اچھے کام کرنے والے کو دو دفعہ اجر ملے گا معلوم ہوتا ہے آپ نے یہ استدلال

اس آیت سے کیا ہے۔

|                      |                               |
|----------------------|-------------------------------|
| یا نساء النبی من یات | اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو |
| منکن بفاحشۃ مبینۃ    | واضح بے حیائی کی مرتکب        |
| یضا عفا لہا العذاب   | ہوئی اُسے دگنا عذاب دیا       |

## خاتمہ

گزشتہ احادیث سے ہمارے اصحاب میں سے صاحب تلخیص کے قول کا میلان معلوم ہو چکا ہے۔ حضور علیہ السلام کے خصائص میں یہ بات بھی ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوگی اور دوسرے لوگوں کی بیٹیوں کی اولاد ان کے جد کفایت اور دوسروں کی طرف منسوب نہ ہوگی۔ اور انقال نے اس سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر کسی کی طرف اس کی بیٹیوں کی اولاد منسوب ہوگی۔ مگر اس کی تردید گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے۔ جس میں آیا ہے کہ ہر ماں کے بیٹے سوائے اولاد فاطمہ کے اپنے اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوں گے۔ پھر آپ کی طرف انتساب کے وہ معنی جو آپ کی خصوصیت بن جاتے ہیں۔ یہ ہیں کہ آپ پر ان کے باپ ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور وہ آپ کے بیٹے ہیں یہاں تک کہ اس بات کو کفایت میں معتبر خیال کیا گیا ہے اور شریعت ہاشمی کسی غیر شریف کو کفو قرار نہیں دیتی اور ان کا یہ قول کہ بنی ہاشم بالمطلب اس صورت کے سوا اپنے محل پر کفو ہیں جیسا کہ میں نے الفتاویٰ کے طویل فتویٰ میں وضاحت سے لکھا ہے یہاں تک کہ وہ آپ کے وقف علی الاولاد اور وصیت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر دوسرے کی بیٹیوں کی اولاد میں ان کے نانا کے ساتھ ان کی ماں کے متعلق یہ احکام نہیں چلتے۔ ہاں نانا، ماں اور باپ کی طرف انتساب میں اس لحاظ سے برابر ہے کہ ذریت

نسل اور عقب کا ان پر اطلاق کیا جاتا ہے اور صاحب تالیف نے خصوصیت سے مراد وہی لیا ہے جو بیان ہو چکا ہے اور القفال نے اس سے عدم خصوصیت مراد لی ہے اور حقیقت میں ان دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے

اس بات کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ حسین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کہنا جائز ہے اور آپ متفقہ طور پر ان کے باپ ہیں۔ اس جگہ یہ ضعیف قول نہیں چل سکتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اب المومنین کہنا جائز نہیں اور جو اس سے منع کرے۔ اس کا قول موثر نہیں۔ یہاں تک کہ حسنین کے بارے میں بھی امویوں سے صحیح حدیث جو حضرت حسن کے بارے میں آگے بیان ہو رہی ہے۔ لکھا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اگرچہ یہ حضرت معاویہ سے منقول ہے مگر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت معاویہ کے سوا باقی امویوں میں سے جو کوئی اس بات سے مانع ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

۱۔ القاسمی نے اپنی کتاب شرف الاسباط میں بیٹیوں کی اولاد پر نبوت اور ذریت اور ان کے اعقاب پر حفۃ اور اسباط کے شمول پر دلائل دیئے ہیں اور اس کو بڑی وسعت دی ہے اور باب الوقف میں علماء کے فتاویٰ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ذریت، عقب، نسل، بنین اور اولاد کے الفاظ بیٹیوں کی اولاد پر بھی چسپاں ہوتے ہیں۔



ہے کہ

وما کان محمد اباً احدا من  
رجالکم

میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔  
یہ آیت اُتدہ نبوت کے انقطاع کے لئے لائی گئی ہے نہ  
کہ باپ کے لفظ کے اطلاق سے منع کرنے کے لئے اس سے مراد یہ  
ہے کہ آپ اکرام و احترام کے لحاظ سے مومنین کے باپ ہیں۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولسوف یعطیک ربک  
فتوضی

عقرب تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا  
کہ تو راضی ہو جائے گا  
قرطبی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں  
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے راضی ہو گئے ہیں کہ  
آپ کے اہلبیت میں سے کوئی آدمی آگ میں داخل نہ ہو۔ سدی  
نے بھی اس بات کو بیان کیا ہے۔

حاکم نے صحیح روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وعدہ فرمایا ہے کہ  
اہل بیت میں جو شخص توحید اور میرے متعلق یہ اقرار کرے گا کہ میں  
نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے۔ اُسے وہ عذاب نہیں دے  
گا۔

اور املا نے بیان کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا  
کی کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو تو  
اللہ نے میری یہ دُعا قبول فرمائی۔

احمد نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نبی ؑ تم اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اگر میں نے جنت کے کسی حلقہ کو پھڑا تو میں تم سے ابتدا کروں گا۔ طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے میرے اہلبیت اور میری امت میں سے میرے محبت ہوں گے مگر یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے ہا جبرین کے فقراء ہوں گے۔ اور اگر پہلی روایت کو صحیح قرار دیا جائے تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ فقراء ہا جبرین کے بعد، سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے وہ لوگ ہوں گے۔

المخلص، طبرانی اور دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اپنی امت میں سے سب سے پہلے میں اپنے اہلبیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش کے اقرب آدمیوں کی، پھر انصار کی، پھر یمن کے ان لوگوں کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور جس کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہوگا اور بزار اور طبرانی اور دوسروں کے نزدیک میں سب سے پہلے اپنی امت میں سے اہل مدینہ، پھر اہل مکہ اور پھر اہل طائف کی شفاعت کروں گا اور انہی دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یوں ہوگی کہ پہلی روایت میں قبائل کی ترتیب اور اس میں ملکوں کی ترتیب کے لحاظ سے شفاعت بیان ہوئی ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ قریش سے ابتدا

کرنے کا مفہوم یہ ہو کہ آپ پہلے اہل مدینہ پھر مکہ پھر اہل طائف پھر انصار اور پھر ان کے بعد دوسرے لوگوں کی شفاعت کریں گے یہی ترتیب اہل مکہ اور اہل طائف سے ابتدا کرنے میں ملحوظ رکھی جائے گی۔

بنو زہرہ طبرانی اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ وہ ہے جس نے پاک دامنی کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دے دیا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اسے اور اس کی ذریت کو آگ پر حرام کر دیا ہے

اے ابن عدی نے ابن مسعود کی حدیث سے عمر بن غیاث کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے پاک دامنی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دے دیا ابن غیاث شیعہ کے شیوخ میں سے ہیں جسے واقطنی اور الذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے اس حدیث کی شاہد ابن عباس کی حدیث ہے جسے طبرانی نے حضرت فاطمہ کے متعلق حضور علیہ السلام کے ایک قول سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بچوں کو عذاب نہیں دیگا۔ مجمع الزوائد میں اسکے رجال کو ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ اور محمد الرضا نے اسے حضرت حسن اور حضرت حسین سے مخصوص قرار دیا ہے۔ اور ابو کریب نے ولد (بیٹے) کے لفظ کو آپ کی نسبی اولاد میں سے اطاعت کرنے والوں کے متعلق عام قرار دیا ہے۔ اور جو حدیث اسکے بعد بیان ہوئی ہے اسکے بارے میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔ اور یہ حدیث کہ میری بیٹی فاطمہ حور ہے۔ اسے خطیب نے بیان کیا ہے مگر یہ ثابت نہیں اور اسمیں کئی عجول آدمی ہیں اور اسماء کی روایت بھی ایسی ہی ہے کہ اس نے حضرت فاطمہ کا حیض و نفاس نہیں دیکھا۔ محب طبری نے اسے ذخائر العقبیٰ میں بیان کیا ہے اور یہ ایک باطل روایت ہے جیسا کہ ابن عراق نے ذکر کیا ہے۔



حافظ ابو القاسم الاشقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اے فاطمہ میں نے تیرا نام فاطمہ کیوں رکھا ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فاطمہ نام کیوں رکھا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔ نسائی نے بیان کیا ہے کہ میری بیٹی فاطمہ آدمیوں کی حور ہے جسے جہنم نہیں آیا۔ اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد اور اس کے محبوبوں کو آگ سے چھڑا لیا ہے۔ طبرانی نے اپنے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔

اسی طرح یہ روایت بھی آئی ہے کہ اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ اے بنی عبدالمطلب۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اے بنو ہاشم میں نے تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ آپ لوگوں کو رحیم و نجیب بنا دے اور یہ دعا بھی کی کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور خوفزدہ کو امن دے اور بھوکے کو سیر کرے۔

الدیلمی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ہم بنو عبدالمطلب یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر بن ابی طالب، حسن، حسین اور عہدی اہل جنت کے سردار ہیں!

حضرت علی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ میں نے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو چار میں سے چوتھا آدمی ہو، سب سے پہلے میں اور تو اور حسن اور حسین جنت میں داخل ہوں گے اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد، ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔

احمد نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ جنت میں داخل ہو اور حسن اور حسین اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے پیچھے ہو اور ہماری بیویاں، ہماری اولاد کے پیچھے ہوں۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں۔ اور انویں آیت میں حضرت علی سے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ اس کا مطالعہ کرو کیونکہ وہ اہم مقام ہے۔ اسی سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جن لوگوں کا نام آج کل شیعہ ہے وہ ابلیس کے شیعہ ہیں۔ کیونکہ اس نے ان کی عقل پر غالب اگر انہیں کھلے طور پر گمراہ کر دیا ہے۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں چار آدمی سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ میں، تو، حسن اور حسین اور ہماری اولاد، ہمارے پیچھے پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔ اس کی سند ضعیف ہے لیکن حضرت ابن عباس کی صحیح روایت اس کی شہادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کا اس کے درجہ میں رفع کرے گا۔ اگرچہ عمل میں وہ

ان سے کم تر ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے

ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی ہم

انہیں انکی اولاد کے ساتھ ملا دیں گے۔

الہامی نے بیان کیا ہے اے علی اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری

اولاد تیرے بچوں تیرے اہل اور تیرے شیعوں کو بخش دیا۔ پس خوش

ہو جاؤ کیونکہ تو حوض کوثر سے بھرے ہوئے پیٹ والا ہے۔ مگر یہ

روایت ضعیف ہے۔ اس طرح یہ روایت بھی ہے کہ تم اور تمہارے

شیعہ حوض کوثر پر سیراب، سفید رو صورت میں آئیں گے۔ اور

تمہارے دشمن پیاسے اور سر اونچا کئے ہوئے ہوں گے۔ یہ حدیث

بھی ضعیف ہے۔ آپ کے شیعوں کی صفات کا بیان گذر چکا ہے پس

مگر اہوں کے دھوکہ اور منکروں، رافضیوں اور شیعہ وغیرہ کی جعل سازی

سے بچو، اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے یہ کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ

بجالائے وہی لوگ مخلوق سے بہتر ہیں

خیال البریۃ۔

حافظ جمال الدین الزندی نے حضرت ابن عباس سے بیان

کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو اور تیرے شیعہ قیامت کے

روز راضی اور رضایافتہ صورت میں آئیں گے اور تیرے دشمن غصے



میں سزاؤں پکے ہوں گے، حضرت علی نے دریافت کیا میرا دشمن کون ہے، فرمایا تو تجھ سے اظہار سبزاری کرے اور تجھ پر لعنت کرے اور جس حدیث میں قیامت کے روز عرش کے سائے میں پہلے جانے والوں کا ذکر ہے اور انہیں خوشخبری دی گئی ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا اے علی تیرے شیعہ اور محب اس روایت میں کذاب راوی بھی ہیں۔ ذرا آپ کے شیعوں کی صفات کو مستحضر کیجئے اور ان گزشتہ اخبار کو بھی ذہن نشین رکھئے جو رافضیوں کے متعلق آغاز باب میں مقدمات میں بیان ہو چکی ہیں۔ دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اے ابوالحسن آپ اور آپ کے شیعہ جنت میں ہوں گے۔ اور وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں وہ اسلام کو ذلیل کرنے والے ہیں پھر وہ اسے پھینک دیں گے اور اس سے یوں نکل جائیں گے۔ جیسے تیرکان سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ انہیں رافضی کہا جائے گا اگر تو انہیں پائے تو ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

دارقطنی کہتے ہیں ہمارے ہاں یہ حدیث بہت طرق سے آئی ہے۔ پھر انہوں نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ میری باری تھی۔ اور حضور علیہ السلام میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پاس آئیں۔ ان کے پیچھے حضرت علی بھی تھے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے علی تو تیرے اصحاب اور تیرے شیعہ جنت میں ہوں گے۔ مگر تیرے محبوب میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اسلام کو ذلیل کریں گے

اس کو پھینک دیں گے۔ قرآن شریف پڑھیں گے۔ مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کی علامت یہ ہے کہ انہیں رافضی کہا جائے گا۔ ان سے جہاد کرنا۔ وہ مشرک ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ان کی کیا علامت ہوگی۔ فرمایا جمعہ اور جماعت میں حاضر نہ ہوں گے۔ سلف پر طعن کریں گے۔

موسیٰ بن علی بن الحسین بن علی نے جو ایک فاضل آدمی تھے

اپنے باپ اور اپنے دادا سے بیان کیا ہے کہ ہمارے شیعہ وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ہماری طرح عمل کریں۔

۱۲۔

وانہ لعامہ للساعة

اور وہ قیامت کی نشانی ہے۔  
مقاتل بن سلیمان اور ان تابع مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عنقریب احادیث میں واضح طور پر آئے گا کہ وہ اہل بیت نبوی میں سے ہوگا اور آیت میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی نسل کے بابرکت ہونے پر دلالت پائی جاتی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے طیب اولاد پیدا کرے گا۔ اور ان کی نسل کو حکمت کے خزانے اور رحمت کی کانیں بنائے گا۔ اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کو مرد و شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دیا ہے اور حضرت علی کے لئے بھی ایسی ہی دعا فرمائی ہے۔ اس کی تشریح اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

نسائی نے سند صحیح سے بیان کیا ہے کہ انصار کے ایک  
گروہ نے حضرت علی سے کہا کاش! فاطمہ آپ کے پاس ہوتی پس  
آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت فاطمہ کے پیغام  
نکاح کے لئے حاضر ہوئے۔ اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے  
ابیطالب کیا کام سے۔ کہنے لگے میں نے حضرت فاطمہ کا ذکر کیا تو حضور  
علیہ السلام نے خوش آمدید فرمایا۔ پھر آپ انصار کے ایک گروہ کی طرف  
تشریف لے گئے جو آپ کے منتظر بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپ سے  
پوچھا حضور نے آپ سے کیا معاملہ کیا کہنے لگے۔ مجھے تو آپ نے خوش آمدید  
کے سوا کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
سے یہی بات تمہارے لئے کافی ہے ایک تو انہوں نے آپ کو اہل  
عطا کیا اور دوسرے رجب، یعنی وسعت پھر شادی کے بعد آپ نے  
حضرت علی سے فرمایا۔ شادی کا ولیمہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت سعد نے  
کہا میرے پاس ایک مینڈھل ہے۔ آپ کے لئے انصار کے ایک گروہ  
نے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیے۔ جب شب زفاف آئی تو آپ نے  
فرمایا کہ مجھ سے ملے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگو کر وضو کیا پھر  
اُسے حضرت علی اور فاطمہ پر ڈالا اور دعا کی اے اللہ ان دونوں کی نسل  
میں برکت دے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے نسل کی جگہ شمل کا لفظ استعمال  
کیا اور شمل کے معنی جماع کے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے  
شمل اور نسل کی بجائے شبلیہما کا لفظ استعمال کیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس  
میں تصعیف ہے اور اگر صحیح ہے تو شمل شیر کے بچے کو کہتے ہیں۔ پس یہ



بات آپ کو کشفاً یا اطلاقاً معلوم ہوئی ہوگی کہ ان کے ہاں حسنین پیدا ہوں گے۔ اور آپ نے ان پر شیر کے دو بچوں کا اطلاق کیا اور وہ واقعی شیر کے بچے تھے۔

ابو علی الحسن بن شاذان نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت علی کے ساتھ حضرت فاطمہ کو بیاہ دینے کا حکم دیتا ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کی ایک جماعت کو بلایا اور وہ مشہور خطبہ ارشاد فرمایا جو الحمد للہ الامام محمد بن عقیل سے شروع ہوتا ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی سے حضرت فاطمہ کو بیاہ دیا۔ اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں اتفاق پیدا کرے اور ان کی نسل کو پاکیزہ بنائے اور اسے رحمت کے خزانے اور حکمت کی گمانیں بنائے۔ اس پر لوگوں نے آمین کہی۔ جب حضرت علی آئے تو حضور علیہ السلام نے متبسم ہو کر آپ سے فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کو آپ سے چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دوں کیا آپ کو یہ بات منظور ہے آپ نے فرمایا یا رسول اللہ میں اس سے راضی ہوں۔ پھر حضرت علی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر

اے اس قصہ اور خطبہ کو خطیب نے تلخیص المتشابہ میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے۔ اور ابن عساکر نے حضرت جابر کی حدیث سے بیان کیا ہے اور یہ دونوں روایات باطل ہیں۔ اور دونوں روایتوں میں سے دوسری میں محمد بن دینار العرفی بھی ہے۔ جیسا کہ تنزیہ الشریعہ میں ہے۔

گئے جب آپ نے سراسٹھایا تو حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو یہ بات مبارک کرے اور تمہیں برکت دے اور تمہاری شان کو بلند کرے اور تم دونوں سے کثیر اور طیب اولاد پیدا کرے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے کثیر اور طیب اولاد پیدا کی۔ اس کے اکثر حصے کو ابو الخیر القزونی الحاکمی نے بیان کیا ہے۔ حضرت علی کی عدم موجودگی میں آپ کا عقد کر دینا جائز ہے۔ کیونکہ یہ حضور علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے کہ وہ جس شخص کا جس سے چاہیں بغیر اجازت کے نکاح کر دیں۔ اس لئے کہ اولیٰ بالمومنین من آپ مومنوں کی جائزوں سے بھی زیادہ انفسہم۔ مقدم ہیں۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کے وکیل کی موجودگی میں کیا ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کو اطلاع دیدی ہو کہ میں ایسا کرنے والا ہوں اور حضرت علی کا یہ کہنا کہ مجھے یہ نکاح منظور ہے۔ اسکا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے وکیل کی موجودگی میں جو نکاح ہوا تھا اس کے متعلق آپ نے اپنی رضا کی اطلاع دی ہو۔ پس یہ حال کا واقعہ ہے جو کئی احتمال رکھتا ہے۔

ابو داؤد سجستانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کے نکاح کے متعلق آپ کو پیغام دیا تو آپ نے اعراف کیا پھر حضرت عمر نے پیغام نکاح دیا تو آپ نے اعراف کیا پھر یہ دونوں حضرت علی کے پاس آئے اور انہیں حضرت فاطمہ کے پیغام نکاح کے متعلق بتایا تو حضرت علی نے جا کر پیغام نکاح دیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا آپ

کے پاس کچھ ہے۔ آپ نے جواب دیا میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔ فرمایا گھوڑا تو تمہارے لئے ضروری ہے اور زرہ کو بیچ کر رقم میرے پاس لے آؤ۔ آپ نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا۔ پھر انہیں اپنی جھولی میں رکھا آپ نے ان سے ایک مٹھی رتم لے کر حضرت بلال کو دیکر فرمایا کہ اس سے خوشبو خرید لاؤ۔ پھر حضرت فاطمہ کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت فاطمہ کے لئے ایک بنی ہوئی چارپائی اور ایک چمڑے کا تکیہ بنایا جس کے اندر چھال بھری ہوئی تھی۔ اور گھریٹ سے اٹا ہوا تھا۔ آپ نے حضرت ام ایمن کو اپنی بیٹی کی طرف جانے کا حکم فرمایا اور حضرت علی سے فرمایا میرے آنے تک جلدی نہ کرنا پھر آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور ام ایمن سے فرمایا یہاں میرا بھائی ہے۔ وہ کہنے لگیں۔ وہ آپ کا بھائی ہے اور آپ اس کی شادی اپنی بیٹی سے کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا بلال۔ پھر آپ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے اور پانی منگوایا وہ پیالے میں پانی لائیں۔ تو آپ نے اس میں کھلی کی۔ پھر اسے آپ کے سر اور چھاتیوں کے درمیان چھڑکا اور دعا کی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر حضرت علی سے فرمایا میرے پاس پانی لاؤ۔ میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا اور پیالہ بھر کر آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس سے میرے سر اور دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا۔ اور دعا کی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر فرمایا اللہ کے نام اور اس کی برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

احمد اور ابو حاتم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی



دعا کی برکت ان کی نسل میں ظاہر ہوئی۔ ان میں سے کچھ گذر چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیدا ہوں گے۔ اگر آنے والوں میں صرف امام مہدی ہی ہوتے تو وہ بھی کافی ہوتے۔ عنقریب دوسری فصل میں احادیث مبشرہ میں سے کافی کچھ بیان ہوگا۔ ان میں سے وہ روایت بھی ہے جسے مسلم، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور ابن ماجہ اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ

المہدی من عتقی من کہ مہدی میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ولد فاطمہ ہوگا۔

احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ  
لولم یبق من الذہر الا یوم اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ  
لبعث اللہ فیہ رجلاً من گیا تو اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک  
عتوقی آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی آئے گا جو زمین کو اس طرح عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔

ایک روایت میں آخری الفاظ کے سوا یہ بیان ہوا ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی بادشاہ نہ بنے گا۔ اس کا نام میرے نام سے موافقت رکھے گا۔

ابوداؤد اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر عمر دنیا سے ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا لمبا کر دے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا جس کا نام میرے نام سے اور اس کے باپ کا نام میرے

باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔ وہ زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

المہمدی منا اهل البيت محمدی ہمارے اہلبیت سے ہو گا۔ اللہ  
یصلیہ اللہ فی لیلۃ۔ ایک رات میں اس کی اصلاح کر دے گا

طبرانی میں ہے کہ مہمدی ہم میں سے ہو گا وہ دین کو ہم پر

ایسے ہی ختم کر دے گا جیسے اس نے ہم سے شروع کیا ہے۔

حاکم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ میری امت کے آخر میں

ان کے سلاطین کی وجہ سے شدید مصیبت کے باعث خلل پڑے گا۔

جس سے زیادہ شدید مصیبت کبھی سنی نہیں گئی۔ یہاں تک کہ کسی آدمی کو

پتاہ نہیں ملے گی تو اللہ تعالیٰ میرے اہلبیت کی اولاد سے ایک آدمی کو

مبعوث فرمائے گا۔ جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے

گا۔ جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ ساکنان زمین و آسمان اس

سے محبت رکھیں گے۔ آسمان بارشیں برمائے گا اور زمین اپنی پیداوار

نکالے گی اور کسی چیز کو روکے نہیں رکھے گی۔ وہ ان میں سات، آٹھ یا

نوسال گزارے گا۔ اہل زمین کے ساتھ خدا تعالیٰ کی جلائی کو دیکھ کر زندہ

مرنے کی تمنا کریں گے۔

طبرانی اور بزار نے اسی قسم کی روایت کی ہے جس میں آیلے

کہ وہ تم میں سات، آٹھ یا زیادہ سے زیادہ نو سال تک ٹھہرے گا۔

ابوداؤد اور حاکم کی ایک روایت میں ہے وہ تم میں سات

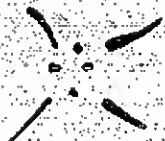
سال حکومت کرے گا۔ اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے میری

امت میں ایک مہدی ظاہر ہوگا جو پانچ سات یا نو سال رہے گا۔ اس کے پاس ایک آدمی آکر کہے گا۔ اے مہدی مجھے دے، مجھے دے۔ تو وہ اس کے کپڑے میں اپنے ہاتھوں سے اس قدر ڈال دے گا۔ جتنا وہ اٹھا سکے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ چھ سات، آٹھ یا نو سال ٹھہرے گا عنقریب یہاں بیان آئیگا جس میں بلاشبہ سات سال پر احادیث کا اتفاق ہے اے احمد اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا۔ وہ اس قدر مال دے گا کہ اُسے کوئی شمار نہ کر سکے گا۔

ابن ماجہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مشرق سے کچھ آدمی نکلیں گے۔ جو مہدی کی بادشاہت کیلئے راہ ہموار کریں گے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔

اے یہ صحیح روایت شیعہ کے اس قول کی تردید کرتی ہے کہ وہ محمد بن عسکری ہیں اور طبرانی کی کتب میں جو کچھ موجود ہے نہ مدعوس ہے۔ روایات کا اختلاف اس بات میں ہے کہ وہ حسن کی اولاد میں سے ہوگا یا حسین کی اولاد سے۔ ان کے درمیان یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ وہ حسن کی اولاد سے ہے یا حسین کی اولاد سے۔

ایک دوسری روایت میں ہے جس میں اس کی اہمات کی جہت سے ولادت کا ذکر ہے۔ کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرت عباس کی اولاد سے ہوگا۔ لیکن صحیح طریق سے اس کی ماں کا نام معلوم نہیں۔





ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ نبی ہاشم کا ایک گروہ آیا جب حضور علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور رنگ متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا ہم آپ کے چہرے پر ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں جسے ہم پسند نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم اہلبیت کے لئے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو پسند کر لیا ہے اور میرے اہلبیت کو میرے بعد شدید مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے جن کے پاس سیاہ جھنڈے ہوں گے۔ وہ بجلائی طلب کریں گے۔ مگر وہ انہیں نہ ملے گی۔ پھر وہ جنگ کریں گے اور ان کی مدد کی جائے گی اور جو انہوں نے مانگا وہ انہیں دیا جائے گا۔ مگر وہ اُسے قبول نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ اُسے ایک آدمی کو دے دیں گے جو میرے اہلبیت میں سے ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح لوگوں نے اُسے ظلم و جور سے بھرا ہوا ہے۔ جو تم میں سے ان لوگوں کے متعلق خبر پائے اُسے چاہیے کہ اُن کے پاس آئے خواہ اُسے برف پر گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی ہوگا۔ اس کی سند میں وہ شخص بھی ہے جسے آخری عمر میں اختلاط کے ساتھ سوء حفظ کی بھی شکایت ہو گئی تھی۔

احمد نے ثوبان سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تم خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلتے دیکھو تو ان کے پاس جاؤ۔ خواہ برف پر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے۔ کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی

ہوں گے۔ اس کی سند میں ایک ضعیف آدمی ہے جس کی کئی منکر روایات ہیں۔ مسلم نے اسے صرف بطور متابعت کے بیان کیا ہے اور جو اس سے پہلے ہے وہ بھی اس میں حجت نہیں۔ خواہ ان دونوں روایات کو اس شخص کیلئے صحیح فرض کر لیا جائے۔ جو ہدی کو بنو عباس کا تیسرا خلیفہ خیال کرتا ہے۔

لغیر بن حماد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا اور میری سنت پر اس طرح جنگ کرے گا جیسے میں نے وحی پر جنگ کی ہے۔

ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا جس کے اگلے دانتوں میں فرق ہوگا۔ اور روشن جبیں ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا اور خوب مال دے گا۔

الرویانی اور الطبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ہدی میری اولاد میں سے ہوگا۔ اس کا چہرہ چمکدار ستارے کی طرح ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور حشم اسرائیلی ہوگا۔ زمین کو ایسے ہی عدل سے بھرے گا۔ جیسے وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی خلافت سے زمین و آسمان والے اور فضا کے پرندے خوش ہوں گے۔ وہ بیس سال تک بادشاہی کرے گا۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ہدی التفات کرے گا اور عیسیٰ بن مریم نازل ہو چکے ہوں گے۔ یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ ہدی ان

سے کہیں گے آگے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ عیسیٰ علیہ السلام  
جواب دیں گے نماز تو آپ کے لئے کھڑی کی گئی ہے اور وہ میری  
اولاد میں سے ایک آدمی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن حبان کی صحیح میں ہے کہ وہ مہدی کی امامت میں نماز  
ادا کریں گے اور صحیح مرفوع روایت یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم نازل  
ہوں گے تو ان کے امیر مہدی کہیں گے ہمیں آکر نماز پڑھا دیجئے  
تو وہ جواب دیں گے کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے بعض لوگوں  
کو بعض پر اعزازی طور پر امام بنایا ہے۔

ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ معاملہ شدت میں دنیا ادبار میں اور لوگ  
بخل میں بڑھتے جائیں گے۔ اور قیامت شریر لوگوں پر قائم ہوگی  
اور عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی مہدی نہ ہوگا۔ یعنی حقیقت میں اسکے  
سوا جز یہ کو ختم کرنے اور مخالف ملتوں کے ہلاک کر دینے کی وجہ  
کوئی مہدی نہ ہوگا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں بیان ہوا ہے کہ  
اس کے سوا کوئی معصوم مہدی نہیں۔

ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبد العزیز  
مہدی ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے سارے عدل  
کی تکمیل نہیں کی۔ البتہ وہ جملہ مہدیین میں سے ایک ہیں۔ لیکن موعود  
آخر زمان نہیں۔ اور احمد نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ ان مہدلوں  
میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ہے کہ



علیکم بسنتی وسنة الخلفاء تم لوگوں پر میرے بعد میری سنت  
الراشدین المہدیین من اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت  
بعدی ۔ کو بچڑنے رکھنا لازم ہے ۔

پھر حدیث لامہدی الا عیسیٰ کی تاویل ہوگی اور وہ بھی  
اس کے ثابت ہو جانے کی صورت میں ۔ وگرنہ حاکم نے کہا ہے کہ میں تو  
اسے حجت بچڑنے کے لئے نہیں بلکہ تعجب کے لئے لایا ہوں ۔ اور یہی  
نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن خالد متفرد ہے ۔ حاکم نے اسے مجہول  
کہا ہے اور اس کی اسناد میں بھی اختلاف کیا ہے ۔ اور نسائی نے  
صراحت کے ساتھ اسے منکر قرار دیا ہے ۔ اور دوسرے حفاظ حدیث  
نے جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس سے پہلے بیان ہونے والی  
احادیث جو مہدی کو اولاد فاطمہ میں سے قرار دیتی ہیں ۔ ان کی اسناد  
صحیح ہے ۔

ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب قائم آل  
محمد کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اہل مشرق اور اہل مغرب کو اکٹھا کر دے گا  
پس رفقاء اہل کوفہ سے ہوں گے اور ابدال اہل شام میں سے اور  
صحیح یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت  
پر اختلاف ہوگا تو مدینہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا مکہ جائے گا ۔  
اس کے پاس اہل مکہ سے کچھ لوگ آئیں گے اور اسے بادل خواستہ  
نکال دینگے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کر لیں گے  
ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا اور وہ انہیں مکہ اور مدینہ  
کے درمیان ویرانے میں دھنسا دے گا ۔ جب لوگ یہ بات دیکھیں گے

تو شام کے ابدال اور عراق کے لشکر آکر اس کی بیعت کریں گے۔ پھر قریش سے ایک آدمی اُٹھے گا۔ جس کے ناموں بنو کلب سے ہوں گے وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا اور وہ ان پر غالب آجائیں گے یہ لشکر بنو کلب کا ہوگا اور بنو کلب کی غنیمت میں حاضر نہ ہونے والا نقصان میں رہے گا۔ وہ لوگوں میں مال تقسیم کرے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل کرے گا۔ اور اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا ہمارا بنی خیر الانبیاء ہے اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا شہید خیر الشہداء ہے اور وہ تیرے باپ کا چچا حمزہ ہے۔ اور ہم میں سے ہی وہ شخص ہے جو دو بیروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہے اڑتا پھرتا ہے اور وہ تیرے باپ کے چچا کا بیٹا جعفر ہے اور ہم میں سے ہی اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ حسن اور حسین ہیں جو تیرے بیٹے ہیں۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان سے دو قبیلے نکلیں گے جن کی نسل سے بڑی مخلوق پیدا ہوگی اور ہم میں سے ہی مہدی ہے۔

اے مہدی کی احادیث بیشمار اور متواتر ہیں بہت سے حفاظ نے انکے متعلق کتابیں تالیف کی ہیں جن میں ابونعیم بھی ہیں۔ ابونعیم نے جو کچھ بیان کیا ہے اُسے سیوطی نے العرف الوردی فی اخبار المہدی میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس سے بھی زائد بیان کیا ہے۔ اس بارے میں ابن حجر مؤلف کتاب ہذا کی بھی ایک کتاب ہے جس کا نام کتاب المختصر فی علامات المہدی المنظر ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ گیا تو وہ اس دن کو اس قدر لمبا کر دے گا یہاں تک کہ میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی بادشاہ بنے گا جو جبل و یلم اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔

حاکم نے ابن عباس سے صحیح روایت کی ہے کہ ہم اہلبیت میں سے چار آدمی ہوں گے۔ سفاح، منذر، منصور اور مہدی۔ اگر آپ نے اہلبیت سے مراد جمیع بنی ہاشم لئے ہیں تو پہلے تین حضرت عباس کی نسل سے ہوں گے۔ اور آخری حضرت فاطمہ کی نسل سے ہوں گے۔ پس اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ چاروں حضرت عباس کی نسل سے ہوں گے تو ممکن ہے آپ نے اپنے کلام میں مہدی کا مراد نبی عباس کا تیسرا خلیفہ لیا ہو۔ کیونکہ وہ نبی عباس میں عدل تمام اور سیرت حسنہ کے لحاظ سے ایسے ہی تھا۔ جیسے نبی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اس لئے بھی کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مہدی کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ اور یہ مہدی ایسا ہی تھا۔ کیونکہ اس کا نام محمد بن عبداللہ المنصور تھا۔ اور اس کی تائید ابن عدی کے حدیث سے ہوتی ہے کہ مہدی میرے چچا عباس کی اولاد سے ہوگا۔ لیکن ذہبی نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن الولید مولیٰ بنی ہاشم متفرد ہے جو حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ اور اس وصف کو جسے ابن عباس نے مہدی پر حمل کیا ہے۔ اس بات کے منافی نہیں کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے



بھری ہوئی ہے۔ اس کے زمانے میں درندے اور چوپائے امن سے  
رہیں گے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے باہر پھینک دے گی۔ یعنی  
چاندی اور سونے کے ستونوں کی طرح۔

ان اوصاف کو مہدی عباسی پر بھی منطبق کیا جاسکتا ہے۔  
اور جب آپ کے کلام کو ہمارے بیان کے مطابق حل کیا جائے تو یہ  
سابقہ احادیث صحیحہ کے منافی نہیں ہوتا کہ مہدی اولاد فاطمہ سے ہوگا کیونکہ  
اس میں مہدی کا سے مراد آخری زمانے میں آنے والا مہدی ہے جس کی  
اقتداء عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ مہدی کے بعد بارہ آدمی ولی الامر  
ہوں گے۔ جن میں سے چھ حضرت حسن کی اولاد سے اور پانچ حضرت  
حسین کی اولاد سے ہوں گے۔ اور آخری ان کے علاوہ ہوگا۔ یہ نہایت  
کمزور روایت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام اور حافظ الشہاب ابن حجر نے  
کہا ہے۔ یعنی یہ ان احادیث صحیحہ کے مخالف ہے جن میں اس کے  
آخری زمانے میں آنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کی اقتداء کرنے  
کا ذکر ہے۔

طبرانی کی حدیث میں ہے کہ عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں  
گے۔ پھر خلفاء کے بعد امراء ہوں گے۔ پھر امراء کے بعد بادشاہ ہوں  
گے۔ بادشاہوں کے بعد جابر لوگ ہوں گے۔ پھر میرے اہلبیت میں  
سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر  
دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ پھر قحطانی کو حکم  
دیا جائے گا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا

ہے۔ وہ اس سے کم نہ ہوگا اور ایک نسخہ میں ہے کہ وہ اس کو قوت دیں گے۔ جس پر ہم نے ابن عباس کے کلام کو محمول کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے اس روایت پر محمول کیا جائے جو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے کہ وہ اُمت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں میں ہوں اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخر میں ہوں گے۔ اور مہدی اس کے وسط میں ہوگا۔

ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد مہدی عباسی ہوگا پھر میں نے بعض کو دیکھا ہے کہ وہ حدیث میں وسط سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ اُمت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں میں ہوں اور اس کا مہدی وسط میں ہوگا اور مسیح بن مریم اس کے آخر میں ہوگا یعنی آخر سے قبل۔

احمد اور مادر دی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی کے بارے میں تمہیں نہ شہنجر ہی ہو کہ وہ قریش میں سے میری اولاد میں سے ہوگا۔ وہ لوگوں میں اختلاف اور کمزوری کے وقت ظاہر ہوگا۔ اور زمین کو جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ ساکنان زمین و آسمان اس سے راضی ہوں گے۔ وہ مال کو صحیح طور پر برابر تقسیم کرے گا۔ اور اُمت محمدیہ کے دل کو تو نگری سے بھر دے گا۔ اس کا عدل سب پر حاوی ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ منادی کو حکم دے گا تو وہ منادی کرے گا کہ جس کو ضرورت ہو میرے پاس آئے۔ تو سوائے ایک آدمی کے اور کوئی اس کے پاس نہ آئے گا وہ اگر اس سے سوال کرے گا

خادم آؤ تاکہ میں تجھے دوں۔ وہ اس کے پاس آکر کہے گا میں تیرے پاس  
 ہمدی کا پیغام بر بن کر آیا ہوں تاکہ تو مجھے مال دے وہ کہے گا دو۔ وہ  
 اُسے اتنا دے گا کہ وہ اُسے اٹھانے کی سکت نہ رکھے گا۔ یہاں تک  
 کہ وہ اتنا دے گا جتنا اٹھا سکتا ہوگا۔ وہ اُسے لے کر چلا جائے گا۔  
 اور کہے گا میں محمد کی امت سے سب سے زیادہ حریص تھا۔ سب  
 آدمیوں کو اس مال کی طرف بلایا گیا اور میرے سوا سب نے اسے چھوڑ  
 دیا اور وہ اسے لوٹا دے گا۔ پس وہ کہے گا ہم جو چیز دے دیے  
 اُسے قبول نہیں کیا کرتے وہ اس حالت میں چھ، سات، آٹھ یا نو  
 سال رہے گا۔ اس کے بعد دنیا میں کوئی بھلائی نہیں رہے گی۔

لے عسکری کی پوشیدگی اور خاص شیعوں کے سامنے اس کا ظہور اس بات سے  
 منافی ہے جسے ابی عبد اللہ الحسین سے بیان کیا گیا ہے کہ اُسے اولیاء  
 کے سوا کوئی نہیں پہچانتا اور امام باقر سے اس کے ظہور اور پوشیدگی کے بارے  
 میں جو بیان کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو علمائے اہلسنت نے ہمدی کے بارے میں بیان  
 کیا ہے کہ وہ طویل عرصہ تک غیب رہے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ  
 تھوڑا عرصہ غیب رہے گا اور طائف کے پہاڑوں میں چھپے گا پھر ظاہر ہوگا۔ اور  
 مکہ کے پہاڑوں میں چھپے گا وہ خاص شیعوں کے سامنے عسکری کے ظہور کو ظہور نہیں  
 کہتے اور نہ ہی ذی طوی میں پر اب میں بقول ان کے اسکے ظہور کو مانتے ہیں۔ اسکے  
 ظہور کی علامات کا ذکر سیوطی اور برزنجی نے الاشاعت میں کیا ہے۔ اسکی حکومت  
 میں روایات کا اختلاف پانچ سے پالیس سال تک ہے۔ ابن حجر نے القول المختصر میں  
 زنجی تطبیق دی ہے کہ یہ سب صحیح ہیں۔ اسکی حکومت تنفادات الظہور والقوس ہے اکثر  
 اس کو کل شد پر حمل کرتے ہیں اور اقل غایتہ الظہور پر۔



## تنبیہ

خروج مہدی کے لئے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس کا ظہور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے قبل ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعد میں ہوگا۔ ابوالحسین الاثری کہتے ہیں کہ متواتر اخبار اور کثرتِ رواۃ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خروج کے متعلق یہی بات مستفاد ہے کہ وہ آپ کے اہل بیت سے ہوگا۔ اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا خروج ہوگا اور ارضِ فلسطین میں بابِ لیدیر و جبال کے قتل میں اس کی مدد کرے گا۔ اور یہ کہ وہ اس امت کی امامت کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس کے متعلق یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ مہدی عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھائے گا۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ اس بات پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں اور سعد الدین تفتازانی نے جس کو صحیح قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے امام ہوں گے۔ کیونکہ وہ افضل ہیں۔ پس ان کی امامت اولیٰ ہے۔ ان کی اس تعلیل کا کوئی شاہد نہیں۔ کیونکہ مہدی کا عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کرانے سے یہ مقصد ہے کہ اس بات کا اظہار ہو کہ وہ ہمارے نبی کے تابع اور ان کی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے بن کر نازل ہوئے ہیں اور وہ اپنی شریعت کے کسی حکم پر عمل نہیں کریں گے۔ اور باوجود افضل ہونے کے اس امام کی اقتدا کرنے سے جس بات کا اظہار و اشتہار مطلوب ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان میں پولی تطبیق بھی دی جاسکتی ہے کہ اس غرض کے اظہار کے لئے پہلے عیسیٰ

علیہ السلام مہدی کی اقتدا کریں گے۔ اس کے بعد مہدی اصل قاعدہ کے مطابق ان کی اقتدا کریں گے۔ یعنی مفضول، فاضل کی اقتدا کریں گے۔ اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

سنن ابو داؤد میں روایت ہے کہ مہدی حضرت حسن کی اولاد سے ہوگا۔ اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ حضرت حسن نے خدا کی خاطر امت پر شفقت کرتے ہوئے خلافت کو چھوڑا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے شدید ضرورت کے وقت آپ کی اولاد میں سے قائم بالخلافت کو مقرر فرما دیا۔ تاکہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے۔ امام مہدی کے متعلق یہ جو آیا ہے کہ وہ حضرت حسین کی اولاد سے ہوگا۔ یہ روایت نہایت کمزور ہے اور پھر اس میں رافضیوں کے لئے کوئی حجت نہیں کہ مہدی امام ابو القاسم محمد الحجتہ بن الحسن العسکریؑ کے والے آئمہ میں سے بارہویں امام ہیں جیسا کہ امامیہ کا اعتقاد ہے۔

ان کی تردید میں یہ بات بھی ہے کہ صحیح روایت میں ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ کے موافق ہوگا اور محمد الحجتہ کے باپ کا نام اس سے موافقت نہیں رکھتا اس طرح حضرت علی کا یہ قول بھی اسے رد کرتا ہے کہ مہدی کا مولد مدینہ ہوگا اور محمد الحجتہ کی پیدائش مین راہی میں ۲۵۵ھ میں ہوئی اور بعض نے جہالت و ہلاکت سے یہ خیال کر لیا ہے کہ یہ روایت کہ وہ حضرت حسن کی اولاد سے ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کی طرح ہوگا یہ سب وہم ہے اور اس کا یہ خیال کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ حضرت حسین کی اولاد سے ہوگا۔ کہاں رواۃ کا وہم اور محض



ظن و تخمین اور حسد سے اس پر اجماع کی نقل اور رافضیوں میں سے جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ محمد الحجۃ ہی مہدی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے باپ نے اس کے سوا کسی کو جانشین نہیں بنایا۔ وہ پانچ سال کی عمر میں فوت ہو گیا اس عمر میں اللہ نے اس کو اس طرح حکمت دی جیسے یحییٰ علیہ السلام کو یحییٰ میں دی تھی اور اُسے طفولیت ہی میں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو طح اس طرح امام بنا دیا۔ اسی طرح اس کا باپ سرمن راسی میں فوت ہو گیا اور وہ مدینہ میں روپوش ہو گیا۔ اس کی دو غیبتیں ہیں۔ ایک غیبت صغریٰ جو پیدائش سے لیکر شیعوں اور اس کے درمیان سفارت کے منقطع ہونے تک ہے۔ اور دوسری غیبت کبریٰ ہے جس کے آخر میں وہ کھڑا ہوگا۔ وہ جمعہ کے روز ۲۹۶ھ میں غائب ہوا تھا اور نہیں معلوم وہ اپنی جان کے خوف سے کہاں چلا گیا اور غائب ہو گیا۔ ابن خلدکان کہتے ہیں کہ شیعہ حضرات کی ان کے بارے میں یہ رائے ہے کہ صاحب سرداب ہی منتظر اور قائم مہدی ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے بہت اقوال ہیں اور وہ آخری زمانہ میں سرداب سے سرمن راسی سے اس کے خروج کے منتظر ہیں وہ اپنے باپ کے گھر میں ۲۹۵ھ میں داخل ہوئے اور ان کی ماں ان کی طرف دیکھ رہی تھی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ مگر وہ ماں کے پاس واپس نہیں آئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ داخل ہونے کے وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ اور سترہ سال بھی ان کی عمر بتائی گئی ہے۔ یہ سب روایات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ عسکری کا کوئی بیٹا نہیں



تھا جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ کا مطالبہ ان کے بھائی جعفر نے کیا ان کے بھائی کا مطالبہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے بھائی کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ وگرنہ وہ مطالبہ نہ کرتے۔

سبکی نے جمہور رافضیہ سے بیان کیا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عسکری کا کوئی عقب نہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے ان کا کوئی بیٹا ثابت کیا ہے۔ اگرچہ ایک قوم نے ان کا بیٹا ثابت کرنے میں تعصب سے کام لیا ہے۔ اور یہ کہ ان کے بھائی جعفر نے ان کی میراث لی تھی۔ اس جعفر کو شیعوں کے ایک فرقہ نے گمراہ قرار دیا ہے۔ اور اپنے بھائی کی میراث کے ادعا میں اسے جھوٹا کہا ہے۔ اور ایک فرقہ نے اس کی وجہ سے اس کی امامت ثابت کی ہے اور اس کی اتباع کی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عسکری کی وفات کے بعد انہوں نے منتظر کے بارے میں اختلاف کیا اور بیس فرقے بن گئے۔ اور امامیہ کے سوا جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ مہدی اس الحجۃ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے۔ جبکہ ایک شخص کا اتنی لمبی مدت تک غائب رہنا خارق عادت و اوقات میں سے ہے۔ اگر وہ مہدی ہوتا تو حضور علیہ السلام اس کے وصف کو ضرور فرماتے۔ مگر آپ نے اس وصف کے بغیر دوسرے اوصاف کو بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پھر شریعت مطہرہ کا یہ فیصلہ بھی ہے کہ صغیر کی ولایت درست نہیں ہوتی۔ پس ان احمق اور غافل لوگوں کے لئے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ اس شخص کو امام خیال کریں جس کی عمر پانچ سال

ہے اور اسے بچپن میں ہی حکمت عطا کی گئی ہے۔ حالانکہ حضور علیہ السلام اس کے متعلق خبر دے رہے ہیں۔ یہ تو شریعتِ غرّاء کے خلاف حرّات و ہلاکت کی بات ہے۔ بعض اہلبیت کا کہنا ہے کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس نے انہیں اس کی خبر دی ہے اور اس کا طریق کیا ہے۔ ان کا گھوڑوں کے ساتھ سرداب پر کھڑے ہونا اور چیخ چیخ کر پکارنا کہ امام صاحب باہر آؤ۔ عقلمندوں کے نزدیک ایک تمسخر بن گیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سرداب کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ اس شخص کو  
 بنے جسے تم اپنی بھالت سے پکارتے ہو تمہاری عقل  
 قابلِ معافی ہے کیونکہ تم نے عنقا اور غول بیا بانی کا تیسرا  
 بنا دیا ہے یعنی تم نے ایک تیسری مودوم چیسر بنا  
 دی ہے۔

شیعوں میں سے ایک فرقے کا خیال ہے کہ ابوالقاسم محمد بن علی بن عمر بن الحسین امام ہدی ہیں متصم نے انہیں قید کیا تو ان کے شیعہ نقب لگا کر انہیں نکال کر لے گئے۔ پھر ان کے متعلق کوئی خبر معلوم نہیں ہو سکی۔ ایک فرقہ محمد بن حنفیہ کو امام ہدی خیال کرتا ہے۔ کہتے ہیں یہ اپنے بھائیوں سبطین کے بعد گم ہو گئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے پہلے گم ہو گئے تھے۔ اور وہ رضوی کے پیارے میں زندہ ہیں۔ لیکن افاضی اہلبیت میں سے زید بن علی بن الحسین کو ہدی شمار نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ تابعین کے تیسرے طبقہ میں جلیل القدر امام ہیں۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ افضیوں

نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شیخین سے اظہارِ برأت کریں۔ تب وہ ان کی مدد کریں گے۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں تو ان سے محبت رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا پھر تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے آپ نے فرمایا، جاؤ تم رافضی ہو۔ اس وقت سے ان کا نام رافضی پڑ گیا ہے۔ آپ کے جملہ پیروکاروں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ جب یہ لوگ بیعت کر رہے تھے تو آپ کو بنو عباس میں سے کسی نے کہا اے میرے چچا کے بیٹے یہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دے دیں۔ آپ کے اہلبیت میں ہی آپ کے لئے کافی سامانِ عبرت موجود ہے کہ ان لوگوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ جب آپ نے خرمج کا ارادہ کیا تو آپ کے مباہیین میں سے ایک جماعت الگ ہو گئی اور آپ کے چچا زاد بھائی باقر کے بیٹے جعفر صادق کو امام کہنے لگے۔ آپ کے ساتھ صرف ۲۲ آدمی رہ گئے۔ حجاج نے ایک لشکر کے ساتھ آگرہ زید کو شکست دی۔ آپ کی پیشانی پر تیر لگا جس سے آپ فوت ہو گئے۔ آپ کو نہر کی زمین میں دفن کر کے اوپر سے پانی چھوڑ دیا گیا۔ پھر حجاج کو پتہ چلا تو اس نے آپ کی قبر اکھاڑی اور آپ کے سر کو ہشام بن عبد الملک کے پاس بھیجا اور آپ کے جسم کو ۱۲۱ھ یا ۱۲۲ھ میں صلیب پر لٹکا دیا۔ آپ ہشام کی وراثت تک صلیب پر لٹکے رہے۔ جب ولید خلیفہ بنا تو اس نے آپ کے جسم کو دفن کروا دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے عامل کو حکم دیا کہ جلد اہل عراق کی طرف جاؤ اور ان کی لاش کو جلاؤ اور ان کی راکھ کو سمندر میں اچھی طرح اڑا دو تو اس نے ایسا ہی کیا۔ لوگوں کو حضرت



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس تنے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے نظر آئے جس پر آپ کو صلیب دیا گیا۔ آپ لوگوں سے فرما رہے تھے وہ میرے بیٹے کے ساتھ اس طرح سلوک کرتے ہیں اور کئی لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کو عریاں حالت میں صلیب دیا گیا تو اسی دن ایک مکڑی نے آپ کے پردہ کے مقام پر جالاتن دیا۔ ایسے ہی انہوں نے اسحاق بن جعفر صادق کو بھی ان کی جلالتِ شان کے باوجود ہمدی شمار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ سفیان بن عیینہ ان کے بارے میں کہا کرتا تھا۔

حدیثی الثقتہ الرضی۔ کہ مجھ سے ثقہ رضی نے بیان کیا ہے شیعوں کا ایک فرقہ انہیں امام مانتا ہے۔ پھر یہ افضیول کا عجیب تناقض ہے کہ انہوں نے زید اور اسحاق کی جلالتِ شان کے باوجود ان کے لئے امامت کا ادعا نہیں کیا اور زید نے امامت کا دعویٰ کیا۔ اور ان کے اصولوں میں یہ بات بھی ہے کہ اہلبیت میں سے جو امامت کا دعویٰ کرے اور ایسے خوارق ظاہر کرے جو اس کے صدق پر دلالت کرتے ہوں تو امامت اس کے لئے ثابت ہو جاتی ہے۔ اور وہ محمد الحجۃ کے لئے امامت کا ادعا کرتے ہیں حالانکہ اس نے خود امامت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ ہی چھوٹی عمر میں اپنے باپ سے غائب ہو جانے کی وجہ سے اس دعویٰ کا اظہار کیا ہے۔ جیسا کہ ان کا خیال ہے۔ اور اس کا اس طرح چھپ جانا کہ اُسے چند ایک آدمیوں کے سوا کوئی دیکھ ہی نہ سکے۔ روایت کے متعلق یہ بھی ان کا خیال ہی ہے۔ اور دوسروں نے اس بارے میں ان کی تکذیب

کی ہے اور کہا ہے کہ سرے سے اس کا وجود ہی ثابت نہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس محض امکان سے ان کے لئے یہ بات کیسے ثابت کی جاسکتی ہے۔ عقائد کے باب میں عاقل کے لئے یہی کچھ کافی ہے۔ پھر اس شخص کی امامت ثابت کرنے کا فائدہ کیا ہے جو اپنا بوجھ اٹھانے سے بھی عاجز ہے۔ پھر یہ ثابت کرنے کا کون سا طریق ہے کہ جن ائمہ کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک نے امامت یعنی ولایت خلق کا دعویٰ کیا ہے اور اس پر خوارق بھی دکھائے ہیں۔ حالانکہ ان کے ثابت شدہ کلمات کو سرسری طور پر دیکھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اس بات کے مدعی نہ تھے بلکہ باوجود اہلیت کے اس سے دور رہتے تھے۔ یہ بات اہل بیت کے بعض ان لوگوں نے بیان کی ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے زلیغ و ضلال سے پاک اور انکی عقل کو حماقت اور انکی آراء کو تناقض سے منزہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے واضح برہان اور صحیح استدلال سے تمسک کیا ہے اور ان کی زبان کو بہتان اور جھوٹ سے پاک کیا ہے۔ جو لوگ ان کے لئے اس قسم کی باتیں ثابت کرتے ہیں ان کے لئے ہلاکت اور عذاب ہے۔

۱۳ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَالِي الْأَعْرَافِ رَجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ۔ اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے۔

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اعراف پُلِ صراط پر ایک بلند جگہ ہے

جہاں حضرت عباسؓ، حضرت علی بن ابیطالبؓ اور حضرت جعفر طیارؓ کھڑے ہو کر اپنے محبوبوں کو سفید رو اور بعض رکھنے والوں کو سیاہ رو ہونے کی وجہ سے پہچان لیں گے۔

دہلوی اور اس کے بڑے نے اکٹھے یہ روایت بلا اسناد بیان کی ہے کہ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ جو مجھ سے بعض رکھتا ہے اُسے اور میرے اہلبیت کو مال و عیال کی کثرت عطا کر۔ اور کثرت مال کی وجہ سے ان کے حساب کا لمبا ہونا ہی ان کے لئے کافی ہو گا اور کثرت عیال سے ان کے شیاطین بھی کثرت سے ہوں گے۔ ان پر بددعا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ آپ اور آپ کے اہلبیت کے بعض پر آمادہ کرنے والی چیز حب دنیا کے سوا کوئی اور نہیں۔ کیونکہ مال و اولاد کی محبت ان کی جبلت میں ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اپنی نعمت کے سبب کے ساتھ ان کے لئے بددعا کی۔ پس یہ ان لوگوں پر ناراضگی کے باعث ہے۔ جنہوں نے کفرانِ نعمت کر کے آپ کے سامنے دنیا کو ترجیح دی۔ اس کے برخلاف آپ نے حضرت انس کے لئے اسی کثرت کی دعا کی ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ یہ بات ان پر ایک احسان ہو تاکہ وہ ان نافع امور دنیوی و آخروی تک کو پہنچ سکیں جو اس پر مرتب کئے گئے ہیں۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَا اسْئَلُكُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنِّیْ نَبِیُّ اَعْلَانٍ کَرُوْا کہ میں اس پر  
اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰنِ وَمَنْ تَمَّ سَوَائے قریبیوں کی محبت



یقترن حسنة نزوله  
فیہا حسنا الی قوله وهو  
الذی یقبل التوبۃ عن  
عبادہ ویعفو السیات  
ولیعلم ما یفعلون  
کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور  
جو نیکی کرتا ہے ہم اس کے لئے اس  
میں حسن کو زیادہ کر دیتے ہیں۔ وہ  
بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور  
برائیوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ اور  
جو وہ کرتے ہیں اُسے جانتا ہے۔

یاد رہے یہ آیت کچھ مقاصد اور توابع پر مشتمل ہے

## مقصد اول

اس کی تفسیر میں احمد طبرانی، ابن ابی حاتم اور  
حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب اس آیت کا نزول  
ہوا تو صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار  
ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے۔ فرمایا علی فاطمہ اور ان  
کے دونوں بیٹے۔ اس حدیث کی سند میں ایک غالی شیعہ بھی ہے۔ لیکن  
وہ راستگو ہے۔

ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ہم میں  
آلے حم ایک نشان ہے۔ ہر مومن ہماری محبت کا محافظ ہے  
پھر یہ آیت پڑھی قل لا اسئلكم علیہ اجراً الا المودة فی القربی۔

بزار اور طبرانی نے حضرت حسن سے ایسے طرق سے بیان  
کیا ہے جن میں بعض حسن ہیں کہ آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ جو  
مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے۔ اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ  
میں حسن بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پھر یہ آیت پڑھی وابتعت ملتہ

آبائی ابراہیم علیہ السلام الایۃ . پھر فرمایا میں بشیر کا بیٹا ہوں میں نذیر کا بیٹا ہوں پھر فرمایا میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے محبت اور دوستی کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور فرمایا قل لا اسئلكم علیہ اجرأ الا المودة فی القربی کن لوگوں کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے ۔

ایک روایت میں ہے کہ جن لوگوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے لا اسئلكم علیہ اجرأ الا المودة فی القربی ومن یقتوف حسنة فزد له فیہا حسنا . نیکیوں کے بجالانے سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے ۔

طبرانی نے زین العابدین سے بیان کیا ہے کہ جب انہیں حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ایک سیٹھ پر آپ کو کھڑا کیا تو اہل شام کے ایک جھاکار نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہاری جڑ اکھڑی اور فتنے کے سیٹھ کو کھٹا . آپ نے اسے فرمایا کیا تو نے یہ نہیں پڑھا قل لا اسئلكم علیہ اجرأ الا المودة فی القربی . اس نے کہا آپ وہ لوگ ہیں آپ نے جواب دیا ہاں شیخ شمس الدین ابن العربی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے ۔

میں نے دور والوں کے علی الرغم آل طلہ کی محبت کو فرض سمجھا ہے ۔ جس سے مجھے قرب ملتا ہے ۔ حضور علیہ السلام نے اپنی تبلیغ کے ذریعہ ہدایت پانے پر سوائے قرابتداروں کی محبت کے

اور کوئی اجر طلب نہیں کیا۔

احمد نے حضرت ابن عباس سے ومن یقتوف حسنة  
نزدک فیہا حسنا کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس سے مراد محمد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا ہے اور ثعلبی اور بغوی نے ان  
سے نقل کیا ہے کہ جب آیت لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة فی  
القربی نازل ہوئی تو لوگوں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ اپنے بعد  
اپنے قرابتداروں سے ہمیں محبت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں  
تو جریر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ انہوں نے آپ پر  
تہمت لگائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ

ام یقولون افہتوی علی  
اللہ کذبا لا یلہ  
ہیں

تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ سچے ہیں۔ تو یہ آیت  
نازل ہوئی وهو الذی یقبل التوبة عن عبادة  
قرطبی و سدی نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ  
کے قول انہ اللہ لغفور شکور کے بارے میں کہا ہے کہ وہ آل محمد  
کے گناہوں کو بخشے والا اور ان کی نیکیوں کا قدر دان ہے۔  
ابن عباس نے آیت کے لفظ القربی کو عموم پر حمل کیا ہے  
بخاری وغیرہ میں ان سے بیان کیا گیا ہے کہ جب ابن جریر نے القربی کی  
تفسیر آل محمد سے کی تو آپ نے انہیں کہا تو نے تفسیر میں جلدی کی ہے  
قریش کے تمام بطون میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتدار ہے  
آپ نے فرمایا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس



میں صلہ رحمی کرو۔ اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں جس چیز کی تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ اس پر میں آپ لوگوں سے صرف اس قرابت سے محبت کا خواہاں ہوں جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اور تم اس بارے میں میرا لحاظ کرو۔

انہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے آپ کی بیعت سے انکار کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو جب تم میری بیعت سے انکاری ہو تو میری قرابت کا لحاظ رکھو اور مجھے ایذا نہ دو عکرمہ نے اس بارے میں آپ کی متابعت میں کہا ہے کہ قریشی جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی تو انہوں نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کا مقاطعہ کر دیا تو آپ نے انہیں صلہ رحمی کا حکم دیا اور فرمایا اگر تم اس پیغام کا لحاظ نہیں کرتے جو میں لایا ہوں تو میری اور اپنی قرابت کا لحاظ کرو۔ قتادہ، سدی عبدالرحمن بن زید بن اسلم وغیرہم نے بھی اسی بات کو اختیار کیا ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ سورۃ نکلے ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ اس وقت مدینہ میں نازل ہوئی جب انصار نے حضرت ابن عباس پر فخر کا اظہار کیا اور ان کا بیٹا کمزور تھا۔ اس کی صحت کو فرض کرتے ہوئے یہ دو دفعہ نازل ہوئی۔ اس کے باوصف یہ سب بیان قرطبی کی اس تخصیص کے منافی نہیں جو آلے سے کی گئی ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے یہ مفہوم لیا ہے جیسے ابن جریر ہیں انہوں نے قرابتداروں کے انحصار پر ہی بس کی ہے۔ اور باقیانہ افراد سے ان کے لحاظ کی تاکید کی ہے۔ اور ان پر بس

کرنے سے یہ امر مستفاد ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی محبت اور اپنے  
 لحاظ کا بدرجہ اولیٰ مطالبہ کیا ہے۔ اس لئے کہ جب آپ نے اپنی  
 وجہ سے ان کے لحاظ کا مطالبہ کیا ہے تو خود آپ کا لحاظ کرنا اولیٰ  
 ہوا۔ اس لئے ابن جبیر کی طرف خطا کو منسوب نہیں کیا گیا۔ بلکہ  
 عجلت قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اس بات پر غور کرو کہ آیت سے عموم  
 مراد ہے۔ اور ان میں سے اہم پہلے ہوگا۔ اور بالذات حضور علیہ السلام  
 کی محبت مراد ہوگی۔

ابن عباس اور ابن جبیر کی تفسیر میں عدم تضاد کی تائید اس  
 بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابن جبیر اس آیت کی تفسیر کبھی اس طرح  
 کرتے تھے اور کبھی اس طرح۔ پس ہر ایک کی صحت نیت کو سمجھو بلکہ  
 ابن عباس نے ایسی تفسیر کی ہے جو ابن جبیر کے موافق ہے اور وہ آپ کا اس حدیث کو روا  
 کرنا ہے۔ جس کے متعلق ہم نے بتایا ہے کہ اس کی سند میں ایک غالی  
 شیعہ ہے اور یہ بھی اس آیت کی تفسیر کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس سے مراد  
 خدا تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

اسے حضرت ابن عباس کے علاوہ کئی آدمیوں نے مرفوعاً  
 بیان کیا ہے کہ میں جو تمہارے پاس ہدایت اور یثبات لایا ہوں۔ اس پر  
 کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا صرف اس بات کا خواہاں ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ  
 سے محبت کریں۔ اور اس کی اطاعت سے اس کا قرب چاہیں۔ اور اس  
 میں عدم منافات کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب  
 میں اس کے رسول اور اس کے اہلبیت کی محبت شامل ہے۔ اور  
 لفظ کے کسی معنی کا بیان جو اس کے مخالف نہ ہو اس کے منافی نہیں ہوتا

بلکہ جس طرف وہ اشارہ کر رہا ہوتا ہے اس سے زائد مفہوم مراد ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ یہ مکہ میں نازل ہوئی اور مشرک آپ کو ایذا دیتے تھے۔ انہیں آپ سے محبت اور صلہ رحمی کا حکم دیا گیا۔ اور جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور انصار نے آپ کو نپاہ دی اور آپ کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے انبیاء بھیائیوں سے بلا دیا اور یہ آیت نازل فرمائی قل ما سئالتکم من اجل فهو لکم ان اجوی الاعلیٰ اللہ۔ مگر بغوی نے اسے رد کرتے ہوئے کہا کہ حضور علیہ السلام سے محبت کرنا اور آپ کی ایذا دہی سے رُکنا اور آپ کے اقارب سے محبت رکھنا اور اطاعت اور عمل صالح سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا فالرض دین میں سے ہے۔ جو ہمیشہ باقی رہنے والی بات ہے۔ پس اس بات پر دلائل کرنے والی آیت کے نسخ کا ادعا جائز نہیں کیونکہ وہ جس حکم پر دلائل کر رہی ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اس کے رفع و نسخ کا ادعا کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اور الامودۃ میں استثنا منقطع ہے۔ یعنی میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ تم میری اور اپنی قرابت سے محبت کرو یہ ادائیگی رسالت کے مقابلہ میں اجر نہیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت اس مذکورہ آیت کے منافی ہوگی جس سے انہوں نے نسخ کا استدلال کیا ہے۔ اور ثعلبی نے ایسے لوگوں کے رد میں بڑے مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ کی اطاعت سے اس کا قرب حاصل کرنا اور اس کے نبی اور اس کے اہلبیت کی محبت چاہنا منسوخ ہے۔ یہ قول ہی قباحت کے لحاظ سے کافی ہے اور یہ عمومی صحیح ہے کہ یہ الملاء کی بیان کردہ حدیث سے



منقول ہے جس کو اس نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے میرا اجر میرے قراتبداروں کی محبت میں رکھا ہے اور میں کل تم سے اس بارے میں پوچھوں گا۔ پس اس صورت میں اس کا نام اجر بطور مجاز ہوگا۔

## مقصد دوم

یہ آیت اپنے اندر یہ مفہوم بھی لئے ہوئے ہے کہ جو شخص آپ کی آل کی محبت طلب کرے گا۔ یہ بات اس کے کمال ایمان میں سے ہوگی۔

ہم اس مقصد کو ایک اور آیت سے شروع کرتے ہیں پھر اس بارے میں وارد شدہ احادیث کا ذکر کریں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان الذين امنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن وداً  
یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے خدا ئے رحمن ان کیلئے محبت پیدا کر دے گا۔

حافظ سلفی نے محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہر مومن کے دل میں علی اور ان کے اہلبیت کی محبت ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ آپ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اسلئے محبت رکھو کہ وہ تم کو اپنی نعمتیں کھانے کیلئے دیتا ہے اور محمد سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا وجہ سے محبت رکھو اور میرا اہلبیت سے میری محبت کی وجہ محبت رکھو۔

ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ میں اس کے لئے وہم کا ذکر کیا ہے یہ ہقی، ابوالشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور

علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اور میری اولاد اُسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میرے اہل اُسے اپنے اہل سے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو تین باتوں کا ادب سکھاؤ۔ اپنے نبی کی محبت کا، اس کے اہلبیت کی محبت کا اور قرآن پاک کی قرأت کی محبت کا، صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی کہ جب وہ قریش سے ملتے ہیں تو انہیں ان کے چہروں کی تیوریوں اور قطع کلامی سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو شدید غصے سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان پسینہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کیلئے محبت نہ رکھے اور اسی طرح ایک صحیح روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ جب وہ میرے اہلبیت میں سے کسی آدمی کو دیکھتے ہیں۔ تو اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ ان سے اللہ کیلئے اور ان سے میری قرابت کی وجہ محبت نہ رکھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے

میں میری جان ہے کہ وہ ایمان کے بغیر جنت میں داخل نہ ہونگے۔  
 اور وہ اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے۔ جب تک تم سے اللہ  
 اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ رکھیں۔ کیا تم میری شفاعت کی امید  
 رکھتے ہو اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔  
 ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہرگز کسی بھلائی کو نہ  
 پاسکیں گے۔ جب تک تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت  
 نہ رکھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں  
 ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔  
 کیا تم میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونے کی امید رکھتے ہو  
 اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔ اس حدیث کے اور بھی  
 بہت سے طرق باقی ہیں۔

الولہب کی بیٹی جہا جبرین کو مدینہ آئی۔ اسے کہا گیا کہ تیری  
 ہجرت تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی۔ کیونکہ تو اس شخص کی بیٹی ہے جو  
 آگ کا ایندھن ہے۔ اس نے اس بات کا تذکرہ رسول کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے کیا تو آپ کو بہت غصہ آیا۔ پھر آپ نے منبر پر کھڑے  
 ہو کر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو میرے نسب اور میرے رشتہ  
 داروں کے متعلق مجھے تکلیف دیتے ہیں۔ سنو جس نے مجھے میرے  
 نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی  
 اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اسے  
 ابن ابی عامر، طبرانی، ابن منذر اور بیہقی نے متقارب الفاظ سے



بیان کیا ہے۔ ایک روایت میں اس عورت کا نام درۃ اور دوسری میں سبیحۃ آیا ہے۔ یا تو یہ ایک عورت کے دو نام ہیں یا ایک لقب اور دوسرا نام ہے یا یہ دو عورتوں کے نام ہیں۔ اور یہ قصہ دونوں عورتوں کا ہے۔

عمر والا سلمیٰ جو اصحاب حدیبیہ میں سے تھا۔ حضرت علی کے ساتھ یمن کی طرف گیا تو اس نے آپ کی طرف سے سخت گیری کو دیکھا اس نے مدینہ میں آکر اپنی تکلیف کی شہیر کی تو حضور علیہ السلام نے اُسے فرمایا تو نے مجھے ازیت دی ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں تم کو ایذا دینے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بلکہ جو شخص علی کو ایذا دیتا ہے اس نے مجھے ایذا دی ہے۔ اُسے احمد نے بیان کیا ہے۔ ابن عبد البر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علی کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

اسی طرح بریدہ کا واقعہ ہے کہ وہ یمن میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ وہ ان سے ناراض ہو کر آئے اور ایک لونڈی کے ذریعے جسے انہوں نے خمس میں لیا تھا۔ آپ سے شکایت کا ارادہ کیا۔ اُسے کہا گیا انہیں بتا دے تاکہ علی حضور کی نظروں سے گریب نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو دروازے کے پیچھے سُن رہے تھے۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال

ہوگا جو علی کی تنقیص کرتے ہیں جس نے علی سے بغض رکھا اس نے  
مجد سے بغض رکھا جس نے علی کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ علی مجھ سے  
ہے اور میں اس سے ہوں۔ وہ میری طینت سے پیدا ہوا اور میں  
ابراہیم کی طینت سے پیدا ہوا ہوں۔ اور میں ابراہیم سے افضل ہوں۔  
یہ بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔  
اے بریدہ تجھے پتہ نہیں کہ علی لونڈی سے زیادہ کا حقدار ہے۔

ای آخر الحدیث اسے طبرانی نے بیان کیا ہے اور اس  
میں ایک راوی حسین الاشقر ہے جس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے  
کہ وہ غالی شیعہ ہے اور ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ رسول کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اہلبیت کی محبت کو لازم پکڑو۔ کیونکہ جو  
شخص ہم سے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے  
گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا اس ذات کی قسم  
جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کسی بندے کو ہمارے حق کے  
معرفت کے بغیر اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا۔ اور کعب الاحبار  
اور عمر بن عبد العزیز کا یہ قول اس کی موافقت کرتا ہے کہ اہل بیت  
نبوی میں سے ہر ایک آدمی شفاعت کرے گا۔

ابوالشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری  
اولاد، انصار اور عیال کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا ولد الزنا  
ہے یا ایسا آدمی ہے جسے اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں حمل میں  
لیا ہے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص اللہ کی محبت رکھتا ہے

اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اصحاب اور میرے  
قربتداروں سے محبت رکھتا ہے اور آٹھویں آیت میں بیان ہو  
چکا ہے جس کا ماحن فیہ سے بڑا تعلق ہے پس اس کا مطالعہ  
کیجئے۔

ابوبکر الخوارزمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام باہر  
تشریف لائے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ عبدالرحمن بن  
عوف نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب کی  
طرف سے اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے متعلق بشارت  
ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو فاطمہ سے بیاہ دیا ہے۔ اور جنت  
کے خازن رضوان کو حکم دیا ہے تو اس نے درخت طوبی کو ہلایا ہے  
تو اس نے میرے اہلبیت کے محبوبوں کی تعداد کے برابر وثیقے اٹھائے  
ہیں اور ان کے نیچے اس نے نوری فرشتے پیدا کئے ہیں۔ اور ہر  
فرشتے کو ایک وثیقہ دیا ہے۔ جب قیامت اپنے اہل پر قائم ہو جائیگی  
تو فرشتے مخلوق میں آواز دیں گے۔ اور اہلبیت کے محب کی طرف  
وثیقہ پھینکیں گے جس میں اس کے آگ سے آزادی پانے کا ذکر  
ہوگا۔ پس میرا بھائی اور چچا کا بیٹا اور میری بیٹی میری امت کے  
مردوں اور عورتوں کی آگ سے گزریں چھڑانے والے بن جائیں گے۔  
الملا نے بیان کیا ہے کہ ہم اہلبیت سے صرف مومن  
متقی ہی محبت رکھتا ہے۔ اور متقی منافق ہم سے بغض رکھتا ہے  
احمد اور ترمذی کی یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جو مجھ سے  
اور حسن اور حسین اور ان کے باپ اور ماں سے محبت رکھتا ہے وہ



جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ میرے درجہ میں ہوگا۔ اور داؤد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ جو میری سنت کی پیروی کرتے ہوئے مرا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اتباع سنت کے بغیر صرف محبت کرنا جیسا کہ شیعہ اور رافضی سنت سے پہلو تھی کر کے محبت کرتے ہیں۔ ایسے مدعی محبت کو جھلائی سے کچھ حصہ نہ ملے گا۔ بلکہ یہ بات اس کے لئے وبال اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب بن جائے گی۔ اور آٹھویں آیت میں حضرت علی سے ان کے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ جنہیں ان کی اور ان کے اہلبیت کی محبت فائدہ دے گی۔ ان اوصاف کا مطالعہ کیجئے۔ کیونکہ وہ ان دعویٰ داران محبت کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ جو محبت کے ساتھ مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ شقاوت، حماقت، جہالت اور غبارت کی انتہا تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے ہمیشہ محبت کرنے اور ان کی ہدایت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ حدیث کہ اسے علی ہمارے شیعہ ذنوب و غیوب کے باوجود قیامت کے روز اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ انکے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ اس قسم کی بہت سی احادیث کی طرح یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ ابن جوزی نے اپنی موضوعات انہیں بیان کیا ہے۔

۱۔ یہ ابن عراق کی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ اور شوکانی کے الفوائد المجموعۃ میں ہے۔ اور جو احادیث پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بعض کے وضعی ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

تعلبی نے قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة فی القربی کی تفسیر میں اس قسم کی ایک طویل حدیث بیان کی ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر وضع کے آثار نمایاں ہیں۔ اور یہ حدیث کہ جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنے ساتھ اور زبان سے ہماری اعانت کرے گا۔ تو میں اور وہ علیتین میں ہوں گے۔ اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے ہماری مدد کرے گا۔ اور اپنے ساتھ کور کے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ساتھ کور رکھے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔

اس حدیث کی سند میں ایک غالی رافضی ہے اور ایک اور آدمی ہے جو متروک ہے۔

**مقصد سوم** | اس میں اہلیت کے ساتھ بغض رکھنے سے انتباہ کیا گیا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ہم اہل بیت سے کوئی شخص بغض نہ رکھے ورنہ اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ اور احمد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

احمد اور ترمذی نے باہر سے بیان کیا ہے کہ ہم منافقین کو حضرت علی سے بغض کی وجہ سے پہچان کرتے تھے۔ اور یہ حدیث کہ

جو میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ موضوع ہے اور یہ حدیث کہ جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا حشر یہودیوں کی صورت میں کرے گا۔ خواہ وہ کلمہ توحید کی شہادت دیتا ہو ابن جری نے بھی عقلمندی کی طرح اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ جو حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔ اور جو آئندہ بیان ہوں گی۔ وہ ان سے مستثنیٰ کر دیں گی۔

طبرانی نے بسند ضعیف حضرت حسن سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ہم سے جو بغض اور حسد رکھے گا اُسے قیامت کے روز آگ کے کوڑوں سے حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔ اور آپ ہی کی ایک ضعیف روایت میں ہے جس میں ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے کہ تو علی کو بُرا کہتا ہے اگر تو حوض کوثر پر آپ کے پاس گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ تو انہیں و ہاں سے ہٹا سکے۔ لیکن تو انہیں آستین پرٹھائے کفار اور منافقین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے ہٹاتے دیکھے گا یہ صادق و مصدوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اسے علی قیامت کے روز آپ کے پاس جنت کے عصاؤں میں سے ایک عصا ہوگا۔ جس سے آپ منافقین کو حوض کوثر سے ہٹائیں گے۔ اور احمد نے بیان کیا ہے کہ علی کے بارے میں مجھے پانچ باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھے دینا و عافیت سے زیادہ محبوب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خدا کے سامنے ہوں گے۔ یہاں تک وہ حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کے ہاتھ میں



لوٹے حمد ہوگا۔ اور آدم اور اس کے بیٹے اس کے نیچے ہوں گے۔  
تفسیر یہ کہ علی میرے حوض پر کھڑے ہوں گے۔ اور میری امت کے  
جس شخص کو پہچان لیں گے اُسے پانی پلائیں گے۔

اور یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے علی سے فرمایا کہ تیرے دشمن حوض کوثر پر پیاسے اور سر او نیچے کئے  
ہوں گے اور الدیمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ بنی ہاشم اور انصار  
سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اور عربوں سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ حاکم  
نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ اے نبو عبد المطلب میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے متعلق  
تین وعائیں کی ہیں کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت  
قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے جاہل کو  
علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہیں سخی  
بنا دے۔

ایک روایت میں ہے کہ شجاع، نجیب اور رحمدل بنا  
دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اپنے  
پاؤں کو اکٹھا کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے پھر وہ اہلبیت  
سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا  
حاکم نے اس روایت کو بھی صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر میں نے اللہ تعالیٰ نے  
اور ہر مقبول نبی نے لعنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی  
کرنے والے پر، قضا و قدر کے مکرہ پر میری امت پر زبردستی

مسلط ہونے والے پر تاکہ وہ ان لوگوں کو ذلیل کرے۔ جنہیں اللہ نے معزز بنایا ہے اور ان کو معزز بنائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے۔ اور حرمت الہی کو حلال کرنے والے پر اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے حرم کو حلال کرنے والے پر اور میری اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اس کو حلال جاننے والے پر اور تاکہ سنت پر۔ اور ایک روایت میں ساتویں بات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے کہ فقہی میں ترجیح دینے والے پر۔

احمد نے ابی وجانہ سے بیان کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے علی اور اس کے گھرانے کو گالی نہ دو۔ ہمارا ایک پڑوسی کوفہ سے آیا اور اس نے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے خاستق ابن ناسوت یعنی حسین کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں کو ختم کر دیا۔

**تنبیہ** قاضی نے الشفاوی میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے کسی کے باپ کو گالی دی اور اس گالی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر رکھنے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ گزشتہ احادیث سے آپ کے اہل بیت سے محبت رکھنے اور ان سے بغض رکھنے کی شدید حرمت کا پتہ چل گیا ہے۔

بیہقی اور لغوی وغیرہ نے ان سے لزوم محبت کو فرائض دین میں سے قرار دیا ہے۔ بلکہ امام شافعی سے تو

اس پر نفس بیان کی گئی ہے۔ اسے اہلبیت رسول تمہاری محبت تو قرآن عظیم میں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے فرض قرار دی گئی ہے۔ ہزار کی توشیح عری الامیان میں امام خولی سے بیان کیا گیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ خواص علماء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذریت کی محبت کی وجہ سے اپنے دلوں میں مکمل خوبی پاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان کے کیم نطفوں کا علم رکھتے ہیں۔ پھر عشرہ مبشرہ کی اولاد کی محبت کی وجہ سے پھر بقیہ صحابہ کی اولاد کی وجہ سے۔ وہ آج ان کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح وہ گزشتہ کل کو اپنے آباء کی طرف دیکھتے تھے۔ کاش وہ انہیں دیکھتے۔ ان پر نکتہ چینی سے چشم پوشی کرنی چاہیے اور اگر کوئی اہلبیت میں سے بدعت وغیرہ کے باعث فاسق ہو جائے تو اس کے افعال سے بغض رکھنا چاہیے۔ نہ کہ اس کی ذات سے۔ اس لئے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا ہے اگرچہ اس کے اور آپ کے درمیان واسطہ ہیں۔

اے احمد شاہ ولی اللہ دہلوی نے التفہیمات الالہیہ میں بیان کیا ہے کہ میں نے خلیفۃ القدس میں ارواح اہلبیت کو بڑی خوبصورت وضع میں دیکھا اور میں نے سمجھ لیا کہ ان کا منکر اور ان سے دشمنی رکھنے والا بڑے خطرے میں ہے۔ لیکن ان کے چہرے باطن کی طرف ہیں۔ اور خلافت اسکو ملتی ہے جس کا چہرہ ظاہر کی طرف ہو۔ اسی سبب سے انہوں نے خلافت طلب کی اور اسے اس صورت میں نہ پایا۔ اسی طرح وہ آدمی بھی خلافت نہ پائے گا۔ جسے خلیفۃ القدس میں رسوخ قدم حاصل ہو گا۔ اس لئے کہ ایسے آدمی کو بڑا سمجھنا اور اس سے کینہ رکھنا اللہ تعالیٰ سے بعد کی وجہ سے رسوائی کا باعث بن جاتا ہے۔



ابو سعید نے شرف النبوة میں اور ابن المثنیٰ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے فاطمہ تیرے ناراض ہونے سے خدا ناراض اور تیرے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے۔ پس جو آپ کے بچوں میں سے کسی کو ایذا دے گا۔ تو اسے اس عظیم خطرے کا سامنا کرنے پڑے گا۔ کیونکہ اس نے آپ کو ناراض کیا ہے۔ اور جو ان سے محبت کرے گا وہ آپ کی رضا کو حاصل کرے گا۔ اسی لئے علماء نے صراحت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے شہر کے باسیوں کی بھی عزت کرنی چاہیئے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بدعت وغیرہ ثابت ہو جائے تو آپ کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کی رعایت کرنی چاہیئے۔ پس اس اولاد کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو آپ کا ٹکڑا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ کان ابوہما صالحا لجالا لکم ان بچوں اور ان باپ کے درمیان جس کی وجہ سے ان کا لحاظ کیا گیا سات یا نو پشتوں کا حامل تھا۔ اس لئے حضرت جعفر صادق نے فرمایا ہے۔ ہمارا اسی طرح لحاظ کرو۔ جس طرح اللہ نے عبد صالح کا یتیموں کے بارے میں کیا تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب آپ کی اولاد پر نکتہ چینی نہیں کرتا۔

**مقصد چہارم** | ان سے صلہ رحمی کرنے اور خوشی پہنچانے کے

متعلق جس کی طرف آیت ترغیب فرماتی ہے۔

الدینی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص میرا توسل چاہے

اور یہ کہ اس کا مجھ پر احسان ہو اُسے چاہیئے کہ میرے اہلبیت سے صلہ

رجحی کرے اور انہیں خوشی بہم پہنچائے اور حضرت عمرؓ سے کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ انہوں نے حضرت زبیرؓ سے کہا ہمارے ساتھ چلئے ہم حسن بن علی کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے دیر کی تو آپؐ نے فرمایا کیا آپ کو علم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت کرنا فرض اور ان کی زیارت کرنا نفل ہے۔ آپ کا مطلب اس سے یہ ہے کہ دوسروں کی نسبت ان لوگوں کے بارے تاکید پائی جاتی ہے نہ یہ کہ حقیقتہ فریضہ ہے۔ یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ غسل جمعہ واجب ہے۔

خطیب نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے لئے اعزاز اکھڑا ہوا ہے۔ مگر بنی ہاشم کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے کسی پر احسان کرے تو وہ دنیا میں اس کا بدلہ نہ لے۔ اس احسان کا بدلہ میں اُسے کل دوں گا۔ جب وہ مجھے ملے گا۔ ثعلبی نے ایک روایت میں اضافہ کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں کذاب ہے اور جس نے میری اولاد میرے اہلبیت کے بارے میں مجھ پر ظلم کیا اور مجھے ایذا دی۔ اس پر جنت حرام قرار دے دی جائے گی۔

ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کا شفیع ہوں گا۔ جو میری ذریت کی عزت کرے گا۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ اور جب وہ مضطر ہو جائیں تو

ان کے امور کی سرانجام دہی میں سرگرم رہے گا۔ اور اپنے دل اور زبان سے اُن کا محب ہوگا۔

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کو حضرت علی کو بلانے کے لئے بھیجا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی دانے پیس رہی ہے۔ مگر کوئی اسے چلانے والا موجود نہیں۔ انہوں نے اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو آپ نے فرمایا اے ابوذر کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔ جن کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں۔

ابو اسبخ نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے کہ اے لوگو! فضیلت، شرف و منزلت اور دوستی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذریت کے لئے ہے۔ پس یہود و باتوں میں نہ لگے رہنا۔

## مقصد مجسم

آیت میں ان کی تعلیم و توفیر اور تعریف کی طرف جو اشارہ کیا گیا ہے اس کی وجہ سے سلف اکثر ان کے حقوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ بنی ہاشم کا اکرام کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین بھی اس طریق پر چلے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو بکر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ



مجھے اپنی قرابتداروں سے صلہ رحمی کرنے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے خدا کی قسم اگر میں صلہ رحمی کروں تو مجھے اپنی قرابتداروں کی نسبت آپ لوگوں سے صلہ رحمی کرنا زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت حاصل ہے۔ اور اس عظمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مسلمان پر عطا فرمائی ہے۔ یہ بات آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت بطور اعتذار کہی جب آپ نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کے حصول سے منع کیا۔ اس کے متعلق شہادت میں مفصل بحث گذر چکی ہے۔

اسی طرح بخاری نے حضرت ابو بکر سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضور کے اہلبیت کے بارے میں حضور کا لحاظ رکھو۔ اسی طرح آپ سے یہ صحیح روایت بھی ہے کہ آپ نے حضرت علی سے مزاج کرتے ہوئے حضرت حسن کو اپنی گردن پر اٹھالیا اور فرمایا میرے باپ کی قسم میں ایسے آدمی کو اٹھائے ہوئے ہوں جو نبی کا شبیہ ہے۔ علی کا شبیہ نہیں اور حضرت علی مسکرا رہے تھے۔ آپ کا یہ قول حضرت انس کے قول کے موافق ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ان سے روایت ہے کہ حضرت حسن سے بڑھ کر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہ تھا لیکن انہوں نے یہ بات حضرت حسین کے متعلق کہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان حضرت علی کے قول کے مطابق یوں تطبیق ہوگی جیسا کہ ترمذی اور ابن حبان نے بیان کیا

ہے کہ حضرت حسن سر سے سینے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین نیچے کے دھڑیل میں آپ سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور بنی ہاشم کی ایک جماعت وغیرہم کا بیان ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح تشبیہ دیا کرتے تھے۔ میں نے ان کی تعداد کا تذکرہ شامل ترمذی کی دو شرحوں میں بیان کیا ہے دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن، حضرت ابو بکر کے

پاس آئے آپ اس وقت منبر پر تھے۔ انہوں نے آکر کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم یہ جگہ تیرے باپ ہی کی ہے۔ پھر آپ نے انہیں پکڑ کر گود میں بٹھالیا۔ اور روٹھے۔ حضرت علی نے کہا خدا کی قسم یہ بات انہوں نے میرے مشورے سے نہیں کہی۔ آپ نے فرمایا تو نے بھی سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم میں آپ پر اتنا ہمت نہیں لگاتا۔ ذرا حضرت ابو بکر کی حضرت حسن سے محبت و تعظیم و توقیر کو دیکھو کہ کس طرح آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور روٹھے۔ یہی واقعہ حضرت عمر کو بھی پیش آیا۔ آپ نے حضرت حسن سے فرمایا خدا کی قسم یہ منبر تیرے باپ کا ہے۔ میرے باپ کا نہیں تو حضرت علی نے کہا خدا کی قسم میں نے اسے ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا تو حضرت عمر نے جواب دیا خدا کی قسم ہم نے آپ پر اتنا ہمت نہیں لگایا۔

ابن سعد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے حضرت حسن کو پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا اور فرمایا کہ ہم نے بلندی تو آپ کے والد کے ذریعے حاصل کی ہے۔

عسکری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی آئے اور سلام کہنے کے بعد کھڑے ہو کر بیٹھنے کے لئے جگہ دیکھنے لگے۔ حضور علیہ السلام صحابہ کے چہروں کی طرف دیکھنے لگے کہ کون ان کے لئے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابو بکر آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اور ان کے لئے جگہ خالی کر دی۔ اور کہا ابو الحسن یہاں تشریف لائیے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے آپ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا اہل فضل کی فضیلت کو صاحب فضل ہی جانتا ہے۔

ابن شاذان نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عباس کے ساتھ بھی اسی قسم کا معاملہ کیا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ بات فرمائی اور اس بارے میں خود حضور علیہ السلام نے بھی نمونہ دیا ہے۔ بغوی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا عباس کی عجیب طریق سے تعظیم کرتے دیکھا ہے۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام تشریف رکھتے تو حضرت ابو بکر آپ کے دائیں اور حضرت عمر آپ کے بائیں اور حضرت عثمان آپ کے سامنے بیٹھتے۔ آپ حضور علیہ السلام کے کاتب اصرار تھے۔ جب حضرت عباس بن عبد المطلب آتے تو حضرت ابو بکر ہٹ جاتے اور حضرت عباس ان کی جگہ بیٹھ جاتے۔



ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ صحابہ حضرت عباس کی فضیلت کو جانتے تھے۔ اس لئے وہ آپ کو مقدم کرتے اور مشورہ کرتے اور انکی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابوبکر اکثر حضرت علی کے چہرے کی طرف دیکھتے۔ حضرت عائشہ نے ان سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

اس قسم کی ایک حسن حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ جب حضرت ابوبکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھٹے روز قبر رسول کی زیارت کے لئے آئے تو حضرت علی نے کہا یا خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم آگے آئیے تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جسکے بارے میں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے اپنے رب کے ہاں حاصل ہے۔ اس حدیث کو ابن السمان نے بیان کیا ہے۔ دارقطنی نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی آگئے آپ نے انہیں دیکھ کر کہا جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں ہے عظیم المنزلت، قرابت کے لحاظ سے قریب تر، افضل حالت اور عظیم تر حق کے حامل کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ تو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے۔

اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک آدمی کو حضرت علی کے خلاف باتیں کرتے دیکھا تو فرمایا تیرا برا ہو گیا تو نہیں جانتا کہ علی آپ کے چچا زاد ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی

آپ نے حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم تو نے اس قبر والے کو تکلیف دی ہے۔ ایک روایت میں ہے اگر تو نے اس سے بغض رکھا ہے تو تو نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں تکلیف دی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

ایسے ہی دارقطنی نے ابن المسیب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اشراف سے محبت کرو۔ اور اپنی عزتوں کو کمینوں سے محفوظ کرو۔ اور یاد رکھو کہ حضرت علیؓ سے دوستی رکھے بغیر شرف کس نہیں ہوتا۔

بخاری نے بیان کیا ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کے ذریعہ بارش طلب کیا کرتے۔ اور فرماتے اے اللہ جب ہم قحط کا شکار ہوتے تو ہم تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے حضور وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اور تو ہم پر بارش نازل فرما کر ہمیں سیراب کر دیا کرتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کے چچا کو تیرے حضور وسیلہ بناتے ہیں۔ پس تو ہمیں سیراب کر دے اور وہ بارش سے سیراب ہو جاتے۔

تاریخ دمشق میں ہے کہ ہجرت کے سترہویں سال عام الریاء کو لوگوں نے بار بار نماز استغفار پڑھی۔ مگر بارش نہ ہوئی حضرت عمرؓ نے فرمایا کل میں اس شخص کے ذریعہ بارش طلب کروں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے واسطے سے ہم پر بارش برسا دے گا۔ کل صبح کو آپ حضرت عباسؓ کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے دریافت کیا کون ہے آپ نے فرمایا عمرؓ۔ انہوں نے کہا کیا کام ہے؟ فرمایا باہر تشریف لائیے

ہم آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تشریف رکھیے۔ اس کے بعد آپ نے نبی ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ پاک ہو کر چھ کپڑے زیب تن کر لیں۔ جب وہ آئے تو آپ نے خوشبو نکال کر انہیں خوشبو لگائی پھر باہر نکلے تو حضرت علی آپ کے سامنے آگے کی طرف تھے۔ اور ان کے دائیں اور بائیں حضرت حسن اور حضرت حسین اور پیچھے پیچھے بنو ہاشم تھے۔ آپ نے کہا اے عمر دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ نہ ملانا پھر آپ مصلیٰ پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حمد و ثنا کی اور کہا اے اللہ تو نے ہمیں ہمارے مشورہ کے بغیر پیدا کیا اور تو ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے اعمال کو جانتا ہے۔ پس تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق کے متعلق نہیں روکا۔ اے اللہ جیسے تو نے اس کے شروع میں فضل کیا ہے۔ اس کے آخر میں بھی ہم پر فضل فرما۔ جابر کہتے ہیں ہم ٹھہرے بھی نہ تھے کہ خوب بادل برسا اور ہم اپنے گھروں کو پانی میں چلتے ہوئے آئے تو حضرت عباس نے کہا کہ میں پانچ بار بارش طلب کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ اس میں آپ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کے باپ عبدالمطلب نے پانچ بار بارش طلب کی تو وہ سیراب کر دیے گئے۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت عباس کے ذریعہ بارش طلب کی تو خطبہ میں فرمایا اے لوگو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کی وہی پاسداری کرتے تھے۔ جو ایک بیٹا، باپ کے لئے کرتا ہے۔ آپ ان کی تعظیم کرتے۔ بڑا بناتے۔ ان کی قسم کو پورا کرتے۔ اے لوگو آپ کے چچا



عباس کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرو اور جو مصیبت تم پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں آپ کو اللہ کے حضور وسیلہ بناؤ ابن عبد البر نے بڑے بڑے لوگوں سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت عباس کو بارش کے لئے وسیلہ بنایا تو فرمایا اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کے ذریعہ تیرا قرب چاہتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہیں۔ پس تو اس بارے میں اپنے نبی کا ایسے لحاظ فرما جیسے تو نے دو لڑکوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا۔ ہم تیرے حضور استغفار کرتے اور خیر طلب کرتے ہوئے آئے ہیں۔

ابن قتیبہ کی روایت میں ہے کہ اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور بقیہ آباء اور کثرت رجال کے ذریعہ تیرا قرب طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ تیرا قول برحق ہے۔

|                     |                                        |
|---------------------|----------------------------------------|
| واما الیحداس فکانہ  | کہ وہ دیوار شہر کے دو تیم لڑکوں کی تھی |
| لغلامین یتیمین فی   | اور اس کے نیچے اُن دونوں کیلئے         |
| المداینۃ وکان تحتہ  | خزانہ تھا۔ اور ان کا باپ صالح          |
| کنزلہما وکان ابوہما | اُدھی تھا۔                             |
| صالحاً۔             |                                        |

اے اللہ تو نے ان دونوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا۔ اے اللہ اپنے نبی کا آپ کے چچا کے معاملہ میں لحاظ فرما۔ ہم اس کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہوئے تیرے قریب ہوئے ہیں۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت عمر سے کہا کہ بنی اسرائیل کو جب قحط آلیتا تو وہ اپنے نبی کے عصہ کے ذریعے بارش طلب کرتے۔ تو حضرت نے فرمایا یہ حضرت عباس ہیں۔ ہمیں ان کے پاں لے چلو۔ جب آپ وہاں گئے تو فرمایا اے ابو فضل آپ لوگوں کو کس حال میں دیکھتے ہیں۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھالیا اور فرمایا اے اللہ ہم تیرے حضور تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے آئے ہیں۔ پھر حضرت عباس نے دعا کی۔

ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر حضرت عباس کے پاس سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے چچا کے اکرام کے واسطے سواری سے اتر پڑتے تھے۔

زبیر بن بکر نے ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عباس کو سوار ہونے کی حالت میں نہیں ٹاکرتے تھے۔ بلکہ اتر کر ان کی سواری کی لگام پکڑ لیتے اور ان کے ساتھ ساتھ چلتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھریا اپنی مجلس میں پہنچ جاتے تو پھر یہ الگ ہو جاتے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے لوگوں کے لئے روزینے مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے ابتدا کریں۔ آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین رشتہ داروں سے آغاز کیا۔ اور آپ کے قبیلہ کا نمبر پانچ قبائل کے بعد آیا آپ نے بدری صحابہ کو پانچ ہزار اور وہ لوگ جو بدر میں حاضر نہ ہوئے

مگر اسلام میں ان کے مساوی تھے انہیں بھی پانچ ہزار اور حضرت عباس کو بارہ ہزار اور حسنین کو ان کے والد کے مطابق دسے۔ اور حضرت ابن عباس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ حسنین سے محبت کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی اولاد پر ان کو عطاء و بخشش میں فضیلت دی ہے دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ ہمیں تمام مخلوق میں آپ کے والد سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں اور آپ کے باپ کے بعد تجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔

اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی کے متعلق دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ اپنی زمین پر گئے ہیں۔ فرمایا ہمیں بھی رہیں اے چلو آپ نے انہیں کام میں مشغول پایا تو ان کے ساتھ گھنٹہ بھر کام کرتے رہے۔ پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے حضرت علی نے آپ سے کہا۔ امیر المومنین بتائیے اگر آپ کے پاس بنی اسرائیل کے کچھ لوگ آئیں اور ان میں سے ایک آدمی یہ کہے کہ میں موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی ہوں تو کیا آپ اسے اس کے ساتھیوں پر ترجیح دیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت علی نے کہا قسم بخدا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور آپ کے چچا کا بیٹا ہوں وہ کہتے ہیں حضرت عمر نے اپنی چادر اتار کر بچھائی اور فرمایا۔ خدا کی قسم ہماری علیحدگی تک اس کے علاوہ آپ کی کوئی نشست نہ ہوگی۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے وقت تک وہیں بیٹھے رہے۔ آپ نے حضرت علی کو بتانے کے لئے یہ ذکر کیا کہ آپ نے امیر المومنین کے مقام پر پہنچتے ہوئے آپ کی زمین میں جو کام کیا وہ دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ



وسلم کی قرابت کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کے اکرام میں اضافہ کیا اور انہیں اپنی چادر پر بٹھایا۔

دارقطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کوئی بات پوچھی۔ انہوں نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں کہا : اے ابوالحسن میں اس بات سے خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں میں رہوں جن میں آپ نہ ہوں۔

دارقطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت حسنؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی مگر آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔ پھر عبداللہ بن عمر آئے انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ جب حضرت حسنؓ چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ۔ وہ آئے تو کہنے لگے۔ اے امیر المومنین میں نے خیال کیا کہ جب عبداللہ بن عمرؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔ آپ نے فرمایا آپ تو عبداللہؓ سے اجازت کے زیادہ حقدار ہیں اور خدا کے بعد تم لوگوں نے ہی بزرگی حاصل کی ہے اور آپ کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ آئیں تو آپ کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ دو بدو جھگڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت علیؓ کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیا تو آپ نے ان کا فیصلہ کر دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا تو حضرت عمرؓ نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا تیرا بڑا ہوتا ہے کیا علم کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ تیرا آقا اور ہر مومن کا آقا ہے اور جس کا یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ مسئلہ آپ حضرت علی سے دریافت کریں وہ زیادہ صاحب علم ہیں۔ اس آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین اس مسئلے میں مجھے آپ کا جواب حضرت علی کے جواب سے زیادہ پسند ہے حضرت معاویہ نے کہا تو نے یہ بہت بُری بات کی ہے۔ تو نے اس آدمی کو ناپسند کیا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم کی وجہ سے عزیز جانتے تھے۔ اور آپ نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عمر کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ آپ سے رجوع کرتے۔ اس بات کو دوسرے لوگوں نے بھی اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن بعض نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کھڑا ہو جا اللہ تیری ٹانگوں کو کھڑا نہ کرے اور اس کا نام رعبٹر سے کاٹ دیا۔ حضرت عمر آپ سے پوچھا کرتے تھے اور آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے۔ جب کوئی مشکل پیش آتی تو فرماتے یہاں علی موجود ہے۔ حضرت زید بن ثابت نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھایا۔ جیسا کہ ابن عبد البر نے کہا ہے۔ تو آپ کے حجر کو آپ کے قریب کیا گیا تاکہ آپ سوار ہو جائیں تو حضرت ابن عباس نے آپ کی رکاب پکڑ لی۔ انہوں نے کہا رسول اللہ کے چچا زاد چھوڑ دیجئے تو حضرت ابن عباس نے کہا ہمیں علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت زید نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہا ہمیں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے اہلبیت کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ بعض صحابہ کے گھروں میں حصول حدیث کے لئے آیا کرتے تھے۔ آپ انہیں قیلولہ کرتے پاتے تو ان کے دروازے پر چادر کی ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور ہوا آپ کے چہرہ پر مٹی ڈال دیتی۔ جب وہ باہر نکلتے تو آپ ان کے پیچھے پیچھے ہو لیتے وہ کہتے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ آپ میری طرف پیغام بھیج دیتے میں خود حاضر ہو جاتا تو آپ فرماتے نہیں میں آپ کے پاس حاضر ہونے کا زیادہ محتذر ہوں۔

حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ کے ساتھ حج کیا۔ حضرت معاویہ کے ساتھ ایک فوج تھی۔ اور حضرت ابن عباس کے ساتھ بھی طالبانِ علم کی ایک فوج تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن حسن بن حسین سے کہا جب آپ کو کوئی ضرورت ہو کرے تو مجھے اس کے متعلق لکھ بھیجا کیجئے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔

جب آپ کے پاس حضرت فاطمہ بنت علی تشریف لائیں اس وقت آپ ماریہ کے امیر تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ تھا انہیں دے کر فرمایا مجھے دنیا میں آپ کے گھرانے سے زیادہ محبوب کوئی نہیں اور آپ لوگ مجھے اہلبیت سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ ابو بکر بن عیاش نے کہا ہے جیسا کہ الشفاء میں ہے کہ



اگر میرے پاس حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی آتے تو میں حضور علیہ السلام کی قرابت کی وجہ سے حضرت علی کی حاجت کو پہلے پورا کرتا۔ لیکن اگر وہ آسمان سے زمین تک ان سے مؤخر ہوتا تو مجھے ان دونوں کا اس پر مقدم کرنا زیادہ محبوب ہوتا۔

جب والئی مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو زرد کو ب کیا اور آپ کو اس کی تکلیف پہنچی اور آپ کو غشی کی حالت میں وصال سے لے جایا گیا۔ تو آپ نے ہوش میں آنے پر فرمایا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میں نے اپنے مالے والے کو جائز گام کرنے والے کی ذیل میں رکھا ہوا ہے، پھر آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں اس حالت میں مر جاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں تو مجھے آپ سے شرم آئے گی کہ میری وجہ سے آپ کی آل کے بعض آدمی آگ میں داخل ہوں گے۔ جب منصور مدینہ آیا تو اس نے جعفر سے قصاس دلانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ قسم بخدا اس نے جو کوڑا بھی اٹھایا ہے میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے جواز کی ذیل میں رکھ لیا ہے۔

عبداللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس نو عمری کی حالت میں آئے۔ آپ کے بال لمبے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو بلند جگہ پر بٹھایا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی قوم نے آپ کو علامت کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ثقہ آدمی

نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسکو خوش کرے گا۔ وہ مجھے خوش کرے گا۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں۔

خطیب نے بیان کیا ہے کہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی قریش کا نوجوان، بوڑھا یا سردار آتا تو آپ انہیں مقدم کرتے اور خود ان کے پیچھے باہر نکلتے اور حضرت امام ابو حنیفہ اہلبیت کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اور ان کے ظاہری اور پوشیدہ نادار آدمیوں پر خرچ کر کے قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک خفیہ نادار آدمی کو بارہ ہزار درہم بھجوائے اور اپنے اصحاب کو بھی اس بارے میں ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور امام شافعی نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے صراحت کی ہے کہ وہ بھی ان کے شیعوں میں سے ہیں۔ یہاں تک ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کی گئیں اور آپ نے ان کے جوابات دیے۔ جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے اپنی ایک اچھوتی نظم میں کہا ہے

اَللّٰہِ نَبِیُّ اللّٰہِ تَعَالٰی کَے پاس پہنچنے کے لئے میرا  
ذریعہ اور وسیلہ ہے مجھے امید ہے کہ کلے  
وہ ان کے ذریعہ میرے اعمال نامہ کو میرے دائیں  
ہاتھ میں دے گا۔

نہری نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا اور بے مقصد کہیں چلا گیا تو زمین العابدین

نے اُسے فرمایا تمہارا اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے مایوس ہونا جو ہر چیز پر حاوی ہے۔ تمہارے گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ نہری نے جواب دیا اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے تو وہ اپنے اہل و مال کی طرف واپس آگئے۔

## خاتمہ

حضور علیہ السلام نے اپنی آل کے متعلق جو خبریں دی ہیں کہ ان کو انتقامی کاروائیوں کے نتیجے میں کیا کیا مصائب و آلام پہنچیں گے اور دیگر آداب کا بیان۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میرے اہلبیت کو میری امت کی طرف سے قتل اور مار بھگانے کے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے لیکن اس میں اسمعیل بھی ہے۔ جس کے متعلق جمہور نے کہا ہے کہ وہ سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے اور بخاری نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور ترمذی نے اس سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ ثقہ مقارب الحدیث ہے۔ اور اہلبیت سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والا مروان بن الحکم ہے۔ گویا یہ وہ حدیث کا راز ہے جسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا وہ اُسے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے کر آتا اور آپ اس کے لئے دُعا فرماتے۔ جب مروان کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا یہ گر گٹ کا بیٹا گر گٹ ہے اور ملعون بن ملعون ہے اور اس کے بعد محمد بن زیاد سے تھوڑا



سہی بات بیان ہوئی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی تو مروان نے کہا یہ بیعت ابو بکر اور عمر کی سنت کے مطابق ہے۔ تو عبدالرحمن بن ابوبکر نے کہا یہ ہر قل اور قیصر کی سنت کے مطابق ہے تو مروان نے اُسے کہا تیرے ہی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَالَّذِي قَالَ لَوَالِدِيهِ اف      جس نے اپنے والدین سے کہا کہ تم لکھا۔  
پر اُن ہے۔

جب یہ خبر حضرت عائشہ کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا! اُس نے جھوٹ بولا خدا کی قسم یہ وہ شخص نہیں ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی جب مروان اس کی صلب میں تھا۔

پھر عمرو بن مرقہ الجہنی سے روایت کی گئی ہے جسے آپ سے محبت حاصل تھی کہ حکم بن عاص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کی آواز کو پہچان کر فرمایا اسے اجازت دے دو۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اور اس پر بھی جو اس کی صلب سے نکلے گا۔ سوائے اس کے کہ ان میں سے کوئی مومن ہو اور وہ تھوڑے ہی ہوں گے۔ وہ دنیا میں سر بلند اور آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ بڑے مکار اور دھوکہ باز ہوں گے۔ انہیں دنیا ملے گی۔ مگر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ابن ظفر کہتے ہیں کہ اس حکم کو بڑی سخت بیماری تھی۔ اور ابو جہل کا بھی یہی حال تھا۔ جس کا مکمل تذکرہ الدیر نے حیاۃ الحيوان نے

میں کیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے حکم اور اس کے بیٹے پر جو لعنت کی ہے۔ اس سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ایک دوسری حدیث میں اس کا تدارک کر دیا ہے۔ یعنی آپ بشر ہیں اور بشر کی مانند آپ کو غصہ بھی آتا ہے۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں نے جس کو برا کہا ہے یا اس پر لعنت کی ہے یا اُسے بددعا دی ہے۔ وہ اس کے لئے رحمت پاکیزگی کفارہ اور طہارت کا ذریعہ بن جائے۔ اور ابوہریرہ کے بارے میں ابن ہریرہ سے جو منقول ہے حکم کے برخلاف اس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ صحابی ہے اور یہ بڑی بات ہے کہ صحابی پر تہمت لگائی جائے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو اسے اس بات پر محمول کرنا چاہیے کہ اس پر قبل از اسلام یہ تہمت لگائی جاتی تھی اور مہدی کی احادیث میں بیان ہو چکا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنی ہاشم کے نوجوانوں کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں ٹوٹ پڑیں۔ اور رنگ متغیر ہو گیا پھر فرمایا: اہم اہلبیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابل پر آخرت کو پسند فرمایا ہے اور عنقریب میرے بعد میرے اہلبیت مصائب سے دوچار ہوں گے۔ اور انہیں مار بھگایا جائے گا۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے۔ اور قریش میں سب سے پہلے میرے اہلبیت ہلاک ہوں گے ابوہریرہ اور طبرانی نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔ جان لیجئے کہ لوگوں کے متعلق عموماً اور اہلبیت کے متعلق خصوصاً چند امور کی رعایت کی تاکید کی گئی ہے۔

اولے :- شرعی علوم کے حصول کی طرف توجہ دنیا کینز کو بغیر علم کے نسب میں کوئی فائدہ نہیں اور علوم شرعیہ کی طرف توجہ پر ترغیب کے دلائل اور اس کے آداب اور علماء اور متعلمین کے آداب، ان سب باتوں کی تفصیل ائمہ کی کتب میں معروف ہے۔ اس لئے ہم اسے طول نہیں دیتے۔  
دوم :- آبا پر فخر کو ترک کرنا اور بغیر علوم دینیہ کے حصول کے ان پر مہروسہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان اکرمہ عند اللہ اتقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے اتقی ہے۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ فرمایا ان میں سب سے معزز وہ ہے جو اتقی ہے۔

ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے قیامت کے روز تمہارے حسب و نسب کے متعلق دریافت نہیں فرمائے گا بلکہ اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ تم سب میں سے بڑا معزز وہ ہے جو اتقی ہے۔ احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دیکھو تو اسود و احمر سے بہتر نہیں سوائے اس کے کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ کر ہو۔

اسی طرح اس نے بیان کیا ہے کہ آپ نے منیٰ کے ایک خطبہ میں فرمایا اے لوگو تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی سُرخ رنگ والے کو سیاہ فام پر فضیلت حاصل ہے۔ سوائے تقویٰ کے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے بہتر وہ ہے جو اتقی



ہے۔  
 القضاعی وغیرہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جسکا عمل اُسے سست  
 رکھتا ہے۔ اس کا نسب اُسے تیز نہ کرے گا۔ یہ مسلم کی حدیث ہے اور  
 اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث  
 کی تخصیص اپنے اہلبیت سے کی ہے تاکہ انہیں تقویٰ اللہ اور خشیت الہی  
 کی ترغیب دی جائے اور انہیں انتباہ کیا جائے کہ قیامت کے روز تقویٰ  
 کے بغیر کوئی آدمی ان کے قریب نہ ہو سکے گا۔ اور وہ اپنے نسب کے  
 غرور میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیں اور قیامت کے روز آپ کے  
 اولیاء و صرف متقی لوگ ہوں گے۔ خواہ کوئی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔  
 اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ جب زبیر بن مروسی کناطم نے مامون  
 کے خلاف خروج کیا اور مامون کامیاب ہوا تو اس نے انہیں ان کے  
 بھائی علی الرضا کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اسے بہت زحمت و توجہ کی۔  
 جس میں ایک بات یہ بھی کہی کہ تو خوشنریزی کرنے، راستوں میں خوف  
 پیدا کرنے اور ناجائز صورت میں مال حاصل کرنے کی وجہ سے رسول کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل نہ ہوگا۔ تجھے کوفہ کے بیوقوفوں نے قریب میں  
 مبتلا کر دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ نے  
 پاکدامنی کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کی ذریت  
 پر حرام کر دیا ہے۔ یہ بات صرف حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق ہے  
 جو آپ کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ میرے اور تیرے لئے۔ خدا  
 کی قسم انہوں نے بھی یہ مقام اطاعت الہی سے حاصل کیا ہے۔ اگر تو  
 اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جسے انہوں

نے اطاعت الہی سے حاصل کیا ہے۔ تب تو تو اللہ کے ہاں ان سے زیادہ مکرم ہوا۔ پس اس بات پر غور کرو کہ اس قابل عزت گھرانے میں سے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کا کتنا بڑا مقام ہے۔ اور جو شخص ان میں سے اس بات پر غور کرے گا وہ اپنے نسب کے فریب میں نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس مقام کو حاصل کر لے گا۔ جو ان ائمہ کو بھی حاصل نہ تھا جو اس کے آبا و اجداد میں سے تھے اور ان کے عظیم کارناموں اور ان کے زہد و عبادات کی اقتدا کرے گا اور ان کی طرح قیمتی علوم اموال اور حبیب القدر خوارق سے آراستہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات کو دوبارہ عطا فرمائے اور ہمارا حشر ان کے محبوبوں کے زمرہ میں ہو۔ آمین

ابو نعیم نے محمد الجواد اللاحی سے جو علی الرضا کے بیٹے ہیں جن کا ذکر ابھی گزر چکا ہے۔ بیان کیا ہے کہ ان سے حدیث انے فاطمة احصت کہ حضرت فاطمہ نے پاکدامنی اختیار فرجھا۔

کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے وہی جواب دیا جو آپ کے باپ نے دیا تھا کہ یہ حدیث حضرت حسن اور حضرت حسین سے خاص ہے اور حبیب زید نے اپنے باپ حضرت زین العابدین سے خروج کے بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے خدشہ ہے کہ تو کوفہ کی زمین میں مقتول و مصلوب ہوگا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ خروج سفیانی سے قبل اولاد فاطمہ میں سے جو شخص بھی سلاطین کے خلاف خروج کرے گا مارا جائے گا۔ تو جیسا آپ کے باپ نے کہا تھا

ویسا ہی وقوع میں آیا۔ اس باب میں پتہ تمام قصہ بیان ہو چکا ہے  
 احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے تو حضرت فاطمہ کے پاس  
 تشریف لاتے اور دیر تک آپ کے ہاں ٹھہرتے۔ ایک مرتبہ ایک  
 مسکین نے آپ کے لئے کچھ چاندی ایک ہار دو بالیاں اور آپ کے  
 گھر کے دروازے کا پردہ تیار کیا۔ حضور علیہ السلام آپ کے گھر تشریف  
 لائے اور غصہ کی حالت میں باہر نکل گئے۔ یہاں تک کہ منبر پر بیٹھ گئے  
 تو حضرت فاطمہ نے خیال کیا کہ میں نے جو کچھ بنایا ہے اس سے حضور علیہ  
 السلام ناراض ہوئے ہیں۔ آپ نے وہ چیزیں آپ کی خدمت میں نہج  
 دیں تاکہ آپ انہیں راہِ خدا میں صرف کر دیں۔ تو آپ نے تین بار فرمایا  
 تیرا باپ تجھ پر قربان ہو۔ میں نے یہ اس لئے کیا کہ دنیا کا محمد (صلی اللہ  
 علیہ وسلم) اور آلِ محمد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک  
 دنیا میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی بھلائی ہوتی تو کافر اس سے ایک  
 گھونٹ پانی بھی نہ پی سکتا۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور  
 حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے۔ اور احمد نے اس میں یہ اضافہ  
 بھی کیا ہے کہ آپ نے ثوبان کو حکم دیا کہ وہ اسے آپ کے ایک صحابی  
 کو دے دیں اور وہ حضرت فاطمہ کے لئے ایک ہار اور ہاتھی  
 دانت کے دو کنگن خرید لائے اور فرمایا یہ میرے اہلبیت ہیں۔  
 میں ان کے لئے پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنی طبقات اپنی دنیا و مافیہ  
 زندگی ہی میں کھا جائیں۔ اس بات پر غور کرو اس میں آپ کو وہ  
 کمال نظر آئے گا جو زہد و ورع اور اطاعت گزاری سے آراستہ



ہوئے بغیر اور ذیل باتوں سے دستکش ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور اموال جمع کرنے اور دنیا کی محبت اور اس میں بندگی کی خواہش سے حمایت درجہ کے عیوب و نقائص اور رنج پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت علی نے دنیا کو تین طلاقیں دیں اور فرمایا میں نے اپنی اس زرہ کو بیوند لگایا ہے اور مجھے اس کے بیوند لگانے والے سے حیا آتی ہے۔ اور آپ کے فضائل میں اس قسم کی کئی عجیب باتیں بیان ہو چکی ہیں۔

سورہ :- سب صحابہ کی تعظیم کرنا کیونکہ انہیں شہادت الہی سے خیر الامم قرار دیا گیا ہے۔ کنت خیر امۃ اخرجت للناس اور متفقہ صحیح حدیث خیر القرون نے قرنی کی گواہی سے بھی وہی لوگ اس امت کے بہترین لوگ ہیں۔ میں نے اس کتاب کے مقدمہ اولیٰ میں ایسی احادیث کو پیش کیا ہے جو ان کے فضل و کمال ان کے وجوب محبت ان کے اعتقاد و کمال اور نقائص و جہالات سے ان کی برائت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور باطل پر استقرار اختیار کرنا جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور توفیق و ہدایت الہی سے گریز کرنے سے ہمیشہ نقصان اور فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ پس محتاط رہئے اور اس امت کے سوادِ اعظم یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ رہیئے اور اگر تم صاحبان خواہشات و بدعات و ضلالت و حماقت و جہالت اور کمالات سے محروم افراد کے ساتھ رہے تو اس وقت تمہیں نسب کوئی فائدہ نہ دے گا اور جب اسلام آپ سے چھن گیا تو تمہیں ابو جہل اور ابولہب کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔

چہارم :- اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ عاشوراء کے روز حضرت امام حسینؑ کو جو شہادت ملی ۔ جیسا کہ آئندہ اس کا تفصیلی واقعہ آئے گا ۔ وہ ایک ایسی شہادت ہے جو آپؑ کی بلند نصیبی ، رفعت اور اللہ تعالیٰ کے ملاں آپؑ کے درجہ پر دلالت کرتی ہے ۔ اور آپؑ کو اہلبیت کے پاکیزہ آدمیوں کے درجات کے ساتھ ملا دیتی ہے پس جو شخص اس روز آپؑ کی مصیبت کو یاد کرے اُسے امتثال امر کیلئے انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا کچھ نہ کہنا چاہیئے تاکہ

اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمتہ واولئک ہم المہتدونے میں جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے وہ اُسے حاصل ہو ۔ ان لوگوں پر اپنے رب کی طرف سے درود و رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں ۔ پس اس روز درود و رحمت اور روزہ وغیرہ کے سوا اور کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے ۔ اور رافضیوں کی بدعات ماتمہ ، مرثیہ گوئی اور غم وغیرہ سے اجتناب اختیار کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں سے نہیں ہیں ۔ اگر یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں سے ہوتیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز ان باتوں پر بدرجہ اولیٰ عمل کیا جاتا ہے اور اہلبیت سے تعصب رکھنے والے خوارج اور مقابلہ کرنے والے جاہلوں

اے عبدالحسینؑ موسویؑ کی کتاب المہالس الفاخرۃ فی ماتم العترۃ الطاہرۃ ، میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ضعف ثبوت و دلالت کے باعث اس قابل نہیں کہ ان باتوں کے جواز پر کوئی دلیل قائم کی جاسکے ۔

کی بدعتوں سے بھی بچنا چاہیئے۔ فاسد، بدعت اور شر کے مقابلہ میں ویسے ہی فاسد بدعت اور شر کو اختیار کر کے انتہائی درجے کی خوشی و مسرت کا اظہار کرنا اور اُسے عید بنا ڈالنا اور اظہار زینت کے لئے خضاب اور سرمہ لگانا، نئے کپڑے پہننا، ڈھیروں روپیہ خرچ کرنا، کھانے اور دانے پکانے یہ سب باتیں عادات سے خارج ہیں۔ ان کے اعتقاد میں یہ باتیں سنت اور عادت میں شامل ہیں۔ جبکہ سنت یہ ہے کہ ان سب باتوں کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ ان میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ اور نہ ہی کوئی اثر صحیح ہے جس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

بعض ائمہ حدیث و فقہ سے عاشورہ کے روز سرمہ لگانے غسل کرنے، مہندی لگانے، دانے پکانے، نئے کپڑے پہننے اور خوشی کا اظہار کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی آپ کے اصحاب میں سے کسی کی کوئی حدیث آئی ہے۔ اور نہ ہی ائمہ مسلمانین میں سے ائمہ اربعہ اور نہ کسی اور نے اسے پسند کیا ہے۔ اور نہ ہی کتب معتبرہ میں اس کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث آئی ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جو اس روز سرمہ لگائے گا سال بھر اس کی آنکھ دکھنے نہ آئے گی اور جو غسل کرے گا وہ سال بھر بیمار نہ ہوگا۔ اور جو عیال پر کھلا خرچ کرے گا سارا سال اللہ تعالیٰ اس کو وسعت دے گا۔ یا اس قسم کی اور باتیں جیسے کہ اس دن نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور یہ کہ اس روز آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور نوح علیہ السلام کی



کشتی جوڑی پہاڑ پر ٹک گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا یا گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے عوض مینڈرھا فدیہ دیا گیا اور یوسف علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کو واپس ملے یہ سب باتیں موضوع ہیں۔ ہاں عیال پر کھلا خرچ کرنے کی بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس کی سند میں ایسا آدمی ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے اسے پس ان لوگوں نے اپنی جہالت سے اسے ایک تہوار اور اپنے رفض سے اسے ایک نام نہالیا ہے اور یہ دونوں خطاکار اور سنت کے مخالف ہیں۔ یہ بات بعض حفاظ نے بھی بیان کی ہے۔

اسے یہ حدیث کہ عیال پر کھلا خرچ کرے۔ اسے عراقی اور حافظ ابن ناصر نے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ بہت سے طرق سے مروی ہے جن میں سے بعض مسلم کی شرط کے مطابق ہیں۔ ابن عبد البر کی روایت صحیح ہے اور ان میں ضعیف وہ ہے جب اسے بعض کیساتھ ملایا جاتا ہے تو بعض سے قوت حاصل کرتی ہے جیسا کہ سخاوی اور سیوطی نے بیان کیا ہے۔ اس کے متعلق عراقی نے ایک جزو تالیف کیا ہے جسکی سیوطی نے التذکرۃ میں تلخیص کی ہے۔ اور ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ اسکی اسناد میں مجہول روای ہے جسکا نام سلیمان بن ابی عبد اللہ ہے۔ لیکن ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

۲۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ رافضیوں نے بنی ہاشم کی حکومت میں یعنی چار سو کے لگ بھگ حد سے تجاوز کیا۔ عاشورہ کے روز بغداد اور دوسرے شہروں میں ڈھول بجائے جاتے راستوں اور بازاروں میں توڑی اور رکھ بھیری جاتی۔ دکانوں پر ٹاٹ لٹکائے جاتے۔ اور لوگ گریزاری اور غم کا اظہار کرتے۔ بہت سے لوگ پانی نہ پیتے تاکہ حضرت حسین کے ساتھ موافقت کرنے سے لذت اندوز ہوں۔ کیونکہ انہیں پیاسا قتل کیا گیا تھا۔ پھر عورتیں برہنہ منہ نوحہ کرتیں اور اپنے مونہوں اور چھاتیوں پر مقطر باتیں اور ننگے پاؤں بازاروں میں نکلتیں اور اسی قسم کی دیگر بُری بدعات و خواہشات اور رسوا کن مخزعات اختیار کی جاتیں۔ ان سب باتوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنی امیہ کی حکومت کو ذلیل کریں۔ کیونکہ حضرت حسین کو ان کی حکومت میں قتل کیا گیا تھا۔

اور حاکم نے صراحت کی ہے کہ اس روز سمرہ لگانا بدعت ہے  
اس روایت کے ساتھ ایک پیشگوئی بھی ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز  
سمرہ لگائے گا اس کی آنکھ کبھی دکھنے نہیں آئے گی۔ لیکن حاکم نے اسے  
منکر کہا ہے۔ بعض حفاظ کا کہنا ہے کہ ابن جوزی نے حاکم کے طریق پر  
اور اس طریق کے علاوہ بھی اسے موضوعات میں شامل کیا ہے۔

المجد اللغوی نے حاکم سے نقل کیا ہے کہ روزہ کے علاوہ دوسری  
تمام احادیث جن میں نماز، انفاق، خضاب، تیل اور سمرہ لگانے اور دانے  
پکانے کی فضیلت کا ذکر آیا ہے۔ سب موضوع اور افتراء ہیں۔ اے  
یہی وجہ ہے کہ ابن القیم نے صراحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ عاشورہ کے روز  
سمرہ لگانے، تیل لگانے اور خوشبو لگانے والی حدیث کذابین کی وضع کردہ  
حدیثوں میں سے ہے۔ اور عاشورہ کے دن کو سمرہ لگانے سے جو مخصوص  
کیا گیا ہے اس میں کلام کیا گیا ہے اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ اس روز خرچ کرنے سے  
فراخی ملتی ہے اس کی اصل موجود ہے۔

حافظ الاسلام الزین العراقی نے اپنی کتاب امالی میں بیہقی  
کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
کہ جو شخص عاشورہ کے روز اپنے اہل و عیال پر کھانا خرچ کرے گا اللہ  
تعالیٰ اسے سال بھر وسعت عطا فرمائے گا۔ پھر کہتے ہیں کہ اس حدیث  
کا تائب کیا گیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں نرمی ہے۔ لیکن ابن

ابن رجب نے لطائف المعارف میں کہا ہے کہ سمرہ لگانے، خضاب لگانے  
اور نہانے کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے یہ سب موضوع ہیں اور صحیح نہیں۔

جہاں کے سوا ایک رائے کے مطابق نہ حسن ہے۔ یہ ایک اور طریق سے بھی مردی ہے۔ جسے حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر نے صحیح قرار دیا ہے اور اس میں بھونڈے اضافے کئے گئے ہیں یہی ہفتی کے ظاہری کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فراخی والی حدیث ابن جہاں کے سوا ایک رائے کے مطابق حسن ہے۔ اس لئے کہ اُسے صحابہ کی ایک جماعت سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے یہ اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن جب ایک دوسرے کے ساتھ ملا دی جاتی ہیں تو ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ابن تیمیہ کے انکار کے متعلق جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ فراخی کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مردی نہیں اور احمد نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح لذاتہ نہیں۔ اس سے اس کے حسن لغو ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور حسن لغو سے حجت پکڑی جاتی ہے۔ جیسا کہ علم حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

**پنجم :-** ہر آدمی کو اس شریف نسب کے لئے غیرت چاہیے اور اُسے یاد بھی رکھنا چاہیے تاکہ آپ کی طرف صرف حقدار ہی کا انتساب ہو سکے۔ اہلبیت نبوی کے انتساب زمانہ دراز تک ہمیشہ حفظ کئے جاتے رہے ہیں۔ اور ان کے احساب بھی جن سے وہ ممتاز ہوتے ہیں محفوظ رہے ہیں کہ کہیں کینے اور جاہل لوگ ان کے مدعی نہ بن بیٹھیں۔ ہر زمانے میں جو شخص ان کی تصحیح اور ان کی تفصیل کے حفظ کے لئے کھڑا ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے الہام کرتا رہا ہے۔ خصوصاً طالبیوں اور طلبیوں کے انتساب کے متعلق



اور صاحبان شرف جیسے کہ عباسی اور جعفری ہیں۔ ان کے درمیان بنی فاطمہ کی ذریت طاہرہ کیلئے یہ خاص اصطلاح بن گئی ہے کہ وہ اپنے شرفِ مزید کے اظہار کے لئے سبز لباس زیب تن کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ مامون نے ارادہ کیا کہ خلافت ان میں قائم کرے۔ اس بات کا بیان علی الجواد کے حالات زندگی میں آئے گا کہ اس نے ان کے ساتھ خلافت کا عہد کیا تھا۔ تو اس نے ان کے لئے سبز شعار بنایا اور انہیں سبز لباس پہنایا۔ کیونکہ عباسیوں کا شعار سیاہ تھا اور دیگر مسلمانوں کا سفید وغیرہ ذلک، سرخ کی تحریم میں اختلاف ہے۔ آخر الامر یہودی کا شعار زرد تھا۔ پھر وہ اپنے ارادے سے پھر گیا اور خلافت بنی عباس کو دے دی۔ مگر بنی زہرا میں سے اشرافِ علویوں کا یہی شعار رہا۔ لیکن انہوں نے کپڑوں کو مختصر کر کے ایک سبز کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیا۔ جسے وہ اپنے عماموں پر بطور شعار رکھتے پھر آٹھویں صدی کے آخر میں یہ شعار بھی ختم ہو گیا پھر ۳۲۰ھ میں سلطان اشرف شعبان بن حسن بن ناصر محمد بن ملاوون نے حکم دیا کہ دیگر لوگوں سے امتیاز کے لئے علوی اپنے عماموں پر سبز پٹی باندھا کریں تو مصروفِ شام اور دیگر محالک میں اس پر عمل کیا گیا ہے

اے صدرِ اول میں شریف کا نام تمام اہل بیت پر بولا جاتا تھا خواہ وہ حضرت علی یا حضرت جعفر یا حضرت عقیل یا حضرت عباس کی اولاد سے ہوں۔ اس اصطلاح کو ذہبی نے اختیار کیا ہے یہ بات ان میں سے اصطلاح کی تاریخ بیان کرنے والوں نے کہی ہے اور فاطمیوں نے اسے صرف حسنین کی ذریت کے متعلق قرار دیا ہے۔ بغداد میں اس کا اطلاق ہر عباسی پر ہوتا ہے۔ مگر ذہبی نے جو اصطلاح بنائی ہے وہ ادلی ہے جیسا کہ سیوطی نے کہا ہے اور سفید علامت جو شریف اور غیر شریف چاہے اختیار کرے اسکے ترک کرنے سے سوائے شرعی ضرورت کے غیر شریف ہونیکا حکم نہیں لگایا جاسکتا جیسا کہ سیوطی نے العجالة الزرنبیۃ میں بیان کیا

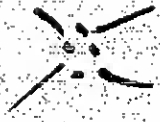
اس بارے میں نابینا جابر اندلسی جب وہ حلب میں اتر رہا تھا کہتا ہے  
اس نے الفیدہ ابن مالک کی شرح بھی کی ہے۔ جسکا نام نابینا و بنیا ہے۔  
انہوں نے انبائے رسول کے لئے علامت مقرر کی ہے۔

علامت کی ضرورت اُسے ہوتی ہے جو مشہور نہ ہو۔ ان کے قابل اکرام  
چہروں پر نور نبوت جھلکتا ہے جو شریف آدمی کو سبز چٹھا سے بے نیاز  
کر دیتا ہے۔ اس بارے میں شعرا کی جماعت نے بہت کچھ کہا ہے۔  
جس کا ذکر طوالت کا باعث ہو گا ان سب سے بہتر قول ادیب محمد بن ابیہم  
ابن برکتہ اللہ مشقی المزنی کا ہے۔

تاجوں کے اطراف میں ریشم کی سبز ٹپیاں، اشراف کی علامت  
بنائی گئی ہیں اور سلطان اشرف نے اس شرف کے ساتھ ان کو مخصوص  
کیا ہے تاکہ انہیں سب اطراف سے پہچانیا جاسکے اور غیر آباد کی طرف  
انتساب کرنے کے متعلق سخت انتباہ کیا گیا ہے کہ ایسا شخص کافر اور ملعون  
ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو غیر باب کی طرف  
منسوب کرے گا۔ یا غیر موالی کی طرف جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فشتوں  
اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث  
آئی ہیں۔ ہم ان کے ذکر کو طول نہیں دینا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس  
پر اس کے انبیا اور اولیاء پر جھوٹ بولنے سے بچائے اور معزز اہل  
بیت نبوی کے زیرہ میں ہمارا حشر ہو۔ کیونکہ ہم ان کے محب اور خد گگذار

رہی بات سبز عامہ کی اسے محمد شریف متولی باشا مصر نے سن ۱۲۸۰ میں  
ایجاد کیا جیسا کہ خفا جی نے ذکر کیا ہے۔

ہیں اور جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے۔ نص حدیث کی رو سے وہ ان کے ساتھ ہونے کی آرزو کر سکتا ہے۔ اور یہ میرے جیسے کمزور اور کوتاہ عمل انسان کی معذوری ہے کہ وہ صادقین کے سے عمل کرے یا محدصین کے احوال سے آراستہ ہو۔ لیکن خدائے ذوالجلال والا کرام سے عطیات و بخششوں کی امید انشاء اللہ ہمیں قبولیت اور انعام سے نوازے گی۔ کیونکہ وہ اکرم کریم اور ارحم رحیم ہے۔





# فصل دوم

اسن فصل میں اہل بیت کے متعلق احادیث بیان ہوئیں گی ان میں سے اکثر احادیث پہلے فصل میں بیان ہو چکی ہیں۔ لیکن اس فصل میں انہیں بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ وہ بہت جلد ہی مستحضر ہو جائیں۔

۱ :- دہلی نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری اولاد کے متعلق مجھے اذیت دے گا۔ اس پر سخت غضب الہی ہوگا اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے دیا ہے اس سے لطف اندوز ہو تو اسے میرے اہل بیت کے بارے میں میرا اچھا جانشین ہو چاہئے اور جو ان کے بارے میں میرا جانشین نہ ہوا اس کی عمر کاٹ دی جائے گی اور وہ قیامت کے روز میرے پاس روسیہ ہو کر آئے گا۔

۲ :- حاکم نے ابوذر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو بیچھے رہے گا ہلاک ہوگا اور بزار کی روایت میں اسے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر سے بیان کیا گیا ہے۔ اور حاکم نے ابوذر ہی سے ایک اور روایت بیان

کی ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے۔ جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو بیچھے رہے گا غرق ہو جائیگا۔  
 ۳۔ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میں سب سے پہلے اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش میں سے قریب ترین رشتہ داروں کی۔ پھر انصار کی پھر ان لوگوں کی جو مجھ پر ایمان لائے اور اہل یمین میں سے جنہوں نے میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور جس کی میں پہلے سفارش کروں گا وہ افضل ہوگا۔

۴۔ حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر آدمی وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے لئے بہتر ہوگا۔

۵۔ طبرانی اور حاکم نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس سے شادی کروں اور جو میری امت میں سے مجھ سے شادی کرے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو تو اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

۶۔ شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں اہل جنت کے سوا کسی سے شادی نہ کروں اور اہل جنت ہی میں میری شادی ہو۔

۷۔ ابوالقاسم بن شبران نے اپنی امالی میں عمران بن حصین سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ کرے تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

۸ :- ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا سے اس لئے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور میرے ساتھ اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہلبیت سے محبت رکھو۔

۹ :- ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کرے گا۔ میں اس کا بدلہ اُسے قیامت کو دوں گا۔

۱۰ :- خطیب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا۔ جب وہ مجھے ملے گا اس کا بدلہ میرے ذمہ ہوگا۔

۱۱ :- ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

۱۲ :- ابویعلیٰ نے سلمہ بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان والوں کے لئے ستارے باعثِ امانے



ہیں۔ اور میری اُمت کیلئے میرے اہلبیت باعِثِ امان ہیں۔

۱۳ :- حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے رب نے میرے اہل بیت کے متعلق مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو توحید اور میرے متعلق احکام کے پہنچانے کا اقرار کرے گا وہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

۱۴ :- ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔

۱۵ :- ترمذی نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ فرشتہ آج کی رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھ پر سلام بھیجنے اور یہ خوشخبری دینے کی اجازت طلب کی ہے کہ فاطمہ مستوراتِ جنت کی سیدہ اور حسن اور حسین نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔

۱۶ :- ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔

۱۷ :- ابن ماجہ نے عباس بن عبد المطلب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب میرے اہل بیت میں کوئی ان کے پاس جا کر بیٹھتا ہے تو وہ اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری

جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان سے محض اللہ اور میری قربت کی خاطر محبت نہ کرے۔

۱۸ :- احمد اور ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے اور ان کے مال اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

۱۹ :- ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم اولاد عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور امام ہدیہ کا۔  
۲۰ :- طبرانی نے حضرت فاطمہ الزہراء سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

۲۱ :- طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے کا عصبہ جو ان کے باپ کی طرف سے ہے فنا ہونے والا ہے۔ پس میں ہی ان کا عصبہ اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

۲۲ :- طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے، اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں پس میں ان کا ولی، ان کا عصبہ اور ان کا باپ ہوں۔

۲۳ :- احمد اور حاکم نے مسور سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ جو اُسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا اور جو اُسے خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا۔ قیامت کے روز میرے نسب سبب اور دامادی کے سوا سب انساب منقطع ہو جائیں گے۔

۲۴ :- بزار، ابوالعلیٰ اور طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کی ذریت پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث اور خلفائے اربعہ کی حدیث میں آنے والے لوگوں کا ذکر ان احادیث میں مندرج ہو چکا ہے۔ جو قریش کے متعلق بیان ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب لوگ قریش میں سے ہیں۔ یعنی نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں اور جو چیز اعم کے لئے ثابت ہو وہ انھیں کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے میں نے گذشتہ گنتی پر اس کو ثابت کیا ہے اور اسے مؤخر کیا ہے۔ تاکہ تمام قریش اس میں آجائیں۔

۲۵ :- شافعی اور احمد نے عبد اللہ بن حنطب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! قریش کو مقدم کرو اور ان سے آگے نہ بڑھو اور ان سے سبکھو اور انہیں سکھاؤ نہیں۔

۲۶ :- بیہقی نے جبیر بن مطعم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! قریش سے آگے نہ بڑھو ورنہ



ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور ان سے پیچھے بھی نہ رہو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔  
ان کو سکھاؤ نہیں بلکہ ان سے سیکھو کیونکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ جانتے  
ہیں۔ اگر قریش غور نہ کرتے تو میں انہیں اس چیز کے متعلق خبر دیتا جو  
اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

۲۷ :- شیخین نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ہے کہ لوگ قریش کے اس طرح پیروکار ہیں کہ ان کا مسلمان  
ان کے مسلمان کا پیروکار اور ان کا کافر ان کے کافر کا پیروکار ہے۔  
لوگ کانوں کی طرح ہیں۔ جاہلیت میں ان کے اچھے لوگ اسلام میں  
بھی اچھے ہوں گے۔ جبکہ وہ سمجھ دار ہو جائیں۔

۲۸ :- بخاری نے حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ امر قریش میں رہے گا اور جو شخص  
ان سے عداوت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے اوندھے منہ آگ میں گرا  
دے گا۔

۲۹ :- طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ اہل زمین  
کو غرق ہونے سے بچانے کیلئے قوس باعث امان ہے۔ اور اہل زمین  
کو اختلاف سے بچانے کے لئے قریش کی دوستی باعث امان ہے قریش  
اہل اللہ ہیں اور حب عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ  
ابلیس کا گروہ بن جاتا ہے۔ اور قوس جو قوس قزح کے نام سے مشہور  
ہے۔ اس کا نام قوس قزح اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ وہ جاہلیت  
میں مزدلفہ کے قزح پہاڑ پر سب سے پہلے نظر آتی تھی۔ یا اس وجہ  
سے کہ قزح شیطان کو کہتے ہیں۔ اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ

اسے قوس قزح نہ کہا کرو کیونکہ قزح شیطان ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قوس ہے جو اللہ تعالیٰ اور نوح علیہ السلام کے درمیان اس بات کی علامت مقرر ہوئی ہے کہ اب وہ اہل زمین کو طوفان سے غرق نہیں کرے گا۔  
 ۳۰۔ ابن العرقہ البغدادی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش سے محبت رکھو کیونکہ جو ان سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔

۳۱۔ مسلم اور ترمذی وغیرہ نے واثمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل سے کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا ہے۔ پھر حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے نزار کو چنا ہے۔ پھر نزار میں سے مضر کو چنا ہے پھر مضر سے کنانہ کو چنا ہے پھر کنانہ میں سے قریش کو چنا ہے۔ پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا ہے۔ پھر بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب کو چنا ہے اور پھر بنی عبدالمطلب میں سے مجھے چنا ہے۔

۳۲۔ احمد نے اچھی سند سے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی باتیں پہنچتی تو آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ میں کون ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے اپنی بہترین مخلوق سے بنایا۔ پھر اس نے

انہیں دو فرقے بنایا اور مجھے ان کے اچھے فرقہ سے بنایا۔ پھر اس نے قبائل کو پیدا کیا اور مجھے ان کے بہترین قبیلہ سے بنایا پھر اس نے ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان کے اچھے گھرانے سے بنایا۔ پس میں تم میں سے گھرانے اور ذات کے لحاظ سے بہترین آدمی ہوں۔

۳۳ :- احمد، محاطی، مخلص اور ذہبی وغیرہم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو چھان پھٹک کر دیکھا ہے مگر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص کو افضل نہیں پایا اور میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو اٹاپٹا ہے مگر میں نے کسی باپ کے بیٹوں کو نبی یا شہم سے افضل نہیں پایا۔

۳۴ :- احمد اور ترمذی اور حاکم نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قریش کی ذلت کا ارادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔

۳۵ :- احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ خیر و شر میں قریش کے پیروکار ہیں۔

۳۶ :- احمد نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہ قریش تم اس امر کے اس وقت تک اہل ہو جب تک تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جب تم اس کی نافرمانی کرو گے وہ تم پر ایسے آدمی بھیجے گا جو تمہارے اس چھڑی کی طرح چھال تار دیں گے۔



۳۷ :- احمد، نسائی اور الضیاء نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے اور ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا بھی ان پر ویسا ہی حق ہے جب تک وہ رحم طلب کرنے پر رحم کریں اور فیصلہ طلب کرنے پر عدل کریں اور اگر عہد کریں تو اُسے پورا کریں اور جو ان میں سے ایسا نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی قیمت اور معاوضہ قبول نہ کرے گا۔

۳۸ :- جبرانی نے جابر بن سمرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔

۳۹ :- حسن بن سفیان اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو لوگوں کو نہیں دیا گیا جب تک بادل برستا اور نہریں چلتی اور سیلاب آتے ہیں اس وقت تک قریش کو دیا گیا ہے۔

۴۰ :- خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ قریش کو ہدایت دے کیونکہ ان کا عالم سطح زمین کو علم سے بھر دے گا۔ اے اللہ جیسے تو نے انہیں عذاب کا مزہ چکھایا ہے ایسے ہی ان کو بخشش کا مزہ چکھا۔ اس عالم سے مراد حضرت امام شافعی ہیں۔ جیسا کہ احمد وغیرہ نے کہا ہے کیونکہ انہوں نے قریش کے لئے حفظ نہیں کیا بلکہ ان کا علم آفاق ہیں پھیل ہوا ہے۔

۴۱ :- حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے۔ ان کے نیک نیکوں کے اور ان کے فاجر فاجروں کے امیر ہوں گے۔ اور اگر تم پر قریش ایک حبشی نکلے غلام کو امیر بنادیں تو اس کی اس وقت تک اطاعت کرو جب تک وہ تم میں سے کسی کو اسلام اور موت کے درمیان اختیار نہیں دے دیتا۔ اگر اُسے ترک اسلام اور موت کے درمیان اختیار دیا جائے تو وہ موت کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دے۔

۴۲ :- احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش کو دیکھو اور ان کے اقوال کی پابندی کرو اور ان کے انفعال کو چھوڑ دو۔

۴۳ :- بخاری نے ادب المفرد میں اور حاکم اور بیہقی نے ام ہانی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے قریش کو سات ایسی خصلتوں سے فضیلت دی ہے جو اس نے پہلوں میں سے کسی کو نہیں دی اور نہ ہی بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو دے گا۔ ایک فضیلت قریش کو یہ حاصل ہے کہ میں ان میں سے ہوں اور نبوت، حجاب اور ستائیت ان میں سے ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الفیل کے مقابلہ میں ان کی مدد فرمائی۔ انہوں نے دس سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ ان کے اغیار اس کی عبادت نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق قرآن میں ایک سورت نازل فرمائی ہے جس میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں آیا۔ یعنی سورت لایلف قریشی

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو  
سات خصلتوں میں فضیلت دی ہے۔ ایک فضیلت انہیں یہ حاصل  
ہے کہ انہوں نے دس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ سولے قریشی  
کے اور کوئی آدمی اللہ کی عبادت نہ کرتا تھا۔ دوسری یہ کہ یوم الفیل  
کو ان کی نصرت فرمائی۔ حالانکہ اس وقت وہ مشرک تھے۔ تیسری یہ کہ  
قرآن کریم میں ان کے بارے میں ایک سورت نازل ہوئی ہے جس  
میں کسی دوسرے کا ذکر موجود نہیں یعنی لایلف قریش۔ پھر یہ کہ  
ان میں نبوت، خلافت اور حجابیت و سقاویت پائی جاتی ہے۔





# فصل سوم

اس فصل میں حضرت فاطمہؓ اور حسنین کے متعلق احادیث بیان ہوگی

۱ :- ابو بکر نے الغیلانیات میں ابو ایوب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دو بطنوں سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو! فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پلصراط سے گزرنے تک سرور کو جھکا سے رکھو اور نگاہوں کو نیچے رکھو آپ پلصراط سے ستر ہزار لونڈیوں کے ساتھ جو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے ہوں گی بجلی کے کوندے کی طرح گزر جائیں گی۔

۲ :- ابو بکر ہی نے ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دو بطنوں سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو! اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو تاکہ حضرت فاطمہ گزر کر حبت میں چلی جائیں اے

اے اس حدیث کو حاکم اور تمام نے اپنے فوائد میں اور ابن بشران، خطیب، ابو بکر الشافعی اور ابوالفتح ازہری نے بیان کیا ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ موضوع نہیں جیسا کہ ابن عراق نے بیان کیا ہے۔

۳۔ احمد شیعین، ابو داؤد اور ترمذی نے مسو بن مخزمتہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے علی بن ابیطالب سے اپنی بیٹی کے نکاح کی اجازت طلب کی۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ پھر کہتا ہوں کہ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ سوائے اس کے کہ علی بن ابیطالب میری بیٹی کو طلاق دینا چاہے۔ اور ان کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہے۔ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے قلق و اضطراب میں ڈالتی ہے وہ مجھے بھی مضطرب کرتی ہے۔ اور جو چیز اس کے لئے اذیت کا باعث ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔

۴۔ شیعین نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ جبریل ہر سال مجھے قرآن پاک کا ایک دور کرایا کرتا تھا۔ مگر اس سال اس نے مجھے دو دور کرائے ہیں۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میری وفات کا وقت آگیا ہے۔ آپ میرے اہلیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملیں گے۔ اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ وہ بہترین سلف ہے جو میں تیرے لئے چھوڑے جا رہا ہوں۔

۵۔ احمد، ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن زبیر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف و اذیت دیتی ہے۔ وہ مجھے بھی تکلیف و اذیت دیتی ہے۔

۶۔ شیعین نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے فاطمہ کیا تو مومناتِ جنت کی سردار ہونے سے راضی نہیں۔

۷ :- ترمذی اور حاکم نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل میں سے فاطمہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

۸ :- حاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے مریم بنت عمران کے فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

۹ :- حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ فاطمہ تجھے تم سے زیادہ محبوب ہے۔ اور تو مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے۔

۱۰ :- احمد اور ترمذی نے ابی سعید سے اور طبرانی نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت اسامہ بن زید اور براء سے اور ابن عدی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔

۱۱ :- ابن عساکر نے حضرت علی اور حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے اور طبرانی نے قرۃ اور مالک بن الحویرث سے اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے حسن اور حسین نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ اور ان کا باپ ان دونوں



سے بہتر ہے ۔

۱۲ :- احمد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ کیا تو نے اس بادل کو نہیں دیکھا جو اس سے پہلے میرے سامنے آیا تھا۔ وہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے قبل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کہنے اور یہ خوشخبری دینے کیلئے اجازت طلب کی ہے کہ حسن اور حسین نو جوانان بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے ۔

۱۳ :- طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن، میری ہیبت اور سرداری اور حسین، میری جرات اور سخاوت کا نشان ہے ۔

۱۴ :- ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں ۔

۱۵ :- ابن عدی اور ابن عساکر نے ابو بکر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں ۔

۱۶ :- ترمذی اور ابن حبان نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں ۔ اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں ۔ پس تو بھی ان سے محبت رکھ ۔ اور جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے ۔ اس سے بھی محبت رکھ ۔

۱۶ :- احمد، اصحاب سنن اربعہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے کہ  
انھا اموالکم واولادکم کہ تمہارے اموال اور اولاد فتنہ میں  
فتنۃ -

میں نے ان دونوں لڑکوں کو چلتے اور لڑکھڑاتے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو ختم کر کے انہیں اٹھالیا۔

۱۷ :- ابو داؤد نے مقدم بن معدیکرب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن مجتہد اور حسین علی سے ہیں۔

۱۹ :- بخاری، ابویعلیٰ، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے میری خالہ کے بیٹوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا کے، حسن اور حسین نوجوانان بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ سوائے مریم کے جتنی عورتوں کی سردار ہے۔

۲۰ :- احمد اور ابن عساکر نے مقدم بن معدیکرب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن مجتہد اور حسین علی سے ہیں۔

۲۱ :- طبرانی نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین عرش کی تلواریں ہیں۔  
۲۲ :- احمد، بخاری، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے ابوبکر

سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا یعنی حضرت حسن کے ذریعے۔

۲۳ :- بخاری نے ادب المفرد میں اور ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلیٰ بن مرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے اور میں اُس سے ہوں جو حسین سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا حسن اور حسین اسباط ہیں سے سبطین ہیں۔

۲۴ :- ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت میں سے حسن اور حسین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۲۵ :- احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ جو حسن اور حسین سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

۲۶ :- ابو یعلیٰ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نوجوانانِ بہشت کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے وہ حسن کو دیکھ لے۔

۲۷ :- بغوی نے اور عبد الغنی نے الايضاح میں حضرت سلمان فارسی سے بیان کیا ہے کہ حضرت یارون نے اپنے بیٹوں کا نام شہر اور شبیر رکھا اور میں نے حضرت یارون کے مطابق اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔



ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں عرب جاہلیت میں یہ دونوں نام رکھا کرتے تھے۔

۲۸ :- ابن سعد اور طبرانی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد ارضِ طف میں مارا جائے گا اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لایا اور بتایا کہ اس جگہ وہ قتل ہو کر پڑا ہوگا۔

۲۹ :- ابو داؤد اور حاکم نے ام الفضل بنت الحارث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریل نے مجھے آکر بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے یعنی حسین کو عنقریب قتل کریگی اور وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لایا۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ تیرا یہ بیٹا یعنی حسین قتل ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو میں اس جگہ کی مٹی آپ کو دکھاؤں جہاں یہ قتل ہوگا۔ آپ نے فرمایا پھر اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھائی۔  
۳۰ :- بغوی نے اپنی معجم میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بارش کے فرشتے نے میری زیارت کے لئے اپنے رب سے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت عطا فرمادی۔ اس روز حضرت ام سلمہ کی باری تھی۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا دروازے کی نگرانی کرنا تاکہ کوئی آدمی داخل نہ ہو۔ ابھی وہ دروازے پر ہی تھیں کہ حضرت

حسین اندر گھس آئے اور چھلانگ لگا کر آپ پر سوار ہو گئے۔ اور حضور علیہ السلام انہیں چومنے لگے۔ تو فرشتے نے آپ سے کہا کیا آپ کو ان سے محبت ہے۔ فرمایا ہاں۔ فرشتے نے کہا عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں یہ قتل ہوگا۔ اس نے آپ کو وہ جگہ دکھائی اور سرخ مٹی بھی لے کر آیا۔ ام سلمہ نے اسے لیکر کپڑے میں باندھ لیا۔ ثابیت کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے۔

ابو حاتم نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اور احمد نے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔ اور عبد بن حمید اور ابن احمد نے بھی ایسی ہی ایک روایت بیان کی ہے۔ لیکن اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ وہ فرشتہ جبریل تھا۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ دو واقعے ہیں اور دوسری میں یہ اضافہ بھی ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا کرب و بلا کی خوشبو آتی ہے۔ سہلۃ بکسر الاول سخت ریت کو کہتے ہیں رجو باریک اور نرم نہ ہو۔

الملا کی روایت اور ابن احمد کی زیادة المسند میں ہے کہ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ پھر آپ نے وہ مٹی مجھے دے دی۔ اور فرمایا کہ یہ اس زمین کی مٹی ہے جہاں اسے قتل کیا جائے گا۔ جب یہ مٹی لہو ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں میں نے اس مٹی کو ایک بوتل میں رکھ دیا اور میں کہا کرتی تھی کہ ایک دن یہ خون میں تبدیل ہو جائے گی۔ وہ بہت بڑا دن ہوگا۔ اور حضرت ام سلمہ ہی کی روایت میں ہے کہ قتل

حسین کے روز میں نے اُسے پکڑا تو وہ خون ہو گئی تھی۔  
ایک روایت میں ہے کہ پھر جبریل نے کہا کیا میں آپ کو ان  
کے قتل گاہ کا مٹی دکھاؤں وہ چند مٹھیاں مٹی لے کر آیا۔ جسے میں نے  
ایک بوتل میں رکھ دیا۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں جب قتل حسین کی رات آئی  
تو میں نے ایک کفنہ والے کو کہتے سنا ہے

اے حسین کو جہالت سے قتل کرنے والو تمہیں  
عذاب و ذلت کی خوشخبری ہو تم پر ابن داؤد ،  
موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے لعنت پڑ  
چکی ہے ۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں روٹھی اور میں نے بوتل کو کھولا تو وہ  
مٹی خون ہو کر بہہ پڑی اور ابن سعد نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ  
صفین کی طرف جاتے ہوئے حضرت علی کر بلا سے گزرے یہ فرات  
کے کنارے نینوی بستی کے بالمقابل ہے۔ آپ نے وہاں کھڑے ہو  
کر اس زمین کا نام پوچھا آپ کو بتایا گیا کہ اسے کر بلا کہتے ہیں۔ تو آپ  
روٹھے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ پھر  
فرمایا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ تو آپ روہے  
تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کس وجہ سے گریہ کناں ہیں فرمایا۔ ابھی  
جبریل نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے ایک  
جگہ قتل ہوگا۔ جسے کر بلا کہا جاتا ہے۔ پھر جبریل نے ایک مٹھی میں مٹی  
پکڑ کر مجھے سونگھائی تو میں اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکا۔

احمد نے حضرت علی سے مختصر روایت کی ہے کہ میں نے



کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آگے ساری وہی حدیث بیان کی ہے۔

الملا نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی قبر حسین کے پاس سے

گذرے اور فرمایا یہاں ان کی سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہاں ان کے کوچ کی جگہ ہے۔ یہ آلِ محمد کے نوجوانوں کے خون بہنے کی جگہ ہے وہ اس میدان میں قتل ہوں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔

ابن سعد نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا ایک کمرہ تھا۔ جس کی سیڑھی حضرت عائشہ کے حجرہ میں تھی۔ جس سے

آپ چڑھ کر وہاں جایا کرتے تھے۔ جب آپ جبریل علیہ السلام ملاقات کا ارادہ کرتے تو وہاں چڑھ جاتے اور حضرت عائشہ کو حکم دے دیا کرتے

تھے کہ کوئی آدمی اوپر نہ آئے۔ حضرت حسین حضرت عائشہ کی لاعلمی میں

اوپر چڑھ گئے تو جبریل نے کہا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا

ہے۔ آپ نے حضرت حسین کو پکڑ کر اپنی ران پر بٹھایا تو جبریل نے

آپ سے کہا کہ عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔ رسولِ کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیٹے کو، جبریل نے کہا ہاں! اور

اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس علاقے کے متعلق بھی بتا دوں۔ جس

میں اسے قتل کیا جائے گا۔ تو جبریل نے عراق کے علاقے طف کی

طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہاں سے سرخ مٹی اٹھا کر آپ

کو دکھائی اور کہا یہ اس جگہ کی مٹی ہے جہاں حضرت حسین قتل ہو کر

گریں گے۔

ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ام

سلمہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا اور

آپ کے سر اور وارطھی میں مٹی پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ابھی حسین کو قتل کیا گیا ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عباس نے نصف النہار کے وقت آپ کو سر اگندہ مو، غبار آلود سورت میں دیکھا۔ آپ ہاتھ میں ایک خون کی بوتل اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباس نے آپ سے پوچھا تو فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں اس دن سے ہمیشہ اس کی جستجو میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت حسین حضور علیہ السلام کے فرمان کے عین مطابق ارض عراق میں، نواح کوفہ میں، کربلا میں شہید ہو گئے۔ یہ جگہ طف کے نام سے بھی معروف ہے۔ آپ کو سنان بن نحس نے قتل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک اور آدمی نے آپ کو ۶۱ھ میں دس محرم کو جمعہ کے روز ۵۶ سال چند ماہ کی عمر میں قتل کیا۔ جب وہ آپ کو قتل کر چکے تو آپ کے سر کو نیرید کی طرف بھیجا اور پہلی منزل میں اتر کر سر سے پینے لگے۔ اسی اثناء میں ایک ہاتھ دیوار سے باہر آیا۔ جس کے ساتھ ایک لوہے کا قلم تھا۔ اس نے خون سے ایک سطر لکھی ہے

کیا وہ اُمت جس نے حسین کو قتل کیا ہے۔ یوم حساب کو اس کے نانا کی شفاعت کی اُمید رکھتی ہے۔

پس وہ سر کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس شعر کو منصور بن عمار نے بیان کیا ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی ذکر کیا ہے۔ کہ یہ شعر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال قبل ایک پتھر پر پایا گیا۔ اور وہ ارض روم کے ایک گرجا میں بھی رکھا ہوا تھا۔

یہ معلوم نہیں کہ اسے کس نے کھانا

حافظ ابو نعیم نے کتاب دلائل النبوة میں ازویہ کی نصرت کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے کہا جب حضرت حسین بن علی قتل ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ صبح ہوئی تو ہمارے کنویں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔ آپ کے قتل کے روز جو نشانات ظاہر ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان اس قدر بھجنگ ہو گیا کہ دن کے وقت ستارے نظر آنے لگے۔ جو تپیر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔ ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ان کے لشکر میں جو گھاس تھی وہ راکھ میں تبدیل ہو گئی۔ اس وقت وہ ایک قافلہ میں تھے جو مین سے عراق جانا چاہتا تھا۔ وہ انہیں ان کے قتل کے وقت ملا تھا۔ ابن عیینہ نے اپنی دادی سے بیان کیا ہے کہ ایک اونٹ والے کی گھاس راکھ میں تبدیل ہوئی اور اس نے اس کی خبر اُسے دی۔ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی خرچ کی تو اس کے گوشت سے انہیں چورسوں کی طرح کی چیز نظر آئی۔ انہوں نے اسے پکایا تو وہ مصبر کی طرح کڑوا ہو گیا۔ آپ کے قتل کی وجہ سے آسمان سبز ہو گیا اور سورج کو گرہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ نصف النہار کو سترے نظر آنے

نے ایک روایت میں ہے کہ یہ شعر ایک گڑھے میں پایا گیا جسے ایک نجران کے آدمی نے کھودا تھا۔ اسے حاکم ابو عبد اللہ نے اپنی امالی میں بیان کیا ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس قسم کی باتیں وضع کرنے والا حیا کو ترک کر دیتا ہے۔



لگے۔ لوگ خیال کرنے لگے کہ قیامت برپا ہو گئی ہے۔ اور شام میں جو پتھر اٹھایا جاتا۔ اس کے نیچے تازہ خون نظر آتا۔

عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قتل کے بعد آسمان سات روز تک ٹھہرا رہا۔ دیواریں سرخی کی شدت سے سرخ چادروں کی طرح نظر آتی تھیں۔ اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکراتے لگے۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تمام دنیا تین روز تک تاریک رہی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ دنیا میں جو پتھر بھی اٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون ملا۔ اور آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ جس کا اثر مدت تک کپڑوں پر رہا۔ یہاں تک کہ کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

ثعلبی اور ابو نعیم نے جو کچھ ذکر ہو چکا ہے۔ بیان کیا ہے یعنی یہ کہ ان پر خون کی بارش ہوئی اور ابو نعیم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ صبح ہوئی تو ہمارے کنوئیں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ خراسان، شام اور کوفہ میں در و دیوار پر خون کی طرح بارش ہوئی اور جب سر حسین کو زیاد کے گھر لایا گیا تو اس کی دیواریں خون بن کر بہہ گئیں۔

ثعلبی نے بیان کیا ہے کہ آسمان روپڑا اور اس کا رونا اس کی سرخی تھی اور دوسروں نے کہا کہ آسمان کے افق قتل حسین کے بعد چھ ماہ تک سرخ رہے پھر اس کے بعد بھی ہمیشہ سرخی دیکھی جاتی رہی۔ ابن سیرین نے کہا ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ شفق کے ساتھ جو

سرخی ہوتی ہے وہ قتل حسین سے قبل نہ ہوتی تھی اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ سرخی قتل حسین سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ ہمارا غصہ چہرہ کی سرخی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ جسمانیات سے پاک ہے پس اس نے قاتلین حسین پر ان کے عظیم گناہ کی وجہ سے اپنے غضب کا اظہار افق کی سرخی سے کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عباس کو بدر کی جنگ میں قیدی بنایا گیا تو ان کے رونے کی آواز نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اچاٹ کر دی۔ پس حسین کے رونے سے ان کا کیا حال ہوا ہو گا۔

جب حضرت حمزہ کا قاتل وحشی مسلمان ہو گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا میرے سامنے نہ آنا کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ میں محبوبوں کو قتل کرنے والوں کو دیکھوں۔ وہ کہتے ہیں یہ بات آپ نے اس امر کے باوجود کہی کہ اسلام یا قبل کی باتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ پس حضور علیہ السلام کی قلبی کیفیت قاتل حسین اور آپ کے قتل کا حکم دینے والے کے دیکھنے سے کیا ہوئی ہو گی۔ آپ کے اہل کو اونٹوں کے کجاوے پر لاد کر لے جایا گیا۔ اور یہ بات جو بیان ہوئی ہے کہ شام یا دنیا میں جو پتھر اٹھایا جاتا۔ اس کے نیچے تازہ خون دیکھا جاتا۔ یہ واقعہ حضرت علی کے قتل کے روز بھی ہوا جیسا کہ بیہقی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے زہری سے بیان کیا ہے کہ وہ شام آئے اور الغزو جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے عبد الملک کے پاس آکر اسے اطلاع دی حضرت علی کے قتل کے

روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون نظر آتا۔ پھر اُس نے کہا یہ بات میرے اور تیرے سوا جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا پس تو یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ وہ کہتے ہیں پھر میں نے اس کی موت کے بعد لوگوں کو یہ بات بتائی اور انہی سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبد الملک کے علاوہ کسی اور آدمی نے یہ بات بتائی۔

بیہقی کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ واقعہ قتل حسین کے وقت ہوا اور شاید خون دونوں کے قتل کے وقت پایا گیا ہو۔ اے ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ایک مجمع میں لوگ آپس میں

اے ابن کثیر کہتے ہیں کہ شیعوں نے یوم عاشورہ کے متعلق بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے اور ایسی بیہودہ اور جھوٹی احادیث گھڑی ہیں کہ اس دن سورج کو گرہن لگا۔ یہاں تک کہ ستارے نمودار ہو گئے اور ہر پتھر کے نیچے خون پایا گیا۔ اور آسمان کے اطراف سرخ ہو گئے۔ اور طلوع آفتاب کے وقت اس کی گریں خون کی طرح ہوتی تھیں۔ اور ستارے آپس میں ٹکرائے۔ اور آسمان نے سرخ خون برسایا وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ قتل حسین کے متعلق شیعوں اور رافضیوں نے بہت جھوٹ بولا ہے۔ اور باطل روایات بنائی ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ ابی مخنف لوط بن یحییٰ کی روایات ہیں۔ جو شیعہ تھا اور آئمہ کے نزدیک وہ ضعیف الحدیث ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ رافضیوں اور شیعوں نے یوم عاشورہ کو شامی خوارج کی مخالفت میں یہ باتیں اختیار کی ہیں۔ وہ روافض سے عناد کے باعث اس روز دانے پکاتے، غسل کرتے، قیمتی کپڑے پہنتے اور اسے عید بنایا کرتے تھے۔





گفتگو کر رہے تھے کہ جس کسی نے بھی قتلِ حسین میں معاونت کی ہے  
اُسے موت سے پہلے مصیبت آئی ہے تو ایک بوڑھے نے کہا میں نے  
بھی قتلِ حسین میں مدد دی تھی مجھے تو کوئی مصیبت نہیں آئی۔ پس وہ  
چراغ کو درست کرنے کیلئے اٹھا تو اُسے آگ نے پکڑ لیا۔ اور وہ  
آگ آگ کہتا ہوا فرات میں گھس گیا۔ مگر آگ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا  
یہاں تک کہ مر گیا۔

منصور بن عمار نے بیان کیا ہے کہ ان میں سے بعض پیاس  
کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اور ایک راویہ کو پلاتا تھا مگر وہ سیراب  
نہ ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک کے حالات بہت لمبے ہیں۔ یہاں تک کہ  
جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا وہ اُسے گردن پر رسی کی طرح لپیٹ لیتا  
سبط ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ کربلا میں  
ایک آدمی نے ان کی میزبانی کی تو انہوں نے گفتگو کے دوران کہا کہ قتلِ  
حسین میں جو شخص بھی شریک ہوا بُری موت مرا ہے۔ تو میزبان نے  
اس بات کی تکذیب کی اور کہا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا رات  
کے آخری حصے میں وہ چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھا تو آگ پک  
کر اس کے جسم کو لگسا گئی اور اُسے جلا کر رکھ دیا۔ سدی کہتے ہیں  
خدا کی قسم میں نے اُسے دیکھا ہے وہ کوئلے کی طرح ہو گیا تھا۔

زہری نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قاتلین میں سے کوئی ایک  
شخص بھی نہیں جسے اس دنیا میں سزا نہ دی گئی ہو یا وہ قتل ہوا یا اندھا  
ہو گیا یا روسیہ ہو گیا یا تھوڑے عرصے میں اس کی حکومت جاتی رہی۔  
سبط ابن جوزی نے واقدی سے بیان کیا ہے ایک بوڑھا

آپ کے قتل میں شریک ہوا تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھے پن کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ آستینیں چڑھائے اور ہاتھ میں تلوار پکڑے ہوئے ہیں۔ آپ کے سامنے چڑے کی بساط پڑی ہے اور دس قاتلین حسین آپ کے سامنے ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ پھر آپ نے اس پر لعنت کی اور اس کی رو سیاہی کی زیادتی پر اسے برا بھلا کہا اور پھر خون حسین سے ایک سلاٹی اس کی آنکھ میں ڈالی جس سے وہ اندھا ہو گیا۔

ایسے ہی اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے سر حسین کو اپنے گھوڑے کے سینے پر ٹسکایا اور کچھ دنوں کے بعد اس کا چہرہ نار کول سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا۔ اسے کہا گیا تو عربوں میں سے سب سے سیراب چہرہ آدمی تھا تو اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے سر حسین کو اٹھایا ہے ہر رات مجھے دو آدمی میرے بستر سے پکڑ کر شعلہ زن آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور مجھے اس میں پھینک دیتے ہیں اور میں وہاں سے اُٹے پاؤں لوٹتا ہوں جیسے کہ تو دیکھ رہا ہے پس وہ مجھے دھکے دیتے ہیں۔ پھر وہ نہایت بُری حالت میں مر گیا۔

اے ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت حسین کے قتل کے نتیجے میں پیدا ہوئے والے فتنوں کے بارے میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے اکثر صحیح ہیں۔ آپ کے قاتلین میں سے دنیا میں کوئی کم ہی آفت و مصیبت سے بچا ہے۔ کسی کو مرض نے آیا۔ اکثر پاگل ہو گئے۔ حادثہ ثانیہ کے متعلق منصوبہ نے جو باتیں کیا ہے وہ مستبعد معلوم ہوتا ہے۔

ایسے ہی اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک بوڑھے نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک تھال پڑا ہے جس میں خون ہے اور لوگوں کو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور آپ ان کو خون سے لتھڑ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں بھی آپ کے پاس پہنچا تو میں نے کہا میں تو قتل حسین کے وقت موجود نہ تھا تو آپ نے مجھے فرمایا تیری خواہش تھی کہ حسین قتل ہو پھر آپ نے اپنی انگلی سے میری طرف اشارہ کیا تو میں اندھا ہو گیا۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ ایک شخص نے کہا اللہ تعالیٰ غاسق بن غاسق حسین کو قتل کرے تو اللہ تعالیٰ نے دستارے اس کی آنکھوں میں دے مارے اور وہ اندھا ہو گیا۔

بارزی نے منقول سے بیان کیا ہے کہ اس نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا جس کا چہرہ خنزیر کی طرح تھا۔ اس نے اس سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا وہ ہر روز حضرت علی پر ہزار بار لعنت کرتا تھا۔ اور جمعہ کو کئی ہزار مرتبہ اور اس کی اولاد بھی اس میں شامل ہوتی تھی۔ پھر میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس نے ایک لمبا خواب بتایا جس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ حضرت حسن نے حضور علیہ السلام کے پاس میری شکایت کی تو آپ نے مجھ پر لعنت کی۔ پھر میرے چہرے پر تھوک دیا تو آپ کے تھوک کی جگہ خنزیر بن گئی اور لوگوں کے لئے ایک نشان ہو گیا۔



الملا نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت حسین پر جنّات کو نوہ کرتے سنا اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ آپ اس قدر روئیں کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔

بخاری نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ان سے ایک آدمی نے پوچھا کہ مجھ کا خون پاک ہے یا ناپاک۔ آپ نے فرمایا تو کون لوگوں میں سے ہے۔ اس نے جواب دیا میں اہل عراق میں سے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ذرا اس شخص کو دیکھو یہ مجھ سے مجھ کے خون کے متعلق پوچھتا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ اور میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ یہ میرے دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

آپ کے مدینہ سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ جب ۶۰ھ میں مینہ بد خلیفہ بنا تو اس نے اپنے مدینہ کے گورنر کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت حسین سے میری بیعت لے تو آپ جان کے خوف سے مکہ بھاگ آئے کوئیوں نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے آپ کی طرف پیغامات بھیجے کہ آپ کو نہ چلے آئیں ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو ظلم ہم سے ہو چکے ہیں ان سے درگزر فرماویں۔ حضرت ابن عباس نے آپ کو روکا۔ اور بتایا کہ یہ لوگ دھوکہ باز ہیں۔ انہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ مگر حضرت حسین نے آپ کی بات نہ مانی۔ پھر آپ نے کہا کہ آپ اہل و عیال کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اس سے بھی آپ نے انکار کیا۔ تو حضرت ابن عباس

رو پڑے اور کہا مائے میرے پیارے حضرت ابن عمر نے بھی آپ کو  
 روکا۔ مگر آپ نہ مانے تو حضرت ابن عمر نے روتے ہوئے آپ کی  
 آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا اے مقتول میں تجھے  
 اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت ابن زبیر نے بھی آپ کو روکا تو آپ  
 نے انہیں کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مکہ میں ایک  
 مینڈھا ہے جس سے مکہ کی حرمت پامال ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ  
 میں وہ مینڈھا بنوں اور حضرت حسن کا یہ قول پہلے بیان ہو چکا ہے  
 کہ آپ نے حضرت حسین سے فرمایا کہ کوفہ کے بیوقوفوں کے درغلانے  
 سے بچنا۔ وہ تجھے گھر سے نکال دیں گے۔ اور پھر بے یار و مددگار  
 چھوڑ دیں گے۔ پھر آپ کو تدامت ہوگی۔ مگر اس وقت کوئی چارہ کار  
 نہ ہوگا۔ یہ بات حضرت حسن نے اس رات کہی جس رات آپ قتل ہوئے  
 حضرت حسین نے آپ کے لئے رحم کی دعا کی۔ جب آپ اپنے بھائی  
 محمد بن حنفیہ کے پاس پہنچے تو آپ ایک طشت میں وضو کر رہے تھے  
 آپ نے رو کر اس طشت کو آنسوؤں سے بھر دیا۔ مکہ میں کوئی  
 شخص ایسا نہ تھا جو آپ کے اس سفر سے غمگین نہ ہو آپ نے اپنی آمد  
 سے قبل مسلم بن عقیل کو بھیجا تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت  
 کر لی۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ لوگوں نے بیعت کی۔  
 یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا اس نے آکر آپ کو قتل کر دیا۔ اور آپ  
 کا سر یزید کو بھیج دیا جس پر اس نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا  
 اور اُسے حضرت حسین کے متعلق انتباہ کیا۔ سفر کے دوران حضرت  
 حسین کی ملاقات فرزدق سے ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ

لوگوں کی کوئی بات سناؤ۔ اس نے جواب دیا اسے فرزندِ رسول !  
 حالات سے واقفیت رکھنے والے کے نزدیک موت کا وقت آگیا ہے  
 لوگوں کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں نبی اُمید کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ  
 آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔  
 حضرت حسین چلتے جا رہے تھے آپ کو اس بات کا علم نہ  
 تھا کہ مسلم کے ساتھ کیا ہوتی ہے۔ جب آپ قادیسیہ سے تین روز کی  
 منزل پر رہ گئے تو آپ کو ابنِ یزید یثیمی نے خبر دی اور کہا واپس چلے  
 جائیے۔ میں اپنے پیچھے تمہارے لئے کوئی بھلائی چھوڑ کر نہیں آیا۔  
 جس کی اُمید میں آپ آگے جانا چاہتے ہیں۔ اور آپ کو تمام واقعہ  
 اور ابنِ زیاد کی آمد اور اس کی تیاریوں کے متعلق مکمل اطلاع دی تو آپ  
 نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ تو مسلم کے بھائی نے کہا خدا کی قسم ہم بدلہ  
 لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ یا ہم قتل ہو جائیں گے۔ آپ نے  
 فرمایا تمہارے بعد جینے میں کوئی مزا نہیں۔ آپ پھر آگے چلے  
 تو آپ کو ابنِ زیاد کا ہراول دستہ ملا تو آپ آٹھ محرم سالہ کو کر بلا  
 کی طرف مڑ گئے۔ جب آپ کوفہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے  
 سنا کہ دلاں کا امیر عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جس نے بارہ ہزار جنگجو  
 آدمیوں کو آپ کی طرف تیار کر کے بھیجا ہے۔ جب وہ آپ کے  
 پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے التماس کی کہ آپ ابنِ زیاد کے حکم  
 کو مان کر یزید کی بیعت کر لیں۔ مگر آپ نے انکار کیا تو انہوں نے  
 آپ سے جنگ شروع کر دی آپ سے جنگ کرنے والوں کی  
 اکثریت خارجہ تھی۔ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے اور آپ کی بیعت



کی تھی۔ پھر جب آپ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے وعدہ  
 خلافی کی اور دیر کی بھلائی پر فوری حرام کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کے  
 دشمنوں سے جا ملے۔ آپ نے اس کثیر تعداد سے جنگ کی اور آپ  
 کے ساتھ اپنے اہل اور بھائیوں میں سے اُسی سے کچھ آدمی زیادہ  
 تھے۔ اس جنگ میں یہ بات واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ آپ کے  
 دشمنوں کی تعداد بکثرت تھی اور ان کے تیر اور نیزے آپ تک پہنچ رہے  
 تھے۔ اور جب آپ نے تلوار سونت کر ان پر حملہ کیا تو آپ نے یہ  
 اشعار پڑھے۔

میں ابن علی ہوں جو آلِ ہاشم میں سے ایک عالم تھے اور  
 فخر کیلئے مجھے یہاں بات کافی ہے کہ میرے نانا اللہ تعالیٰ کے رسول  
 اور تمام سالوں سے معزز ہیں۔ اور لوگوں کے درمیان ہمارے  
 حیثیت روشن چراغ کی سی ہے۔ اور میری ماں فاطمہؓ احمد علیہ السلام  
 کی اولاد ہے۔ اور میرے چچا جعفر کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے اور  
 ہم ہی ہیں کتاب الہی نازل ہوئی ہے اور ہم ہی ہیں مہارست،  
 وحی اور بھلائی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اگر وہ لوگ تدبیر کے ذریعہ آپ کے اور پانی کے درمیان  
 حائل نہ ہو جاتے تو آپ پر بالکل قابو نہ پاسکتے۔ کیونکہ آپ وہ  
 شجاع سردار ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائے اور ہلائے نہیں جاسکتے۔  
 جب آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تین دن تک پانی سے روکے رکھا  
 گیا تو آپ سے دشمنوں میں سے ایک نے کہا میں اُسے دیکھ رہا ہوں  
 گویا اس نے بادل کو مشقت میں ڈال دیا ہے کہ اس سے

ایک قطرہ نہ چکھے گا۔ حضرت حسین نے اُسے فرمایا۔  
 اے اللہ اسے پیاسا مار دے وہ بکثرت پانی پینے کے باوجود  
 سیر نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ پیاسا ہی مر گیا۔ حضرت حسین نے پینے  
 کے لئے پانی منگایا تو ایک آدمی نے درمیان میں حائل ہو کر آپ  
 کے تیر مارا جو آپ کے تالو میں لگا تو آپ نے فرمایا اے اللہ  
 اسے پیاسا رکھ تو وہ چیننے لگا۔ اس کے پیٹ میں حرارت اور اس  
 کے باہر ٹھنڈک تھی۔ اس کے سامنے برف اور پنکھے تھے۔ اور اس  
 کے پیچھے کانور پڑا تھا۔ پھر بھی وہ پیاس پیاس چلاتا تھا۔ اس کے  
 پاس ستوا پانی اور دودھ لایا گیا اگر وہ اسے پانچ دفعہ پی لیتا تو ان  
 کے لئے کافی ہو جاتا۔ وہ اسے پیتا پھر چلاتا اُسے پھر بدایا جاتا  
 یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ جب آپ کے اہل سے جنگ  
 کا بازار گرم ہو گیا تو ان میں سے ایک کے بعد ایک مارتا رہا۔  
 یہاں تک پچاس سے زائد آدمی قتل ہو گئے تو حضرت حسین نے بازار  
 بلند کہا کیا کوئی حریم رسول سے دفاع کرنے والا نہیں۔ اس وقت  
 یزید بن ابی سرحہ الراحمی دشمن کے لشکر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا  
 اور کہا اے ابن رسول اللہ اگرچہ میں آپ کے خلاف خروج کرنے  
 والا پہلا شخص ہوں لیکن اب میں آپ کے گروہ میں شامل ہوتا ہوں۔  
 شاید اس طرح مجھے آپ کے نانا کی شفاعت حاصل ہو جائے پھر  
 وہ آپ کے روبرو لڑا۔ یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ جب آپ نے  
 ساتھی ختم ہو گئے اور آپ اکیسے رہ گئے تو آپ نے حملہ کر کے  
 ان کے بہت سے بہادروں کو مار دیا پھر آپ پر بہت سارے

لوگوں نے حملہ کر دیا اور آپ کے اور آپ کے حریم کے درمیان  
حائل ہو گئے۔ تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا اپنے بیوقوفوں کو  
عورتوں اور بچوں سے روکو۔ پھر آپ مسلسل لڑتے رہے۔ یہاں تک  
کہ انہوں نے زخموں سے آپ کا خون بہا دیا۔ اور آپ زمین پر  
گر پڑے تو انہوں نے عاثر رہ کے روزِ سلامہ میں آپ کا سر کاٹ  
لیا۔ جب اُسے عبید اللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا تو آپ کے تال  
نے یہ شعر پڑھے۔

میری سوار یوں کو سونے اور چاندی سے بھر دو

میں نے ایک ایسے بادشاہ کو مارا ہے۔ جسے

چھپایا جاتا تھا اور جو بچپن میں قبلتین میں نماز

پڑھتا تھا۔ اور نسب میں سب سے بہتر تھا۔

میں نے اُسے قتل کیا ہے۔ جو لوگوں سے ماں

اور باپ کے لحاظ سے بہتر آدمی تھا۔

ابن زیاد نے ان شعروں کو سن کر غصے میں آکر کہا جب

تو اُسے اس قسم کا آدمی سمجھتا تھا تو پھر تو نے اُسے قتل کیوں کیا۔

خدا کی قسم تو مجھ سے کوئی مال حاصل نہیں کر سکے گا۔ اور میں تجھے ضرور

اس کے ساتھ ملا دوں گا۔ پھر اس نے اُسے مار دیا اور اس کے

ساتھ آپ کے بھائیوں اور آپ کے بھائی حضرت حسن کے بیٹوں

اور حضرت جعفر اور حضرت یحییٰ کی اولاد میں سے انیس آدمیوں اور

ایک کے قول کے مطابق بیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔

حسن بصری کہتے ہیں اس وقت روئے زمین پر ان لوگوں



سکا کوئی ہمسر موجود نہ تھا۔ جب آپ کے سر کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ اسے ایک طشت میں رکھ کر آپ کے دانتوں پر چھڑی سے مارنے لگا۔ اور بڑے فخر سے کہنے لگا میں نے اس جیسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا۔ اگرچہ یہ خوبصورتی دانتوں کی وجہ سے ہے۔ اس وقت اس کے پاس حضرت انس موجود تھے۔ وہ آبدیدہ ہو کر کہنے لگے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ دیاں حضرت زید بن ارقم بیٹھے تھے آپ نے اُسے فرمایا اپنی چھڑی کو اٹھا لو۔ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہونٹوں کے درمیان بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ رٹنے لگے۔ تو ابن زیاد نے کہا اللہ تیری آنکھوں کو رلائے اگر تو بڑھا نہ ہوتا۔ تو تیری بکواس پر میں تجھے ضرور قتل کر ڈالتا تو آپ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اے لوگو آج کے بعد تم غلام بن گئے ہو تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور ابن مرجانہ کو امیر بنالیا ہے خدا کی قسم یہ تمہارے بہترین آدمیوں کو قتل کر دے گا۔ اور تمہارے برے آدمیوں کو غلام بنائے گا۔ پس اس آدمی کے لئے ہلاکت ہو۔ جو دولت اور عار سے راضی ہو جائے۔ پھر فرمایا اے ابن زیاد میں مجھے وہ بات ضرور بتاؤں گا۔ جو اس سے بھی زیادہ مجھے غصہ دلانے والی ہوگی۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسن کو دائیں اور حضرت حسین کو بائیں ران پر

بٹھایا اور پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اے اللہ  
میں ان دونوں کو تیرے اور صالح مومنین کے پاس امانت رکھتا  
ہوں۔ اے ابن زیاد تیرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
امانت کا کیا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابن زیاد سے اس کا بدلہ  
لیا۔

ترمذی کے نزدیک ایک صحیح روایت یہ ہے کہ جب اس  
کے سر کو لایا گیا اور اس کے ساتھیوں کے سروں کے ساتھ مسجد میں  
نصب کیا گیا تو ایک سانپ آکر سروں میں گھس گیا۔ یہاں تک کہ اس  
کے نٹھنے میں داخل ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر میں پھر باہر آیا پھر آکر دو  
تین بار ایسے ہی کیا۔ اور اس کے سر کو بھی وہیں نصب کیا گیا جہاں  
حضرت حسین کے سر کو نصب کیا گیا تھا۔ یہ کام کرنے والا مختار بن ابی  
عبید تھا۔ اس کے ساتھ شیعوں کا ایک گروہ تھا جو حضرت حسین کو  
بے یار و مددگار چھوڑ دینے کی وجہ سے متہم تھا اور چاہتا تھا کہ اس  
داغ کو دھو دیا جائے۔ اور مختار کے پیروکاروں میں سے ایک  
گروہ نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور حضرت حسین سے جنگ کرنے والے  
چھ ہزار آدمیوں کو بُری طرح قتل کیا۔ اور ان کا سردار عمر بن سعد بھی  
قتل ہوا۔ اور حضرت حسین کے خصوصی قاتل شمر کو ایک قول کی مطابق  
مزید عذاب دیا گیا۔ اور اس کے سینے اور کپشت کو گھوڑوں سے  
روند کیا۔ کیونکہ اس نے حضرت حسین کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا تھا۔  
لوگوں نے اس پر مختار کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن آخر میں اس نے  
نہایت خباثت سے کام لیتے ہوئے خبر دی اور اُسے یہ خیال آیا

کہ اس پر رومی ہوتی ہے۔ اور ابن حنفیہ امام مہدی ہیں۔ اور جب ابن زیاد نے تیس ہزار شکر کے ساتھ مصل میں پڑاؤ کیا تو مختار نے ۶۹ھ میں اس کے لئے ایک گروہ تیار کیا۔ جس نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو عاشورہ کے روز فرات پر قتل کر دیا اور ان کے سر مختار کو بھیج دیئے تو اس نے انہیں وہیں نصب کر دیا، جہاں حضرت حسین کا سر نصب کیا گیا تھا۔ پھر اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ یہاں تک کہ سانپ اس میں داخل ہوا۔ جیسے کہ بیان ہو چکا ہے۔

عبدالملک بن عمر کہتا ہے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس قصر امارت میں گیا تو لوگ دو قطاروں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور حضرت حسین کا سر ایک ڈھال پر اس کے دائیں طرف پڑا تھا۔ پھر میں مختار کے پاس اسی قصر امارت میں گیا۔ تو ابن زیاد کے سر کو وہاں پڑا پایا اور لوگ اسی طرح اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو مصعب کے سر کو وہاں اسی طرح پڑے پایا۔ میں نے اسے یہ بات بتائی تو اس نے کہا اللہ تجھے پانچواں سر وہاں نہ دکھائے۔ اور محل کو گرانے کا حکم دے دیا۔ جب ابن زیاد نے حضرت حسین کے سر اور آپ کے ساتھیوں کے سروں کو اتارا تو انہیں آل حسین کے قیدیوں کے ساتھ مزید کی طرف بھیجا۔ جب یہ یزید کی طرف پہنچے تو کہتے ہیں کہ اس نے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ اور ابن زیاد سے بانداز تجاہل پیش آیا۔ اور آپ کے سر اور بقیہ بچوں کو مدینہ کی طرف بھیج دیا۔



سبط ابن الجوزی وغیرہ نے کہا ہے۔ مشہور بات یہ ہے کہ وہ شامیوں کو اکٹھا کر کے سر کو چھڑی سے مارنے لگا۔ اور اس نے پہلی بات کو بر ملا کہا اور دوسری بات کو پوشیدہ رکھا۔ اس پر قرنیہ یہ ہے کہ اس نے ابن زیاد کے مقام کو بڑھانے میں یہاں تک مبالغہ سے کام لیا کہ اسے اپنی عورتوں کے پاس لے گیا۔ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ بات اس شخص سے سرزد ہونا موجب تعجب نہیں جس نے حضرت حسین کے دانتوں پر چھڑی ماری اور آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر کے اور عورتوں کو برہنہ منہ اونٹوں پر سوار کرا کر لے گیا۔

کہتے ہیں بلکہ سر اس کے خزانے میں تھا۔ اس لئے کہ سلیمان بن عبد الملک نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ ملافت کرتے اور خوشخبری سننے دیکھا۔ اس نے حضرت حسن بصری سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ شاید تو نے آپ کی آل سے کوئی نیکی کی ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ میں نے سر حسین کو یزید کے خزانے میں دیکھا تو میں نے اسے پانچ کپڑے پہنائے۔ اور میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اسے قبر میں دفن کر دیا۔ تو حسن بصری نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے اظہارِ رضا مندی فرمایا ہے۔ تو سلیمان نے حکم دیا کہ حضرت حسن کو قیمتی القام دیا جائے۔

یزید نے سر حسین کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا اس کا بیان گذر چکا ہے۔ اس وقت اس کے پاس قیصر کا ایلچی موجود تھا۔ اس نے ازراہ تعجب کہا کہ ہمارے پاس ایک جزیہیہ کے دیر میں حضرت علی

کے گدھے کا کھر ہے۔ ہم لوگ ہر سال تمام علاقوں سے آکر اس کا منج کرتے ہیں۔ اور نذریں مانتے ہیں۔ اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے تم اپنے کعبہ کی تعظیم کرتے ہو۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو اور ایک ذمہ نے کہا میرے اور حضرت داؤد کے درمیان ستر آباء کا فاصلہ ہے۔ اور یہودی میری تعظیم اور احترام کرتے ہیں۔ اور تم نے اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ آپ کے سر پر پہرہ لگایا گیا تھا۔ جب کبھی وہ کسی منزل پر پڑاؤ کرتے اُسے نیزے پر رکھ لیتے اور اس کا پہرہ دیتے۔ اُسے ایک راہب نے دیر میں دیکھا اور اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اُسے اس کے متعلق بتایا تو اس نے کہا تم بہت بُرے لوگ ہو کیا تم دس ہزار دینار لے کر اس رات سر کو میرے پاس رہنے دو گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے سر کو لے کر اُسے دھویا۔ خوشبو لگائی اور اُسے اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی بلندی کی طرف دیکھنے لگا۔ اور صبح تک روتا رہا۔ اور پھر سلمان ہو گیا۔ کیونکہ اس نے سر سے آسمان تک ایک روشن نور دیکھا پھر وہ دیر سے سب کچھ چھوڑ کر نکل گیا۔ اور اہل بیت کی خدمت کرنے لگا۔ اُن پہرے داروں کے پاس کچھ دینار بھی تھے جو انہوں نے حضرت حسین کے لشکر سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے تھیلیوں کو کھولا تاکہ دیناروں کو تقسیم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹھیکریاں بن گئے ہیں۔ اور ہر ایک کے ایک طرف یہ بکھا ہوا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ اور دوسری طرف وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ کے الفاظ سمجھئے ہوئے ہیں۔

خاتمہ میں اس امر پر بھی بحث ہوگی کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا ایسا کرنے سے رکنا چاہیے۔ حضرت حسین کے حریم کو قیدیوں کی طرح کوفہ میں لایا گیا۔ تو اہل کوفہ روپڑے تو حضرت زین العابدین بن الحسین نے فرمایا سنو یہ لوگ اگر ہماری وجہ سے روتے ہیں تو ہمیں کس نے قتل کیا ہے۔

حاکم نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور میں حسین بن علی کے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرنے والا ہوں۔ ابن جوزی کا اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کرنا درست نہیں ہے اس تعداد کا آپ کے سبب سے قتل ہو جانا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ تعداد آپ سے جنگ کرنے والوں کی تعداد کی طرح ہے کیونکہ اس فتنہ نے متقی لوگوں سے تعصبات اور مقاتلہ تک نوبت پہنچا دی تھی۔

حضرت امام زین العابدین علم وزہد اور عبادت میں اپنے باپ کے خلف تھے۔ آپ جب نماز کے لئے وضو کرتے تو آپ کا

اے ابوبکر الشافعی نے الغیلا نیات میں اس حدیث کو موضوع سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے ابونعیم سے چھ آدمیوں کے طریق سے بیان کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے تلخیص میں اس سے موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔



رنگ زرد پڑ جاتا آپ سے اس بارہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا آپ  
 نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ بیان کیا گیا ہے کہ  
 آپ ایک دن رات میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ابن جردن  
 نے زہری سے بیان کیا ہے کہ عبد الملک آپ کو مدینہ سے بہت  
 وزنی بیڑیاں ڈال کر کے لایا۔ اور آپ کو محافظوں کے سپرد کر دیا  
 زہری آپ کو الوداع کرنے آئے تو رو کر کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ  
 میں آپ کی جگہ اس حالت میں ہوتا۔ آپ نے فرمایا مجھے خیال ہوگا  
 کہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہوگی۔ اگر میں چاہوں تو یہ تکلیف نہ  
 ہو۔ یہ لوہے مجھے عذاب الہی کی یاد دلاتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ  
 پاؤں بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے نکلے۔ پھر فرمایا میں مدینہ سے  
 دو روز تک ان کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ دو دن گزرنے کے  
 بعد آپ ان سے روپوش ہو سکے۔ صبح ہوئی تو لوگ آپ کی تلاش  
 میں مارے مارے پھرنے لگے مگر آپ کو کہیں نہ پایا۔ زہری کہتے  
 ہیں میں عبد الملک کے پاس آیا تو اس نے آپ کے بارے میں  
 مجھ سے پوچھا تو میں نے اسے بتایا۔ اس نے کہا جس روز وہ  
 روپوش ہوئے ہیں اس دن میرے پاس ان کے مددگار آئے  
 اور وہ بھی میرے پاس آکر کہنے لگے۔ مجھے مجھ سے کیا نسبت۔ میں  
 نے کہا میرے ہاں قیام فرمائیے تو انہوں نے جواب دیا میں آپ  
 کے ہاں قیام کرنا پسند نہیں کرتا پھر وہ چلے گئے۔ خدا کی قسم ان  
 کے خوف سے میرا دل بھر گیا۔ اسی وجہ سے پھر عبد الملک نے  
 حجاج کو لکھا کہ وہ بنی عبد المطلب کی خونریزی سے اجتناب کرے

کرے اور اُسے حکم دیا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھے۔ حضرت زین العابدین پر یہ بات منکشف ہوئی تو آپ نے عبد الملک کو لکھا تو نے فلاں دن جناح کو لکھا ہے کہ وہ ہمارے یعنی بنی عبد المطلب کے حق کے بارے میں اس اس طرح سے رازداری سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں تمہاری قدر دانی کی ہے۔ اور اس خط کو اُسے بھیج دیا۔ جب وہ خط سے مطلع ہوا تو اس میں وہی تاریخ درج تھی۔ جس تاریخ کو اس نے جناح کو خط لکھا اور اپنے اہلچی کو بھیجا تھا۔ تو اُسے معلوم ہو گیا کہ زین العابدین پر اس کے معاملے کا انکشاف ہو گیا ہے۔ تو وہ اس سے بہت خوش ہوا۔ اور آپ کی طرف اپنے غلام کے ساتھ ایک سواری کے بوجھ کے مطابق درہم اور کپڑے بھیجے اور آپ سے التجا کی کہ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ابونعیم اور سلفی نے بیان کیا ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک نے اپنے باپ کی زندگی یا ولید کے زمانے میں حج کیا تو بیٹھنے کی وجہ سے حجر اسود تک پہنچنا اس کے لیے ممکن نہ ہو سکا تو زمزم کی ایک جانب اس کیلئے منبر نصب کیا گیا۔ جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے ارد گرد اہل شام کے سیربر آوردہ لوگوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین آگئے جب آپ حجر اسود کے پاس پہنچے تو لوگ ایک طرف ہٹ گئے اور آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ شامیوں نے ہشام سے کہا یہ کون شخص ہے؟ تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں شامی زین العابدین میں دلچسپی لینا نہ شروع کر دیں کہا میں انہیں نہیں

جانتا۔ تو عرب کے مشہور شاعر فرزدق نے کہا میں اسے جانتا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر کہے۔

یہ وہ شخص ہے جسے بطحا، بیت اللہ اور حل و حرام  
سب جانتے ہیں۔ یہ تمام مخلوقات میں سے بہترین آدمی  
کا بیٹا ہے اور یہ متقی، پاک، اصاف اور جفندے کی  
طرح نمایاں ہے۔ جب قریش نے اسے دیکھا تو ایک  
کنسے والے نے کہا اس شخص کی خوبیوں پر خوبیاں ختم  
ہو جاتی ہیں۔ یہ عزت کی اس چوٹی کی طرف بڑھتا ہے  
جس کے حصول سے عرب و عجم عاجز ہیں۔

یہ ایک مشہور قصیدہ ہے جس میں سے چند اشعار یہ بھی

ہیں۔

اے ہشام اگر تو اسے نہیں جانتا تو میں بتاؤں  
دیتا ہوں کہ یہ فاطمہ قبول کا جگر گوشہ ہے۔ جس کے  
نانا پر سلسلہ انبیاء کا اختتام ہوا ہے۔ تیرا یہ قول  
اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جس کے پہچاننے  
سے تو نے انکار کیا ہے۔ اسے عرب و عجم پہنچاتے  
ہیں۔

پھر اس نے کہا یہ اس گروہ کا فرد ہے جن سے محبت  
کرنا دین اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اور ان کا قرب نجات  
اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ ان کی سخاوت کی انتہا تک کوئی سخی  
نہیں پہنچ سکتا اور کوئی قوم خواہ کس قدر کریم ہو ان کا لگا بھلا نہیں



کی سکتی ۔

ہشام نے جب یہ قصیدہ سنا تو غضبناک ہو کر فرز زوق کو عسنان مقام پر محبوس کر دیا ۔ امام زین العابدین نے فرز زوق کو بارہ ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی معذرت بھی کی ۔ اگر ہمارے پاس زیادہ ہوتا تو ہم تمہیں وہ بھی دے دیتے ۔ فرز زوق نے جواب دیا میں نے آپ کی مدد صرف خدا تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر کی ہے کسی انعام کے لئے نہیں کی ۔ تو حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ ہم اہل بیت جب کسی چیز کو دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیا کرتے تو فرز زوق نے وہ درہم قبول کر لئے ۔ اور پھر قید ہی میں ہشام کی ہجو لکھی ۔ اور اُسے بھیج دی ۔ تو اس نے فرز زوق کو قید سے رہا کر دیا ۔ حضرت امام زین العابدین بڑے درگزر کرنے والے اور صاحبِ عفو تھے ۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے آپ کو دشنام دیا تو آپ نے تغافل سے کام لیا ۔ اس نے کہا میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں ۔ آپ نے فرمایا میں تم سے اعراض کر رہا ہوں اور اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ

خذ العفو وأمر بالعرف عفو کو اختیار کر ۔ نیکی کا حکم دے واعرض عن الجاہلین ۔ اور جاہلوں سے اعراض کر ۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ذلت سے مرخ اونٹوں کے حصول جیسی خوشی ہوتی ہے ۔ آپ نے ستاون سال کی عمر میں وفات پائی ۔ جن میں سے دو سال آپ اپنے دادا حضرت علی کے پاس رہے پھر دس سال اپنے چچا حضرت حسن کے پاس

رہے اور اکیس سال اپنے والد حضرت حسین کے پاس رہے۔ کہتے ہیں ولید بن عبد الملک نے آپ کو زہر دے دیا تھا۔ آپ کو گیارہ مردوں اور چار عورتوں کو چھوڑ کر حضرت حسن کے ساتھ بقیع میں دفن کیا گیا۔

ابو جعفر محمد الباقر علم وزہد اور عبادت میں آپ کے وارث ہوئے۔ آپ کا نام باقر اس لئے رکھا گیا ہے کہ بقر زمین کو چاڑھنے اور اس کی پوشیدہ چیزیں نکالنے کو کہتے ہیں۔ آپ نے احکام الہیہ کے اندر جو حقائق و معارف کے خزانے پوشیدہ ہیں انہیں نمایاں کیا ہے اور انکی حکمتیں اور لطائف بیان کئے ہیں۔ وہ خزانے بے بسیرت اور بد باطن لوگوں پر مخفی رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نے علم کو چاڑھا۔ اُسے جمع کیا اور اس کے جھنڈے کو بلند کیا ہے۔ آپ پاک نفس صاف دل، بڑے صاحب علم و عمل اور صاحب شرف تھے۔ آپ کے اوقات اطاعت الہی سے معمور تھے۔ آپ کو عارفین کے مقامات میں وہ علامات حاصل ہیں جن کی صفت کے بیان سے زبانیں در ماندہ ہیں۔ سلوک و معارف میں آپ کے بہت سے کلمات ہیں یہ رسالہ ان کے بیان کا متحمل نہیں ہو سکتا اور آپ کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ ابن المدینی نے جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپ کو چھپٹنے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ آپ نے پوچھا گیا کہ یہ بات کیسے ہوئی؟ کہنے لگے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حضرت حسین آپ کی گود میں تھے

اور آپ ان کھلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا جابر، حسین کے ہاں ایک بچہ ہوگا جس کا نام علی ہوگا۔ جب قیامت کے روز منادی کرنے والا کہے گا کہ سید العابدین کھڑا ہو جائے تو آپ کا لڑکا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر اس کے ہاں ایک لڑکا ہوگا اس کا نام محمد ہوگا۔ اسے جابر اگر تو اس کا زمانہ پائے تو اسے میرا سلام کہنا۔ آپ کی وفات اٹھاون سال کی عمر میں اپنے باپ کی طرح زہر خورانی سے ہوئی۔ آپ مال اور باپ کی طرف سے علوی ہیں۔ اور آپ کی تدفین بقیع میں حضرت حسن اور حضرت عباس کے گنبد میں ہوئی ہے۔ آپ نے چھ لڑکے پیچھے چھوڑے جو بڑے صاحب فضل و کمال تھے۔

### حضرت جعفر صادقؑ :- آپ امام باقر کے خلیفہ اور وصی

تھے۔ لوگوں نے آپ سے ایسے علوم نقل کئے ہیں جنہیں سوار کبھی لے کر نہیں چلے اور آپ کی شہرت تمام شہروں میں پھیل گئی۔

اکابر ائمہ جیسے یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک، سفیان بن ابو حنیفہ، شعبہ، ایوب سختیانی نے آپ سے روایت کی ہے اور آپ کی

والدہ فروہ بنت القاسم محمد بن ابی بکر ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہو منظور نے جب حج کیا تو آپ کی چغلی کی گئی۔ جب چغلی خور

گو اسی کے لئے آیا تو آپ نے اُسے فرمایا کیا تو حلف اٹھاتا ہے اس نے کہا ہاں۔ اور اس نے حلف اٹھایا۔ آپ نے کہا اس بات پر

امیر المؤمنین اس کو حلف دیجئے۔ اس نے اُسے کہا کہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی قوت سے ہزار ہو کر اپنی قوت کی پناہ میں آتا ہوں کہ

جعفر نے اس اس طرح کیا اور کہا ہے تو وہ آدمی ایسا کہنے سے



رُک گیا۔ پھر اس نے حلف اٹھایا۔ ابھی اس نے بات ختم نہ کی تھی کہ وہیں مر گیا۔ تو امیر المومنین نے حضرت جعفر سے کہا آپ ظلم سے قتل نہیں ہوں گے۔ پھر آپ واپس ہوئے تو زبیرؓ آپ کو اپنے اہل انعام اور قیمتی لباس کے ساتھ ملا۔ یہاں یہ حکایت ختم ہو جاتی ہے اس قسم کی حکایت یحییٰ بن عبد اللہ بن المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط کی بھی ہے۔ کہ ایک زبیری آدمی نے رشید کے پاس آپ کی چغلی کھائی۔ تو آپ نے قسم کا مطالبہ کیا۔ تو وہ غلط بولنے لگا۔ رشید نے اسے ڈاٹھا۔ پھر یحییٰ کو اس سے قسم لینے پر مقرر کیا گیا۔ ابھی اس نے قسم پوری نہیں کی تھی کہ مضطرب ہو کر پہلو کے بل گر پڑا۔ لوگوں نے اسے ٹانگ سے پکڑ لیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ رشید نے یحییٰ سے پوچھا کہ اس بات میں کیا راز ہے تو اس نے جواب دیا کہ قسم میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرنے سے سزا جلد نہیں ملتی۔ اور مسعودی نے بیان کیا ہے کہ یہ قصہ میرے بھائی یحییٰ کے ساتھ ہوا جو موسیٰ الجون کے لقب سے ملقب تھا۔ کہ ایک زبیری نے رشید کے پاس اس کی چغلی کھائی اور ان دونوں کے درمیان طویل گفتگو ہوئی۔ پھر موسیٰ نے اس سے حلف کا مطالبہ کیا تو اس نے جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ حلف اٹھایا۔ جب اس نے حلف اٹھایا تو موسیٰ نے کہا اللہ اکبر میرے باپ نے میرے دادا سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے یہ قسم اٹھائی یعنی اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کو چھوڑ کر اپنی قوت و

طاقت کے پیچھے لگ گیا اور ایسا اس نے جھوٹا ہونے کی حالت میں کیا ہو  
 تو اللہ تعالیٰ اُسے تین دن سے پہلے پہلے سزا دے دیتا ہے۔ قسم بخدا  
 نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھے جھٹلایا گیا ہے۔ امیر المومنین اب یہ  
 بات مجھ پر چھوڑ دیجیئے۔ اگر تین دن گزر جائیں اور زبیری کو کوئی  
 حادثہ پیش نہ آئے تو میرا خون آپ کے لئے حلال ہوگا۔ اس نے یہ بات  
 آپ پر چھوڑ دی۔ ابھی اس دن کی عصر کا وقت نہیں گزرا تھا کہ زبیری  
 کو جذام ہو گیا اور وہ سوز کرمٹ کینزے کی طرح ہو گیا۔ اور تھوڑا سا  
 وقت گزرنے کے بعد مر گیا۔ اور جب اُسے قبر میں اتارا گیا تو اس  
 کی قبر بیٹھ گئی۔ اور اس سے نہایت بدبودار ہوا آئی۔ پھر اس میں  
 کمانوں کے ٹوکڑے ڈالے گئے۔ تو وہ دوسری دفعہ بیٹھ گئی۔ رشید  
 کو اس کی اطلاع دی گئی تو اُسے بہت حیرانی ہوئی پھر اس نے موسیٰ  
 کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور اس سے اس قسم کا راز  
 پوچھا تو اس نے اُسے وہ حدیث بتائی کہ اس کے دادا نے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ جو شخص ایسی قسم کھاتا ہے جس  
 میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو سزا دینے سے  
 شرم محسوس کرتا ہے۔ اور جو جھوٹی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی  
 قوت و طاقت سے اس سے جھگڑا کر کے اُسے تین دن سے پہلے سزا  
 دے دیتا ہے۔

ایک سرکش نے اپنے آقا کو قتل کر دیا وہ رات بھر نماز  
 پڑھتا رہا۔ پھر اس نے سحری کے وقت اس پر بددعا کی تو اس کی  
 موت کے متعلق آوازیں سُنی گئیں۔ جب اُسے حکم بن عباس کلبی کا

قول اس کے چا زید کے متعلق پہنچا کہ  
ہم نے زید کو تمہارے لئے کھجور کے تنے پر صلیب دی  
ہے اور ہم نے کسی مہدی کو تنے پر صلیب پاتے نہیں دیکھا۔

تو آپ نے فرمایا اے اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی  
کتا اس پر مسلط کر دے۔ تو اُسے ایک شیر نے چھاڑ کھایا۔

آپ کے چا زاد بھائی  
عبداللہ المحض بنی ہاشم کے

## آپ کے مکاشفات

شیخ اور محمد بن نفیس زکیہ کے لقب سے ملقب تھے کے والد تھے۔  
بنی امیہ کی حکومت کے آخر میں ان کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے  
بنو ہاشم نے محمد اور ان کے بھائی کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا۔ اور  
جعفر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان دونوں کی بیعت کرے۔ مگر اس  
نے ایسا نہ کیا۔ تو آپ پلان دونوں سے حسد کرنے کی ہمت لگائی  
گئی۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا بیعت لینا نہ میرے لئے اور نہ ہی  
ان دونوں کے لئے روا ہے۔ یہ بیعت زرد قبا والا شخص لے گا۔  
جس کے ساتھ ان کے بچے اور جوان کھیلیں گے۔ ان دنوں منصور  
عباسی موجود تھا اور زرد قبا پہنا کرتا تھا۔ حضرت جعفر کی پیشگوئی  
ہمیشہ اس کے متعلق کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اُسے  
بادشاہ بنا دیا۔ اور حضرت جعفر سے پہلے ان کے باپ حضرت باقر نے  
منصور کو زمین کے مشرق و مغرب پر قابض ہونے اور اس کی مدت  
حکومت کے متعلق خبر دی تھی۔ اس نے آپ سے کہا ہمارا  
حکومت تمہاری حکومت سے پہلے ہوگی۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا



کیا میرے بیٹوں میں سے بھی کوئی بادشاہ ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا بنی امیہ کی مدت لمبی ہوگی یا ہماری۔ فرمایا تمہاری۔ اور اس بادشاہ سے تمہارے بچے اس طرح کھیلیں گے جس طرح گیندوں سے کھیلا جاتا ہے۔ اس بات کی تاکید میرے والد نے مجھے کی ہے جب منصور کو خلافت ملی۔ اور وہ زمین کا مالک ہوا۔ تو حضرت جعفر کے قول سے متعجب ہوا۔

ابو القاسم طبری نے ابن وہب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے سنا کہ میں نے سلاطین میں حج کیا۔ جب میں نے مسجد میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ ابو قیس پر چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا دعا کر رہا ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب اے میرے رب یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو گیا۔ پھر کہنے لگا یا جی، یا جی۔ یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو گیا۔ پھر کہنے لگا اے میرے اللہ میں انگور کھانا چاہتا ہوں۔ پس مجھے انگور کھلا دے۔ اے اللہ میری دو چادریں بوسیدہ ہو چکی ہیں مجھے چادریں دیدے۔ لیث کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی ایک بھری ہوئی ٹوکری دیکھی۔ اس وقت انگور کا کوئی موسم نہ تھا۔ پھر میں نے دو چادریں پڑی ہوئی دیکھیں۔ میں نے ان جیسی چادریں دنیا میں کبھی نہیں دیکھیں۔ جب اس نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا میں بھی آپ کا شریک ہوں اس نے کہا کس وجہ سے آپ میرے شریک ہیں۔ میں نے کہا

اس لئے کہ آپ نے دعا کی ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں۔ اس نے کہا آئیے اور کھائیے۔ میں آگے بڑھا اور انگور کھائے۔ اس جیسا انگور میں نے کبھی نہیں کھایا۔ اس کی گٹھلی بھی نہ تھی۔ ہم کھا کر سیر ہو گئے مگر ٹوکری میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ اس نے کہا جمع نہ کرو اور نہ ہی اس میں سے کچھ چھپا کر رکھو۔ پھر اس نے ایک چادر لی اور دوسری مجھے دے دی۔ میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ایک کاتہ بند بنالیں اور دوسری کو اوڑھ لیں۔ وہ اپنی دونوں بوسیدہ چادروں کو ہاتھ میں لئے نیچے اتر گیا۔ تو اسے سعی کی جگہ پر ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا اے ابن رسول اللہ! اللہ نے جو تجھے پہنایا ہے اس سے مجھے بھی پہنا دیں۔ کیونکہ میں ننگا ہوں تو اس نے دونوں چادریں اُسے دے دیں تو میں نے اس سے پوچھا یہ کون ہے۔ اس نے کہا یہ جعفر صادق ہیں۔ میں نے اس کے بعد ان سے کچھ سنا چاہا مگر مجھے اس کی ہمت نہ ہوئی۔

آپ کی وفات ۸۷ھ میں زہر خورانی سے ہوئی۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۸ سال تھی۔ آپ کی تدفین اسی قبہ میں اپنے اہل کے چھ مردوں اور بیٹی کیساتھ ہوئی۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم | آپ علم و معرفت اور فضل و کمال میں حضرت جعفر صادق کے وارث

تھے۔ آپ کو بکثرت درگزر کرنے اور حلم اختیار کرنے کی وجہ سے کاظم کہتے ہیں۔ اہل عراق میں آپ اللہ تعالیٰ کے پاس ضروریات

کو پورا کرنے والا دروازہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد، عالم اور سخی تھے۔ رشید نے آپ سے دریافت کیا آپ اپنے آپکو ذریت رسول کیسے کہتے ہیں حالانکہ آپ حضرت علی کی اولاد ہیں۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی ومن ذریتہ داؤد وسلیمان یہاں تک کہ آپ نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم کیا۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہی نہ تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت بھی پڑھی فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم نقل تعالوا ندع انباءنا و انباءکم الابیائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں سے مباہلہ کے وقت حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے سوا کسی کو نہیں بلایا۔ پس حضرت حسن اور حضرت حسین دونوں بیٹے ہوئے۔

## پہلی عجیب و غریب کرامات | ابن جوزی اور راہرزی وغیرہ نے شفیق بلخی سے

بیان کیا ہے کہ میں ۷۴۱ھ میں حج کے ارادہ سے نکلا تو میں نے آپ کو قادسیہ میں لوگوں سے الگ تھک دیکھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نوجوان موفیاء میں سے ہے۔ جو لوگوں پر بوجھ بننا چاہتا ہے۔ میں اس کے پاس جا کر اسے زہر و تویخ کرتا ہوں جب اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے شفیق

اجتنبوا کثیراً من الظن بدگمانی سے بہت بچنا چاہیے۔ بعض ان بعض الظن اثم بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔



میں نے ارادہ کیا کہ وہ اللہ صلح کر لیں۔ مگر وہ آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ پھر میں نے انہیں اقصہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اُن کے اعضاء مضطرب اور آنسو ٹپ ٹپ کر رہے تھے۔ میں معذرت کے لئے ان کے پاس گیا۔ تو انہوں نے اپنی نماز کو ہلکا کر کے کہا:

واللہ لغفار لمن تاب و آمن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توبہ کرنے والے الایۃ۔ اور ایماندار کو میں بخش دیتا ہوں۔

جب وہ زمانہ میں اترے تو میں نے انہیں ایک کنویں پر دیکھا جس کی ٹینڈیں اس میں گری ہوئی تھیں انہوں نے اس میں ریت پھینکی تو پانی ان کے لئے اوپر چڑھ آیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے پانی لے کر وضو کیا۔ اور چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر وہ ایک ریتیلے کی طرف گئے اور ریت انہوں نے پانی پیا۔ میں نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو دیسا ہے اس سے جو بچ رہا ہے وہ مجھے کھادو۔ تو انہوں نے کہا اے شفیق ہم پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اپنے رب سے حسن ظن رکھا کر۔ پس انہوں نے مجھے پانی دیا اور میں نے اس سے پی لیا۔ کیا دیکھتا ہوں وہ توستو اور شکر ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار چیز کبھی نہیں پی۔ میں اُسے پی کر سیر ہو گیا۔ میں کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا۔ مجھے کھانے پینے کی خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی۔ پھر میں نے انہیں مکہ میں دیکھا تو وہ نوجوانوں اور پوشاک کے ساتھ ایسے امور میں منہمک ہیں جو راستہ والے امور کے بالکل خلاف ہیں۔ جب رشید نے حج کیا تو اس کے پاس آپ کی چغلی کی گئی۔ اور

اُسے کہا گیا کہ ہر طرف سے ان کے پاس اموال آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے تیس ہزار دینار کی ایک جاگیر خرید لی ہے۔ تو اس نے آپ کو بکڑ لیا اور لبصرہ کے امیر عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے پاس بھیج دیا۔ جس نے آپ کو ایک سال تک محبوس رکھا۔ پھر رشید نے اُسے آپ کے خون کے متعلق لکھا تو اس نے معذرت چاہی۔ آپ نے اسے بتایا کہ میں نے رشید کو بددعا نہیں دی اور یہ کہ وہ آپ کو اس کے سلام کے لئے نہ بھیجے اور میرا راستہ چھوڑ دے۔ رشید کو آپ کا یہ خط پہنچا تو اس نے سدی بن ساہک کو ان کے سلام کے لئے لکھا اور یہ حکم بھی دیا کہ ان کو کھانے میں نہ ہر دے دیا جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو کھجوروں میں زہر دیا گیا۔ جس سے آپ کو سجار ہو گیا اور تین دن بعد آپ فوت ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔

مسعودی نے بیان کیا ہے کہ رشید نے خواب میں حضرت علی کو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک برچھی ہے۔ اور آپ کہہ رہے ہیں اگر تو نے کاظم کو نہ چھوڑا تو میں تمہیں اس برچھی کے ساتھ ذبح کر دوں گا۔ تو وہ خوف سے بیدار ہو گیا۔ اور اسی وقت اپنے پولیس آفیسر کو انہیں آزاد کرنے کیلئے بھیجا اور ساتھ تیس ہزار درہم بھی دیئے۔ اور کہا کہ میری طرف سے آپ کو ٹھہرنے یا مدینہ چلے جانے کا اختیار ہے۔ اگر آپ قیام کریں گے تو میں آپ کی عزت کروں گا جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا میں نے آپ سے عجیب و غریب بات دیکھی اور بتایا کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھے کلمات سکھائے ہیں۔ ان کلمات کے بتانے سے فخر غ ہوتے ہی اس نے آپ کو رہا کر دیا۔ کہتے ہیں پہلے موسیٰ ہادی نے آپ کو قید کیا۔ پھر رہا کر دیا۔ کیونکہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے دیکھا کہ

فهل عسیتم ان تولیتم کیا تمہیں زمین میں فساد کرنے اور ان تفسد وافی الارض قطع رحمی کے لئے حاکم بنایا گیا و تقطعوا ارحامکم ہے۔

تو جاگنے پر اُسے معلوم ہوا کہ اس سے آپ مراد ہیں۔ تو اس نے رات کے وقت آپ کو رہا کر دیا۔ رشید نے آپ کو کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا تو وہ شخص ہے جس کی لوگ پوشیدہ طور پر بیعت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں دلوں کا امام ہوں۔ اور تو جہموں کا امام ہے۔ جب دونوں حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک کے سامنے اکٹھے ہوئے تو رشید نے کہا اے عم زاد السلام علیک۔ اس بات کو ان لوگوں نے بھی سنا جو اس کے ارد گرد تھے۔ تو موسیٰ کاظم نے جواب دیا اے باپ السلام علیک۔ مگر وہ اسے برداشت نہ کر سکا۔ اور اسی وجہ سے آپ کو پکڑ کر اپنے ساتھ بغداد لے گیا۔ اور آپ کو قید کر دیا۔ آپ اس کی قید سے بیڑیاں پہنے ہوئے مڑ کر ہی نکلے۔ اور بغداد کی غزنی جانب دفن ہوئے۔ بظاہر یہ واقعات آپس میں منافق رکھتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کو متعدد دفعہ قید کرنے پر حل کیا جائے۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کے بچوں اور بیویوں



کی تعداد ۳۲ تھی۔ جن میں سے ایک علی الرضا بھی تھے۔

آپ ان سب سے زیادہ ذہین اور یادداشت  
**علی الرضا** کے حامل تھے۔ مامون آپ کو اپنی جان کی طرح

عزیز سمجھتا تھا۔ اور آپ سے اپنی بیٹی کو بیاہ کر اس نے آپ کو اپنی  
 حکومت میں شریک کر لیا تھا۔ اور آپ کو اپنا جانشین بھی بنالیا تھا۔

اس نے ۲۰۰ھ میں اپنے بڑے سے ایک تحریر لکھی کہ علی الرضا میرا ولی  
 عہد ہوگا۔ اور اس پر بہت سے لوگوں نے گواہی دی۔ لیکن آپ اس

سے پہلے وفات پا گئے جس سے اُسے بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے  
 اپنی موت سے پہلے بتا دیا تھا کہ وہ بچھے ہوئے انگور اور انار کھا کر

مریں گے۔ مامون انہیں رشید کے پیچھے دفن کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ  
 ایسا نہ کر سکا۔ یہ سب باتیں اسی طرح وقوع پذیر ہوئیں۔ جیسے

آپ نے اُسے بتایا تھا۔

آپ کے دوستوں میں سے معروف کرخی اور استاد سری سقطی  
 تھے۔ کیونکہ سری سقطی نے آپ کے بڑے پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے

ایک آدمی سے کہا اے عبد اللہ جو وہ چاہتا ہے اس سے راضی ہو جا  
 اور اس بات کیلئے تیاری کر جس سے کوئی چارہ نہیں۔ تو وہ آدمی

تین دن کے بعد فوت ہو گیا۔ اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔  
 حاکم نے محمد بن عیسیٰ عن ابی حذیب سے بیان کیا ہے کہ میں نے

خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دیکھا جہاں ہمارے  
 شہر میں حجاج فروکش ہوا کرتا تھا۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو میں

نے آپ کے بڑے میں مدینہ کی کھجوروں کا ایک تھاں دیکھا۔ جس میں

صبحانی کھجوریں بھی تھیں۔ آپ نے مجھے اٹھارہ کھجوریں دیں تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ میں اتنا عرصہ زندہ رہوں گا۔ بیس دن کے بعد جب علی الرضا مدینہ سے تشریف لائے اور اس مسجد میں اترے تو لوگ آپ کو سلام کرنے کیلئے دوڑے۔ میں بھی آپ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جہاں پر میں نے حضور علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ اور آپ کے سامنے مدینہ کی کھجوروں کا ایک تھال پڑا ہوا تھا جس میں صبحانی کھجوریں بھی ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کہا تو آپ نے مجھے اپنے قریب کیا۔ اور انہی کھجوروں میں سے مجھے ایک مٹھی کھجوریں دیں۔ تو وہ اتنی ہی تھیں جتنی کھجوریں خواب میں حضور علیہ السلام نے دی تھیں۔ میں نے کہا مجھے کچھ زیادہ کھجوریں دیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو زیادہ دیتے تو ہم بھی آپ کو زیادہ دے دیتے۔ جب آپ نیشاپور تشریف لے گئے جیسا کہ تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے اور اس کے بازار سے گزرے تو آپ پر ایک سائبان تھا۔ جس کے ورے دیکھنا نہ جاسکتا تھا۔ آپ کو دو حافظ ابو زرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی ملے جن کے ساتھ بے شمار طالبان علم و حدیث تھے۔ انہوں نے بڑے عاجزانہ رنگ میں التجا کی کہ آپ ہمیں اپنا چہرہ دکھائیے۔ اور اپنے آبا سے ہمارے لئے حدیث بیان کریں۔ آپ نے خچر کو ٹھہرایا اور اپنے نوجوانوں کو سائبان کے ٹھانے کا حکم دیا۔ اور مخلوقات نے آپ کے روئے مبارک کی دید سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ آپ کے گیسوؤں کی دولٹیں آپ

کے کندھے تک لٹکی ہوئی تھیں اور لوگوں کی حالت یہ تھی کہ کچھ چلا رہے تھے کچھ گر یہ کناں تھے۔ کچھ مٹی میں غلطاں اور کچھ آپ کی خچر کے سٹموں کو چوم رہے تھے۔ علماء لوگوں کو چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ خاموش ہو جاؤ۔ وہ خاموش ہوئے تو مذکورہ دونوں حافظوں نے آپ سے علماء کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے میرے باپ موسیٰ کاظم نے اپنے باپ جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ محمد الباقر سے انہوں نے اپنے باپ زین العابدین سے انہوں نے اپنے باپ حسین سے انہوں نے اپنے باپ علی بن ابیطالب سے بیان کیا کہ میرے جیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا کہ مجھ سے جبریل نے بیان فرمایا کہ میں نے رب العزت کو فرماتے سنا ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو اسے پڑھے گا وہ میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔ پھر یہ گرا دیا گیا۔ اور آپ چل پڑے۔ اصحاب قلم و دوات کے شمار کے مطابق حدیث یکسفنہ والوں کی تعداد بیس ہزار سے اوپر تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ روایت کی جانے والی حدیث یہ تھی کہ ایمان، معرفت قلب، اقرار زبان اور ارکان بہ عمل کرنے کا نام ہے۔ شاید یہ دو مختلف واقعات ہوں۔ احمد کہتے ہیں اگر میں اس اسناد کو کسی مجنون پر پڑھوں تو اس کا جنون جاتا رہے۔

بعض حفاظ نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے متوکل



کے سامنے اپنے شریف ہونے کا زعم کیا۔ اس نے پوچھا اس باسے  
 میں مجھے کون بتائے گا، اسے بتایا گیا کہ علی الرضا یہ بات بتا سکے گا  
 وہ آئے تو اس نے آپ کو اپنے ساتھ چار پائی پر بٹھایا اور پوچھا  
 تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے درندوں پر اولادِ حسنین کا گوشت  
 حرام قرار دیا ہے۔ تو اسے درندوں کے آگے پھینک دے۔  
 جب اس عورت کے سامنے یہ بات پیش کی گئی۔ تو اس نے اپنے  
 جھوٹ کا اعتراف کر لیا۔ پھر متوکل سے کہا گیا۔ کیا تو یہ تجربہ علی الرضا  
 کے متعلق نہ کرے گا۔ تو اس نے تین درندے لانے کا حکم دیا۔ جنہیں  
 اس کے محل کے صحن میں لایا گیا۔ پھر اس نے آپ کو بلایا۔ جب آپ  
 اس کے دروازے میں داخل ہوئے تو اس نے آپ پر دروازہ بند  
 کر دیا۔ اور درندوں نے دھاڑیں مار مار کر کان بہرے کر دیئے  
 جب آپ صحن میں بیٹھیں پھر چڑھنے کے لئے پہلے تو وہ درندے  
 آپ کی طرف آئے اور ٹھہر گئے اور آپ پر ہاتھ پھرنے لگے اور  
 آپ کے ارد گرد گھومنے لگے اور آپ ان پر اپنی آستین پھیر رہے  
 تھے۔ پھر انہیں باندھ دیا گیا۔ پھر آپ چڑھ کر متوکل کے پاس گئے  
 اور کچھ دیر اس سے گفتگو کی۔ پھر اترے۔ پھر ان درندوں نے پہلے  
 کی طرح آپ سے سلوک کیا۔ یہاں تک کہ آپ باہر نکل گئے۔ تو  
 متوکل آپ کے پیچھے پیچھے بہت بڑا انعام لے کر آیا۔ متوکل سے  
 کہا گیا۔ اس طرح کہ جس طرح تیرے چچا زاد بھائی نے کیا ہے مگر  
 وہ اس کی جسارت نہ کر سکا۔ اور فرمایا کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے  
 ہو۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اس بات کو افشا نہ کریں۔

مسعودی نے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ علی الرضا کے پوتے کا ہے جن کا نام علی عسکری ہے۔ اور درست بات یہ ہے کہ بالاتفاق مامون کے زمانے میں علی الرضا فوت ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے متوکل کا زمانہ نہیں پایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ سے پہلے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی فوت ہو چکی تھی جن میں سب سے بڑا محمد الجواد تھا۔ لیکن وہ لمبی زندگی نہ پاسکا۔

اتفاق کی بات ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے والد کی وفات کے ایک سال بعد کھڑے تھے اور بچے بغداد کی گلیوں میں کھیل رہے تھے۔ کہ مامون کا دریاں سے گذر رہا تو سب بچے جاگ گئے۔ لیکن محمد کھڑے رہے اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ اس نے کہا اے بچے تجھے بھاگنے سے کس نے روکا۔ آپ نے فوراً جواب دیا اے امیر المومنین راستہ تنگ نہیں تھا۔ کہ میں اُسے آپ کے لئے کھلا کر دیتا اور میرا کوئی جرم بھی نہیں کہ میں آپ سے ڈروں اور آپ کے بارے میں مجھے حسن ظن بھی ہے کہ آپ بے گناہ کو تکلیف نہیں دیتے۔ مامون آپ کی گفتگو اور حسن صورت سے بہت متعجب ہو کر کہنے لگا آپ کا اور آپ کے باپ کا کیا نام ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ محمد بن علی الرضا۔ اس نے آپ کے باپ کے لئے رحم کی دعا کی۔ اور اپنے گھوڑے کو چلا کر لے گیا۔ اس کے پاس ایک شکاری باز تھا جب وہ آبادی سے دور ہو گیا تو اس نے باز کو ایک تیر پر چھوڑا۔ باز غائب ہو گیا۔ پھر فضا میں سے واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی زندہ بچھلی تھی۔ اس بات سے وہ نہایت متعجب ہوا۔ اس نے بچوں کو اسی حال میں دیکھا

اور محمد کو ان کے پاس کھڑے پایا۔ تمام بچے سوائے محمد کے بھاگ گئے۔ اس نے آپ کے قریب ہو کر کہا میرے مائتقوں میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے سمندر میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں۔ جنہیں بادشاہوں اور خلیفوں کے باز شکار کرتے اور ان سے اہل بیت مصطفیٰ کی اولاد کا امتحان لیتے ہیں۔ مامون نے کہا آپ فی الحقیقت ابن الرضا ہیں۔ پھر وہ آپ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور آپ کا بہت اعزاز و اکرام کیا۔ اور جب اُسے آپ کی صغریٰ کے باوصف آپ کے علم و فضل، کمال عظمت اور ظہورِ برہان کا پتہ چلا تو وہ ہمیشہ آپ سے مہربانی سے پیش آتا رہا اور اس نے اپنی بیٹی ام الفضل کو آپ کے ساتھ بیاہ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ لیکن عباسیوں نے اُسے اس خوف سے منع کر دیا کہ کہیں وہ آپ کو ولی عہد ہی نہ بنادے۔ جیسے ان کے باپ کو ولی عہد بنایا تھا۔ جب انہیں بتایا گیا کہ اس نے آپ کو باوجود صغریٰ کے تمام اہل فضل سے علم و معرفت اور حلم میں ممتاز ہونے کی وجہ سے پسند کیا ہے تو انہوں نے محمد کے ان امور سے متصف ہونے میں جھگڑا کیا۔ پھر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ان کے امتحان کے لئے کسی آدمی کو بھیجیں گے۔ پس انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو آپ کے پاس بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر وہ محمد کو ان سے الگ کر دے تو وہ اسے بہت کچھ دیں گے۔ پس وہ خلیفہ کے پاس حکومت کے خاص آدمیوں اور ابن اکثم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ مامون نے محمد کیلئے خوبصورت فرش بچانے کا حکم دیا۔ آپ اس پر بیٹھ گئے تو یحییٰ نے آپ سے مسائل دریافت کئے۔ آپ نے ان کے نہایت اچھے اور واضح جواب



دئیے۔ خلیفہ نے آپ سے کہا ابو جعفر آپ نے بہت اچھا کیا ہے اگر آپ چاہیں تو یحییٰ سے بھی ایک مسئلہ پوچھ لیں۔ تو آپ نے یحییٰ سے کہا اس شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو دن کے پہلے صبح میں ایک عورت کی طرف حرام نظر سے دیکھے پھر دن کے بلند ہونے پر اس کیلئے حلال ہو جائے۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہو جائے۔ پھر عصر کے وقت حلال ہو جائے پھر مغرب کے وقت حرام ہو جائے۔ پھر عشاء کے وقت حلال ہو جائے۔ پھر آدھی رات کو حرام ہو جائے پھر فجر کو حلال ہو جائے۔ یحییٰ نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ تو محمد نے کہا یہ وہ لوٹڈ کی ہے جسے ایک اجنبی نے بنظر شہوت دیکھا جو حرام ہے پھر دن کے بلند ہونے پر اُسے خرید لیا اور ظہر کے وقت آزاد کر دیا اور عصر کے وقت اس سے شادی کر لی۔ اور مغرب کے وقت اُس سے ظہار کر لیا اور عشاء کے وقت کفارہ دے دیا اور نصف رات کے وقت اُسے طلاق رجعی دے دی اور صبح کو اس سے رجوع کر لے۔

اس موقع پر یامون نے عباسیوں سے کہا جن باتوں سے تم انکار کرتے تھے اب تم نے انہیں سمجھ لیا ہے۔ پھر اسی مجلس میں اس نے اپنی بیٹی کو آپ سے بیاہ دیا۔ پھر آپ کو بیوی کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ اس نے اپنے باپ کے پاس آپ کی شکایت کی کہ انہوں نے اور شادی کر لی ہے۔ تو اس کے باپ نے جواب دیا کہ ہم نے تمہاری شادی ان کے ساتھ اس لئے نہیں کی کہ ہم اس پر حلال کو حرام کر دیں۔ اس لئے دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ پھر ۶۸۸ھ

میں آپ معتمد سے دو راتوں کی اجازت لے کر اس کے ساتھ آئے اور آخر ذوالقعدہ میں آپ فوت ہو گئے۔ اور اپنے دادا کی پشت کی طرف قریشی کی قبروں میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ کہتے ہیں آپ کو بھی زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیچھے چھوڑیں جن میں سے بڑے علی عسکری تھے۔

## علی عسکری

آپ کو عسکری اسوجہ سے کہتے ہیں کہ جب آپکو مدنیہ نبویہ سے طلب کر کے بہمن رومی کی طرف بھیجا اور وہاں آپکو ٹھہرایا گیا تو اس جگہ کو عسکر کہتے تھے۔ اس لئے آپ عسکری کے نام سے معروف ہو گئے۔ آپ علم و سخاوت میں اپنے باپ کے وارث تھے کوفہ کے ایک بدو نے اکبر آپ سے کہا میں آپ کے دادا کے دوستوں میں سے ہوں۔ مجھ پر ناقابل برداشت قرضہ چڑھ گیا ہے اور اس کی ادائیگی کیلئے میں نے آپ کے سوا کسی کا قصد نہیں کیا۔ آپ نے دریافت کیا تجھ پر کتنا قرضہ ہے اس نے کہا دس ہزار درہم آپ نے فرمایا انشاء اللہ اس کی ادائیگی سے تجھے خوش ہو جانا چاہیئے۔ پھر آپ نے اُسے ایک رقعہ لکھ دیا جس میں اس رقم کو اپنے ذمہ قرضہ ظاہر کیا۔ اور اُسے فرمایا یہ رقعہ مجھے مجلس عام میں دے کر مجھ سے سختی کے ساتھ مطالبہ کرنا۔ اُس نے ایسے ہی کیا۔ آپ نے اس سے تین دن کی ہملت مانگی۔ اس بات کی اطلاع متوکل کو پہنچی تو اس نے آپ کو تیس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب آپ کو یہ رقم پہنچی تو آپ نے اس بدو کو دے دی۔ اس نے کہا اے فرزند رسول دس

ہزار سے میری ضرورت پوری ہو جائے گی۔ آپ نے تیس ہزار میں سے  
مفقوڑی سی رقم واپس لینے سے بھی انکار کر دیا۔ اور سب رقم بدو کے  
سپر دکر دی۔ وہ کہنے لگا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت  
کو کہاں رکھے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ درندوں کے قصہ میں صحیح بات  
یہ ہے کہ یہ واقعہ متوکل کے زمانہ میں ہوا اور وہی ان کا امتحان  
لینے والا تھا اور وہ درندے آپ کے قریب بھی نہ آئے۔ بلکہ  
آپ کو دیکھ کر جھک گئے اور مطمئن ہو گئے۔

مسنودی وغیرہ کا بیان بھی اس سے موافقت رکھتا ہے  
کہ یحییٰ بن عبد اللہ المحض ابن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط جب  
دیلیم کی طرف بھاگے۔ پھر انہیں رشید کے پاس لایا گیا۔ اور اس  
نے آپ کے قتل کا حکم دیا تو آپ کو ایک گڑھے میں ڈالا گیا جس میں  
درندے تھے۔ جنہیں بھوکا رکھا گیا تھا۔ لیکن وہ آپ کو کھانے سے رُکے  
رہے اور آپ کے پہلو میں پناہ لے کر بیٹھ گئے۔ اور آپ کے قریب  
آنے سے ڈر گئے تو اس نے آپ کے زندہ ہونے کی حالت میں آپ پر  
پتھر اور گچ سے عمارت بنا دی۔ آپ کی وفات جمادی الآخرہ ۳۵ھ میں  
سمرن رُای میں ہوئی۔ آپ کو اپنے گھر میں دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر چالیس  
سال تھی۔ متوکل نے آپ کو مدینہ سے ۳۵ھ میں اس جگہ جلا وطن کر  
دیا تھا۔ آپ یہیں اقامت گزیں ہو گئے۔ یہاں تک کہ چار بچے چھوڑ کر  
راہگرائے آخرت ہوئے۔ ان بچوں میں سب سے بڑے ابو محمد الحسن  
الخالص تھے۔



ابو محمد الحسن الخالص | ابن خلکان نے کہا ہے یہ وہ عسکری ہے جو ۲۲۲ھ میں پیدا ہوا۔ آپ

کے ساتھ بہلول کو ایک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ بہلول نے آپ کو بچپن میں روتے اور دیگر بچوں کو کھیلنے دیکھا تو آپ کو خیال ہوا کہ یہ ان چیزوں کو دیکھ کر حسرت سے روتا ہے۔ جو ان بچوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ تو آپ نے کہا میں تجھے وہ چیز خرید دوں جس سے تو بھی کھیلے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ اے کم عقل ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ بہلول نے کہا ہماری پیدائش کس لئے ہوئی ہے۔ آپ نے جواب دیا علم و عبادت کیلئے۔ بہلول نے پوچھا یہ باتیں آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کے اس قول سے کہ

اَنْجَسْتُمْ اِنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ  
عِبَادًا وَاَنْتُمْ الْبِیِّنَالَا  
تَرْجِعُونَ۔

کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو  
عبث طور پر پیدا کیا ہے اور تم ہماری  
طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

پھر انہوں نے کہا مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو آپ نے بطور نصیحت انہیں چند اشعار سنائے پھر حسن غش کا کر گر پڑے۔ جب انہیں ہوش آیا تو آپ نے انہیں کہا آپ پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے آپ تو چھوٹے بچے ہیں اور آپ کا کوئی گناہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا بے بہلول چلے جائیے۔ میں نے اپنی والدہ کو بڑی لکڑیوں کو آگ لگاتے دیکھا ہے مگر وہ چھوٹی لکڑیوں کے بغیر نہ جلتی تھیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں جہنم کی آگ کی چھوٹی لکڑیوں میں سے نہ بن جاؤں۔

جب آپ کو قید کیا گیا تو سرن رائی میں لوگوں کو شدید قحط  
 نے آیا تو خلیفہ معتمد بن متوکل نے تین دن باہر جا کر استسقاء پڑھنے  
 کا حکم دیا۔ مگر بارش نہ ہوئی۔ پھر عیسائی باہر نکلے ان کے ساتھ ایک  
 راہب تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتا تو موسلا دھار بارش  
 شروع ہو جاتی۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا تو بعض جاہل شک  
 میں پڑ گئے اور کچھ ان میں سے مرتد ہو گئے۔ خلیفہ کو یہ بات بڑی گراں  
 گزری تو اس نے حسن النخاس کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اور انہیں کہا  
 اپنے نانا کی امت کو ہلاک ہونے سے پہلے پہلے بچالیں۔ حضرت حسن  
 نے فرمایا وہ کل استسقا کیلئے نکلیں گے اور انشاء اللہ اس شک کو  
 دور کر دیں گے۔ پھر آپ نے خلیفہ سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کے  
 بارے میں گفتگو کی۔ تو اس نے انہیں رہا کر دیا۔ جب لوگ استسقا  
 کے لئے نکلے اور راہب نے نصاریٰ کے ساتھ اپنا ہاتھ اٹھایا تو  
 آسمان پر بادل آگئے۔ حضرت حسن نے اس کے ہاتھ پکڑنے کا حکم دیا۔  
 تو اس میں ایک آدمی کی ہڈیاں تھیں آپ نے اُسے ہاتھ سے پکڑ  
 لیا اور کہا اب بارش مانگو۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو بادل چٹ گئے  
 اور سورج نکل آیا۔ لوگ اس بات سے بہت متعجب ہوئے۔ خلیفہ نے  
 حسن سے کہا اے ابو محمد یہ کیا بات ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ یہ  
 ہڈیاں ایک نبی کی ہیں۔ جو اس راہب نے ایک قبر سے حاصل کی  
 ہیں۔ اور جب آسمان کے نیچے کسی نبی کی ہڈیاں نمایاں ہو جائیں  
 تو موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔ انہوں نے ان ہڈیوں کی آزمائش  
 کی تو واقعی وہی بات ثابت ہوئی۔ جو آپ نے فرمائی تھی۔ اور

لوگوں کا شبہ دور ہو گیا اور حضرت حسن اپنے گھر واپس آ گئے اور نہایت عزت کے ساتھ رہے اور سرمن رومی میں وفات تک آپ کو خلیفہ کے انعامات پہنچتے رہے۔ آپ کو اپنے باپ اور چچا کے پاس دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا۔

## ابوالقاسم محمد الحجة

باپ کی وفات کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عمر میں بھی حکمت عطا فرمائی۔ آپ کو قاسم منظر بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ مدینہ میں روپوش ہو کر غائب ہو گئے اور پتہ نہ چلا کہ آپ کہاں چلے گئے ہیں اور بارہویں آیت میں آپ کے متعلق رافضیوں کا قول بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ ہمدی ہیں۔ میں نے اس بات کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے۔ کیونکہ یہ اہم بات ہے۔

اے ماہرین انساب نے سیدنا علی کی اولاد اور آپ کی اولاد کے متعلق بہت اختلاف کیا ہے۔ اس کی وضاحت اس وقت ملے گی جب آپ اس باب سے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اُسے ذخائر العقبیٰ، صحاح الاخبار، غایت الاختصار اور جمہورہ ابن حزم کے ساتھ ملا کر دیکھیں گے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ سیدنا علی کی اولاد کے باقی بچے پانچ تھے۔ اور حسن کی اولاد زید سے اور حسن مثنیٰ سے تھی اور حسن مثنیٰ کے پانچ بچے تھے۔ جن میں ایک عبداللہ المحض تھے اور المحض کے چھ بچے تھے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین کی اولاد علی اصغر تھے جنہیں زین العابدین کہتے ہیں جیسا کہ عامری کی الرافضی المستطابہ میں ہے اور سید زینب کے لعل علی۔ ام کلثوم اور رقیہ پیدا ہوئے کہتے ہیں کہ جعفر عون اور عباس بھی آپ کے مال پیدا ہوئے۔



# خاتمہ

اس میں صحابہ کرام، حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی جنگ اور حضرت حسنؓ کے خلافت سے دستبردار ہو جانے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے برحق ہونے، اور یزید کے کفر کے بارے میں اختلاف اور اس پر لعنت کرنے کے جواز کے متعلق اہل سنت و الجماعت کے اعتقاد کا بیان ہوگا۔ نیز اس کے ضمن میں آنے والے امور اور تہمتے کا ذکر ہوگا۔

میں نے اس کتاب کا آغاز صحابہ کے ذکر سے کیا ہے اور انہی کے ذکر پر اسے ختم کر دیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی تالیف سے مقصود بالذات، صحابہ کو ان افتراؤں سے پاک ٹھہرانا ہے۔ جو ان پر شقی لوگوں نے کئے۔ ان لوگوں نے اپنے اوپر حماقت کی چادریں اوڑھ لیں ہیں اور دین سے نکل کر ملحدین کے راستے پر چل نکلے ہیں۔ اور اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ نیز خدا تعالیٰ کا عذاب عظیم بے کر لوٹے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ اور رحمت سے ان کا تدارک نہ کرے اور وہ خیر الائم اور اس امت کی تعظیم کرنے لگیں۔ وہ وبال و منال کے گڑھوں میں گر پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان صحابہ کی محبت میں موت دے۔ اور ان کے زمرہ میں ہمارا شرف ہو۔ آمین

جہاں لیجئے کہ اہل سنت و الجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ سب صحابہ کرام کو عادل قرار دے کر انہیں پاک قرار دیں اور ان پر طعنہ زنی نہ کریں۔ اور ان کی ثنا کریں اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب کی آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے جن میں سے ایک آیت یہ ہے۔ کنتم خیر امتہ انخرجت للناس پس اللہ تعالیٰ نے دیگر امتوں پر ان کی بھلائی کو ثابت کیا ہے۔ اور کوئی چیز اس الہی شہادت کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حقیقت اور ان کی خوبیوں کو سب سے بہتر جاننے والا ہے بلکہ ان امور کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ہو نہیں سکتا۔ پس جب خدا تعالیٰ نے گواہی دے دی کہ وہ خیر الامم ہیں تو ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ یہی ایمان و اعتقاد رکھے۔ اگر کوئی شخص یہ ایمان و اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی خبروں کی تکذیب کرتا ہے بلاشبہ وہ شخص جو اس چیز کی حقیقت میں جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے خبر دے چکا ہے شک کرتا ہے وہ مسلمانوں کے اجماع سے کافر ہے اللہ تعالیٰ ایک اور آیت میں فرماتا ہے

كذلك جعلناكم امةً وسطاً لتكونوا شهداءً  
 علی الناس۔ اس طرح ہم نے تمہیں بہترین امت

حقیقتاً اس سے پہلی آیت اور اس میں صحابہ کو حضور علیہ السلام کی زبان سے بالمشافہہ خطاب کیا گیا ہے۔ قدرت الہی پر غور کر اللہ تعالیٰ نے ان کو عادل اور نیک بنایا ہے۔ تاکہ یہ قیامت

کے روز بقیہ امتوں پر گواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ غیر عادل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو جانے والوں کے بارے میں کیسے اس قسم کی گواہی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان رافضیوں کو ذلیل کرے اور ان پر لعنت فرمائے اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دے یہ کس قدر جھوٹے، جاہل اور افترا پر دازی اور بہتان طرازی سے گواہی دینے والے ہیں کہ سوائے چھ آدمیوں کے سب صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یوم لا یخزی اللہ النبی  
والذین امنوا معہ نورہم  
یسعی بین یدیہم و  
بایمانہم۔

اس روز اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے  
ساتھیوں کو رسوا نہیں کرے گا۔ ان  
کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں  
طرف دوڑتا ہوگا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوائی سے بچالیا ہے اور اس  
روز وہی لوگ رسوائی سے بچیں گے جن کی وفات کے وقت اللہ  
اور اس کا رسول ان سے راضی تھے۔ پس ان کا رسوائی سے بچ  
جانا اس بات پر صریح دلیل ہے کہ ان کی موت کمال ایمان اور خالق  
احسان پر ہوئی ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہمیشہ  
ان سے راضی رہے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین  
اذ بیاعونہ تحت الشجرۃ  
جب مؤمنین نے درخت تلے آپ کی  
بیعت کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ



مومنین سے راضی ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ ان لوگوں سے اظہارِ رضا مندی فرمایا ہے اور یہ کوئی چودہ سو کے قریب آدمی اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اس کی موت کفر پر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو شخص اسلام سے وفاداری کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس نے اسلام کی حالت میں مرنے اور جس کے بارے میں اُسے علم ہو کہ اس نے کفر کی حالت میں مرنے ہے۔ اس کے بارے میں یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ خبر دے کہ میں اس سے راضی ہوں۔ یہ آیت اور ماقبل کی آیت صریح طور پر ملحدین اور قرآن پاک کے منکرین کے مزعومات کی تردید کر رہی ہے جبکہ قرآن کریم پر ایمان لانے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے۔ اس پر ایمان لایا جائے۔ اور آپ کو یہ علم ہو چکا ہے کہ قرآن کریم میں صحابہ کو خیر الامم، عادل اور نیک قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا نہیں کرے گا۔ اور وہ ان سے راضی ہے۔ اب جو شخص ان کے متعلق ان باتوں کی تصدیق نہ کرے وہ قرآن کریم کے بیان کا مذبذب ہے۔ اور جو قرآن پاک کے بیان کی ایسی تکذیب کرے جس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے۔ وہ کافر، منکر، ملحد اور دین سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ

اتبعوهم يا احسان رضى الله عنهم ورضوا عنه يا ايها النبي حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنين - للفقراء الذين المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون - والذين تبرؤا من الدين والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون ، والذين جاؤا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا الذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم -

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی توصفات بیان کی ہیں ان پر غور کرنے سے ان پر اعتراض کرنے والوں کے انحراف اور الزامات لگانے والوں کی گمراہی معلوم ہو جائے گی۔ حالانکہ صحابہ ان الزامات سے بری ہیں۔

پھر فرماتا ہے

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم في وجوههم من اثر السجود - ذلك مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل كزرع اخرج شطاها فآزره فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار ، وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة

واجباً عظیماً۔

یہ آیت جن عظیم مطالب پر مشتمل ہے ذرا ان پر غور کیجئے  
محمد رسول اللہ ————— یہ جملہ مشہور بہ کو واضح کرنے

والا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بیان کیا گیا ہے۔  
هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق الى شهيداً  
اس قول میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی گئی ہے  
پھر آپ کے اصحاب کی تعریف اس قول الہی میں ہے کہ والذین معہ  
اشد اعلی الکفار رحماً و بینہم حبیباً کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اھو  
فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ اذلت علی المومنین  
اغزۃ علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون  
لومۃ لانہم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع  
علیم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی شدت اور سختی کفار  
کے لئے ہے۔ اور ان کی نرمی، نیکی، مہربانی اور عاجزی مومنین  
کے لئے ہے۔ پھر ان کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے  
فضل و رحمت اور اس کی رضا مندی کے حصول کیلئے اخلاص اور  
بڑی امید کے ساتھ بکثرت اعمال بجالاتے ہیں۔ اور ان کے اعمال  
صالحہ کے اخلاص کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہاں تک  
کہ جس شخص نے ان کی طرف دیکھا ان کے حسن کی علامات ہدایت  
نے اُسے حیران کر دیا۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔  
مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب عیسائیوں نے شام کو فتح



کرنے والے صحابہ کو دیکھا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم، حواریوں کے متعلق جو باتیں ہمیں پہنچی ہیں یہ ان سے بہتر ہیں۔ اور ان کی یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ اس امت محمدیہ اور خصوصاً صحابہ کرام کا ذکر کتب میں بڑی عظمت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ ذلک مشاہیر فی التورۃ و مثاہم فی الانجیل یعنی ان کے اوصاف کا ذکر تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا ذکر اس طرح ہے کہ جیسے کھیتی اپنا گاہا نکالتی ہے۔ پھر اسے مضبوط بناتی ہے پھر وہ موٹا ہو کر جو ان ہو جاتا ہے۔ اور بونے والے کو اپنی شدت و قوت اور حسن منظر سے تعجب میں ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت دی۔ تائید کی اور ان کی مدد کی اور جس طرح گاہا کھیتی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام آپ کے ساتھ رہے تاکہ کفار ان کو دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آئیں۔ اس آیت سے امام مالک نے روافض کے کفر کا مفہوم اخذ کیا ہے جو آپ کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کیونکہ صحابہ ان لوگوں کو غصہ دلاتے ہیں اور جیسے صحابہ غصہ دلائیں وہ کافر ہے۔ یہ ایک اچھا ماخذ ہے جس کی شہادت آیت کے ظاہری الفاظ سے ملتی ہے۔ حضرت امام شافعی نے بھی روافض کے کفر میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ کی ایک جماعت بھی اس معاملہ میں آپ سے متفق ہے۔ صحابہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے

بہت سی احادیث ہم اس کتاب کے ابتدائی حصے میں بیان کر آئے ہیں۔ صحابہ کیلئے یہی شرف کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ جنہیں ہم بیان کر آئے ہیں۔

دوسری آیات میں ان سے اپنی رضا مندی کا اظہار کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سب سے وعدہ فرمایا ہے کیونکہ منہم میں من کا لفظ تبعیض کیلئے نہیں بلکہ بیان جنس کیلئے آیا ہے کہ ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے۔ وہ نہ اُسے پیچھے ڈالتا ہے اور نہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اپنی باتوں کو تبدیل کرتا ہے اور وہ سمیع و علیم ہے۔ ہم نے اس جگہ جن آیات اور احادیث کثیرہ شہیرہ کو مقدمہ میں پیش کیا ہے وہ صحابہ کی تعدیل کا قطعی فیصلہ کر دیتی ہیں۔ اور ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی تعدیل کے ساتھ مخلوق کی تعدیل کی ضرورت نہیں۔

ہم نے جن باتوں کو بیان کیا ہے۔ اگر ان میں سے اللہ اور اس کے رسول نے کچھ بھی بیان نہ کیا ہوتا پھر بھی ان کی حالیہ کیفیت جو ہجرت، جہاد، جانفشانی، مالی قربانی، قتل آباء و اولاد، دین سے غیر خواہی اور ایمان و یقین پرستل تھی۔ ان کی تعدیل اور اعتقادی پاکیزگی کا قطعی ثبوت پیش کرتی۔ وہ اپنے بعد آنے والے تمام لوگوں سے افضل اور ان کی تعدیل کرنے والے ہیں۔ تمام علماء کا یہی مذہب ہے اور ان کا بھی جو ان کے قول پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس کی مخالفت ان چند بدعتیوں نے کی ہے جو خود بھی گمراہ ہیں۔ اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ پس ان کی طرف توجہ کرنے یا ان

پر اعتماد کرنے کی ضرورت نہیں۔

ابو زرہ الرازی نے کہا ہے جو اپنے زمانے کے امام اور مسلم کے اجل شیوخ میں سے ہیں کہ جب تو کسی شخص کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تنقیص کرتے دیکھے تو سمجھ لے کہ وہ شخص زندیق ہے۔ اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے سب برحق ہے۔ اور یہ سب صحابہ ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ پس جو صحابہ پر جرح کرتا ہے۔ وہ کتاب و سنت کو باطل قرار دیتا ہے اور ایسے شخص پر جرح کرنا اور اس پر فضالت، زندقت اور کذب و فساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور درست ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ تمام صحابہ قطعی طور پر جنتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔  
 لَا يَسْتَوِي مِنْكَ مَنْ  
 انْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ  
 وَقَاتِلَ اَوْلَئِكَ اَعْظَمَ  
 دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ  
 انْفَقَوْا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا  
 وَلَا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنِي  
 جن لوگوں نے فتح کے بعد خراج کیا اور جنگ کی ہے وہ ان لوگوں کے مساوی نہیں جنہوں نے فتح سے قبل خراج کیا اور جنگ کی ہے انکا درجہ بہت بڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھا وعدہ کیا ہے۔

پھر فرماتا ہے

ان الذين سبقت لهم  
 منا الحسنى اَوْلَئِكَ  
 جن لوگوں کے متعلق ہمارے طرف سے نیکی سبقت کر گئی ہے وہ دوزخ



عنها بعدون ۔ سے دور رکھے جائیں گے ۔  
 پس ثابت ہو گیا کہ سب صحابہ جنتی ہیں ۔ اور ان میں  
 سے کوئی ایک بھی آگ میں داخل نہ ہوگا ۔ کیونکہ وہ پہلی آیت کے  
 مخاطب ہیں ۔ جن میں سے ہر ایک کے لئے مسخ کو ثابت کیا گیا  
 ہے اور وہ جنت ہے ۔ اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ  
 انفاق یا قتال کی قید یا ان کے متبعین کے ساتھ احسان کی قید ۔  
 ان لوگوں کو جو ان صفات سے متصف نہ ہوں گے ۔ ان کے  
 ذمہ سے خارج کر دے گی ۔ اس لئے کہ ان قیود کا ذکر غالب  
 صورت کی وجہ سے کیا گیا ہے ۔ پس ان کا اور کوئی مفہوم نہیں  
 بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بالقوی یا بالغرم بھی ان  
 سے متصف ہو تو وہ بھی ان میں شامل ہوگا ۔  
 مادر دی کا خیال ہے اے کہ عدالت کا حکم اس سے مختص

لے یہ مذہب اصولیوں کی ایک جماعت سے منقول ہے ۔ جن میں مازری بھی  
 شامل ہے اور سعد الدین نقض زانی کا میلان بھی اسی طرف ہے ۔ مگر یہ مذہب مرود  
 ہے ۔ جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے ۔ اور اکثر لوگوں جیسے بخاری اور خطیب  
 وغیرہما کے مذہب کے بھی خلاف ہے ۔ مؤلف اس کے ذریعے ان بدعتوں اور  
 معتزلہ کا رد پیش کرتا ہے جو حضرت علی سے لڑنے والے عرقیوں اور شامیوں کو  
 ناسق قرار دیتے ہیں اور انہوں نے صراحت سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر  
 کے بارے میں بیان کیا ہے کہ یہ دونوں ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں جنت  
 کی بشارت دی گئی ہے ۔ اور حضرت عائشہ اور ان تمام صحابہ کے بارے میں

ہے۔ جو آپ کے ساتھ رہے اور جس نے آپ کی مدد کی۔ اس شخص کو عادل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جو کسی دن آپ کے پاس رہے یا کسی ایسی غرض کے لئے آپ کے پاس آیا جس سے آپ اس سے متفق نہ تھے اس پر فضلاء کی ایک جماعت نے اعتراض کیا ہے۔ شیخ الاسلام العلامی کہتے ہیں یہ ایک غریب قول ہے۔ جس سے بہت سے وہ لوگ بھی عدالت سے خارج ہو جاتے ہیں جو صحبت اور روایت میں مشہور ہیں۔ جیسے وائل بن حجر، مالک بن نویرث، عثمان بن ابی العاص اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی جو آپ کے پاس آئے اور تھوڑے عرصہ آپ کے پاس رہ کر واپس چلے گئے۔ اس قول میں عمومیت مراد ہے۔ جیسا کہ جمہور نے اس کی صراحت کی ہے۔ اور یہی بات معتبر ہے۔

اس کی تردید میں ایک بات بھی کہی گئی ہے کہ صحابہ کی تعظیم کرنا، خلفائے راشدین وغیرہم کے نزدیک ایک فیصلہ شدہ

جو حضرت علی کے عہد میں تھے۔ یا تو وہ آپ کے ساتھ لڑ رہے تھے یا دونوں لشکروں سے الگ تھے۔ اور انہوں نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ اسمیں ابن مسعود، سعد بن ابی وقاص شامل ہیں۔ اور حذیفہ بن مسلمہ، ابوذر، عمران بن حصین اور ابو موسیٰ اشعری دونوں فریقوں سے الگ رہے ہیں یہ سب مجتہد متاویل تھے۔ جو کچھ ان سے ہوا وہ اس عدالت سے خارج نہیں ہو جاتے۔ کیونکہ حضرت علی نے انکی شہادت کی قبولیت اور انکے ساتھ نماز کی اجازت دے رکھی تھی۔ کیونکہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اجتہاد کیا ہے۔

بات ہے۔ خواہ وہ مقور اعرصہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
رہے ہوں۔

ابو سعید خدری سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ ایک  
دیہاتی آدمی حضرت امیر معاویہ کے پاس آیا آپ اس وقت کیکہ لگائے  
بیٹھے تھے۔ وہ آدمی بھی بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں، حضرت ابوبکر اور  
ایک دیہاتی آدمی ایک ایسے گھر میں فروکش ہوئے۔ جہاں ایک  
عورت حاملہ تھی۔ دیہاتی آدمی نے اس عورت سے کہا میں تجھے  
خوشخبری دیتا ہوں کہ تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس نے کہا بہت  
اچھا۔ اس نے کہا اگر تو مجھے ایک بکری دے دے تو تیرے ہاں  
لڑکا پیدا ہوگا۔ اس عورت نے اُسے بکری دے دی۔ اس  
آدمی نے اس عورت کے مسجع اشعار سننے پھر وہ بکری کی طرف  
گیا اور اُسے ذبح کر کے پکایا۔ اور ہم اُسے کھانے لگے۔ اور  
حضرت ابوبکر بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جب انہیں اس قصہ کا علم ہوا  
تو تمام کھائی ہوئی چیز کی تہ کر دی اور وی کہتا ہے کہ پھر میں نے اس  
دیہاتی آدمی کو دیکھا کہ وہ حضرت عمر کے پاس آیا۔ اور انصار کی  
ہجو کرنے لگا۔ تو حضرت عمر نے انصار سے کہا اگر اسے رسول کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوتی تو میں نہ جانتا کہ اس  
نے ان کے بارے میں کیا کہا ہے۔ اور تم اُسے کافی ہو جاتے۔  
دیکھئے حضرت عمر نے اُسے سزا دینے کی بجائے اس پر ناراضگی  
میں بھی توقف کیا ہے۔ کیونکہ آپ کو علم ہو گیا تھا کہ وہ حضور  
علیہ السلام کو ملامت کرتا تھا۔ اور اس بات کو سمجھ لیجئے کہ اس جگہ ایک واضح



دلیل پائی جاتی ہے کہ وہ لوگ صحابہ کی شان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ کوئی چیز اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اہل بیہوشی کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے مٹھی بھر جو کا مقابلہ بھی نہ کر سکے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اتر کے ساتھ یہ روایت ثابت ہے کہ میری مدی کے لوگ بہتر ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیح آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ۱۔

ان الله اخيار اصحابي      الله تعالى نے انبیاء اور مرسلین  
على الثقلين سوى      کو چھوڑ کر جن و انس پر میرے صحابہ  
النبیین والمرسلین۔      کو ترجیح دی ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں ستر امتوں کا ثواب دیا جائے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور مہتر ہو۔

اور اس بات کو بھی جان لیجئے کہ صحابہ اور ان کے بعد آنے والے اس امت کے صالحین کی تفصیل کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو عمر بن عبد البر کا خیال ہے کہ صحابہ کے بعد آنیوالوں میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو بعض صحابہ سے افضل ہیں انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اور ایک دفعہ مجھ پر ایمان لایا اسے

مبارک ہو اور اُسے بھی مبارک ہو جس نے مجھے نہیں دیکھا اور  
مجھ پر سات بار ایمان لایا ۔

حضرت عمرؓ کی اس حدیث سے بھی انہوں نے جنت پکڑی  
ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
پاس بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ایمان کے  
لحاظ سے کون سی مخلوق افضل ہے ؟ ہم نے کہا فرشتے۔ آپ  
نے کہا انبیاء سب سے افضل ہیں ۔ فرمایا ان کا بھی یہ حق ہے مگر  
یہ مخلوق ان کے علاوہ ہے ۔ پھر آپ نے فرمایا ایمان کے لحاظ  
سے افضل مخلوق وہ لوگ ہیں جو مجھ پر ایمان لانے والے لوگوں  
کی پشتوں میں ہیں ۔ حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ۔ وہ ایمان  
کے لحاظ سے افضل لوگ ہیں ۔

اس حدیث سے بھی انہوں نے جنت پکڑی ہے جس  
میں آیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے ۔ نہیں معلوم  
اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری ۔

اور اس حدیث سے بھی انہوں نے جنت پکڑی ہے ۔ کہ  
سیح ضرور ایسے لوگوں کو پائے گا جو تم جیسے یا تم سے بہتر ہونگے  
یہ بات آپ نے تین بار فرمائی اور اللہ تعالیٰ اس امت کو ہرگز سوا  
نہیں کرے گا جس کے آغاز میں ، میں اور سیح اس کے آخر میں ہوگا ۔  
اس حدیث سے بھی انہوں نے جنت پکڑی ہے کہ ایسا  
زمانہ آنے والا ہے جس میں ایک عامل کو بیچاس آدمیوں کا اجر ملے  
گا ۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ عامل ان میں سے ہوگا یا ہم میں

سے فرمایا تم میں سے ۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو آپ نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ مجھے حضرت عمر بن الخطاب کی سیرت کے متعلق بکھوتا کہ میں اس کے مطابق عمل کروں۔ تو سالم نے آپ کی طرف لکھا کہ اگر آپ نے حضرت عمر کی سیرت پر عمل کیا تو آپ ان سے افضل ہوں گے کیونکہ آپ کا زمانہ حضرت عمر کے زمانے جیسا نہیں۔ اور نہ ہی آپ کے آدمی حضرت عمر کے آدمیوں کی طرح ہیں۔

آپ نے اپنے زمانے کے فقہاء کی طرف یہ بات لکھ کر بھیجی تو سب نے سالم کا سا جواب دیا۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ تمام احادیث اپنے تواتر طرق اور حسن کے اس بات کے مقتضی ہیں کہ اس امت کا اوّل اور آخر اہل بدر و حدیبیہ کو چھوڑ کر فضیلت عمل میں برابر ہے۔

حدیث خیر الناس قری فی میں عمومیت نہیں پائی جاتی کیونکہ اس میں منافقین اور کبائمر کے مرتکب بھی جمع تھے۔ جن میں سے بعض پر آپ نے حدود کو بھی قائم کیا تھا۔ پہلی حدیث میں افضلیت کا کوئی شاہد موجود نہیں اور دوسری حدیث ضعیف ہے۔ جس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔ لیکن حاکم نے اسے صحیح اور دوسروں نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ یہ حدیث جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ یا رسول اللہ کیا کوئی ہم سے بھی بہتر لوگ ہیں؟ ہم



آپ کے ساتھ اسلام لائے اور آپ کے ساتھ جہاد کیا۔ فرمایا تمہارے بعد کچھ لوگ ہوں گے وہ مجھ پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ اسکا اور تفسیری حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ جو کسی طرق سے آئی ہے جن کے باعث یہ صحیح کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ جو تھی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی حسن ہے اور پانچویں حدیث جسے ابو داؤد اور ترمذی نے بیان کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مفضل میں کوئی ایسی خوبی پائی جاتی ہے جو فاضل میں موجود نہیں ہوتی۔ اسی طرح شخص زیادتی اجر سے افضلیت مطلقہ لازم نہیں آتی۔ ایسے ہی دونوں کے درمیان بہتری اس اعتبار سے ہے جس میں وہ دونوں اکٹھے ہو سکتے ہیں اور دوسرے مومنین کے درمیان مشترکہ طاعات کا مجموعہ ہے۔ اس لحاظ سے بعض ان لوگوں کا جو صحابہ کے بعد آئیں گے بعض صحابہ سے افضل ہونا بعید نہیں۔ باقی رابع صحابہ رضوان اللہ علیہم کا بعض باتوں میں منقص ہونا۔ جیسا کہ ان کا آپ کے ریح النور اور آپ کی ذات مکرم کو دیکھنا اور مشاہدہ کرنا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ خواہ کوئی کس قدر عظیم الشان کام کرے از روئے عقل اس فضیلت کو پانا تو درکنار اس کا محاشل بھی نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جن کا علم و جلالت شان ہی آپ کے لئے کافی ہے سے دریافت کیا گیا کہ حضرت معاد یہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ان کا وہ غبار جو معاد یہ کے ناک میں داخل ہوتا تھا عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے دیدار اور صحبت کی فضیلت سے کوئی چیز ہمسری نہیں کر سکتی۔  
 انہی سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے قصیدہ میں ابو عمر کے استدلال کا  
 جواب معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کے ہم عصر لوگوں نے آپ سے کہا  
 کہ آپ حضرت عمر سے افضل ہیں۔ یہ بات تو صرف اس صورت میں  
 ہو سکتی ہے کہ دونوں میں رعیت میں عدل و انصاف کے لحاظ سے  
 تسادی کی نسبت تصور کی جائے۔ باقی جہاں تک صحبت رسول اور  
 حضرت عمر کے حقائق قرب اور دین و علم اور فضل کی خوبیوں کے  
 حصول کا تعلق ہے جن کے متعلق خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ان کے بارے میں شہادت دی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز یا  
 کسی اور کی کیا مجال ہے کہ ان میں سے ایک ذرہ بھی حاصل کر سکے  
 صحیح بات وہی ہے جو سلف و خلف جمہور علماء نے کہی ہے۔ جسکا بیان  
 ابھی ہو گا۔ ابو عمر نے اہل بدر و حدیبیہ کا جو استثناء کیا ہے اس سے  
 پتہ چلتا ہے کہ یہ بات اکابر صحابہ کے بارے میں نہیں بلکہ ان صحابہ  
 کے بارے میں ہے جنہوں نے صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات بھی بعد میں آنے والوں کو حاصل نہیں  
 ہو سکتی۔ اگر بعد میں آنے والے جہاں تک اعمال بجالا سکتے ہیں بجا  
 لائیں پھر بھی اس خصوصیت کا حصول تو درکنار وہ اس کے مساوی بھی  
 نہیں ہو سکتے۔ پس ان صحابہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ جو  
 یہ خصوصیات بھی رکھتے تھے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ساتھ مل کر جنگ کی یا آپ کے زمانے میں آپ کے حکم سے جنگ  
 کی۔ یا آپ کے بعد آنے والوں کے لئے شریعت کا کچھ حصہ نقل کیا یا

آپ کے سبب سے اپنے مال میں سے کچھ خرچ کیا۔ بلا اختلاف یہ وہ امور ہیں جن کو بعد میں آنے والا کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٍ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْأَمْوَالِ الَّتِي كُنْزُوا مِنْ قَبْلِ هَٰذَا هُمْ يَنْتَظِرُونَ  
وَرَحِمَةُ اللَّهِ الْكَافَّةُ

سلف و خلف جمہور کے مسک کی تائید میں ایک یہ بات بھی

ہے کہ صحابہ، نبیوں اور خواص اور مقرب ملائکہ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ جیسا کہ میں کتاب کے آغاز میں فضائل صحابہ میں بیان کر چکا ہوں۔ وہاں پر بہت سی شہادتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان

کا مطالعہ کیجئے۔ ان میں سے ایک صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے کہ ”میرے صحابہ کو گالی نہ دو اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی خرچ کرے تو وہ ان کے مٹھی بھر جو کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا“ اور صحیحین ہی کی ایک روایت کافی خطاب کے ساتھ ہے۔

ترمذی کی روایت میں لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ كَفِّ الْأَفْظَانِ

آئے ہیں۔ نصیف، نون کی زبیر کے ساتھ نصف کو کہتے ہیں۔

دارمی اور ابن عدی وغیرہما نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی آپ اقتداء کریں گے ہدایت پائیں گے۔

اسی طرح ایک اور متفق علیہ حدیث ہے کہ میری صدی سب

سے بہتر صدی ہے۔ یا میری صدی کے لوگ سب سے بہتر ہیں۔ یا

میری امت کے بہترین لوگ میری صدی کے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو



ان کے ساتھ ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے۔  
 قرن کا لفظ ایک قریب زمانے کے لوگوں پر بولا جاتا ہے  
 جو وصف مقصود میں مشترک ہوں۔ اور مخصوص زمانے پر بھی اس کا اطلاق  
 ہوتا ہے۔ اس میں دس سالوں سے لے کر ایک سو بیس سالوں تک  
 اختلاف کیا گیا ہے۔ سوائے نوے اور ایک سو دس کے۔ قائل نے  
 ان دونوں اقوال کو یاد نہیں رکھا اور نہ ہی ان دونوں اقوال کے سوا جو  
 کسی نے کہا ہے اُسے یاد رکھا ہے۔ سب سے منصفانہ قول صاحب  
 المحکم کا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر زمانے کے لوگوں کی اوسط عمر کو قرن کہتے ہیں۔  
 اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرن سے مراد  
 صحابہ ہیں۔ اور بلا اختلاف علی الاطلاق ان میں سے سب سے آخر میں  
 فوت ہونے والے ابو الطیف عامر بن واثلہ اللبیدی ہیں جیسا کہ مسلم  
 نے اپنی صحیح میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ  
 ان کی موت سنہ ۱۲ھ میں ہوئی۔ بعض نے ان کی موت سنہ ۱۱ھ اور  
 بعض نے سنہ ۱۳ھ میں بتائی ہے۔ اور ذہبی نے اسے حدیث صحیح  
 سے مطابقت کی وجہ سے درست قرار دیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے  
 کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے  
 فرمایا کہ روئے زمین پر جو لوگ آج زندہ ہیں ان میں سے ایک سو  
 سال تک کوئی ایک بھی زندہ نہیں رہے گا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ مجھے اس رات بتایا گیا ہے کہ  
 ایک سو سال تک کوئی جاندار زندہ نہیں رہے گا۔ اس سے آپ  
 کی مراد یہ ہے کہ گفتگو کے وقت سے ایک سو سال تک صدی کا

ختم ہونا مراد ہے ۔

یہ قول کہ عکراش بن ذریب واقعہ جبل کے بعد سو سال تک زندہ رہے ۔ درست نہیں ۔ اور علی سبیل التنزل کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اس کے بعد ایک سو سال کی عمر پوری کی نہ یہ کہ وہ سو سال تک اس کے بعد زندہ رہے ۔ جیسا کہ ائمہ نے کہا ہے اور جو ایک جماعت نے رتن الہندی اور معمر المغربی اور اس قسم کے لوگوں کے متعلق کہا ہے ۔ ائمہ نے خصوصاً ذہبی نے اس کے جعلی اور باطل ثابت کرنے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے ۔ ائمہ کہتے ہیں کہ ادنیٰ عقل کا آدمی بھی اسے شائع نہیں کر سکتا ۔ اے

اے موضوع نامی کتب میں علماء نے ان کذابین کے بارہ میں ایک خاص باب باندھا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا دعویٰ کیا ہے ۔ انہوں نے ان لوگوں میں سر تاگ ہندی جبر بن عارض ، معمر بن بربک ، قیس الاشج ، عثمان بن خطاب بلوی ، خوط بن مرہ اور رتن الہندی کا ذکر کیا ہے ۔ ذہبی نے رتن اور اسکی اخبار کے متعلق کتاب کا ایک جز تالیف کیا ہے اور کہا ہے کہ اگرچہ سو سال کے بعد ہم اس کے وجود اور ظہور کو درست بات قرار دیں تو پھر یا تو وہ شیطان ہے جس نے بشر کی صورت میں ظاہر ہو کر صحبت اور حدود درجہ طول عمر کا ادا کیا اور یہ ڈیر سارے افکار کئے یا وہ کوئی گمراہ بوڑھا تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بول کر جہنم میں اپنے گھر کی بنیادیں رکھیں ۔ اور صفدی نے رتن کی اخبار کی تقویت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اسے قاضی پرمان الدین ابن جماعت نے رد کیا ہے ۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدی کے لوگوں کا، ساتھ والی صدی کے لوگوں یعنی تابعین سے افضلیت کا معاملہ بحیثیت مجموعی ہے نہ کہ انفرادی۔

ابن عبد البر کا خیال اس کے برعکس ہے۔ یہی بات تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیروکاروں کے بارہ میں ہوگی۔

## صحابہ کی اقسام

پھر صحابہ کی کتنی اقسام ہیں مہاجرین، انصار اور ان کے جانشین۔

نیز جو کہ فتح مکہ کے روز یا اس کے بعد اسلام لائے، مجمل طور پر ان میں سے سب سے افضل مہاجرین ہیں اور ان کے بعد مذکورہ ترتیب کے مطابق آنے والے صحابہ افضل ہیں اور تفصیلاً انصار۔ متاخرین صحابہ سے افضل ہیں اور پہلے مہاجرین، پہلے انصار سے افضل ہیں پھر وہ۔





ان متاخر اسلام لانے والوں سے قرب میں متفادت ہیں۔  
 جیسے حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ سے افضل ہیں۔ حالانکہ حضرت بلالؓ متقدم الاسلام  
 ہیں۔ ابو منصور بغدادی جو ہمارے اکابر ائمہ میں سے ہیں کہتے ہیں کہ اہل سنت  
 کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ، حضرت  
 عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ہیں، پھر عشرہ مبشرہ، پھر اہل بدر، جنگ  
 احد اور حدیبیہ کے بقیہ اور بیعت الرضوان کرنے والے لوگوں میں سے  
 باقی رہنے والے لوگ، اس کے بعد باقی صحابہ۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان اجماع کے متعلق جو  
 اعتراض کیا گیا ہے اُسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اگر ان دونوں حضرات  
 کے بارے میں اجماع سے مراد اہل سنت کی اکثریت کا اجماع ہے تو یہ  
 بات درست ہے۔

انساری نے حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے ابوبکرؓ کاش میں اپنے بھائیوں سے ملتا  
 حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم آپ کے بھائی ہیں۔ فرمایا نہیں  
 تم میرے صحابہ ہو۔ میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھے بغیر میری  
 تصدیق کی اور مجھ سے محبت کی ہے۔ یہاں تک کہ میں ان میں سے ہر  
 ایک کو اس کے بیٹے اور باپ سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔ صحابہ نے  
 عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا ہم آپ کے بھائی ہیں۔ فرمایا نہیں تم میرے  
 صحابہ ہو۔ اے ابوبکرؓ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ایک قوم  
 میری محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھے۔ تو بھی اُن سے محبت رکھ  
 جو میری محبت کی وجہ سے تجھ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ قرآن سے محبت رکھتا ہے اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اور میرے قرائتداروں سے محبت رکھتا ہے۔ اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! میرے دوستوں! میرے دامادوں! اور میرے صحابہ کے بارے میں میرا لحاظ رکھو۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کی زیادتی کا تم سے مطالبہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ ان چیزوں سے نہیں ہے جسے بخشا جائے گا۔ اس روایت کو غلیمی نے بیان کیا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ جو انہیں ایذا دیتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ اور جو مجھے ایذا دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے گرفت میں لے لے۔ اس حدیث کو مخلص ذہبی نے بیان کیا ہے یہ اور اس سے قبل بیان ہونے والی حدیث، صحابہ کے متعلق وصیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں ان سے محبت کی تاکید و ترغیب دی گئی ہے اور ان سے بغض رکھنے سے ڈرایا گیا ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ ان سے محبت رکھنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے کیونکہ جب ان سے بغض رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے۔

رکھتا ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق بلا نزاع کفر ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث صحابہ کے کمالِ قرب پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے انہیں اپنی جان کا قائم مقام قرار دیا ہے یہاں تک کہ ان کی ایذا سے آپ کو ایذا پہنچتی ہے۔ اور ایسے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت رکھنا یعنی آپ کی آل اور اصحاب سے محبت رکھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی علامت ہے نیز آپ کے اصحاب اور آل سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کو بُرا بھلا کہنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھنے اور آپ کو بُرا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔ جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے بھی محبت رکھتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت رکھتا ہے اور جس سے وہ بغض رکھتا ہے اس سے وہ بھی بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ  
مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
وَالَّذِينَ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
يَسْخَرُونَ مِنْهُمْ يَوْمَ يُصْعَقُونَ فِي  
الْمَوْتِ يُدْخِلُونَ فِي النَّارِ  
الَّذِينَ اسْخَرُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
وَهُمْ فِيهَا يَلْعَبُونَ

پس حضور علیہ السلام کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب سے



رکھنا ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق بلا نزاع کفر ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث صحابہ کے کمالِ قرب پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے انہیں اپنی جان کا قائل مقام قرار دیا ہے یہاں تک کہ ان کی ایذا سے آپ کو ایذا پہنچتی ہے۔ اور ایسے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت رکھنا یعنی آپ کی آل اور اصحاب سے محبت رکھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی علامت ہے نیز آپ کے اصحاب اور آل سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کو بُرا بھلا کہنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھنے اور آپ کو بُرا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔ جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے بھی محبت رکھتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت رکھتا ہے اور جس سے وہ بغض رکھتا ہے اس سے وہ بھی بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ  
مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
وَالَّذِينَ يُوَادُّونَ  
الَّذِينَ حَادَّوْا اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
يَكُونُوا كَالْحَبِّ الْمُحَرَّقِ  
طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَأْكُلُ الْغُلَّةَ  
وَالْبَاقِي هُوَ خُرَدٌ  
وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ  
كَأَشْجَارٍ يُقَطُّونَ  
وَيُجْلَوْنَ  
وَالَّذِينَ يَبْغِضُوا  
الَّذِينَ يَبْغِضُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ  
يَكُونُوا كَالْحَبِّ الْمُحَرَّقِ  
طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَأْكُلُ الْغُلَّةَ  
وَالْبَاقِي هُوَ خُرَدٌ

پس حضور علیہ السلام کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب سے

محبت رکھنا متعین واجبات میں سے ہے۔ اور ان سے بغض رکھنا تباہ و  
 برباد کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔ اور ان سے محبت و توقیر سے  
 پیش آنا ان کے حقوق کی ادائیگی کرنا اور ان کی سنت، آداب اور  
 اخلاق پر چل کر ان کی اقتداء کرنا اور ان کے اقوال پر عمل پیرا ہونا  
 ایسی چیزیں ہیں جن میں عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور ان کی  
 مزید شنا اور حسن کی بات یہ ہے کہ تعظیم کے ارادے سے ان کے  
 اوصاف جمیلہ کو یاد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کی  
 بہت سی آیات میں ان کی تعریف کی ہے۔ اور جس کی تعریف اللہ  
 کرے اس کی ثنا واجب ہوتی ہے۔ اور اسی سے ان کے لئے  
 استغفار کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جنہوں  
 نے صحابہ کو سب کہا انہیں حکم دیا گیا کہ وہ آپ کے اصحاب کے لئے  
 استغفار کریں۔ اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ استغفار کا  
 زیادہ فائدہ استغفار کرنے والے کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اُسے  
 مزید ثواب ملتا ہے۔ یہاں بن عبد اللہ تستری جو علم و زہد اور معرفت و  
 جلالت میں بڑی شان کے حامل ہیں فرماتے ہیں وہ شخص رسول کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا جس نے آپ کے اصحاب کی  
 توقیر نہیں کی۔

اسی طرح مؤرخین کی خبروں اور صحابہ کے درمیان ہونے  
 والے اختلاف و اضطراب خصوصاً رافضیوں اور شیعوں کی جاہلانہ  
 اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینوں سے اعراض کرتے  
 ہوئے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو۔ پس جو شخص کوئی بات سُننے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ محقق کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سُننے کی وجہ سے اُسے مضبوطی سے نہ پکڑے اور نہ ہی اُسے کسی کی طرف منسوب کرے بلکہ اس کی تحقیق کرے۔ یہاں تک کہ اس بات کا کسی صحابی کی طرف انتساب درست ثابت ہو جائے۔ پھر بھی اس کے لئے واجب ہے کہ وہ کوئی اچھی سی تاویل کرے اور اس کا کوئی اچھا مفہوم مراد لے۔ کیونکہ وہ لوگ اس کے اہل ہیں۔ جیسا کہ ان کے مناقب میں یہ بات مشہور اور اور ان کے کارناموں میں شمار ہے۔ جن کا بیان طوالت کا باعث ہو گا اور ان سے بغض کے متعلق بعض واقعات بیان ہو چکے ہیں۔ اور جو جنگیں اور تنازعات ہوئے ہیں ان کی تاویلات اور محامل ہیں مگر ان کے بارے میں سب و شتم سے کام لینا اور ان پر طعن کرنا جیسے کہ حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانا اور آپ کے والد کی صحبت کا انکار کرنا کفر ہے کیونکہ ایسا کہنے والا دلیل قطعی کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہو تو یہ بات بدعت و فسق ہوگی۔

اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کے مطابق حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اس وجہ سے نہ تھیں کہ حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؓ کے ساتھ خلافت کے متعلق کوئی جھگڑا تھا۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کی حقیقت پر اجماع ہو چکا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس خلافت کی وجہ سے کوئی فتنہ



بیدار نہیں ہوا۔ بلکہ فتنہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حضرت معاویہ اور آپ کے ساتھیوں نے حضرت علی سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو ان کے سپرد کر دیں۔ کیونکہ حضرت معاویہ حضرت عثمان کے چاچا زاد بھائی تھے۔ حضرت علی اس خیال سے ان کا مطالبہ کو پورا کرنے سے رُکے رہے کہ قاتلین کے قبائل بکثرت تھے اور پھر وہ حضرت علی کے لشکر میں ملے ہوئے تھے۔ ان کو فوری طور پر سپرد کرنے سے خلافت کے معاملہ میں بڑا زلزلہ اور اضطراب پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ خلافت کے ذریعہ ہی اہل اسلام کو متحد کیا جاتا ہے۔ اور خلافت ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ابتدائی حالت میں تھی۔ حضرت علی نے ان کو تاخیر سے سپرد کرنا زیادہ بہتر خیال کیا۔ تاکہ وہ خلافت کے معاملہ میں مضبوط پوزیشن اختیار کر لیں اور انہیں خلافت کے معاملات میں ممکن حاصل ہو جائے۔ اور مسلمان متحد و متفق ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد وہ ایک ایک کو پکڑ کر ان کے سپرد کر دیں گے۔

جنگ جمل کے روز جب آپ نے اعلان کیا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو نکال باہر کریں گے تو بیتہ چلا کہ حضرت عثمان کے بعض قاتل حضرت علی کے خلاف بغاوت اور جنگ کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ پھر جو لوگ حضرت عثمان کے قتل کے درپے تھے۔ ان کی تعداد بہت تھی۔ جیسا کہ ان کے محاصرہ کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ کے قاتلوں میں مصر کی ایک جماعت بھی شامل تھی جن کی تعداد سات سو، ایک ہزار اور پانچ سو تک بیان کی گئی ہے۔

کوفہ اور بصرہ وغیرہ کی جماعتیں بھی آپ کے قتل میں شامل تھیں۔  
یہ سب لوگ مدینہ آئے اور جو کچھ یہ کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔  
بلکہ ان کے اور ان کے قبائل کے متعلق یہاں تک بیان ہوا ہے  
کہ ان کی تعداد دس ہزار تھی۔

اس بات کی وجہ سے حضرت علی کے لئے مشکل امر تھا کہ  
وہ قاتلین کو ان کے سپرد کر دیں۔ لہذا وہ ایسا کرنے سے رُکے  
رہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت  
عثمان کے قاتلوں کو باغی خیال کیا ہو جس کی وجہ سے انہوں نے  
حضرت عثمان کو قتل کر دیا ہو۔ مگر یہ تاویل فاسد ہے۔ انہوں نے  
آپ کو اس وجہ سے قتل کرنا جائز خیال کیا کہ وہ آپ کی کئی باتوں کو  
ناپسند کرتے تھے۔ جیسے کہ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی مروان کو  
اپنا کاتب بنایا ہوا تھا۔ جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اسے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اور آپ اسے واپس لے آئے  
تھے۔ اور آپ اپنے رشتہ داروں کو عہدے سپرد کرتے تھے اور  
محمد بن ابوبکر کے قضیہ کی وجہ سے جسکا مفصل بیان حضرت عثمان کی  
خلافت کی بحث میں گذر چکا ہے۔ انہوں نے جہالت اور غلطی سے  
جو کچھ کیا اسے مباح خیال کر لیا اور باغی جب امام عادل کا مطیع ہو  
جائے تو جنگ میں اسے جو نقصان ہو اس پر مواخذہ نہیں کیا  
جاتا۔ خواہ وہ نقصان مال کا ہو یا جان کا۔ جیسا کہ امام شافعی کا مرجع  
قول یہی ہے اور یہی بات دوسرے علماء نے بھی کہی ہے۔ اگر آپ کو  
ان پر قدرت حاصل ہوتی تو یہ احتمال ہو سکتا تھا۔ مگر پہلی بات زیادہ

قابل اعتماد ہے۔ اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ حضرت عثمان کے قاتل باغی نہیں تھے۔ بلکہ وہ اپنے بے سرد یا شبہات کی وجہ سے ظالم اور سرکش تھے۔ اور اس لئے بھی کہ انہوں نے شبہات کے دور ہونے اور حق کے واضح ہو جانے کے بعد باطل پر اصرار کیا اور ہر شبہ کرنے والا مجتہد نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ شبہ تو ہوتا ہی اس شخص کو ہے جو درجہ اجتہاد سے قاصر ہوتا ہے۔ اور حضرت امام شافعی کے مذہب میں جو فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ بات اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ انہیں بلا تاویل شوکت حاصل تھی۔ اور باغیوں کی طرح جو وہ جنگ میں نقصان کر چکے تھے اس کے ذمہ دار نہ تھے۔ کیونکہ حضرت عثمان کی شہادت جنگ میں نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ آپ نے جنگ نہیں کی بلکہ آپ نے جنگ سے منع فرمایا تھا یہاں تک کہ جب حضرت ابو ہریرہ نے جنگ کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ابو ہریرہ میں آپکو قسم دیتا ہوں کہ آپ اپنی تلوار سے کسی کو نہ ماریں۔ آپ میری جان کو بچانا چاہتے ہیں اور میں مسلمانوں کو اپنی جان قربان کر کے بچانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ابن عبد البر نے سعید المقبری سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ حضرت معاویہ حضرت علی کے زمانہ میں خلیفہ نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک بادشاہ تھے اور زیادہ سے زیادہ ان کو اپنے اجتہاد پر ایک اجر مل سکتا ہے اور حضرت علی کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک اجر اجتہاد کا اور دوسرے صحیح اجتہاد کا۔ بلکہ ان کے لئے دس اجر ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں



ہے کہ جب مجتہد صحیح اجتہاد کرے تو اسے دس اجر ملتے ہیں۔ حضرت علی کی وفات کے بعد حضرت معاویہ کی امامت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام اور خلیفہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان کی بیعت کھل کر ہو گئی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ابو داؤد، ترمذی اور نسائی کی اس حدیث کے مطابق امام نہیں ہوئے تھے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ پھر وہ ملوکیت میں بدل جائے گی۔ اور حضرت علی کی وفات پر تیس سال گزر چکے تھے۔ اور آپ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت علی کی وفات پر تیس سال مکمل نہیں ہوئے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کی وفات ۱۰ شعبان کے رمضان میں ہوئی۔ اکثر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ۱۱ تاریخ کو ہوئی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے اور آپ دونوں کی وفات کا درمیانی زمانہ تیس سال سے چھ ماہ کم بنتا ہے۔ اور حضرت حسن کی مدت خلافت کو شامل کر کے تیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔ پس جب یہ بات ثابت ہو گئی تو محققین کے اس قول کو جنہوں نے حضرت علی کی وفات پر حضرت معاویہ کی خلافت کا ذکر کیا ہے۔ اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ ان کی مراد اس وقت سے ہے جب حضرت حسن نے ان کو خلافت سپرد کر دی تھی یعنی جب آپ کی وفات پر چھ ماہ گزر چکے تھے اور بالغین خلافت معاویہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت حسن کا امر خلافت کو ان کے سپرد کرنا کوئی اہم بات نہیں آپ نے ضرورت کے تحت ایسا کیا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت معاویہ امر خلافت کو حضرت حسن کے سپرد نہ کریں گے اور اگر حضرت

حسن خلافت کو ان کے سپرد نہ کرتے تو وہ خونریزی اور قتال کرتے  
آپ نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے امر خلافت کو ترک  
کر دیا اور ان لوگوں نے جو بات کہی ہے اس کے رد میں آپ یہ  
بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسن امام حق اور سچے خلیفہ تھے۔ آپ کے  
ساتھ اتنے آدمی تھے جن سے حضرت معاویہ کے ساتھیوں کا مقابلہ  
کیا جاسکتا تھا۔ آپ کی خلافت سے علیحدگی اور اسے حضرت معاویہ  
کے سپرد کرنا اضطرابی نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ جیسا کہ خلافت سے  
دستبرداری کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ نے بہت سی شرط  
لگائیں۔ جن کی حضرت معاویہ نے پابندی کی اور انہیں پورا کیا۔ اور  
صحیح بخاری کی روایت بیان ہو چکی ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت  
حسن سے صلح کی درخواست کی۔ اور میرے اس بیان پر بخاری کی وہ  
گزشتہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ جو حضرت ابو بکر سے مروی  
ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ ایک  
بار لوگوں کی طرف اور دوسری بار حضرت حسن کی طرف متوجہ ہوتے اور  
فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے  
مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں صلح کرا سکے گا۔ پس رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم ان کے ذریعہ اصلاح کی امید فرما رہے ہیں۔ اور آپ واقع  
کے مطابق امرِ حق ہی کی امید کرتے ہیں۔ پس حضرت حسن سے اصلاح  
کی امید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ کے حق میں  
آپ کی خلافت سے دستبرداری ایک درست قدم تھا۔ اور اگر حضرت

حسن خلافت سے دستبرداری کے بعد بھی خلافت پر قائم رہتے اور آپ کی دستبرداری سے اصلاح نہ ہوتی تو حضرت حسن کی اس پر تعریف نہ کی جاتی۔ اور حضور علیہ السلام نے بغیر کسی شرعی فائدہ کے محض دستبرداری کی تمنا نہیں کی بلکہ جس کے حق میں دستبرداری ہوتی ہے یہ بات اس کی صحت خلافت، نفاذ تصرف، واجب الاطاعت ہونے اور مسلمانوں کے امور کے قیام میں مشغول ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن سے یہ اُمید تھی کہ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں اصلاح کی صورت پیدا ہوگی۔ اس میں حضرت حسن کے فعل کی صحت پر بھی دلالت پائی جاتی ہے۔ اور اس بات پر بھی کہ آپ اس معاملہ میں مختار تھے اور اس سے یہ شرعی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں کہ حضرت معاویہ کی خلافت اور ان کا مسلمانوں کے امور کی نگرانی کرنا اور خلافت کے تقاضوں کے مطابق تصرف کرنا درست تھا اور یہ سب باتیں اس صلح پر مترتب ہوتی ہیں۔ پس اس وقت سے حضرت معاویہ کی خلافت کا یہ ثبوت بن گیا اور اس کے بعد وہ امام برحق اور سچے امام بن گئے۔ ترمذی نے بیان کیا ہے اور عبد الرحمن بن عمیرہ صحابی سے اسے حسن قرار دیا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا

اللهم اجعلہ ہادیا اے اللہ معاویہ کو ہادیا اور مہدی مہدیا بنا دے۔

احمد نے اپنی سند میں عربا بنی بن ساریہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ



الہم علم معاویۃ اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب  
الکتاب والحساب سکھا۔ اور اُسے عذاب سے بچا۔  
وقتہ العذاب۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور طبرانی نے البکیر میں  
عبد الملک بن عمر سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے  
کہا کہ جب اسے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ  
اے معاویہ جب تو بادشاہ بن جاؤ تو حسن سلوک سے کام لینا اس  
وقت سے میں خلافت کا آرزو مند ہوں۔ اے

اے ابن راہویہ کہتے ہیں کہ معاویہ بن سفیان کی فضیلت کے متعلق رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم سے کوئی صحیح چیز ثابت نہیں بیوٹی کہتے ہیں حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے  
میں صحیح ترین حدیث ابن عباس کی ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی  
تھے۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد عرابی کی حدیث ہے کہ اے  
اللہ اسے کتابت سکھا دے۔ اس کے بعد ابن ابی عمیر کی حدیث ہے کہ اے اللہ اس  
کو ٹھیک اور مہدی بنا دے۔ اے ابن عراق نے تشریح الشریعہ میں بیان کیا ہے  
بیوٹی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں آنے والی احادیث  
بہت کم ثابت ہوتی ہیں۔ اور یہ حدیث کہ جب تو بادشاہ بنے تو حسن سلوک کرنا اسے  
بیہقی نے اسماعیل بن ابراہیم بن ہاجر کے طریق سے بیان کیا ہے جو ضعیف ہے اور  
حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ ابن ابی عاصم نے آپ کے مناقب میں ایک کتاب  
تصنیف کی ہے اسی طرح ابو عمیر ثعلب کے غلام اور ابو بکر نقاش نے بھی کتاب لکھی ہے  
باقی باتوں کو ہم تطہیر الجنان کے حاشیہ میں مفصل بیان کریں گے۔ اور یہی مناسب ہے

یہ پہلی حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا فرمائی ہے اس پر غور کیجئے کہ اے اللہ معاویہ کو بادی اور مہدی بنا دے۔ اور آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ جس سے حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے میں حجت پکڑی جاسکتی ہے۔ اور ان لڑائیوں کی وجہ سے آپ پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ اجتہاد پر مبنی تھیں۔ اور ان کا انہیں ایک بار اجر ملے گا۔ اس لئے کہ جب مجتہد غلطی کرے تو اس کی وجہ سے اُسے کوئی ملامت و مذمت لاحق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ معذور ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے اجر لکھا گیا ہے۔ ان کی فضیلت پر دلالت کرنے والی وہ دعا بھی ہے جو دوسری حدیث میں آپ کے لئے کی گئی ہے کہ انہیں علم ملے اور عذاب سے بچائے جائیں۔ اور بلاشبہ حضور علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوتی ہے اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ کو ان جنگوں کی وجہ سے کوئی عذاب نہ ہوگا بلکہ اجر ملے گا جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کے گروہ کا نام مسلمان رکھا ہے۔ اور اسلام میں اُسے حضرت حسن کے گروہ کے مساوی قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فریقوں میں حرمت اسلام باقی ہے۔ اور ان جنگوں کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے۔ بلکہ برابر سطح پر ہیں۔ پس دونوں میں سے کسی ایک کو فسق اور نقص لاحق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ دونوں میں سے ہر کوئی ایسی تاویل کرنے والا ہے جو غیر قطعی البطلان ہے۔ اگرچہ حضرت معاویہ کا گروہ باغی تھا۔ لیکن وہ بغاوت تھی فسق نہ تھا۔ کیونکہ اس کا صدور تاویل کی وجہ سے ہوا تھا جس کی وجہ سے اصحاب بغاوت کو معذور خیال کیا جاسکتا ہے۔ اور

اس بات پر بھی غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو بتایا تھا کہ وہ بادشاہ بنے گا۔ اور آپ نے اُسے حسن سلوک کا حکم دیا تھا حدیث میں آپ ان کی خلافت کے درست ہونے کے متعلق اشارہ پائیں گے اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد وہ اس کے حق دار تھے۔ کیونکہ آپ کا انہیں احسان کا حکم دینا، بادشاہ ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔ جس سے ان کی خلافت کے درست ہونے کی وجہ سے نہ کہ غالب آجانے کی وجہ سے ان کی حکومت و خلافت کی حقیقت، صحت تصرف اور نفوذ افعال پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ خود بخود غلبہ حاصل کرنے والا ناسق اور عذاب پانے والا ہوتا ہے۔ وہ خوشخبری کا استحقاق نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی ان سے حسن سلوک کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ جن پر وہ غلبہ حاصل کرتا ہے۔ بلکہ وہ تو اپنے قبیح افعال اور برے احوال کی وجہ سے زجر و توبیخ اور انتباہ کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر حضرت معاویہ متغلب ہوتے تو حضور علیہ السلام ضرور اس طرف اشارہ کرتے یا انہیں صراحت سے بتاتے۔ جب آپ نے صراحت کی بجائے اس طرف اشارہ کیا بھی نہیں کیا تو یہ بات آپ کی حقیقت پر دلالت کرتی ہے جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد سچے امام اور برحق خلیفہ تھے۔ اس طرف احمد کا کلام اشارہ کرتا ہے۔

بیہقی اور ابن عساکر نے ابراہیم بن سوید الارمینی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ خلفاء کون سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی، میں نے پوچھا حضرت معاویہ کے متعلق آپ کا کیا



خیال ہے۔ فرمایا حضرت علی کے زمانے میں ان سے زیادہ خلافت کا کوئی حقدار نہ تھا۔ پس آپ کے کلام سے سمجھ لیجئے کہ حضرت علی کے زمانہ کے بعد اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد وہ تمام لوگوں سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور ابن ابی شیبہ نے المصنف میں سعید بن جبہان سے جو بیان کیا ہے کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ بنو امیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں ہے۔ اس نے کہا زرقاء کے بیٹوں نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔ اور سب سے پہلا بادشاہ معاویہ تھا۔ اس سے یہ وسوسہ نہ ہو کہ معاویہ کو خلافت حاصل نہ تھی۔ کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ اسے خلافت صحیحہ حاصل تھی مگر وہ اس پر بادشاہ کی طرح غالب آگیا تھا۔ اس لئے کہ وہ بہت سے امور میں خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف تھی۔ اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد اور ارباب حل و عقد کے اتفاق سے خلافت حقہ صحیحہ تھی۔ یہ اس لئے کہ اس میں وہ امور وقوع پذیر ہوئے جو ایسے اجتہادات کی پیداوار تھے جو واقع کے مطابق نہ تھے۔ جن کی وجہ سے مجتہد گنہگار نہیں ہوتا بلکہ وہ واقع کے مطابق صحیح اجتہادات کرنے والوں کے مقام سے پیچھے تھے۔ اور وہ خلفائے اربعہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔ پس جن لوگوں نے حضرت معاویہ کو بادشاہ کہا ہے وہ انہیں ان اجتہادات کی وجہ سے کہتے ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور جو ان کی ولایت کو خلافت سے موسوم کرتے ہیں وہ حضرت حسن کی دستبرداری اور ارباب حل و عقد کے اتفاق کی وجہ سے انہیں خلیفہ برحق اور ایسا مطاع کہتے ہیں۔ جس کی

اسی طرح اطاعت کی جانی چاہیئے جیسے کہ ان سے پہلے خلفائے راشدین کی کی جاتی تھی۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس معاملہ میں ان کے بعد آنے والے لوگوں کی طرف دیکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ اہل اجتہاد نہیں بلکہ ان میں عاصی اور نافرمان لوگ ہیں۔ جنہیں ایک وجہ سے خلفاء میں شمار نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔ سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے۔ کیونکہ وہ خلفائے راشدین میں شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن زبیر بھی ان میں شامل ہیں۔

باقی رہے وہ بدعتی جو آپ کے متعلق دشنام طرازی اور لعنت کو مباح کہتے ہیں۔ تو اس بارے میں حضرات شیخین، حضرت عثمان اور اکثر صحابہ ان کے لئے نمونہ ہیں۔ پس ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور نہ ان پر اعتماد کرو۔ کیونکہ یہ باتیں احمق، جاہل، غبی اور سرکش لوگوں سے صادر ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔ اس نے ان پر بُری طرح لعنت کر کے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ اور ان کے سروں پر المہدّت کو تلواریں اور واضح دلائل وبراہین دے کر کھڑا کر دیا ہے جو انہیں عظیم الشان ائمہ کی تنقیص کرنے سے روکتے رہتے ہیں۔

حضرت معاویہ کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ انہیں حضرت عمر اور حضرت عثمان نے عامل مقرر کیا ہے۔ اور حضرت ابوبکر نے جب شام کی طرف فوج بھیجی تو حضرت معاویہ بھی اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ گئے۔ جب آپ کے بھائی فوت ہو گئے تو انہوں نے حضرت معاویہ کو دمشق پر اپنا جانشین بنایا تو حضرت ابوبکر نے ان کو وہیں

مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان نے بھی انہیں وہیں مقرر کیا۔ اور تمام شام کو آپ کے زیرِ نگیں کر دیا۔ آپ وہاں بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے۔ کعب الاحبار کہتے ہیں جس طرح حضرت معاویہ نے اس امت کو کنٹرول کیا ہے۔ کوئی اس طرح کنٹرول نہیں کر سکے گا۔ وہی کہتے ہیں کہ کعب حضرت معاویہ کے خلیفہ بننے سے پہلے ہی فوت ہو گئے ہیں۔ اور کعب سے جو بات منقول ہے۔ وہ سچ ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ بیس سال خلیفہ رہے۔ اور کسی نے زمین میں ان سے خلافت کا جھگڑا نہیں کیا۔ بخلاف ان کے جو ان کے بعد ہوئے۔ کیونکہ لوگ ان کے خلاف تھے اور بعض ممالک ان کی خلافت کے باغی تھے۔ اور کعب نے حضرت معاویہ کی خلافت سے قبل جو کچھ بتایا ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ بعض آسمانی کتب میں آپ کی خلافت منصوص ہے۔ کیونکہ کعب ان کتب کے عالم تھے۔ جنہیں ان کے احکام کے متعلق پوری واقفیت تھی۔ اور وہ اہل کتاب کے دوسرے علماء سے فائق تھے۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اس سے بھی حضرت معاویہ کے شرف اور حقیت خلافت کو تقویت ملتی ہے۔ کہ آپ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد خلیفہ ہوئے۔ آپ کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ کا خلافت پر استقرار ربيع الاخر یا جمادی الاولیٰ ۴۰ھ میں ہوا۔ اس سال کو خلیفہ واحد کے ہاتھ پر اجتماع امت کی وجہ سے عام الجماعۃ کہا جاتا ہے۔ لے

اے ابو بکر بن العربی نے العوام میں بیس سالہ خلافت والی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا



اس بات کو بھی جان لیجئے کہ اہلسنت نے یزید بن معاویہ کی تکفیر اور آپ کے بعد اس کے ولی عہد ہونے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ اسے سبط ابن الجوزی و فیروہ کے قول کے مطابق کافر کہتا ہے۔ مشہور ہے کہ جب اس کے پاس حضرت حسین کا سر لایا گیا تو وہ شامیوں کو جمع کر کے آپ کے سر کو چھڑی سے مارنے اور زہری کے اشعار پڑھنے لگا کہ

”کاش میرے بزرگ بدر میں حاضر ہوتے“

یہ مشہور اشعار ہیں جن میں اس نے دو اشعار کا اضافہ کیا جو کفر صریح پر مشتمل ہیں۔

ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اگر صحیح ہے تو وہ معارضہ ہے پھر کہتے ہیں کیا صحابہ میں حضرت معاویہ سے بڑھ کر کوئی خلافت کو سنبھالنے والا تھا ہم کہتے ہیں بہت سے آدمی تھے۔ لیکن حضرت معاویہ میں بہت سے فضائل جمع تھے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عمر نے سارے شام پر انہیں حاکم بنا دیا کیونکہ آپ نے ان کی حسن سیرت، حمایت اسلام، سرحدوں کی بندش، فوج کی اصلاح، دشمن پر غلبہ اور مخلوق کے ساتھ سیاست کو دیکھا۔ تو انہیں منفرد قرار دیا۔ اور صحیح حدیث میں ان کے فقیہ ہونے کی گواہی موجود ہے۔ اور ام حرام کی حدیث میں ان کی خلافت کی شہادت بھی موجود ہے۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ عراق خضر کی موجودگی پر سوار ہوں گے۔ وہ خاندان بر باد شاہ یا بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔ اور یہ واقعہ آپ کی ولایت کے زمانے میں ہوا۔

سید ابن جوزی کے مطابق ابن جوزی نے کہا ہے کہ ابن زیاد کا حضرت حسین کے ساتھ جنگ کرنا تعجب خیز امر نہیں۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ یزید نے ان کو بے یار و مددگار چھوڑا۔ اور اس نے حضرت حسین کے دانتوں پر چھڑی مارا اور آل رسول کو اونٹوں کے کجاووں پر سوار کر کے اسیر بنا کر لے گیا۔ اس کے علاوہ بھی اس نے بہت سی بیہودہ باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو اس کے متعلق مشہور ہو چکی ہیں۔ وہ سیر حسین کو مدینہ لے گیا۔ اور اس کی ہوا متغیر ہو چکی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ایسا کس نے میرا مقصد ان کو رسوا کرنا اور سر کو دکھانا تھا۔ اُسے خوار خج اور باغیوں سے ایسا سلوک روا رکھنا جائز تھا۔ ان کا بھی لوگ کفن و دفن کرتے اور جنازہ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کے دل میں جاہلیت اور بددعا کا کینہ نہ ہوتا تو وہ سیر حسین کا احترام کرتا۔ اور اس کے کفن و دفن کا انتظام کرتا اور آل رسول سے حسن سلوک سے پیش آتا۔

ایک گروہ اُسے کافر نہیں کہتا کیونکہ ہمارے نزدیک جن اسباب سے کفر واجب ہوتا ہے وہ ثابت نہیں ہوئے۔ جب تک اس بات کا پتہ نہ چلے جس سے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس وقت تک وہ مسلمان ہی رہے گا۔ اور جو باتیں اس کے متعلق بیان کی گئی ہیں اس کے معارض یہ بات بھی ہے کہ جب یزید کے پاس حضرت حسین کا سر پہنچا تو اس نے کہا اے حسین اللہ تجھ پر رحم فرما تجھے ایسے شخص نے قتل کیا ہے جس نے رشتہ کے حقوق کو نہیں سمجھا اور ابن زیاد سے بگڑ کر کہا تو نے اچھے اور بُرے دل میں میرے لئے عداوت کا بیج بو دیا ہے۔ اور حضرت حسین کی مستورات اور ان

کے بقیہ بیٹوں کو سر حسین کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا تاکہ اُسے دہاں دفن کر دیا جائے اور آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ ان دونوں باتوں سے کوئی بات بھی موجب کفر ثابت نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ جب تک کوئی ایسی بات ثابت نہ ہو جائے جو اُسے اسلام سے خارج کر دے ہم اسی اصل کو اختیار کئے رہیں گے۔

اس کے علاوہ محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ صحیح اور درست طریق ہے کہ یزید کے متعلق توقف اختیار کیا جائے۔ اور اس کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ باتوں اور دلوں کے مخفی اسرار کو جاننے والا ہے پس ہم اصلاً اس کی تکفیر کے لیے نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہی بات زیادہ مناسب اور درست ہے۔ اور یہ بات کہ وہ مسلمان ہے، وہ فاسق، شریک، نشر باز اور ظالم بھی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیا ہے۔

ابو لیلیٰ نے اپنی مسند میں ابی عبیدہ سے ایک ضعیف سند سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا امر خلافت ہمیشہ ہی انصاف پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ بنو امیہ سے ایک آدمی سب سے پہلے اُسے توڑے گا جسے یزید کہا جائے گا۔

الروایانی نے مسند میں حضرت ابوالدرداء سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنو امیہ میں سے ہوگا۔ جسے یزید کہا جائے گا۔



ان دونوں حدیثوں میں وہی دلیل بیان کی گئی ہے جو میں  
 اس سے پہلے پیش کر چکا ہوں کہ حضرت معاویہ کی خلافت ان لوگوں  
 کی خلافت کی طرح نہ تھی جو آپ کے بعد بنو امیہ میں ہوئے ہیں کیونکہ  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ امت کے امر خلافت کو  
 شکستہ کرنے والا اور آپ کی سنت کو تبدیل کرنے والا پہلا شخص  
 یزید ہے۔ پس اس بات کو سمجھ لیجئے کہ حضرت معاویہ نے نہ امر خلافت کو  
 شکستہ کیا اور نہ ہی آپ کی سنت کو تبدیل کیا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے  
 بیان ہو چکا ہے وہ ایک مجتہد تھے اور اس بات کی تائید امام مہدی کے  
 اس فعل سے ہوتی ہے جسے ابن سیرین وغیرہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز  
 نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ کو آپ کے سامنے  
 گالیاں دیں تو آپ نے اُسے تین کوڑے مارے اور اس کے ساتھ  
 اُس شخص کو بیس کوڑے مارے جس نے آپ کے بیٹے یزید کو امیر المومنین  
 کا نام دیا جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ پس ان دونوں کے فرق پر غور کرو  
 اور حضرت ابو ہریرہ کے پاس جیسا کہ بیان ہو چکا ہے آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی جانب سے یزید کے بارے میں علم تھا آپ دعا کیا کرتے  
 تھے اے اللہ میں ساٹھ سال تک پہنچنے اور بچوں کی امارت سے تیری  
 پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول کر لی اور آپ  
 کو ۶۰ سال تک وفات دے دی اور ۶۰ میں حضرت معاویہ کی وفات اور  
 آپ کے بیٹے کی حکومت کا آغاز ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ نے اسی سال یزید  
 کی ولایت سے اس کے بُرے احوال کو جان لیا تھا۔ کیونکہ انہیں حضور  
 علیہ السلام نے اس کے متعلق علم دیا تھا۔ اس لئے آپ نے اس کی

حکومت سے پناہ مانگی ۔

نوفل بن ابوالفرات کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے یزید کا ذکر کیا اور کہا امیر المومنین یزید بن معاویہ نے کہا تو آپ نے فرمایا تو اُسے امیر المومنین کہتا ہے ۔ آپ کے حکم پر اُسے ہمیں کوڑے مارے گئے ۔

اہل مدینہ نے اس کے گناہوں میں حد درجہ بڑھ جانے کی وجہ سے اس کی بیعت چھوڑ دی تھی ۔ واقعہ یہ کہ کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ ابن الغنیل کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم نے یزید کے خلاف اس وقت بغاوت کی جب ہمیں خبر ہو گیا کہ آسمان سے ہم پر پتھر برسائے جائیں گے ۔ وہ شخص لڑکوں کی ماؤں ، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا ، شراب پیتا اور تارک الصلوٰۃ تھا ۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یزید نے شراب پی کر جو کچھ اہل مدینہ سے کیا اور ناکردنی افعال سکے ۔ ان سے لوگ برا فروختہ ہو گئے ۔ اور کئی لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی عمر میں برکت نہ دی ۔ ذہبی نے اس قول میں ان باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس سے سترہ میں سرزد ہوئیں ۔ جب اُسے پتہ چلا کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت چھوڑ دی ہے اور اس کے خلاف بغاوت کی ہے ۔ تو اس نے ان کی طرف ایک عظیم لشکر روانہ کیا اور اُسے اہل مدینہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ۔ اس لشکر کے آنے پر باب طیبہ پر حرہ کا واقعہ پیش آیا تجھے کون بتائے کہ حرہ کا واقعہ کیا تھا ۔ اس کا ذکر حسن مرہ نے کیا ہے وہ کہتا ہے خدا کی قسم اس واقعہ میں ایک آدمی بھی نہیں بچا ۔ بہت سے

صحابہ اور دوسرے لوگ اس میں مارے گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔  
 اس کے فسق پر متفق ہونے کے بعد اس بات پر ان میں اختلاف ہے کہ خاص  
 اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ جن لوگوں نے اس پر  
 لعنت کو جائز قرار دیا ہے ان میں ابن جوزی بھی شامل ہے۔ اس نے اسے  
 احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب رد علی المتعصب العنید المانع  
 من ذم یزید میں کہتا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے یزید بن معاویہ کے  
 بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اُسے کہا وہ جس حال میں ہے وہی  
 اُس کے لئے کافی ہے۔ اس نے کہا کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے میں  
 نے اُسے جواب دیا کہ متقی علماء نے بھی اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار  
 دیا ہے۔ جن میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یزید کے  
 بارے میں لعنت کا ذکر کیا ہے۔ پھر ابن جوزی نے قاضی ابوالعلی الغزالی  
 سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنی کتاب المعتمد الاصول میں صلاح  
 بن احمد بن حنبل کی طرف اسناد کر کے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ  
 سے کہا کہ کچھ لوگ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم یزید  
 کے دوست ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اے بیٹے کیا کوئی اللہ تعالیٰ پر  
 ایمان لانے والا یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے۔ جس پر اللہ  
 تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ وہ اس پر لعنت کیوں  
 نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کس جگہ  
 یزید پر لعنت کی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول  
 میں یزید پر لعنت کی ہے۔  
 فہل عسیتم ان تولیتم ان ممکن ہے کہ تم زمین پر حاکم بن کر فساد کرو



تفسد وافی الارض و اور رشتہ داریوں کو قطع کر دو۔ ایسے  
 تقطعوا ارحاکم اولئک لوگوں پر خدا تعالیٰ نے لعنت کی ہے  
 الذین لعنہم اللہ فاصمہم اور ان کے کانوں کو بہرہ اور آنکھوں  
 و اعمی ابصارہم۔ کو اندھا کر دیا ہے۔

کیا اس قتل سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے۔ اور  
 ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے بیٹے میں اس شخص کے  
 بارے میں کیا کہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت  
 فرمائی ہے۔ پھر آپ نے اس کا ذکر کیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابوالعلی نے ایک کتاب تصنیف  
 کی ہے جس میں لعنت کے مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں یزید کا  
 بھی انہوں نے ذکر کیا ہے۔ پھر ایک حدیث کو بیان کیا ہے کہ جس  
 نے ازراہ ظلم اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اُسے خوفزدہ کرے گا اور  
 اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور اس بات  
 میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ یزید نے ایک لشکر کے ساتھ اہل مدینہ  
 سے جنگ کی اور انہیں خوفزدہ کیا۔ جس حدیث کا انہوں نے ذکر کیا ہے  
 اُسے مسلم نے بیان کیا ہے۔ اور اس لشکر نے بہت سوں کو قتل کیا  
 اور فساد عظیم برپا کیا۔ لوگوں کو اسیر بنایا اور مدینہ کی بے حرمتی کی۔  
 اور یہ ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ تین سو نوجوان اور اتنے ہی  
 صحابہ قتل ہوئے اور سات سو کے قریب قرآن کے قاری مارے  
 گئے۔ اور کئی روز تک مدینہ کی بے حرمتی ہوتی رہی۔ اور مسجد نبوی  
 میں نماز باجماعت نہ ہو سکی۔ اور اہل مدینہ روپوش رہے۔ کئی روز

تک مسجد نبوی میں کوئی شخص داخل نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ کتوں اور  
 بھڑیلوں نے مسجد میں داخل ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر  
 پیشاب کیا اور یہ سب باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبری کی  
 تصدیق کر رہی ہیں۔ اور اس لشکر کا امیر صرف اس بات پر راضی ہوا کہ  
 لوگ اس کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کریں۔ اور یہ کہ وہ اس کے غلام  
 ہیں۔ خواہ وہ انہیں بیچ دے یا آزاد کر دے بعض لوگوں نے کہا کہ ہم  
 کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں۔ مگر انہیں قتل کر  
 دیا گیا۔ یہ سب کچھ گزشتہ واقعہ مرہ میں ہوا۔ پھر اس کا یہ شکر حضرت  
 ابن زبیر سے جنگ کے لئے لے گیا اور ان لوگوں نے منجلیق سے کعبہ پر  
 سنگباری کی اور اُسے آگ سے جلا دیا۔ پس ان بڑی باتوں سے جو اس  
 کے زمانے میں پیدا ہوئیں اور کونسی بات بڑی ہے اور یہ باتیں گزشتہ  
 حدیث کا مصداق ہیں۔ کہ میری امت ہمیشہ امر خلافت میں انصاف پر  
 قائم رہے گی۔ یہاں تک کہ بنو امیہ میں سے ایک آدمی جسے یزید کہا  
 جائے گا۔ اُسے توڑ پھوڑ دے گا۔

دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔  
 کیونکہ ہمارے نزدیک ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی جو لعنت کی  
 مقتضی ہو اور یہی فتویٰ امام غزالی نے دیا ہے۔ اور اس کے حق میں  
 طویل بحث کی ہے اور یہی بات ہمارے ائمہ کے مصرعہ قواعد کے  
 مطابق ہے۔ کہ خاص کسی آدمی پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ سو اس نے  
 اس کے کہ اس بات کا علم ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ جیسے  
 ابو جہل اور ابولہب اور جس کے بارے میں اس بات کا علم نہ ہو اس

پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ زندہ معین کافر پر بھی لعنت کرنا  
 جائز نہیں۔ کیونکہ لعنت کا مفہوم رحمت الہی سے دور ہونا ہے۔ جو  
 یاس کو مستلزم ہے۔ یہ بات اس شخص کو کہنا مناسب ہے جس کے متعلق  
 یہ علم ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ اور جس کے متعلق یہ علم نہ ہو  
 اس کے بارے میں ایسا کہنا درست نہیں۔ اور اگر کوئی ظاہری حالت  
 میں کافر ہو تو اس احتمال کے پیش نظر اس پر لعنت کرنا درست نہیں  
 کہ شاید اس کا خاتمہ اسلام پر ہو۔ اسی طرح انہوں نے یہ صراحت بھی  
 کی ہے کہ کسی معین مسلم فاسق پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں اور جب  
 آپ کو اس بات کا علم ہے کہ انہوں نے یہ صراحت کی ہے تو آپ کو  
 اس بات کا علم ہو گا کہ انہوں نے صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ وہ یزید  
 پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ اگرچہ وہ فاسق اور خبیث آدمی تھا  
 اور اگر ہم یہ بات تسلیم بھی کر لیں کہ اس نے حضرت حسین اور آپ کے  
 گروہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا تو بھی یہ ایک خیانت منہرگی۔ نہ یہ  
 کہ ایسا کرنا جائز تھا یا اس نے اسے جائز سمجھ کر کیا۔ اس نے یہ  
 حرکت ایک تاویل سے کی۔ اگرچہ وہ تاویل باطل تھی۔ پھر بھی اسے  
 فسق قرار دیا جائے گا نہ کہ کفر۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس کی جانب  
 سے قتل کا حکم دینا اور اس پر اظہار خوشی کرنا ثابت نہیں۔ بلکہ اس  
 کی جانب سے اس کے مخالف بات بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ میں  
 پہلے بیان کر آیا ہوں۔ اور احمد نے اللہ تعالیٰ کے قول اولئک  
 الذین لعنہم اللہ سے لعنت کے جواز کا استدلال کیا ہے اور  
 دوسروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کیا ہے جو



مسلم کی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ **وعلیہ لعنتہ اللہ والملائکتہ والناس اجمعین**۔ ان دو اقوال میں خاص طور پر نیرید کا نام لیکر لعنت کرنے کے جواز پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی اور گفتگو صرف اسی امر میں ہے کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اور اس میں صرف لعنت کے جواز پر دلالت پائی جاتی ہے۔ کسی خاص فرد پر لعنت کرنے کا جواز اس میں موجود نہیں۔ اور یہ بات بلا نزاع جائز ہے اور پھر یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین کو قتل کیا یا آپ کے قتل کا حکم دیا یا اُسے جائز قرار دیا یا اس سے راضی ہوا۔ بغیر نیرید کا نام لینے کے اس پر لعنت کرنے کے متعلق اتفاق ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ شراب نوشی پر لعنت ہو یعنی بغیر کسی تعین کے اور یہی بات آیت اور حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ ان میں خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے سے تعرض نہیں کیا گیا بلکہ طاع رحم اور اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے کیلئے لعنت ہے۔ متفقہ طور پر ایسا کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو قطع رحمی کرتا ہے اور جو ازراہ ظلم اہل مدینہ کو خوفزدہ کرتا ہے ایسا کہنا اس لئے جائز ہے کہ اس میں کسی خاص آدمی کا نام نہیں لیا گیا۔ پس احمد وغیرہ کس طرح کسی معین مخصوص شخص پر لعنت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ جبکہ دونوں مقامات میں واضح فرق موجود ہے۔ پس واضح ہوا کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں اور آیت اور حدیث میں لعنت کرنے پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی۔ پھر میں نے ابن الصلاح کو دیکھا ہے جو ہمارے اکابر ائمہ فقہاء اور محدثین میں سے

ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ جو شخص یزید کو قتل حسین کا حکم دینے والا سمجھ کر اس پر لعنت کرتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ وہ اپنے فتاویٰ میں کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ بات درست نہیں کہ اس نے حضرت حسین کے قتل کا حکم دیا تھا اور آپ سے قتال کا حکم دینے والا آپ کے قتل تک پہنچنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قابلِ تحکیم قرار دیا ہے۔ اور درست بات یہ ہے کہ آپ کے قتل کا حکم دینے والا والی عراق عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جو وہاں موجود تھا۔ باقی رہا یزید کو گالی دینا یا اس پر لعنت کرنا تو یہ مومنین کی نشان نہیں خواہ یہ بات درست بھی ہو کہ اس نے آپ کو قتل کیا ہے۔ یا آپ کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اور ایک محفوظ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے۔ اور اس وجہ سے قاتل حسین کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس نے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔ قتل پر صرف اس قاتل کی تکفیر کی جائے گی جو کسی نبی کا قاتل ہو۔ یزید کے متعلق لوگوں کے تین گروہ ہیں۔ ایک فرقہ اس سے محبت اور دوستی رکھتا ہے۔ دوسرا فرقہ اُسے گالیاں دیتا ہے اور اس پر لعنت کرتا ہے اور تیسرا فرقہ میانہ رو ہے۔ نہ اس سے دوستی کرتا ہے اور نہ اس پر لعنت کرتا ہے۔ اور اس سے دوسرے مسلمان بادشاہوں اور ان کے خلفائے غیر راشدین کا سا سلوک کرتا ہے۔ یہی فرقہ صحیح راہ پر ہے اور اس کا مذہب گذشتہ لوگوں کی سیرت اور شریعتِ مطہرہ کے اصولوں کو جاننے والوں کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے اختیار میں سے بنائے آمین۔ یہاں ابن الصلاح کی عبارت ختم ہو جاتی ہے۔



جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اور وہ الوار، جو ہمارے متاخرین ائمہ کی کتب میں سے ہے۔ اس کی نص یہ ہے کہ باغی نہ فاسق ہیں اور نہ کافر ہیں بلکہ وہ اپنے افعال میں خطا کار ہیں۔ اور حضرت معاویہ پر طعن کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ اور یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ بھی مؤمنین میں سے ایک تھا۔ اب اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ چاہے اُسے عذاب دے یا معاف کر دے۔ یہ بات امام غزالی اور متولی وغیرہ نے کہی ہے۔ امام غزالی اور دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ کسی واعظ وغیرہ کے لئے قتل حسین اور اس کے واقعات اور صحابہ کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے صحابہ کے متعلق بعض طعن پرانگیخت ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ لوگ دین کے لیڈر ہیں۔ ائمہ نے ان سے دین روایتا لیا ہے۔ اور ہم نے ائمہ سے روایتا لیا ہے۔ پس ان پر طعن کرنے والا مطعون ہے۔ اور وہ اپنے آپ اور دین پر طعن کرنے والا ہے۔

ابن الصلاح اور نووی نے کہا ہے کہ سب صحابہ عادل ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے۔ قرآن کریم اور احادیث صحابہ کی عدالت و جلالت کو بصراحت بیان کرتی ہیں۔ اور ان کے درمیان جو واقعات رونما ہوئے۔ ان کے ذکر کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

انہوں نے قتل حسین کی روایت اور اس کے بعد ہونے والے واقعات کی حرمت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ میرے اس بیان کے خلاف نہیں۔ جسے میں نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ



یہی وہ سچا بیان ہے جس سے صحابہ کی جلالت اور ان کے نقائص سے بڑی ہونے کا اعتقاد واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس حباہل واعظین موضوع اور جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں۔ وضاحت، محامل اور اس حق کی توضیح بھی نہیں کرتے۔ جس کے مطابق اعتقاد ہونا چاہیئے۔ اور ہماری بیان کردہ حقیقت کے خلاف غوام الناس کو صحابہ کے بعض اور تنقیص کے درپے کر دیتے ہیں۔ جبکہ ہمارا بیان ان کی جلالتِ شان اور پاکیزگی نفس کی تہ ہے۔

یزید کو اس کے بُرے اعمال کے باعث عمر نے اور اس کے باپ کی قبولیتِ دُعا نے قطع کر کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ اُسے یزید کو خلیفہ بنانے پر علامت کی گئی تو اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا اے اللہ میں نے تو یزید کو اس کے افعال دیکھ کر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ پس میں نے اس کے متعلق جو امید کی ہے اُسے اس مقام تک پہنچا۔ اور اس کی مدد فرما اور اگر میں نے شفقتِ پدری کی وجہ سے کیا ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اُسے اس مقام تک پہنچنے سے پہلے موت دے دے تو اس کے ساتھ یہی ہوا۔ کیونکہ اُس کی حکومت سترہ میں قائم ہوئی اور وہ سترہ میں فوت ہو گیا۔ اس کا ایک نوجوان صاحبِ بڈیا تھا۔ اُسے اس نے خلیفہ مقرر کیا اور وہ مرنے تک سلسلِ بیمار رہا۔ وہ نہ لوگوں کے پاس آیا نہ انہیں نماز پڑھائی اور نہ ہی کسی کام میں مداخلت کی۔ اس کی مدتِ خلافت چالیس روز رہی۔ بعض اسے دو ماہ اور بعض تین ماہ قرار دیتے ہیں۔ اس کی وفات ۲۱ سال کی عمر میں ہوئی۔ بعض بیس سال کی عمر بتاتے ہیں۔ اس کی ظاہری نیکی کی ایک مثال یہ ہے کہ

جب وہ خلیفہ بنا تو اس نے منبر پر چڑھ کر کہا کہ یہ خلافت اللہ کی رسی ہے۔ اور میرے دارا معاویہ نے اس شخص سے خلافت کا جھگڑا کیا جو اس سے اس کا زیادہ حقدار تھا۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب اور جو سلوک وہ تم سے کرتا رہا ہے تم اُسے جانتے ہو۔ یہاں تک کہ موت نے اُسے آیا۔ اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا ہے پھر میرے باپ نے خلافت سنبھالی اور وہ اس کا اہل نہیں تھا اور اس نے دختر رسول کے بیٹے سے جھگڑا کیا اور اس کی زندگی ختم کر دی۔ اور اس کی اپنی اولاد بھی تباہ ہو گئی۔ اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا۔ پھر اس نے رو کر کہا جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہ کہ ہمیں اس کے برے انجام کا علم ہے۔ اس نے عزت رسول کو قتل کیا اور شراب کو جائز قرار دیا اور کعبہ کو ویران کیا۔ میں نے خلافت کا مزہ نہیں چکھا اور نہ ہی اُس کی تلخیوں کو گلے کا بار بنانا چاہتا ہوں۔ اپنے معاملہ کو تم خود سمجھو۔ خدا کی قسم اگر دنیا کوئی اچھی چیز ہے تو ہم نے اس سے اپنا حصہ حاصل کر لیا ہے اور اگر بُری چیز ہے تو ابوسفیان کی اولاد کے لئے وہی کافی ہے جو اس نے حاصل کر لیا ہے۔ پھر وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر چھپ گیا اور چالیس روز کے بعد فوت ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ اس پر رحمت کرے وہ اپنے باپ سے زیادہ انصاف پسند تھا۔ اس نے بتا دیا کہ خلافت اس کے اہل کو ملنی چاہیئے جیسے خلیفہ راشد حضرت عمرؓ نے عبد العزیز بن مروان نے بتایا تھا۔ آپ کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے یزید کو امیر المومنین کہنے پر ایک آدمی کو بیس کوڑے

مارے تھے۔ آپ کے عظیم عدل و انصاف، اچھے احوال اور کارناموں کے باعث سفیان ثوری نے کہا ہے۔ جسے ابو داؤد نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عمر بن عبد العزیز۔ حضرت حسن اور ابن زبیر کو باوجود صلاحیت کے ان میں شمار نہیں کیا گیا۔ اس سے قبل یہ نص بیان ہو چکی ہے کہ حضرت حسن بھی ان میں سے ہیں۔ ان کا شمار خلفائے راشدین میں اس لئے نہیں کیا گیا کہ حضرت حسن کی مدت خلافت بہت مختصر تھی۔ پھر جس طرح حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ پر امت کا اجتماع ہوا اور ان کا حکم نافذ ہوا اس طرح ان دونوں کے ہاتھ پر نہیں ہوا۔

ابن المسیب کہتے ہیں کہ خلفاء تین ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور عمر۔ حبیب نے انہیں کہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو تو ہم جانتے ہیں۔ عمر کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا اگر تو زندہ رہے تو تجھے اس کا علم ہو جائے گا اور اگر تو مر گیا تو وہ میرے بعد ہوگا حالانکہ ابن المسیب عمر کی خلافت سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ انہیں یہ بات بعض صحابہ نے بتائی تھی جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اور صحابہ آپ کے بعد بکثرت تھے۔ جیسے حضرت ابوسہرہ اور حضرت حذیفہ۔

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے عمر کے متعلق خوشخبری دی تھی۔ اس کا بیان ابھی آئے گا۔ کئی طرق سے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ آپ کے ایام خلافت میں بھیڑیے، بھیڑوں کے ساتھ



چرتے تھے۔ جس رات آپ کی وفات ہوئی اسی رات بھڑوں نے بھڑوں پر حملہ کیا۔ آپ کی ماں بنت عاصم بن عمر بن الخطاب تھیں۔ آپ اُسے بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری اولاد میں سے ایک آدمی ہوگا جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ ترمذی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے چہرے پر ایک زخم کا نشان تھا۔ آپ کو بچپن میں ایک چوپائے نے پیشانی پر مارا تھا۔ آپ کے والد خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے اگر تو ہی بنی امیہ کا زخم خوردہ آدمی ہے تو اپنے باپ کے خیال کو سچ کر دکھا۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کاش میں جانتا کہ میرے بیٹوں میں سے کون صاحب سن ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔ حضرت ابن عمر نے بیان کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک آل عمر میں سے کوئی آدمی خلیفہ نہ بنے گا۔ جو حضرت عمر کی طرح کام کرے گا۔ بلال بن عبداللہ بن عمر کے چہرے پر ایک تل تھا۔ لوگ اُسے وہ آدمی خیال کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبدالعزیز کو لے آیا۔

بیہقی وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت انس سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نوجوان (عمر بن عبدالعزیز) سے بہتر آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی آپ ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے امیر تھے اس نے جب اپنے والد کے عہد کے مطابق آپ کو خلیفہ مقرر کیا تو آپ ۸۶ھ

سے لے کر سترہویں تک عیدہ رہے۔ ابن عساکر نے ابیہیم بن ابی  
عیدہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم عید کے روز حضرت عمر بن  
عبدالعزیز کے ہاں گئے۔ لوگ آپ کو سلام کر کے کہتے تھے اے امیر المؤمنین  
اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو قبول فرمائے۔ آپ انہیں جواب دے  
رہے تھے اور براہنہیں مناتے تھے۔ متاخرین میں سے بعض حفاظ فقہاء  
نے کہا ہے کہ یہ بات عید سال اور مہینے کو مبارک باد کہنے کا اچھا اصل ہے  
اور آپ جیسا کہ کسی نے کہا ہے علم اور دین کا ظرف اور ہدایت اور حق  
کے امام تھے۔ جیسا کہ آپ کے مناقب جلیلہ شاندار کارناموں اور قیمتی  
احوال سے معلوم ہوتا ہے۔ جن میں سے بہت سوں کا ذکر ابن نعیم اور  
ابن عساکر وغیرہ نے کیا ہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان میں  
سے بکثرت روشن کارناموں کا ذکر کرتا لیکن میں نے جو بات اشارۃً  
کہا ہے۔ وہی کافی ہے۔

اب ہم اس کتاب کو ایک نفیس حکایت پر ختم کرتے ہیں جس  
میں عجیب و غریب فوائد ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ابو نعیم نے سند صحیح سے  
رباح بن عبیدہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نماز کے  
لئے نکلے اور ایک بوڑھا آپ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ میں  
نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بوڑھا بڑا سنگدل ہے۔ جب آپ نماز پڑھ  
چکے اور گھر آئے تو میں نے ساتھ مل کر کہا اللہ تعالیٰ امیر کو اس بوڑھے  
سے سلامت رکھے جو آپ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ آپ نے  
فرمایا اے رباح تو نے اُسے دیکھا ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں!  
فرمایا میں تجھے ایک صالح آدمی خیال کرتا ہوں۔ یہ میرا بھائی تھوڑا تھا۔

جو میرے پاس آیا تھا اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ میں عنقریب اس اُمت کے معاملہ کا حاکم بنوں گا۔ اور میں اس میں تیری مدد کروں گا۔  
 فَرَحَمَهُ اللّٰهُ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اے

اے نووی نے تہذیب الاسماء میں ذکر کیا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک حضرت خضر مہم میں زندہ موجود ہیں۔ اور یہ بات اہل صلاح اور صوفیہ کے نزدیک متفقہ ہے اور اس بارے میں ان کے دیکھنے، ان سے ملنے، ان سے علم حاصل کرنے اور ان سے سوال و جواب کرنے کی بہت سی حکایات موجود ہیں۔ مقدس مقامات پر ان کے وجود کا پایا جانا شمار و قطار سے زیادہ اور بیان کرنے سے زیادہ مشہور ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ ابن الصلاح نے فتویٰ دیا ہے کہ حضرت خضر، جمہور علماء صالحین اور عوام کے نزدیک ان کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔ اور ابواسحق ثعلبی نے کہا ہے کہ حضرت خضر جمیع اقوال کے مطابق عمر رسیدہ نبی اور نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ حضرت خضر کی ملاقات کا ذکر ابن حجر عسقلانی نے اصباح میں کیا ہے۔ اور ایک روایت میں بھی جسے ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حالات میں بیان کیا ہے۔ اس روایت کو ابو عمرو بخرانی نے اپنی تاریخ میں بھی بیان کیا ہے اور یعقوب بن سفیان نے یہ بات ایسی سند سے بیان کی ہے۔ جس کے بارے میں ابن حجر نے کہا ہے کہ اس باب میں جن اسناد پر میں مطلع ہوا ہوں یہ ان سب سے بہتر ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ حافظ عراقی نے ان کی عدم حیات کے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ اور اس نے ان لوگوں کو پایا ہے جو ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ ان میں علم الدین بساطی مانکی ہیں۔ جو ظاہر کے زمانے میں رقوق میں مالکیوں کے تلمیذ تھے۔ اور حافظ نے ایک سال لکھا ہے جس کا نام الروض المنزیل بنا، الخضر ہے اس میں بھی آپ کی حیات کی طرف میدان کا اظہار کیا گیا ہے۔



میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے صالح بندوں  
 اور لیائے عارفین اور مقربین احباب میں شامل فرمائے۔ اور انہی کی محبت  
 پر موت دے اور ان کے زیرہ میں میرا حشر کرے اور مجھے ہمیشہ آل محمد  
 اور آپ کے صحابہ کی خدمت کی توفیق دے۔ اور مجھ پر اپنی محبت اور  
 رضامندی کا احسان فرمائے اور مجھے اہلسنت کے باعمل بادی اور مہدی المہر،  
 علماء، حکماء اور ریڈروں میں سے بنائے وہ اکرم، کریم اور ارحم رحیم ہے۔  
 ودعواہم فیہا سبحانک اللہم وتحتیہم فیہا سلام، وآخر  
 دعواہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ سبحان ربك رب العزّة  
 عما یصفون، وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین  
 والحمد للہ الذی ہدانا لهذا وما كنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ،  
 والحمد للہ اولاً و آخراً وظاہراً و باطناً سرّاً و علناً، یا ربنا اللہ  
 الحمد کما ینبغی بجلال وجہک عظیم سلطانک، حمداً طیباً کثیراً  
 مبارکاً فیہ ملئ السموات وملئ الارض وملئ ما شئت من شیء بعد اهل  
 النشاء والحمد اخی ما قال العبد وکنا لک عبد، لا مانع لہما عطیت  
 ولا معطى لہما منعت ولا ینفع ذالجد مذک الجاد والصلوۃ والسلام  
 التامان الاکملان، علی اشرف خلقک سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ  
 وازواجہ وذریاتہ عدا خلقک ورضا نفسک وزنتہ عد شدک  
 ومدا وکلماتک، کما ذکرک و ذکرک الذاکرون وغفل عن ذکرک  
 و ذکرک الغافلون۔



## نتیجہ

جب میں اس کتاب یعنی صواعق محرقہ کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے چودہ سال بعد دیکھا کہ مجھے اس کے بے شمار مقامات کو منسوخ کرنا پڑے گا۔ اور اہل بیت کے مناقب میں ایک کتاب دور دراز کے ممالک جیسے مغرب اقصیٰ، ماوراء النہر، سمرقند، بخارہ، کشمیر، ہندوستان اور یمن وغیرہ تک نقل کی گئی ہے۔ اس میں حافظ سنحادی جو ہمارے معاصر مشائخ میں سے ہیں کے بیانات سے کچھ زائد باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان زائد باتوں کو قلت کے باعث منسوخ عبارات کے حواشی کے ساتھ شامل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ان کے متفرق ہونے کی وجہ سے یہ امر مشکل تھا۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ خلاصہ مع زائد باتوں کے کچھ اوراق میں لکھوں۔ اگر میں انہیں الگ کر دوں تو وہ ان کے کثیر کارناموں پر آگاہی کے لئے کافی ہوں گے۔ اور اگر میں انہیں اس کتاب کے ساتھ شامل کر دوں تو یہ ایک تاکید بات اور دوسری کوشش ہوگی۔

پس میں کہتا ہوں کہ مؤلف نے اس کتاب کے خطبہ میں حافظ محب طبری کی ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ کی بعض کوتاہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں ضعیف روایات کے علاوہ بہت سی موضوع اور منکر روایات بھی ہیں پھر وہ اپنے شیخ حافظ عسقلانی سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے حافظ محب طبری کے متعلق کہا ہے کہ وہ حدیث کے انتساب میں بہت دہمی ہیں۔ حالانکہ ان کے زمانے میں ان کا کوئی مثل نہ تھا۔ پھر

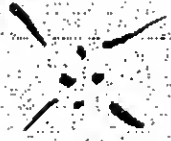
## نتیجہ

جب میں اس کتاب یعنی صواعق محرقہ کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے چودہ سال بعد دیکھا کہ مجھے اس کے بے شمار مقامات کو منسوخ کرنا پڑے گا۔ اور اہل بیت کے مناقب میں ایک کتاب دور دراز کے ممالک جیسے مغرب اقصیٰ، ماوراء النہر، سمرقند، بخارہ، کشمیر، ہندوستان اور یمن وغیرہ تک نقل کی گئی ہے۔ اس میں حافظ سنخاوی جو ہمارے معاصر مشائخ میں سے ہیں کے بیانات سے کچھ زائد باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان زائد باتوں کو قدرت کے باعث منسوخ عبارات کے تراشی کے ساتھ شامل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ان کے متفرق ہونے کی وجہ سے یہ امر مشکل تھا۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ خلاصہ مع زائد باتوں کے کچھ اوراق میں لکھ دوں۔ اگر میں انہیں الگ کر دوں تو وہ ان کے کثیر کارناموں پر آگاہی کے لئے کافی ہوں گے۔ اور اگر میں انہیں اس کتاب کے ساتھ شامل کر دوں تو یہ ایک تاکید بات اور دوسری کوشش ہوگی۔

پس میں کہتا ہوں کہ مؤلف نے اس کتاب کے خطبہ میں حافظ محب طبری کی ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ کی بعض کوتاہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں ضعیف روایات کے علاوہ بہت سی موضوع اور متکرر روایات بھی ہیں پھر وہ اپنے شیخ حافظ عسقلانی سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے حافظ محب طبری کے متعلق کہا ہے کہ وہ حدیث کے انتساب میں بہت دہمی ہیں۔ حالانکہ ان کے زمانے میں ان کا کوئی مثل نہ تھا پھر



انہوں نے فروغ بنی ہاشم اور فروغ بنی مطلب کے متعلق ایک مقدمہ لکھا ہے۔ جس کے بیان کی ہمیں اس جگہ کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ اس کا اکثر حصہ مشہور و معروف ہے۔ کیونکہ اصل غرض ان باتوں کا اظہار کرنا ہے جو اہل بیت سے مخصوص ہیں۔ جس کے کئی باب ہیں۔



# باب

اہل بیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیتیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اس بات سے آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت جن کی طرف میں پناہ لیتا ہوں میرا ظاہر ہیں اور انصار میرا باطن ہیں۔ پس ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو۔ اور ان کے محسن سے قبول کرو۔ یہ حدیث حسن ہے دوسری روایت میں ہے کہ میرا ظاہر اور باطن میرے اہل بیت اور انصار ہیں۔ ان کے محسن سے قبول اور ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ میری جماعت اور صحابہ ہیں۔ جن پر مجھے اعتماد ہے۔ اور جنہیں میں اپنے امرا سے اطلاع دیتا ہوں۔ اور ان پر بھروسہ کرتا ہوں۔ یہ بات حد درجہ کی مہربانی اور وصیت کی آئینہ دار ہے۔ آپ کا یہ فرمان کہ ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی لغزشوں کو معاف کرو۔ جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ! اقتدار کی غلطیوں سے درگزر کرو۔

حضرت ابن عباس سے بروایت صحیح بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے قول قل لا اسئلكم علیہ اجر الا المودۃ فی القربی کی تفسیر

یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے تمام بطون سے رشتہ ولادت و قرابت ہے۔ یعنی اگر تم میری لائی ہوئی تعلیم پر ایمان نہیں لاتے اور اس پر میرا پیچھا کرتے ہو تو میں تم سے کوئی مال طلب نہیں کرتا۔ میں تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت پائی جاتی ہے۔ اس کا خیال رکھو۔ پس مجھے ایذا نہ دو۔ اور میرے رحمی تعلق کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے متنفر نہ کرو۔ جبکہ تم لوگ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور دوسرے عربوں کو مدد کے لئے نہ پکارتے تھے۔ میرا لحاظ اور نصرت تو تمہیں بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیئے۔ آپ کے شاگردوں اور دوسرے لوگوں نے بھی اس قول میں آپ کی پیروی کی ہے۔ مگر آپ کے سب سے جلیل القدر شاگرد امام سعید بن جبیر نے آپ کی مخالفت کی ہے اور آپ کی موجودگی میں اس آیت کی یہ تفسیر کی کہ آیت قل لا اسئلكم سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو میں پیغام رسالت کے ابلاغ پر تم سے مال کا مطالبہ نہیں کرتا۔ میرا آپ سے صرف یہ سوال ہے کہ آپ لوگ میری قرابت کا خیال رکھیں اور مجھ سے محبت رکھیں۔ اس کے باوجود ابن جبیر پہلی بیان کردہ تفسیر کے مطابق بھی تفسیر کرتے تھے۔ اور یہی بات ثابت ہے کیونکہ یہ دونوں صورتوں کے مناسب ہے لیکن پہلی وجہ مؤید ہے۔ کیونکہ یہ سورہ مکی ہے۔ اور حضرت ابن عباس نے حضرت ابن جبیر کی تفسیر کی تردید کی ہے۔ اور اس کی طرف رجوع نہیں کیا اور ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ حضرت ابن عباس نے بھی ابن جبیر والی تفسیر کی ہے۔ اور اسے



رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کر کے بیان کیا ہے کہ صحابہ نے نزول آیت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔ فرمایا علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔

اسی طرح ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی ہے لیکن اس کا شاہد مختصر صحیح بھی موجود ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ انصار نے اسلام میں اپنے شاندار کاموں کی وجہ سے قریش پر اظہار فخر کیا تو حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم ذلیل نہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے طفیل تمہیں معزز بنا دیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں یا رسول اللہ فرمایا کیا تم نہیں کہتے کہ کیا آپ کو آپ کی قوم نے گھر سے نہیں نکالا اور ہم نے آپ کو پناہ دی۔ کیا انہوں نے آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ اور ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ مسلسل یہ باتیں ان سے کہتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے اموال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ مصائب کا شکار اور خالی طمق تھے۔ تو انصار نے آپ کے لئے مال جمع کیا اور کہا یا رسول اللہ آپ ہمارے بھانجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ ہدایت دی ہے۔ اور آپ مصائب سے دوچار ہیں۔ اور آپ کو مالی وسعت بھی حاصل نہیں

اس لئے ہم نے آپ کے لئے اموال جمع کر دیے ہیں۔ جن سے آپ مصائب کے مقابل مدد حاصل کر سکتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

صحیح روایت میں آپ کے بھانجے ہونے کا ذکر آیا ہے کیونکہ

عبدالمطلب کی والدہ بنو نجار میں سے تھیں اور ایک حدیث حسن میں ہر

کہنوی کا ترکہ اور جاگیر ہوتی ہے۔ اور میرا ترکہ اور جاگیر انصار ہیں پس

ان کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا اور ابن جبر کی بیان کردہ تفسیر کہ یہ

آیت آل کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کی تائید حضرت علی کی روایت سے

ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے رشتہ کے متعلق آیت نازل

ہوئی ہے کہ ہر مومن ہماری مودت کا لحاظ رکھتا ہے پھر آپ نے

اس آیت کو پڑھا۔ حضرت زین العابدین سے بھی ایک ایسی ہی روایت

بیان ہوئی ہے کہ جب آپ کے والد حضرت حسین شہید ہو گئے۔ اور

آپ کو قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ٹھہرائے گئے تو ایک شامی نے

آپ سے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں مارا اور تمہاری جڑھ

لکال دی اور فتنہ کے سینگ کو کاٹ کر رکھ دیا تو آپ نے فرمایا۔

کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ

نے اُسے وضاحت سے بتایا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں ہے۔

اور ہم ہی قرا تہذ رہیں۔ اُس نے کہا آپ وہ قرا تہذ رہیں آپ نے

جواب دیا ہاں! اسے طرانی نے بیان کیا ہے۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے ایک خطبہ میں

فرمایا کہ میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ

نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے سوائے  
قرابتداروں کی محبت کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرے گا۔  
ہم اس کے لئے نیکی کو مزید خوبصورت بنا دیں گے۔ نیکی کرنے سے مراد  
ہم اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔

محب طبری ایک روایت لائے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو میرا اجر مقرر کیا ہے۔ وہ  
میرے اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔ اور میں کل تم سے ان کے بارے  
میں دریافت کروں گا۔ اور متعدد احادیث میں اہل بیت کے متعلق  
صریح وصیت آئی ہے ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ میں تم  
لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے تسک  
کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان دونوں میں سے ایک  
دوسری سے بڑی ہے۔ کتاب اللہ خدا کی وہ رسی ہے جو آسمان  
سے زمین تک لمبی ہے۔ اور میرے اہل بیت یہ دونوں اوصاف کو شریک  
ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ دیکھنا میرے بعد ان کے متعلق  
تم کس طرح میری نیابت کرتے ہو۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن  
غریب کہا ہے دوسرے لوگوں نے بھی اس روایت کو بیان کیا  
ہے۔ لیکن ابن جوزی کا اسے العلل المتناہیہ میں بیان کرنا درست  
نہیں اور یہ درست ہو بھی کیسے سکتا ہے اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے  
کہ آپ نے ایک ماہ وفات سے پہلے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت  
راہ کے قریب اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ  
جا رہا ہوں۔ ان میں ایک کتاب اللہ ہے جس میں نور و ہدایت



ہے پھر فرمایا دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔ اس حدیث کے راوی زید بن ارقم سے پوچھا گیا۔ آپ کے اہل بیت کون ہیں کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں۔ انہوں نے کہا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ دریافت کیا گیا وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہے۔ دریافت کیا گیا ان سب پر صدقہ حرام ہے فرمایا، ہاں !

ایک صحیح روایت میں ہے کہ گویا مجھے بلایا گیا اور میں نے جواب دیا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ کتاب اللہ اور میرا خاندان دیکھنا ان کے بارے میں تم میری کیسی نیابت کرتے ہو۔ وہ حوض کوثر تک کبھی آپس میں جدانہ ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دونوں حوض کوثر پر وارد ہونے تک کبھی جدانہ ہوں گے۔ میں نے اپنے رب سے ان دونوں کے بارے میں یہ دعا کی ہے۔ پس ان دونوں سے پیش قدمی نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ کوتاہی کرو ورنہ ہلاک ہو گے اور انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے بیس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے۔ ہم نے اسکو تفصیل کے ساتھ ضرورت کے مطابق بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کے بارے میں میری نیابت کرنا۔ اور پھر دونوں چیزوں کا نام ثقلین رکھا ہے۔ یہ ان کے عظمت شان کو بڑھانے کے لئے فرمایا ہے کیونکہ ہر شرف اور شان والی چیز کو ثقل کہا جاتا ہے یا اس لئے انہیں ثقل کہا ہے کہ اللہ نے ان کے حقوق کی ادائیگی کو بہت عظمت کا کام قرار دیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے کہ انا سئلنی علیک قولاً ثقیلاً، یعنی یہ قول بڑی شان اور اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس کی ادائیگی بڑی دقت اور مشکل سے ہوتی ہے۔ پھر جن و انس کو بھی ثقلین کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انہیں زمین کے دو حصے اور دیگر حیوانات پر ممتاز ہونے کا اختصاص حاصل ہے۔

ان احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بالخصوص یہ فرمان کہ تم ان کے بارے میں میری نیابت کیسے کرتے ہو۔ اور یہ کہ میں تمہیں اپنے خاندان کے متعلق اچھائی کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ ان کی مودت ان سے حسن سلوک ان کے اکرام و احترام اور ان کے واجب اور مندوب حقوق کی ادائیگی پر زبردست ترغیب دلاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ روئے زمین پر فخر، حسب اور نسب کے لحاظ سے سب سے معزز گھرانہ ہے۔ اور خصوصاً اس صورت میں جب وہ سنت نبویہ کے پیروکار ہوں۔ جیسے کہ ان کے اسلاف حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت جعفر اور ان سب کی اولاد تھی۔ اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ان سے پیشقدمی نہ کرو



اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوتاہی کرو اور نہ انہیں کچھ سکھانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں جو شخص مراتب عالیہ اور دینی کاموں کے اہل ہو اس پر کسی دوسرے کو مقدم نہ کرو۔ اور یہ تصریح تمام قریش کے متعلق ہے۔ جیسا کہ ان احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ جو قریش کے بارے میں آئی ہیں۔ اور جب یہ بات تمام قریش کے لئے ثابت ہے تو اہل بیت نبوی اپنے فضل و امتیاز کے لحاظ سے سب سے زیادہ اس بات کے حقدار ہیں۔ اور زید بن ارقم کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن ان کے قول سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ وہ اخص معنوں کو چھوڑ کر اعم معنوں میں اہل بیت ہیں۔ اور اخص مفہوم میں وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اس کی تائید مسلم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام ایک صبح کو دھاریدار چادر جو سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی لے کر نکلتے۔ حضرت حسن آئے تو آپ نے انہیں چادر کے اندر داخل کر لیا پھر حضرت حسین کو پھر حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو۔ پھر فرمایا اِنَّمَا يَدِيكَ اللَّهُ لِيَذْهَبَ عَنْكُمْ الرَّحِمِیْنَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیرًا ،

ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے ان کیساتھ داخل ہونا چاہا تو آپ نے انہیں منع کرنے کے بعد فرمایا تو بھلائی میرے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہوں



جاؤں تو آپ نے فرمایا تو تو عام اہل بیت میں سے ہے۔ اس کے  
 دلیل دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ  
 میری کیا حیثیت ہے فرمایا تو میرے اہل بیت میں سے ہے یہی بات  
 حضور علیہ السلام نے حضرت وائلہ سے اس وقت فرمائی۔ جب انہوں  
 نے اپنے بارے میں استفسار کیا۔ روایت ہے کہ آپ نے حضرت  
 علی سے فرمایا کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے۔ اور یہ صحیح بات ہے  
 پس آپ انہیں اپنے لئے اختیار کر لیں اور انہیں صدق صحبت، قرب عظیم  
 اور دوستی کی وجہ سے اہل بیت میں شمار کریں۔ اور سند میں ہے کہ یہ سب  
 مسلم کی روایت کے علاوہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اسامہ، ظہر البطن، ہم اہل بیت میں سے  
 ہے۔ احمد نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت نبی کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں کے بارہ  
 میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے چادر میں اپنے چچا عباس  
 اور ان کے بیٹوں کو بھی شامل کیا اور عرض کیا اے اللہ یہ میرے چچا  
 اور میرے باپ کے مماثل ہیں اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں اسی  
 طرح آگ سے بچائیو۔ جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔  
 اور مسلم کی حدیث اس سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اس میں حضرت عباس اور  
 آپ کے بیٹوں والی مذکورہ حدیث کے برخلاف دوسرے لوگوں کو بھی  
 اہل بیت قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس کے  
 دو اطلاق ہیں۔ ایک عام معنوں میں جو کبھی تمام آل اور زوجات  
 اور محبت و دوستی میں صادق آدمیوں کو بھی شامل ہوتا ہے۔ دوسرا

خاص معنوں میں اور یہ اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کا ذکر مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ اور اس کی صراحت حضرت حسن نے فرمائی ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو بنی اسد کے ایک آدمی نے چھلانگ لگا کر سجدہ کی حالت میں آپ کو خنجر مارا۔ جو آپ کو اچھی طرح نہ لگا۔ آپ اس کے بعد دس سال تک زندہ رہے۔ آپ نے فرمایا اے اعیانو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو، تمہارے امیر اور مہمان ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انھا یزید اللہ لیزھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا انہوں نے کہا آپ وہ لوگ ہیں۔ فرمایا ہاں۔

زید بن ارقم کا قول ہے کہ آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے۔ شافعی وغیرہ نے ان کی تفسیر بنی ہاشم اور بنو مطلب سے کی ہے۔ اور انہیں زکوٰۃ کے عوض فحی اور غنیمت سے خمس دیا گیا ہے۔ جس کا ذکر سورہ انفال اور سورہ حشر میں آیا ہے۔ اور ان میں ذوی القربی سے یہی لوگ مراد ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ذوی القربی کا حصہ دے کر ان کی تخصیص کر دی ہے۔ اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ایک چیز قرار دے کر ان کو ایک اور فضیلت دے دی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان پر صدقہ حرام کر کے اس کے عوض انہیں خمس دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صدقہ، محمد اور آل محمد کے لئے حرام ہے۔ اور یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی آل وہ لوگ ہیں جن پر ہمیں آپ کے ساتھ سلوۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا

ہے اور وہ ، وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے ۔ اور انہیں خمس دیا گیا ہے پس بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مسلمان ہماری اس صلوٰۃ و سلام میں شامل ہیں ۔ جو ہم آل نبی پر الفرض و نوافل میں پڑھتے ہیں ۔ اور جن سے محبت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ۔ امام مالک اور ابو حنیفہ نے زکوٰۃ کی حرمت کو بنی ہاشم تک محدود رکھا ہے ۔ ابو حنیفہ کے نزدیک مطلق طور پر ان کے لئے اس کا جواز ہے ۔

طحاوی کہتے ہیں خواہ وہ ذوی القربی کے حصے سے محروم ہوں اور ابو یوسف بعض کے لئے جائز قرار دیتے ہیں ۔ اکثر حنفیہ شوافع اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ خیرات لے سکتے ہیں ۔ اور مالک کی ایک روایت میں ہے کہ وہ خیرات کے علاوہ فرض زکوٰۃ کو بھی لیتا جائز سمجھتے ہیں ۔ اس لئے کہ اس بارے میں بہت زور دیا گیا ہے ۔ اور محب طبری نے حدیث د میرے اہل بیت کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کرو کیونکہ میں ان کے بارے میں کل تم سے جھگڑا کروں گا اور میں جس کا مد مقابل ہوں گا ۔ اُسے میں جھگڑے میں زیر کروں گا ۔ اور جسے میں زیر کروں گا وہ آگ میں داخل ہوگا ۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں میں اس کی کسی قابل اعتماد اصل پر مطلع نہیں ہوا اور حضرت ابو بکر سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل بیت کے بارے میں حضرت نبی کریم کے عہد و محبت کا لحاظ رکھو ۔



# باب

اہل بیت سے محبت کے متعلق ترغیب اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے نگرانی

ابن جوزی کے دہم کے خلاف صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نعمتیں اللہ تعالیٰ تم کو دے رہا ہے ان کے باعث اس سے محبت رکھو اور مجھ سے خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ یہ ہفتی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور میری اولاد اُسے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا یا رسول اللہ قریش جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خندہ روئی سے ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جن کو ہم پہچانتے ہی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سن کر بہت

اے اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اُسے حسن غریب کہا ہے اور حاکم نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور اس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔

برا فروختہ ہوئے اور فرمایا مجھے اس خدا کی قسم ہے جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے اور اس کے رسول سے اللہ محبت نہ کرے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ ہم قریش سے ملتے اور وہ آپس میں باتیں کر رہے ہوتے تو ہمیں دیکھ کر باتیں بند کر دیتے ہم نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جو آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور جب میرے اہل بیت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو اپنی گفتگو ختم کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم اس شخص کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوگا جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے گا۔ احمد وغیرہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قرابت کی خاطر محبت نہ کرے گا اور طہرانی کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا کہ جب سے آپ نے قریش اور عربوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ سے ہمارے متعلق ان کے دلوں میں کینہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک خیر یا ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے کیا سہل لب (مراد کا ایک قبیلہ) میری شفاعت کی امید رکھتا ہے۔ اور نبی عبدالمطلب اسکی امید نہیں رکھتے۔

طبرانی ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اے نبی کریم  
میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے لئے دعا کی ہے کہ وہ تم کو  
نجیب اور رحمدل بنا دے اور یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تمہارے گمراہ  
کو ہدایت دے اور تمہارے خائف کو امن دے اور تمہارے  
بھوکے کو سیر کرے اور حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ کہ میں کچھ لوگوں کے پاس گیا جو باتیں کر  
رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو خاموش ہو گئے اور یہ حرکت  
انہوں نے ہمارے بغض کی وجہ سے کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کیا انہوں نے ایسا کیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ  
قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا  
جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ کرے کیا وہ امید  
رکھتے ہیں کہ وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور بنو  
عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک حدیث میں ضعیف سند کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ رسول  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غصہ کے ساتھ باہر نکلے اور منبر پر چڑھ  
کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے  
اہلبیت کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ  
میں میری جان ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب  
تک وہ مجھ سے محبت نہ کرے اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت  
نہیں کر سکتا جب تک وہ میرے قرا تباروں سے محبت نہ کرے  
بیہقی وغیرہ کی ایک روایت میں ہے جس کی ایک سند



ضعیف اور دوسری واپس بات ہے کہ عورتوں نے ابو لہب کی بیٹی کو اس کے باپ کے متعلق عیب لگایا تو حضور علیہ السلام نے نہایت برا فرد خٹکی کے عالم میں منبر پر چڑھ کر فرمایا لوگو! کیا وجہ ہے کہ مجھے میرے اہل کے بارے میں ایذا دی جاتی ہے۔ خدا کی قسم میری شفاعت ضرور میرے قریبداروں کو پہنچے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے بارے میں ایذا دیتے ہیں۔ جس نے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے قریبداروں کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔ جس نے میرے قریب داروں کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو تکلیف دی۔

طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کی ہمیشہ امّ ہانی نے اپنی بالیوں کو نمایاں کیا تو حضرت عمر نے انہیں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے ہاں آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ امّ ہانی نے اگر اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم لوگ خیال کرتے ہو کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو حاصل نہ ہوگی۔ میری شفاعت تو زمین کے سدا اور حکم قبیلے کو بھی حاصل ہوگی۔

بزار نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلو بھی صفیہ بن عبد المطلب کا بیٹا فوت ہو گیا تو انہوں نے واسیہ کیا تو حضور علیہ السلام

نے انہیں صبر کی تلقین کی تو وہ خاموش ہو کر باہر نکل گئیں۔ حضرت عمر نے انہیں کہا تو اس لئے چلاتی ہے کہ تمہاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری ہے وہ تو اللہ کے ہاں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ وہ یہ بات سن کر رو پڑیں۔ اور اس رونے کو حضور علیہ السلام نے بھی سُن لیا۔ اور آپ ان کی عزت کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے آپ نے صفیہ سے دریافت کیا اور انہوں نے حضرت عمر کی بات آپ کو بتا دی۔ آپ نے بلاں کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں۔ پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا خیال یہ ہے کہ میری قرابت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے سوا سب سبب اور نسب قطع کر دیے جائیں گے۔ کیونکہ وہ دنیا اور آخرت میں موصول ہے۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے۔ جس میں ضعیف راوی بھی ہیں۔

صحیح روایت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میری رشتہ داری میری قوم کو قیامت کے روز کوئی فائدہ نہ دے گی۔ خدا کی قسم میرے رشتہ داری دنیا اور آخرت میں ملی رہے گی۔ اور اے لوگو! میں حوض کوثر پر تمہارا فرط ہوں گا۔

یہ احادیث ان احادیث کے منافی نہیں جو صحیحین وغیرہ میں آئی ہیں۔ کہ جب آیت و اُنذر عشیرتک الا قریبنا نازل ہوئی تو آپ نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور پھر سر خاص و عام کو فرمایا میں اللہ کے حضور آپ کے کسی کام نہیں آسکتا۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ سے بھی آپ نے یہی بات

کہی۔ منافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اس روایت کو اس شخص پر محمول کیا جائے گا جو کافر ہونے کی حالت میں مرے گا۔ یا وہ تغلیظ و تنقیح کے مقام سے نکل چکا ہوگا۔ یا یہ روایت اس وقت کی ہے جب آپ کو اس بات کا علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ خاص و عام کی شفاعت کریں گے۔ حضرت حسن سے ایک روایت آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جو اہل بیت کے بارے میں غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا براہوہم سے للہ محبت رکھو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت رکھو اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ اس آدمی نے آپ سے کہا آپ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت سے قرابت رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا تمہارا براہوہم اگر ہمیں بغیر آپ کے عمل سے اطاعت کے آپ کی قرابتداری فائدہ بخش ہوئی۔ تو وہ شخص اس سے فائدہ اٹھائے گا جو ہم سے بھی آپ کے زیادہ قریب ہے۔ مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے نافرمان کو دو گنا عذاب دیا جائیگا۔ اور یہ بھی وارد ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آگ سے چھڑا دیا ہے۔

ابوالفرح اصبہانی نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن حسن بن علی ایک روز حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس آئے۔ اور اس وقت آپ نو عمر ہی تھے اور آپ نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے آپ کو بلند مقام پر جگہ دی اور توہم سے آپ کی باتیں سن کر آپ کی ضروریات کو پورا کر دیا۔ پھر آپ نے اُن کے پیٹ کی ایک سلوٹ کو پکڑ کر اس سے چٹکی لی جس سے انہیں تکلیف ہوئی۔ پھر کہا آپ



شفاعت کے متعلق کچھ بتائیں۔ جب وہ چلے گئے تو آپ کو اس فعل پر جو آپ نے ان کے ساتھ کیا ملامت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا مجھے ثقہ لوگوں بتایا ہے گویا میں اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رہا ہوں۔ کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو بات اُسے خوش کرتی ہے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو تو کچھ میں نے ان کے بیٹے کے ساتھ سلوک کیا ہے اس سے خوش ہوتیں۔ لوگوں نے کہا آپ نے ان کے پیٹ سے کیوں چٹکی لی۔ حالانکہ آپ جو بات کہہ رہے ہیں وہ اور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم کے سب لوگ شفاعت کریں گے اور میں اس شخص کی شفاعت کا آرزو مند ہوں۔

طبرانی نے بسند ضعیف روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل بیت کے بارے میں ہمارا محبت کا خیال رکھو اور جو شخص ہم سے محبت رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی شخص کو اس کا عمل ہمارے حق کی معرفت کے بغیر فائدہ نہ دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو اور تیرے اہل بیت اور تمہارے وہ محب جنہوں نے میرے صحابہ کو گالی دینے وغیرہ کی بدعت اختیار نہیں کی خوش کوثر پر سیراب اور سفید رو حاضر ہوں گے۔ اور تمہارے دشمن پیاسے اور سر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے پیروکاروں

اور تیرے پیروکاروں سے محبت رکھنے والوں کو بخش دیا ہے۔  
 ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا ہے کہ اے اللہ عباس کو بخش دے اور ان کی اولاد کے  
 ظاہری اور باطنی رنگ میں ایسی بخشش فرما جو کسی گناہ کو باقی نہ رہنے  
 دے اے اللہ ان کی اولاد کا خلف ہو۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے انصار، ان کی اولاد در اولاد اور ان کے محبوبوں کے لئے  
 بھی مغفرت کی دعا فرمائی ہے۔

محب طبری نے روایت کی ہے کہ مومن اور متقی اہل بیت  
 سے محبت رکھتا ہے۔ اور منافق اور شقی ہم سے بغض رکھتا ہے اور  
 دلیلی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ  
 قرآن سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ  
 مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اہل بیت  
 اور میرے قریبداروں سے محبت رکھتا ہے۔

اور حدیث کہ میرے اہل بیت سے محبت رکھو اور علی سے محبت  
 رکھو اور جو میرے اہل کے کسی فرد سے بغض رکھے گا وہ میری شفاعت  
 سے محروم رہے گا۔ ابن عدی اور ابن جوزی کے نزدیک موصوع ہے۔  
 اور یہ حدیث کہ آل محمد سے ایک دن کی محبت ایک سال  
 کی عبادت سے بہتر ہے اور حدیث مجھ سے اور میرے اہل بیت سے  
 محبت رکھنا سات پُرہول مقامات پر فائدہ بخش ہے۔ اور حدیث آل محمد  
 کی معرفت آگ سے نجات ہے اور حب آل محمد بصرہ کا پاسپورٹ ہے  
 اور آل محمد کی ولایت عذاب سے امان ہے۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ میرے

نزدیک یہ تینوں احادیث غیر صحیح الاسناد ہیں اور حدیث کہ میں ایک رخت ہوں اور فاطمہ اس کا پور ہے اور علی اس کا درود ہے اور حضرت حسن اور حسین اس کا چل ہیں۔ اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنے والے پتے ہیں، حق ہے۔

یہ حدیث کہ ہمارے اہل شیعہ قیامت کے روز اپنی قبروں سے عیوب و ذنوب کے باوجود، چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلیں گے۔ موضوعات میں سے ہے۔

یہ حدیث کہ جو شخص آلِ محمد کی محبت میں مرے گا وہ شہید مغفور، تائب، مومن اور مستكمل الایمان مرے گا۔ اُسے ملک الموت جنت کی خوشخبری دے گا اور منکر و نکیر اُسے جنت میں یوں لے جائیں گے جیسے داہن کو اُس کے غاوند کے گھر لے جایا جاتا ہے۔ اور اُس کے لئے جنت میں دو دروازے کھولے جائیں گے۔ اور وہ اہلسنت والجماعت کے طریق پر مرے گا۔ اور جو شخص آلِ محمد کے بغض میں مرے گا وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”رحمت الہی سے ناامید“ لکھا ہوگا۔ ثعلبی نے اسے مبسوط طور پر اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

حافظ سخاوی کہتے ہیں شیخ ابن حجر کے قول کے مطابق اس میں وضع کے آثار نمایاں ہیں۔ اور حدیث کہ جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرے گا۔ میں اور وہ دونوں علیین میں اکٹھے ہوں گے۔ اور جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے مدد کرے گا۔ اور اپنے ہاتھ کو روکے

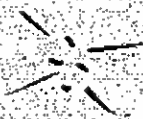


گا۔ وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اور جو دل سے ہم سے  
محبت رکھے گا۔ اور اپنی زبان اور ہاتھ کو ہم سے روکے گا۔ وہ اس کے  
ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اس سند میں ایک غالی رافضی اور ہلاک  
ہونے والا کذاب ہے۔

طبرانی اور ابوالشیخ نے حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی  
تین حرمتیں ہیں۔ جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین  
اور دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا۔ اللہ  
تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت نہ کرے گا۔ میں نے پوچھا وہ  
حرمتیں کونسی ہیں۔ فرمایا حرمت اسلام، میری حرمت، اور میرے رشتہ  
کی حرمت،

ابوالشیخ اور دہلوی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری اولاد، انصار  
اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا زانیہ کا بیٹا ہے۔ یا اس  
کی ماں نے اُسے بغیر طہر کے حمل میں لیا ہے۔

اے اس حدیث کو ابیوردی، ابن عدی اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ  
راہز الاحادیث میں ہے۔ الزنیہ لام تعریف کے ساتھ زنا کا اسم ہے۔



# باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتعیت میں اہلبیت پر درود پڑھنے کی مشروعیت

صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ پر اور اہل بیت پر کیسے درود بھیجا جائے۔ فرمایا کہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم (الحديث) اور بقیہ روایات میں ہے کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر کیسے درود پڑھا کریں۔ فرمایا کہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد (الحديث) پہلی روایت سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ اہل بیت بھی جملہ آل میں سے ہیں یا وہی آل ہیں۔ لیکن صحیح بات جو تصریح کرتی ہے یہ ہے کہ وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں اور وہ اہل بیت سے اعم ہیں اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہل بیت سے آل مراد لی جاتی ہے اور وہ ان سے اعم ہے۔

ابوداؤد کی حدیث بھی اسی قسم سے ہے کہ جو شخص ہم اہل بیت پر درود پڑھ کر پورا ماپ لینا چاہتا ہے۔ وہ کہے کہ اللہم صل علی محمد النبی وازواجه امہات المؤمنین وذریتہ واہل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم حمید مجید۔

وآئمہ سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ جب حضور علیہ السلام

نے حضرت فاطمہ، حضرت علی اور حضرت حسن و حسین کو اپنے کپڑے کے نیچے اکٹھا کیا تو فرمایا اللہم قل جعلت صلاتک و مغفرتک و رحمتک

و رضوانک علی ابراہیم و آل ابراہیم الہم منی و انا منہم فاجعل صلاتک و رحمتک و مغفرتک و رضوانک علی و علیہم ۔

و اثلہ کہتے ہیں میں دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ پر بھی تو آپ نے فرمایا اللہم و علی و اثلہ ۔

دارقطنی اور بیہقی نے حدیث بیان کی ہے کہ جہی شخص نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہیں کی جائیگی ۔

امام شافعی اس حدیث سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آل پر درود پڑھا بھی آپ پر درود پڑھنے کی طرح واجب ہے۔ لیکن یہ ضعیف قول ہے۔ مستند امر یہ ہے کہ متفق علیہ حدیث میں درود پڑھنے کا حکم ہے کہ ہو اللہم صل علی محمد و علی آل محمد، اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ یہ بات حقیقتہً اصح ہے اور باقی ان احادیث کے تنات اور طرق میں جنہیں میں نے اپنی کتاب ”الد المنصور“ میں بیان کیا ہے۔ اے

اے سناو می نے القول البدیع میں کہا ہے کہ غیر انبیاء پر درود پڑھنے کے حکم کے متعلق علماء کے کئی مذاہب ہیں۔ یہ کہ مطلق طور پر بلا استقلال یا بالتبع پڑھنا منع ہے۔ اور یہ مالک کا مذہب ہے۔ قرطبی اور میں سے ابوالمعالی



نے اپنی پسند پر بات چھوڑ دی ہے اور امام ابو حنیفہ فقط بالسمع کے قائل ہیں، احمد کراہت کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ بخاری مطلق جواز کے قائل ہیں اور ابن قیم کا تفصیلاً ذکر یہ ہے کہ وہ آل رسول آپ کی ازواج و ریت، ملائکہ اور اہل اطاعت پر عموماً مطلق جواز کے قائل ہیں۔ اور حضرت علی اور دوسروں پر بغیر تعین کے کراہت کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ اور جیسے رافضی حضرت علی پر شعلہ بنا کر درود پڑھتے ہیں۔ اس طرح پڑھنے کو وہ حرام قرار دیتے ہیں۔

# باب

قابلیتِ تکریمِ نسل کے متعلق آپ کی دعائے برکت

نسائی نے عملِ ایوم واللیلۃ میں بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک پارٹی نے حضرت علی سے کہا کاش آپ کے ہاں حضرت فاطمہ ہوتیں۔ یہ بات سن کر حضرت علی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حضرت فاطمہ کی منگنی کے متعلق پیغام دینے گئے۔ آپ نے پوچھا اے پسر ابوطالب مجھے کیا حاجت ہے۔ حضرت علی کہتے ہیں میں نے حضرت فاطمہ کے متعلق ذکر کیا۔ آپ نے مرحبا و اہلا کے سوا آپ کو اور کوئی بات نہ فرمائی۔ حضرت علی انصار کی منتظر پارٹی کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کیا ماجرہ ہوا۔ آپ نے کہا مجھے انہوں نے مرحبا اور اہلا کے سوا کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے لئے یہی کافی ہے ایک تو حضور نے آپ کو اہل عطا کیا اور دوسرے رجب اور شادی کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی شادی کا ولیمہ بھی ضروری ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے پاس ایک مینڈھا تھا۔ انصار کے ایک گروہ آپ کے لئے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیئے۔

جب شبِ زفاف کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے

مے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگو کر وضو کیا پھر اُسے حضرت  
 علی اور حضرت فاطمہ پر انڈیل دیا۔ اور فرمایا اللہم باریک فیہما  
 وبارک علیہما وبارک لہما فی نسلیہما۔ دوسرے لوگوں  
 نے بعض الفاظ کے حذف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔





# باب ۵

اس نسل کے لئے جنت کی بشارت

دوسرے باب میں متعدد احادیث اس بارہ میں بیان ہو چکی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے لئے مخصوص شفا عبت کریں گے۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان فاطمة احصنت فرجها فحرم اللہ ذریتها علی النار فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو آگ پر حرام قرار دے دیا ہے

اسے تمام نے اپنے فوائد میں بیان کیا ہے۔ اور بزار

اور طبرانی نے

فحرمها اللہ وذریتها یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دیا ہے۔

علی النار

کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

اور حضرت علی سے بند ضعیف روایت بیان ہوئی ہے کہ

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو

چار کا چوتھا شخص ہو۔ سب سے پہلے جنت میں یں، تو حسن اور حسین داخل ہوں گے۔ اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔

ایک روایت میں ہے میں کی سند نہایت ضعیف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں پہلے چار داخل ہونے والوں میں یں، تو اور حسن و حسین ہیں اور ہماری اولاد ہماری پشت پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

ابن السدی اور دیلمی نے اپنی سند میں روایت کی ہے کہ ہم بنو عبد المطلب یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن و حسین اور زہرا سرداران بہشت ہیں۔

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے گھرانے کے بارہ میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو ان میں سے توحید و رسالت کا اقرار کرے گا۔ اس تک یہ اطلاع پہنچا دو کہ میں اسے عذاب نہیں دوں گا۔ اور ایک سند کے ساتھ روایت آئی ہے جس کے راوی ثقہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ

ان الله غير معذبك ولا ولدك  
ان الله تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد کو عذاب نہیں دے گا۔

۱۔ جامع الصغیر میں یہ حدیث ابن ماجہ اور حاکم کی روایت سے بیان ہوئی ہے۔  
۲۔ اس حدیث کو طبرانی نے بیان کیا ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں اور اس کے معنوں کے متعلق پہلے قول بیان ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عباس سے فرمایا اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اے چچا اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو آگ سے پناہ دی ہے۔

محب طبری، دہلی اور اس کے بیٹے نے بلا اسناد حدیث روایت کی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمائی ہے۔ محب نے علی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے اللہ یہ تیرے رسول کی اولاد میں ان کے خطاکار کو ان کے حسن کی وجہ سے بخش اور ان کو میری وجہ سے بخش تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کر دیا میں نے عرض کیا کیا کر دیا؟ آپ نے فرمایا تمہارے رب نے تمہاری وجہ سے ان کو بخش دیا اور جو تمہارے بعد ہوں گے ان کی وجہ سے بخش کرے گا۔

حدیث میں ہے سخاوی کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کہ اے علی اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری اولاد تیرے بیٹوں اور تیرے شیعوں اور تیرے شیعہ کے محبوبوں کو بخش دیا ہے خوشخبری

ہو کیونکہ تو حوض کوثر سے سیراب ہونے والا ہے۔

احمد نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ بنی ہاشم اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بنی مبعوث فرمایا ہے۔ اگر میں اس کی مخلوق میں سے جنتیوں



کو چٹوں تو تم سے آغاز کروں۔ اور ایک ضعیف السند حدیث میں ہے۔ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت اور میری امت میں سے مجھ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔

صحیح روایت میں ہے کہ سب لوگوں سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے ہماجرین کے پر اگندہ مؤفرا ہوں گے۔

طبرانی اور دارقطنی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنی

امت میں سے سب سے پہلے اپنے اقرب اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر انصار کی پھر اپنے پر ایمان لانے والوں اور اتباع کرنے والوں کی پھر یمن والوں کی۔ پھر دوسرے عربوں کی پھر عجمیوں کی۔

بزار، طبرانی اور ابن شہابین وغیرہ کی روایت میں ہے

کہ میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا۔ پھر اہل مکہ کی اور پھر اہل طائف کی۔



# باب ۶

## امت کے امانے

ایک جماعت نے ضعیف سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں۔ اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں جب ستارے ختم ہو جائیں گے۔ آسمان والے ہلاک ہو جائیں گے۔ اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں جب میرے اہلبیت ختم ہو جائیں گے۔ اہل زمین بھی ہلاک ہو جائیں گے اور صحیح روایت یہ ہے کہ ستارے اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے امان کا موجب ہیں۔ اور میرے اہل بیت میری امت کے اس اختلاف میں امان کا موجب ہیں۔ جو امت کے استیصال کا باعث ہوگا۔ جب کوئی عرب قبیلہ اس کی مخالفت کرتا ہے۔ تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کی پارٹی بن جاتے ہیں۔

اور بہت سے طرق سے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال ایک روایت میں ہے کہ صرف میرے اہل بیت کی مثال

اور دوسری روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال۔ ایسی ہے جیسے کشتی نوح کی اس کی قوم میں۔ جو اس پر سوار ہو گا نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہ جائے گا غرق ہو جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو اس پر سوار ہو گا محفوظ ہو جائے گا اور جو اس سے پھوڑ دے گا غرق ہو جائے گا۔ میرے اہل بیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی سی ہے جو اس میں داخل ہو جائے گا نجات پائے گا۔

حضرت حسین سے روایت ہے کہ جس نے میری اولاد کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کی پیروی کی۔ اس کی اطاعت واجب ہے۔ اور آپ کے بیٹے زین العابدین سے روایت ہے کہ ہمارے شیعہ صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے اور ہماری طرح عمل کرتے ہیں۔

محب طبری نے شرف النبوة میں ابی سعید سے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میں اور اہل بیت جنت کا درخت ہیں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں جو ان سے تمسک کرے گا۔ وہ اپنے رب کی طرف راستہ پالے گا۔

ایسے ہی اس نے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میری امت کے ہر خلف کے لئے میرے اہل بیت میں سے عساکر آدمی ہوں گے جو اس دین سے غالیوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب شدہ باتوں اور جاہلین کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے



اس سے زیادہ مشہور یہ حدیث ہے کہ ہر خلف میں سے یہ  
 علم اس کے عادل آدمی اٹھائیں گے۔ جو اس دین سے غلط باتوں کو  
 دور کرتے رہیں گے اور ابن عبد البر وغیرہ کا مستند یہ ہے کہ  
 ہر وہ شخص جو علم کا بار اٹھاتا ہے اور اس کی جرح میں کوئی بات  
 نہیں کی گئی وہ عادل ہے۔



# باب

ان کے عظیم کرامات پر دلالت کرنے والی خصوصیات

کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے۔ جن میں سے بعض کے رجال  
مؤثق ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام سبب اور  
نسب منقطع ہو جائیں گے اور ایک روایت میں یقطع بیدم القیامۃ الا کے  
الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ما خلا سببی و نسبی یوم  
القیامۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں وکل ولد آدم۔  
اور ایک روایت میں وکل ولد اب کے الفاظ آئے ہیں۔ اس لئے  
کہ ان کا عصبہ ان کے باپ کی طرف سے ہے۔ سوائے اولادِ فاطمہ  
کے، ان کا باپ اور عصبہ میں ہوں۔ اس حدیث کو حضرت عمر  
نے حضرت علی کے لئے روایت کیا ہے۔ جب آپ نے ان کی  
بٹی حضرت ام کلثوم کی منگنی کا پیغام دیا اور حضرت علی نے ان کے  
صغیر سنی کا عذر کیا تو آپ نے فرمایا میں شہوت کی غرض سے ایسا  
نہیں کیا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے  
پھر آپ نے مذکورہ حدیث بیان کی اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ  
میرا بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبی یا سببی تعلق ہو  
جب آپ نے شادی کر لی تو لوگوں سے فرمایا تم مجھے مبارکباد کیوں

ہنیں دیتے ؛ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے  
پھر مذکورہ حدیث کا ذکر کیا ۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر سبب اور دامادی میرے  
سبب اور دامادی کے سوا منقطع ہو جائے گی ۔ ایک روایت  
میں جس کی سند میں ضعف ہے ۔ بیان ہوا ہے کہ تمام ماؤں  
کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں  
سوائے اولادِ فاطمہ کے ۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں ۔

ایک روایت میں ہے کہ میں ہی ان کا باپ اور میں  
ہی ان کا عصبہ ہوں ۔ اور ابن جوزی کے خیال کے خلاف کئی طرق  
سے یہ حدیث آئی ہے ۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں  
کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب میں رکھی ہے  
اور میری ذریت کو اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کی صلب میں  
رکھا ہے ۔ اور ان احادیث میں یہ ظاہر دلیل پائی جاتی ہے جسے  
ہمارے محقق ائمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد کفائت  
وغیرہ میں آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے ۔ یہاں تک کہ کسی شریف  
یا شمی کی بیٹی ، غیر شریف سے کفائت نہیں کرتی ۔ اور اس کے  
غیر کی بیٹیوں کی اولاد صرف اپنے باپوں کی طرف منسوب ہوتی ہے  
نہ کہ ماؤں کے باپوں کی طرف ۔

بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنبر پر  
ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے اور ایک دفعہ حضرت



حسن کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا میرا یہ شرابیٹا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان کی پیدائش کے وقت ان کو اپنا بیٹا فرمایا۔ اور اسی طرح ان کے بھائیوں کو بھی بیٹا کہا حضرت حسن سے پسند حسن بیان ہوا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا آپ صدقہ کی کھجوروں کے ایک ٹوکڑے کے پاس سے گزرے۔ تو میں نے اس سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی۔ آپ نے اُسے میرے منہ سے نکال کر فرمایا ہم آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں۔ البوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دوسروں نے یہ حدیث

بیان کی ہے کہ مہدی، میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا اور احمد وغیرہ کی دوسری روایت میں ہے کہ مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوگا۔ اور ایک رات میں اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دے گا۔ اور طبرانی ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ مہدی ہم میں سے ہوگا۔ جیسے دین کا آغاز ہم سے ہوا ہے۔ ایسے ہی ہم پر وہ اس کا خاتمہ کرے گا۔

البوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا سردار بیٹا ہے۔ جیسا کہ حضور نے اس کا نام رکھا ہے۔ عنقریب اس کی صلب سے ایک آدمی ظاہر ہوگا۔ جو تمہارے نبی کا ہم نام ہوگا وہ اخلاق میں آپ سے مشابہت رکھے گا۔ لیکن ظاہری بناوٹ میں آپ سے مشابہ نہیں ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن عباس سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے چار آدمی ہوں گے۔ ہم میں سفاح، مہندر، منصور اور مہدی ہوں گے۔ پھر آپ نے پہلے تین کے بعض اوصاف بیان کئے پھر فرمایا مہدی زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر لو رہا ہے۔ چوپائے اور درندے مامون ہوں گے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح اُگل دے گی۔ اور یہ اس حدیث کی طرح ہے کہ مہدی میرے چچا عباس کی اولاد سے ہوگا۔ یا اس حدیث کی طرح ہے کہ میرا چچا عباس ابوالمخنف ہے اور اس کے بیٹوں میں سفاح، منصور اور مہدی ہوں گے۔ اے چچا اس امر کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شروع کیا ہے۔ اور تیری اولاد میں سے ایک آدمی پر اسے ختم کر دے گا۔ دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے۔ اگر ان دونوں کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو یہ مہدی کے اولادِ فاطمہ میں سے ہونے کے منافی نہیں۔ جو صحیح اور اکثر احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس میں بھی بنی عباس کا ایک حصہ ہے جیسا کہ اس میں بنی الحسین کا حصہ ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مہدی اولادِ حسن میں سے ہوگا۔ جیسا کہ حضرت علی سے بیان ہو چکا ہے۔ ابن المبارک نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مہدی کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا۔ جو متوسط قامت اور سرخ رنگ ہوگا۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس امت کی ہر مصیبت کو دور کر دیگا۔

اور اس کے عدل سے ہر ظلم کو مٹا دے گا۔ پھر اس کے بعد بارہ آدمی  
ولی الامر بنیں گے جن میں سے چھ اولاد حسن سے اور پانچ اولاد حسین  
سے ہوں گے اور آخری ان کے غیروں میں سے ہوگا پھر وہ فوت ہو  
جائے گا۔ تو زمانہ خراب ہو جائے گا۔

اور حدیث لا مہدی الا عیسیٰ معلول ہے یا اس سے مراد  
یہ ہے کہ علی الاطلاق کامل مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ایک  
روایت میں آیا ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے آپ سے سب سے  
زیادہ مشابہ آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم تھے اور ایک دوسری حدیث  
میں ہے کہ حضرت فاطمہ، بات، گفتگو اور چال و چال میں آپ سے مشابہ  
تھیں۔ اور دوسری صحیح روایت میں ہے کہ حضرت حسن چہرے اور اوپر  
کے نصف دھڑ میں اور حضرت حسین باقی جسم میں آپ سے مشابہ تھے۔ مہدی  
کو بھی ان لوگوں میں شمار کیا گیا ہے جنہیں حضور علیہ السلام سے مشابہ قرار  
دیا گیا ہے۔ اور یہ بہت سے لوگ ہیں ان میں اہل بیت مطہر کی ایک  
قوی جماعت ہے۔ گزشتہ روایت میں کسی نے غلط کہا ہے کہ وہ خلوتے  
میں مشابہت رکھے گا۔ خلق میں مشابہ نہ ہوگا۔

طبرانی اور خطیب نے حدیث بیان کی ہے کہ سوائے بنی  
ہاشم کے ہر آدمی اپنی نشست سے اپنے بھائی کے اعزاز کے لئے کھڑا  
ہوتا ہے لیکن وہ کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے اور حضرت ابن عباس  
سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ ہم اہل بیت شجرۃ النبوة ہیں۔ جن کے  
ہاں ملائکہ اور اہل بیت رسالت آتے جاتے ہیں۔ اہل بیت، رحمت  
اور رکانِ علم ہیں۔



حضرت علی سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے ۔ کہ ہم نجیب  
 لوگ ہیں اور ہمارے فرط ، انبیاء کے فرط ہیں ۔ اور ہمارا گروہ  
 حزب الہی ہے ۔ اور باغی گروہ حزب الشیطان ہے ۔ اور جو ہمیں  
 اور ہمارے دشمن کو برابر قرار دے وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔



# باب

صحابہ اور ان کے بعد آنے والوں کا اہل بیت سے عزت سے پیشے آنا

حضرت ابو بکر سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور حضرت عمر نے حضرت عباس سے حلف اٹھا کر کہا کہ اگر میرا باپ اسلام لاتا پھر بھی مجھے آپ کا اسلام لانا اس کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ کیونکہ عباس کا اسلام قبول کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔ حضرت زین العابدین حضرت ابن عباس کے پاس آئے تو آپ نے کہا مرحبا بالجیب ابن الجیب۔ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازہ پڑھایا تو آپ کی سواری کے لئے ایک خمر آپ کے قریب لایا گیا تو حضرت ابن عباس نے اس کی رکاب پکڑ لی تو آپ نے کہا اے ابن عم رسول اسے چھوڑ دیجئے تو آپ نے جواب دیا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم علماء اور بڑے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں تو آپ نے کہا ہمیں بھی اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنے کا حکم ہے۔ عبد اللہ بن حسن بن حسین حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس

کسی حاجت کے لئے آئے تو آپ نے انہیں کہا کہ آپ کو جب کوٹھے ضرورت ہو تو مجھے پیغام بھجوادیا کریں یا لکھ کر بھجوادیا کریں۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرمندگی ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔ حضرت ابوبکر بن عباس کہتے ہیں اگر میرے پاس حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی کسی کام کے لئے آئیں تو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی وجہ سے حضرت علی کا کام پہلے کروں۔ اور اگر میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں تو بھی مجھے ان دونوں کا مقدم کرنا زیادہ محبوب ہے۔ اور حضرت ابن عباس کو جب کسی صحابی کی طرف سے کوئی حدیث پہنچتی تو آپ اس صحابی کے پاس جاتے۔ جب آپ اُسے قیلولہ کرتے دیکھتے تو اپنی چادر کی ٹیک لگا کر اس کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور سہا آپ کے چہرے پر دھول ڈالتی۔ یہاں تک کہ وہ باہر نکل کر آپ سے کہتے آپ نے مجھے پیغام کیوں نہ بھیجا میں آپ کے پاس آ جاتا تو حضرت ابن عباس انہیں کہتے مجھے آپ کے پاس آنے کا زیادہ حق ہے۔

حضرت فاطمہ بنت علی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئیں وہ اس وقت مدینہ کے امیر تھے۔ آپ نے ان کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور کہا خدا کی قسم اے اہل بیت روئے زمین پر تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ اور تم مجھے اپنے اہل سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

احمد کو ایک شیعہ کی تقریب میں عتاب کا نشانہ بنایا گیا۔ اس نے کہا سبحان اللہ یہ ثقہ ہو کر اہل بیت سے محبت کرتا ہے۔ آپ کے



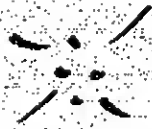
پاس جب کوئی شریف بلکہ قریشی آتا تو آپ اُسے مقدم کرتے۔ اور خود اُس کے پیچھے باہر آتے۔

جعفر بن سلیمان والی مدینہ نے امام مالک کو مارا۔ یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب وہ آیا تو آپ کو ہوش آگیا۔ آپ نے فرمایا میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والا سمجھا ہے۔ آپ سے بعد میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے خوف ہوا کہ اگر میں مر گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے تو مجھے آپ سے شرمندگی ہوگی کہ ان کی آل کا ایک آدمی میری وجہ سے آگ میں داخل ہوا ہے۔

جب منصور مدینہ آیا تو اُس نے حضرت امام مالک کو مارنے والے سے قصاص لینے کو کہا تو آپ نے فرمایا میں اُس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم جب بھی اس نے مجھے کوڑا مار کر اٹھایا ہے۔ میں نے اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتداری کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے۔

حضرت باقر سے صحیح کعبہ میں ایک شخص نے کہا جہاں آپ عبادت کرتے ہیں وہاں آپ نے خدا کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو ان دیکھی چیز کی عبادت نہیں کرتا۔ اس نے پوچھا آپ نے اُسے کیسے دیکھا ہے۔ فرمایا آنکھیں اُسے ظاہری طور پر نہیں دیکھ سکتیں بلکہ دل اُسے حقائق ایمان سے دیکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر سامعین کو حیران کرنے والی باتیں بھی آپ نے کہیں۔ اس آدمی نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ نہ مری نے ایک گناہ کا ارتکاب

کیا۔ پھر بغیر کسی مقصد کے چلا گیا تو حضرت زین العابدین نے اُسے فرمایا  
 تیرا خدا تعالیٰ کی وسیع رحمت سے مایوس ہو جانا تیرے اس گناہ سے  
 بھی بڑا گناہ ہے۔ تو زہری نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ  
 پھر وہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آ گیا۔ ہشام بن اسماعیل  
 امام زین العابدین اور اہل بیت کو دکھ دیا کرتا تھا۔ اور حضرت علی  
 سے تکلیف محسوس کرتا تھا۔ ولید نے اُسے معزول کر دیا اور اُسے  
 لوگوں کے سامنے کھڑا کیا اور وہ اہل بیت کے متعلق اپنی ذمہ داری  
 سے بہت خائف رہتا تھا۔ وہ ان کے پاس سے گزرا تو کوئی اسی  
 سے متعرض نہ ہوا۔ تو اُس نے پکار کر کہا اللہ اعلم حیث یجعل  
 رسالۃ۔



## باب ۹

اہل بیت سے حسن سلوک کرنے والے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ دیے گئے

طبرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس شخص نے عبد المطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اس دنیا میں اُس شخص کو احسان کا بدلہ نہ دیا تو کل جب وہ مجھے ملے گا۔ تو میں اس کو اس احسان کا بدلہ دیے کا ذمہ دار ہوں گا۔

ایک ضعیف سند کے ساتھ حدیث بیان ہوئی ہے کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کی سفارش کروں گا۔ جو میرے اولاد کی عزت کرنے والا ہوگا۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا اور جب وہ مجبور ہو کر اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات کو نبٹانے میں کوشش کرنے والا ہوگا، اور دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا ہوگا۔

ایک روایت میں ہے جس کی سند میں ایک کذاب بھی ہے کہ جس شخص نے عبد المطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اسے اس کا بدلہ نہ دیا تو قیامت کے روز جب وہ مجھے ملیگا تو میں اُسے اس احسان کا بدلہ دوں گا۔ اور جس نے میرے اہلبیت یا میری اولاد پر ظلم کیا اس پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔



# باب

حضور علیہ السلام کا اہل بیت کی تکالیف کے متعلق اشارہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی طرف سے میرے  
اہل بیت کو قتل و جلا وطنی کی تکالیف پہنچیں گی اور ہماری قوم سے سب سے  
زیادہ کُفْر رکھنے والے بنو امیہ، بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ حاکم نے  
اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اس روایت  
میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔  
ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے نبی مہشم کے کچھ  
نوجوانوں کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں ٹوٹ پڑیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا  
کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابلہ میں ہمارے لئے آخرت کو پسند فرمایا ہے اور  
میرے بعد میرے اہلبیت مصائب اور جلا وطنی کا نشانہ بنیں گے۔  
ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے  
قریش ہلاک ہوں گے۔ اور آل قریش میں سے میرے اہل بیت ہلاک ہوں  
گے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے بعد باقی رہنے والوں کا کیا  
حال ہو گا۔ فرمایا جب گدھے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کے  
زندگی کیا ہوتی ہے۔



# باب

اہل بیت سے بُغض رکھنے اور دشنام طرازی کرنے کے متعلقے انتباہ

اس سے قبل حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جس نے میرے اہل بیت کے کسی آدمی سے بُغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ہم سے بد بخت منافق کے سوا اور کوئی شخص بُغض نہیں رکھتا۔

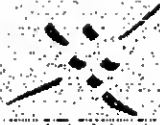
ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کی موت آلِ محمد سے بُغض رکھتے ہوئے واقع ہوئی۔ قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”رحمت الہی سے ناامید“ کے الفاظ لکھے ہوں گے۔ اور حضرت حسن فرماتے ہیں جس نے ہم سے عداوت کی۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کی اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم اہل بیت سے بُغض رکھنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کریگا احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بُغض رکھنے والا منافق ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بنی ہاشم سے بُغض رکھنا منافقت ہے۔ اور حضرت حسن سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے

کہ ہمارے ساتھ کُفُض رکھنے سے بچو کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم سے حسد و کُفُض رکھنے والے کو حوض کوثر سے آگ کے کوڑوں سے ہٹا دیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت سے کُفُض رکھنے والے کا حشر یہودی کی صورت میں کرے گا۔ خواہ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہو۔ لیکن اس روایت کی سند تاریک ہے۔ اور ابن جوزی نے عقیلی کی طرح اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے بنو عبدالمطلب! میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی ہیں۔ کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم رکھے اور گمراہ کو ہدایت دے اور جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تم کو کریم، نجیب اور رحیم بنا دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور روزه رکھے پھر وہ آل محمد سے کُفُض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے جس نے میرے اہلبیت کو بُرا بھلا کہا تو وہ اللہ تعالیٰ اور اسلام سے مرتد ہو جانے والا ہے۔ اور جس نے میری اولاد کے بارے میں مجھے ایذا دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور جس نے مجھے میری اولاد کے بارے میں ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے ان سے جنگ کرنے والے اور انہیں گالی دینے والے پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اے لوگو قریش اہل جنگ ہیں۔



جس نے انہیں مصیبت میں ڈالنے کی ٹھانی ۔ اللہ تعالیٰ اُسے  
دوبارہ نتھنوں کے بل گرے گا ۔ جو قریش کی ذلت کا خواہاں ہو گا  
اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل کرے گا ۔ میں نے اور ہر مقبول نبی نے پانچ  
یا چھ بار کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والے تقدیر الہی کے منکر  
محارم الہی کو حلال کرنے والے ، میری اولاد کی بے حرمتی کرنے والے  
اور تارکِ سنت پر لعنت فرمائی ہے ۔



# باب ۲

## اہم امور کے متعلق اختتامیہ بیان

اول

یہ بات متعین ہے کہ کوئی شخص سوائے صحیح صورت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہیں کر سکتا۔ بخاری میں ہے عظیم ترین جھوٹوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے یا اپنی آنکھوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے۔

اسی طرح یہ روایت بھی کی گئی ہے جو شخص جان بوجھ کر غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ جو شخص غیر باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے۔ اس پر حنت حرام ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس پر فرشتوں، اللہ تعالیٰ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اور ایک جماعت نے دیگر احادیث بھی بیان کی ہیں کہ نسب کا جھوٹا ادعاء یا اس سے اظہار بیزاری کفر ہے۔ یعنی کفرانِ نعمت ہے یعنی غیر باپ کی طرف انتساب کو حلال سمجھنا یا قریب ہونا کفرانِ نعمت ہے۔

اس جگہ بہت سے لوگوں نے انتساب کے ثبوت یا انتفاء

خصوصاً اہل بیت کے ظاہر و مہر نسب میں دخل اندازی کے بارے میں عادلانہ فیصلے سے توقف کیا ہے۔ ان لوگوں پر بہت تعجب ہے جو ایک ادنیٰ مزحہ اور جھوٹے قرینہ سے اس کا اثبات کرنے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔ اس بارے میں اس دن ان سے پوچھا جائیگا جب مال اور اولاد کوئی فائدہ نہ دے گی۔ سوائے اس کے کہ انسان قلب سلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے۔

**دوم** اہل بیت کی شان کے لائق یہ بات ہے کہ وہ اعتقاد، عمل، عبادت، زہد اور تقویٰ کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ و سنت کے مطابق چلیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کو مدنظر رکھیں کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، اور حضور علیہ السلام کے اس قول کو ملحوظ رکھیں کہ آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون سا آدمی زیادہ قابلِ عزت ہے۔ فرمایا اکرمہم عند اللہ اتقاہم اللہ۔ ان میں زیادہ قابلِ اکرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔

پھر فرمایا ان کے جاہلیت کے زمانہ کے اچھے لوگ جب دین کو سمجھ جائیں تو اسلام میں بھی اچھے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں۔ کوئی آدمی کسی آدمی سے سوائے تقویٰ کے مکرم نہیں ہو سکتا۔ احمد کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا تو کسی احمد و اسود سے بہتر نہیں۔ سوائے اس کے کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ جائے۔ انہوں نے اور دوسروں نے بھی بیان کیا ہے کہ اے لوگو!



تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو غبی پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ شخص بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اور طبرانی میں ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو دوسرے پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے مسجد میں خطبہ دیا۔ آپ کے خطبہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اس عیب یعنی آباؤ اجداد پر فخر کرنے کے عیب کو زور کر دیا ہے۔ لوگ دو طرح کے ہیں۔ ایک نیک متقی اور اللہ کو پیارے، دوسرے شقی، جن کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکروا انثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر۔

اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں تعارف کی خاطر شعوب و قبائل میں تقسیم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے وہی زیادہ قابل عزت ہے جو زیادہ تقویٰ سے کا لیتا ہے اور

اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔

پھر آپ نے فرمایا میں اپنے متعلق یہ بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے بخشش طلب کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ بالضرور ایسی اقوام

بھی ہوں گی جو اپنے فوت شدہ آباء و اجداد پر فخر کریں گی۔ وہ تو صرف جہنم کے کوئلے ہیں۔ یا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس گبریلے سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔ جسے وہ اپنے ناک سے لڑھکتا پھرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے عیب کو دور کر دیا ہے۔ آدمی صرف مومن متقی ہوتا ہے یا بد بخت فاجر، سب لوگ اولاد آدم ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اموال و اشکال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب و اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور احمد کی روایت میں ہے کہ تمہارے یہ انساب کسی کے لئے عار کا باعث نہیں۔ تم سب اولاد آدم ہو کسی کو دوسرے پر سوائے دین اور تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ ابن جریر اور عسکری کی روایت ہے کہ لوگ آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ اللہ قیامت کے روز تم سے تمہارے حسب نسب کے متعلق نہیں پوچھے گا۔ ہاں اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ قابل عزت وہ ہے جو زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اور ابن الاکثر اور عسکری کی روایت ہے کہ سب لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں۔ وہ صرف صورت میں برابر اور اعمال میں متفادتہ ہیں۔ اس آدمی سے صحبت نہ رکھ جس میں تو تو خوبی دیکھتا ہے۔ مگر وہ تجھ میں کوئی خوبی نہ پائے۔

ابو یعلیٰ وغیرہ سے روایت ہے کہ مومن کا دین اس کی عزت، اس کی عقل، اس کی جوانمردی، اور اس کا خلق اس کا حسب ہے۔ حضرت عمر اس شخص کو جو آباء پر فخر کرتے ہوئے اپنے

آپ کو فلاں بن فلاں کہتا ہے۔ فرماتے ہیں اگر تیرا دین ہے تو تو معزز ہے  
 اگر تیرے پاس عقل ہے تو تو جوافر ہے۔ اگر تیرے پاس مال ہے تو تجھے ثرف  
 حاصل ہے۔ ورنہ تو اور گدھا برابر ہیں۔ اور صحیح حدیث میں ہے جس کے  
 عمل نے اُسے پیچھے رکھا ہے اس کا نسب اُسے تیز نہیں کر سکتا۔ اور طبرانی  
 نے روایت کی ہے کہ میرے اہل بیت کا خیال ہے کہ وہ سب لوگوں کی نسبت  
 میرے زیادہ قریب ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تم میں سے میرے سب سے  
 زیادہ قریب متقی ہیں خواہ وہ کوئی ہوں اور جہاں بھی ہوں شیخین نے  
 روایت کی ہے کہ فلاں شخص کی آل، میرے دوست نہیں۔ میرا دوست تو  
 اللہ تعالیٰ اور صالح مومن ہیں۔ بخاری نے اس پر حاشیہ کا اضافہ کرتے  
 ہوئے کہا ہے لیکن ان کی مجھ سے رشتہ داری ہے۔ اس کی میں صدر رحمی  
 کروں گا۔ اور طبرانی نے معجم کبیر میں ان الفاظ پر اکتفا کیا ہے کہ بنو ہاشم  
 کی مجھ سے رشتہ داری ہے۔ اس کی میں صدر رحمی کروں گا۔ اسی طرح یہ  
 روایت صحیح مسلم میں بھی آئی ہے۔ مگر اسے ان لوگوں پر محمول کیا گیا ہے جو  
 ان میں سے غیر مسلم ہیں وگرنہ ان میں تو حضرت علی اور حضرت جعفر بھی شامل  
 ہیں۔ جو متقدم الاسلام ہونے اور ناصر دین ہونے کے باعث آپ کے  
 اخص لوگوں میں شامل ہیں۔ بلکہ حدیث میں موقوف و مرفوع طور پر  
 وارد ہے کہ حضرت علی صالح مومنین میں سے ہیں۔ نو دی کہتے ہیں کہ  
 اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میرا دوست وہ ہو گا جو صالح ہو گا۔ اگرچہ  
 وہ نسب کے لحاظ سے مجھ سے دُور رہا ہو اور دوسروں کے نزدیک  
 اس کے یہ معنی ہیں کہ میں قرابت کی وجہ سے کسی سے دوستی نہیں کرتا  
 اور میں خدا سے اس لئے محبت رکھتا ہوں کہ اس کا بندوں پر واجب



حق ہے اور مصالح مومنین سے میں خدا کی رضا مندی کی خاطر محبت رکھتا ہوں  
 اور ایمان و صلاح سے دوستی رکھنے والوں سے میں دوستی رکھتا ہوں خواہ  
 میرے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن میں اپنے رشتہ داروں کے حقوق کا  
 خیال رکھتا ہوں۔ اور میں ان سے صلہ رحمی کروں گا۔ اور یہ اس حدیث کی  
 مؤید ہے کہ ہر متقی آل محمد میں سے ہے۔ جب بلشہمی نے ابی عنیاء سے کہا  
 کہ تو ہر نماز میں اللہم صل علی محمد و علی آل محمد کہہ کر مجھ پر درود

پڑھتا ہے پھر مجھ سے لاپرواہی کیوں کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا میری مراد  
 طیب اور ظاہر لوگوں سے ہوتی ہے اور تو ان میں شامل نہیں ہے۔  
 ایک انصاری کو کسی نے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا اللہ نے

میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے مجھے بخش دیا ہے  
 اس نے کہا کس چیز کے باعث، اس نے کہا اس مشابہت کی وجہ  
 سے جو میرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھی۔ اس  
 سے پوچھا گیا تو شریف ہے اس نے کہا نہیں، پوچھا گیا پھر یہ مشابہت  
 کہاں سے آئی اس نے کہا جیسے کتے کو چرواہے سے مشابہت ہوتی  
 ہے۔ ابن العیم کہتے ہیں میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس نے  
 اپنے آپ کو انصار کی طرف منسوب کیا ہے۔ ایک اور آدمی نے اس  
 کی تاویل میں کہا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو علم خصوصاً علم حدیث کی  
 طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
 کہ مجھ پر بکثرت درود پڑھنے والا میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا  
 اور وہ آپ پر بکثرت درود پڑھا کرتا تھا۔

تنبیہ

جو لوگ کفارتہ کو نکاح میں معتبر خیال نہیں کرتے۔ انہوں نے آیت اور گذشتہ احادیث سے تمسک کیا ہے۔ لیکن جہو نے کفایت کا اعتبار کیا ہے۔ لیکن جو بات بیان کی گئی ہے۔ اسکا کوئی شاہد نہیں کیونکہ اس بات کا مقصد یہ ہے کہ یہ چیز آخرت میں سود مند نہ ہوگی۔ ہماری گفتگو اس بارے میں نہیں۔ بلکہ گفتگو اس امر میں ہے کہ کیا عقلمند لوگ دنیا میں مالی نسب ہونے پر فخر کرتے ہیں یا نہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس بات پر فخر کیا جاتا ہے اور جسے ولی نسب میں کفایت نہ رکھنے والے کے ساتھ نکاح پر مجبور کرے گا۔ اسے خسارے اور عار کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ اولاد کی بھلائی کرنا آخرت میں فائدہ دیتی ہے۔

حضرت ابن عباس سے بروایت صحیح والحقنا بیہم ذریعہ اتھم کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کو قیامت کے روز اس کے درجہ میں اٹھا کر لے جائے گا۔ خواہ وہ عمل میں اس سے کمتر ہی ہو۔ اسی طرح وکان ابوہما صالحا کے بارے میں آپ سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کی اچھائی کی رعایت کے لحاظ سے یہ بات کہی ہے اور ان دونوں کی اچھائی کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ آدمی جنت میں داخل ہو کر کہے گا میرے ماں باپ اور بیوی بچے کہاں ہیں۔ کسے کہا جائے گا کہ انہوں نے تیرے جیسے عمل نہیں کئے۔ وہ کہے گا میں اپنے اور ان کے لئے عمل کرتا تھا۔ پس انہیں کہا جائے گا کہ تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر آپ نے یہ آیت

پڑھی۔ جنات علت یدخلونہا من صلح من ابائہم وازواجہم  
 وذریاتہم، جب صالح باپ ساتویں پشت تک کی عام اولاد کو نائدہ  
 پہنچا سکتا ہے تو سید الانبیاء کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے کہ وہ  
 اپنی طاہر اور طیب اولاد کو کس قدر نائدہ پہنچائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا  
 ہے کہ حرم کے کبتوروں کی اس لئے عزت کی جاتی ہے کہ وہ ان دو کبتوروں  
 کی اولاد میں سے ہیں۔ جنہوں نے غار ثور کے منہ پر گھونسل بنا لیا تھا  
 جس میں ہجرت کے وقت حضور علیہ السلام چھپے تھے۔

تقی فاسی نے بعض ائمہ سے بیان کیا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی وجہ سے مدینہ اور شرفائے مدینہ کی تعظیم میں بڑے مبالغہ سے  
 کام لیا کرتے تھے اور ان کی تعظیم وہ اس وجہ سے کرتے تھے کہ اہل مدینہ  
 میں سے ایک شخص تھا جس کا نام مطبر تھا۔ وہ فوت ہو گیا تو انہوں نے  
 اس کا جنازہ پڑھنے سے توقف کیا کیونکہ وہ کبتوروں کے ساتھ کھیل کرتا  
 تھا۔ اس نے خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے  
 ساتھ حضرت فاطمہ الزہراء بھی تھیں۔ حضرت فاطمہ نے اس شخص سے منہ  
 پھیر لیا۔ اس نے مہربانی کی النجا کی تو آپ نے اس کی طرف توجہ کر کے  
 ناراض ہوتے ہوئے فرمایا کیا ہمارے اکرام کی وجہ سے تیرے سینے میں  
 مطبر کے متعلق الشراح نہیں ہوا۔

اسی طرح ابی محمد بن ابی سعد حسن بن علی بن قتادہ المحسنی  
 حاکم مکہ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ جب وہ فوت ہوئے تو شیخ  
 عقیف الدین الدلاعی نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ انہوں نے خواب  
 میں حضرت فاطمہ الزہراء کو دیکھا کہ وہ مسجد الحرام میں ہیں اور لوگ انہیں



سلام کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا تو آپ نے تین بار اعراض سے کام لیا۔ ان کے دل میں غصہ پیدا ہوا اور انہوں نے اعراض کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میرا بچہ فوت ہوتا ہے۔ اور تو اس پر نماز نہیں پڑھتا تو انہوں نے ادب اختیار کیا اور نماز نہ پڑھنے کی جو زیادتی انہوں نے کی تھی اس کا اعتراف کیا۔

تقی مقرر بنی، یعقوب مغربی سے بیان کرتے ہیں کہ وہ جب ۱۱۳۷ھ میں مدینہ میں تھے تو انہیں شیخ عابد محمد فارسی نے روضہ بکرمہ میں کہا کہ میں بنی حسین کے اشراف مدینہ سے روضہ کی مدد کی وجہ سے بغض رکھا کرتا تھا۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف منہ کر کے سویا ہوا تھا۔ آپ نے میرا نام لے کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تو میری اولاد سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے کہا مجھے اس بات سے خدا پہلے میں انہیں برا نہیں سمجھتا میں تو صرف اس تعصب کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں۔ جو انہوں نے اہل سنت کے بارہ میں اختیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ترفقہ کا مسئلہ ہے کیا عاتق کیا ہوا بچہ نسب کے ساتھ نہیں ہوتا میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ عاتق کیا ہوا بچہ ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو بنی حسین کے ہر آدمی کا از حد اکرام کرنے لگا۔

رئیس الشمس العمری سے روایت بیان کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ حبال محمود عجی محتسب اور اس کے نائب اور پیر و کار، سید عبدالرحمن طباطبائی کے گھر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا محتسب نے اجازت طلب کی۔ وہ باہر نکلے تو انہیں محتسب کی آمد بہت گراں گزری۔ اس نے کہا میں اپنے گناہ کا

اعتراف کرتا ہوں تاکہ آپ مجھ سے درگزر فرمائیں آپ نے کہا کیا بات ہے اس نے کہا آپ جب کل شام سلطان ظاہر کے پاس رتوق میں مجھ سے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ تو یہ بات مجھ پر گراں گزری اور میں نے اپنے دل میں کہا یہ مجھ سے اوپر کیسے بیٹھ سکتا ہے۔ جب رات ہوئی تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے محمد کیا تو میرے بیٹے سے نیچے بیٹھا تا پسند کرتا ہے۔ اس وقت شریف رو پڑا اور کہنے لگا اے آقا میری کیا حیثیت ہے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام مجھے نصیحت کرتے رہے اور ساری جماعت رو پڑی۔ پھر انہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور واپس آ گئے۔

تقی بن فہد حافظ ہاشمی مکی نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس شریف عقیل بن حمیل آئے۔ اور وہ اُسراٹے ہوا شام میں سے تھے۔ انہوں نے مجھ سے رات کا کھانا طلب کیا۔ میں نے معذرت کی اور کچھ نہ کیا۔ اسی رات یا کسی دوسری رات کو میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا تو آپ نے مجھ سے مُنہ پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور میں آپ کی حدیث کا خادم ہوں۔ آپ مجھ سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے کیوں اعراض نہ کروں۔ میرا ایک بچہ تجھ سے رات کا کھانا طلب کرتا ہے اور تو اسے کھانا نہیں دیتا وہ کہتے ہیں صبح ہوئی تو میں نے شریف کے پاس جا کر معذرت کی اور جو حاضر توفیق تھا۔ اس کے مطابق ان سے حسن سلوک بھی کیا۔

جمال عبدالغفار انصاری جو ابن نوح کے نام سے معروف ہیں وہ نجم الدین بن مطروح کی والدہ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ ایک نیک

عورت تھیں۔ کہتی ہیں کہ مکہ میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ جس میں لوگوں نے چمڑے بھی کھائے۔ ہم اٹھارہ افراد تھے۔ ہم نصف پیانہ گندم کے برابر کام کر لیتے تھے۔ جو ہمیں کافی ہو جاتا تھا۔ ہمارے پاس چودہ پیانے گندم آئی تو میرے خاوند نے دس پیانے اہل مکہ میں تقسیم کر دیئے اور چار ہمارے لئے باقی رہ گئے جب وہ سویا تو روتے ہوئے بیدار ہوا میں نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا میں نے حضرت فاطمہ الزہرا کو ابھی دیکھا ہے۔ وہ مجھے فرما رہی ہیں اے سراج تو گندم کھاتا ہے اور میری اولاد بھوکا ہے۔ تو اس نے اٹھ کر جو کچھ باقی تھا سب اشرف میں تقسیم کر دیا۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ رہا اور بھوک کے باعث ہم میں کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی۔

مقرنی معز الدین بن عز جو خنابلہ کے قاضی اور ملک مؤید کے ہم نشین تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں ہیں اور قبر شریف کھل گئی ہے۔ اور حضور علیہ السلام اس سے باہر نکل کر اس کے کنارے پر بیٹھ گئے ہیں۔ آپ کا کفن بھی آپ کے اوپر ہی ہے۔ آپ نے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کیا میں اٹھ کر آپ کے قریب آیا تو آپ نے مجھے فرمایا مؤید سے کہئے کہ وہ عجلان یعنی ابن سعید امیر مدینہ کو جلد رہا کر دے۔ انہیں ۸۲۲ھ میں قید کر دیا گیا تھا۔ وہ کہتے ہیں میں مؤید کے پاس گیا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا اُسے بتایا اور اُسے حلف اٹھا کر کہا کہ میں نے اس عجلان کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ جب مجلس بزمِ است ہوئی تو وہ تیر کے نشانے کے ناصیے پر گیا اور عجلان کو بزرگ سے بلا کر رہا کر دیا اور اس سے حسن سلوک بھی کیا۔



تقی مقرر کیا کہتے ہیں میرے پاس بنی حسن اور بنی حسین کے بارے میں اس قسم کی متعدد صحیح حکایات ہیں۔ پس خواہ وہ کسی حالت میں ہوں تو انہیں جنگ میں ڈالنے سے بچ۔ کیونکہ بیٹا خواہ اچھا ہو یا بُرا، بیٹا ہی ہوتا ہے۔

تقی مقرر کیا کہتے ہیں کہ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ سلطان نے شریف مرواح بن مقبل بن مختار بن مقبل بن محمد بن راجح بن ادیس بن حسن بن ابی عزیز بن قتادہ بن اوس بن مطاعن الحسنی کی آنکھوں میں سلائی پھرا دی۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کے ڈھیلے پھوٹ کر بہنے لگے۔ ان کا دماغ متورم ہو گیا اور پھول کر بدبو دینے لگا۔ وہ ایک مدت بعد عمان سے مدینہ گئے اور قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر اپنی تکلیف کی شکایت کی اور رات وہیں گذاری۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ان کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ شریف کو پھیرا ہے۔ صبح ہوئی تو انہیں نظر آنے لگا اور ان کی آنکھیں جیسی تھیں ویسی ہو گئیں۔ اور یہ بات مدینہ میں مشہور ہو گئی پھر وہ قاہرہ آئے تو سلطان ان سے اس گمان کی بنا کر ناراض ہو گیا کہ ان کو سلائی پھیرنے والے ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اس کے پاس عادل گواہی گذاری گئی کہ انہوں نے ان کے ڈھیلوں کو بہتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور وہ مدینہ میں اندھے ہونے کی حالت میں آئے تھے۔ پھر وہ دیکھنے لگے۔ انہوں نے اپنی رویا بیان کی جس سے سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

مجھے بعض ان صالح اشراف نے بتایا ہے جن کی صحت نسب و

صلاح اور ان کے آباء کے اچھا ہونے پر اتفاق ہے۔ کہ میں مدینہ شریف میں تھا میں نے ایک شریف کو کسٹم والے کے پاس دیکھا جو اسی کا کھانا کھا رہا تھا اور اُسی کا لباس پہنے تھا مجھے یہ بات سخت ناگوار گزری اور اس شریف کے متعلق میرا اعتقاد خراب ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے رات گزاری تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بھری مجلس میں دیکھا لوگوں نے آپ کو صف در صف گھیرا ہوا ہے۔ اور میں بھی اس حلقہ کے کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک ہوں۔ اچانک ایک آدمی بلند آواز سے کہتا ہے اپنے اپنے کاغذات نکالو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایسے کاغذات آپ کے حضور لائے گئے جن پر شاہی فرمان لکھے جاتے ہیں۔ اور انہیں حضور علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا گیا۔ ایک آدمی ان کاغذات کو حضور کے سامنے پیش کرتا جاتا ہے۔ اور پھر ان لوگوں کو یہ کاغذات دیتا جاتا ہے جن کے یہ کاغذات ہیں۔ جس کا نام نکلتا ہے اس کو وہ کاغذ دے دیتا ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے سب سے پہلا اور بڑا کاغذ اس شخص کا تھا جسے میں ناپسند کرتا تھا اس کا نام لیا گیا تو وہ حلقہ کے درمیان سے نکل کر حضور علیہ السلام کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کے کاغذات اسے دے دیئے جائیں۔ وہ انہیں لے کر بہت خوش ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر میرے دل میں جو کچھ بھی اس شخص کے بارہ میں نا اہنگی تھی وہ جاتی رہی اور مجھے اس پر اعتقاد ہو گیا اور مجھے یہ بھی علم ہو گیا کہ یہ شخص جمیع حاضرین سے مقدم ہے اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ اس کا اس کسٹم والے کا کھانا کھانا ضرورت کے تحت تھا جو مردار کے کھانے کو حلال کر دیتی ہے۔

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے جو مجھے اشرف و صالحین میں  
 میں سے ایک آدمی نے بتائی ہے کہ جب نامراد اور خبیث حجاج نے  
 سید شریف محمد ابی نسی حاکم مکہ کے گھر پر منیٰ میں یوم النحر کو اسے اور  
 اس کی اولاد کو ایک ہی ساعت میں قتل کرنے کے لئے حملہ کیا۔ اللہ  
 انہیں اس سے بچائے تو اس نے کامیاب ہو کر ابی نسی اور اس کی فوج  
 کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ابو نسی کو حجاج کے متعلق یہ خدشہ ہوا کہ وہ  
 اسے سب سے آخر میں قتل کرے گا۔ پس کوئی رسی باقی نہ رہی۔ اس  
 لئے وہ مارنے سے رکھا۔ پھر وہ حملہ کی رات کو مکہ چلا گیا اور لوگ  
 دُبرا میں پڑ گئے۔ مگر یہ جابر مزید سرکشی میں بڑھ گیا۔ اس نے اعلان  
 کر دیا کہ شریف کو معزول کر دیا جائے۔ جب بددوں نے یہ بات سنی  
 تو وہ حاجیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کے بے شمار اموال کو لوٹ لیا۔  
 اور سارے مکہ کو لوٹنے، حاجیوں کے استیصال اور امیر حجاج اور اس  
 کی فوج کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا تو شریف (اللہ تعالیٰ اسے حاجیوں کی طرف  
 سے جزا دے) نے سوار ہو کر خونریزوں کا فون بہایا اور بعض کو قتل کیا  
 جس سے وہ ٹھنڈے ہو گئے۔ یہ سرکش مکہ میں ہی رہا اور لوگ بد سے  
 میں رہے جبکہ اکثر مناسک حج اور جماعت معطل ہو گئے اور ایسے  
 خوف اور سختی کو لوگوں نے برداشت کیا جس کی مثال کبھی نہیں سنی  
 گئی۔ پھر یہ سرکش چلا گیا اور شریف کو یہ دھمکی دی کہ وہ سلطان کے  
 پاس اس کے عزل و قتل کے بارے میں کوشش کرے گا۔ یہ واقعہ  
 ۵۵۵ھ میں ہوا۔ یہ شریف کہتا ہے کہ انہی دنوں میں مکہ سے نکل کر جد  
 جابر تھا اور مجھے شریف اس کی اولاد اور مسلمانوں کے بارے میں بہت



پریشانی اور خوف دامن گیر تھا۔ جب فجر سے تھوڑی دیر پہلے میں حدہ کے قریب پہنچا تو میں ایک گھڑی آرام کے لئے ٹھہر گیا تاکہ فیصل کے دروازے کھل جائیں۔ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے ساتھ حضرت علی بھی تھے جن کے ہاتھ میں ایک مڑے ہوئے سروالاعصا تھا۔ گویا وہ اُسے سید شریف ابی نحمی کی طرف سے مار کر مجھے کہتے ہیں۔ اُسے اطلاع دو کہ وہ ان لوگوں کی پرواہ نہ کرے اور اللہ اُسے ان پر غلبہ دے گا۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ سلطان کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ سلطان نے سید شریف کی بہت تعظیم کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے اس مفسد اور جنہوں نے اُسے اس امر پر برا بھلا کہہ کیا ہے ان پر غلبہ بخشا ہے۔ اور مسلمانوں کی حکومت اسی کی طرف واپس آگئی ہے۔ جس سے انہوں نے عہد ولایت کیا تھا۔ مجھے ایک آدمی نے بتایا ہے کہ میں نے یوم النحر کو اس سخت دن میں ابی نحمی کے والد سید سیرکات کو دیکھا وہ ایک بڑے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی ولایت کا حال بیان کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ دوسرے گھوڑے پر سید عبدالقادر جیلانی بھی ہیں۔ انہوں نے کہا مولانا آپ بڑی ہمت کے ساتھ کہا جا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ابی نحمی کی مسدود کیلئے۔ یہ روایا اس فاجر کے حملہ کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے ناکام و نامراد کیا اور لوگوں نے اس عجیب و غریب واقعہ کے بارے میں بیشمار ایسی خوابیں دیکھی ہیں جن میں ابی نحمی اور اسکی اولاد کی سلامتی کی طرف اشارہ تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ مین کا ایک صالح آدمی اپنے عیال کے ساتھ سمندر کے ذریعہ حج کو چلا جب وہ جبہ

پہنچا تو اسے کسٹم والوں نے تلاش کیا۔ حتیٰ کہ عورتوں کے کپڑوں کے نیچے بھی دیکھا تو وہ غضبناک ہو کر حاکم مکہ سید برکات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور متوجہ ہوا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کیا تو نے تاریکی میں اس شخص کو نہیں دیکھا جو میرے اس بیٹے سے زیادہ ظالم ہے تو وہ مرعوب ہو کر بیدار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی کہ وہ اشرف میں سے کسی سے متعرض نہیں ہو گا۔ جو کچھ ہو چکا، ہو چکا۔

ایک صالح آدمی نے بیان کیا کہ مصر میں ایک بدکار آدمی نے بدکاری کیلئے ایک شریف زادی کو زبردستی پکڑ لیا اور وہ سلطان کے قریبی آدمیوں میں سے تھا۔ کہتا ہے وہ عورت حیران ہوئی کیونکہ عشاء کی نماز بھی پڑھی جا چکی تھی۔ اور اب اس اقدام کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ اس عورت نے ایک صالح آدمی سے توسل کیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سلطان نے اُسے بلایا اور گرفتار کر لیا اور وہ شریف زادی صحیح سلامت بیچ گئی۔ اور اس شریف زادی کی برکت سے یہ گرفتاری جلد ہی اس فاجر کے لئے پیغام اجل بن گئی۔ مجھے ایک طالب علم نے بتایا کہ فاس شہر میں ایک آدمی پر قتل ثابت ہو گیا۔ قاضی نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ بادشاہ نے قاضی کی طرف پیغام بھیجا کہ اسے قتل نہ کرو۔ قاضی نے کہا اس کا قتل تو ضروری ہے۔ دوسرے روز اس نے اس کے قتل

کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ میں نے دوبارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی فرماتے سنا ہے مگر قاضی نے بات نہ سنی تیسرے روز بھی اس نے یہی ارادہ کیا تو بادشاہ نے تیسرے روز بھی یہی پیغام بھیجا تو قاضی نے کہا ہم خواب کی بنا پر شریعت کو ترک نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ کتنی بار آئے اور اُسے قتل کے لئے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ولی الدم کو شکی کرنے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ لوگ اس سے معافی مانگ مانگ کر عاجز آگئے تھے اور وہ معاف نہ کرتا تھا۔ اور اس نے صرف اس سے بات کی اور اس نے معاف کر دیا۔ بادشاہ کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اس آدمی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ بادشاہ کے حضور پیش ہوا تو اس نے پوچھا سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میں نے قتل کیا ہے میں اور وہ دونوں ایک ہی قماش کے آدمی تھے۔ اس نے ایک شریف زادی سے بدکاری کا ارادہ کیا تو میں نے اُسے زناکاری سے روکنے کیلئے قتل کر دیا۔ بادشاہ نے کہا تو نے سچ کہا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین بار یہ نہ فرماتے کہ اسے قتل نہ کرو۔

**سوم** | ان کی تعظیم و توقیر ان کی شان کے مطابق کرنی چاہیئے اور ان سے بآداب پیش آنا چاہیئے تاکہ ان کا شرف معلوم ہو اور مجالس میں ان سے تواضع سے پیش آنا چاہیئے کیونکہ ان کی محبت اور اکرام کا واضح اثر ہوتا ہے۔

نجم الدین بن فہد اور مقریزی نے بیان کیا ہے کہ ایک قاری جب تیمور لنگ کی قبر کے پاس سے گذرا تو اس نے آیت خذوا



فغلوۃ ثم الجحیم صلوۃ الایۃ بتکرار پڑھی وہ کہتا ہے کہ میں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور تیمور لنگ آپ کے پہلو میں ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا اے دشمن خدا تو یہاں بھی آہنچا ہے۔ اور میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑنے کا ارادہ کیا کہ اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو سے اٹھا دوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ میری اولاد کا محب ہے پھر میں ڈرتے ہوئے بیدار ہو گیا اور غلوت میں یوں اس کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے جو کچھ بڑھا کرتا تھا اُسے ترک کر دیا۔

جمال مرشدی اور شہاب کورانی نے بتایا ہے کہ تیمور لنگ کے ایک بیٹے نے بتایا کہ جب تیمور لنگ مرض الموت میں بیمار ہوا تو ایک دن اُسے شدید اضطراب ہوا جس سے اس کا چہرہ سیاہ اور رنگ متغیر ہو گیا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اس کے سامنے اس کے کیفیت کو بیان کیا گیا تو اس نے کہا کہ عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ چلے جاؤ کہ یہ میری اولاد کا محب اور ان سے حسن سلوک کرنے والا ہے۔ اس پر وہ فرشتے چلے گئے۔

جب اہل بیت کی محبت اس شخص کو بھی فائدہ دیتی ہے جس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوا تو دوسرے لوگوں کو یہ محبت کیا کیا فائدے دے گی۔

ابونعیم نے حدیث بیان کی ہے کہ حکمت شریف کو شرف

میں بڑھاتی ہے۔ اور ملوک غلام کو اس قدر بلند کرتی ہے کہ وہ بادشاہوں کی مجالس میں جا بیٹھتا ہے۔ ان کی محبت میں افراط سے بچنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ احمد بن منیع اور ابوالعلیٰ نے حدیث بیان کی ہے کہ اے علی! تیرا محبوب مفرط اور تیرے بعض میں کوتاہی کرنے والا دونوں آگ میں داخل ہوں گے۔ اور حضرت زین العابدین نے اہل بیت کے متعلق کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ اے لوگو! ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے دائمی محبت رکھنا ہمارے لئے عار بن گیا ہے۔ اور دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا! اے عراقیو! ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے ہمیشہ محبت رکھنا ہمارے لئے عار کا باعث بن گیا ہے۔

ایک قوم نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے انہیں فرمایا تمہیں خدا پر جھوٹ بولنے کی کس نے جرأت دلائی ہے۔ ہم تو اپنی قوم کے صالح آدمیوں میں سے ہیں اور ہمارے لئے یہی بات کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے صالح لوگوں میں سے ہیں۔

ایک آدمی نے جبکہ اہل بیت کی ایک جماعت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ سے دریافت کیا، کیا آپ میں سے کوئی مفترض الطاعت بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جس نے ہمارے بارے میں یہ بات کہی۔ خدا کی قسم وہ کذاب ہے۔ اور حسن بن حسن بن علی نے ایک آدمی کو جو ان کے بارے غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا بڑا ہوسم سے لگد محبت کرو۔ اگر ہم اللہ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بعض رکھو۔ ہمارے بارے میں

یہ بات کہو۔ کیونکہ جو تم چاہتے ہو اس میں یہ سب سے بلیغ بات ہے اور ہم تم سے اس وجہ سے راضی ہوتے ہیں۔

## فائدہ

حضرت زید بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ہشام بن عبد الملک کے پاس گئے اور اُسے خلیفہ کہہ کر سلام کہا اور گفتگو کی۔ ہشام کو آپ سے خوف محسوس ہوا کہنے لگا آپ خلافت کے امیدوار ہیں۔ آپ ایک لونڈی زادے ہو کر اس کی خواہش کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: امیر المومنین آپ کا بھوکو یہ عار دلانا اچھا نہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس کا جواب دوں اگر چاہیں تو خاموش رہوں۔ اس نے کہا آپ جواب دیں۔ آپ کیا اور آپ کا جواب کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی سے کوئی آدمی بڑا نہیں جسے اس نے رسول بنا کر بھیجا ہو۔ اگر ام الولد انبیاء و رسول تک پہنچنے سے قاصر ہوتی تو حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر نہ بھیجتا۔ ان کی ماں حضرت اسماعیل کی ماں کے ساتھ ایسے ہی تھی۔ جیسے میری ماں تیری ماں کے ساتھ ہے۔ خدا تعالیٰ کو کسی نے اُسے نہیں کر بھیجنے سے نہیں روکا اور وہ خدا تعالیٰ کا محبوب تھا۔ وہ اب العرب اور خیر النبیئین خاتم المرسلین کا باپ تھا اور نبوت، خلافت سے بڑی ہوتی ہے۔ اور جو شخص اپنی ماں کے ذریعہ بلند ہوا ہے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی بن ابی طالب کا بیٹا ہے۔ پھر آپ ناراض ہو کر وہاں سے نکل گئے۔

جب صفاح حاکم بنا تو مروان بن محمد کا سر اس کے پاس مصر میں لایا گیا۔ اور عبد الحمید طائی نے رصفہ میں ہشام کی قبر کھودی اور صلیب



دی اور اُسے آگ میں جلایا اور اس نے مسجدے میں گر کر کہا الحمد للہ میں نے حسین بن علی کے بدلے بنی امیہ کے دو سو آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اور زید بن علی کے بدلے میں نے ہشام کو صلیب دیا اور میں نے ابراہیم کے ساتھ مل کر مروان کو قتل کیا۔

علامہ ابوالسعدات بن الاثیر کی کتاب ”المختار فی مناقب الاخیار“ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یمن کی طرف گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں از قبیلہ کے ایک شیخ کے ہاں اُترا جو بڑا عالم تھا۔ جس نے کتب کو پڑھا اور لوگوں سے بہت علم حاصل کیا تھا اور اس کی عمر تین سو نوے سال تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا آپ مجھے حرم کے علاقہ کے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ میں اہل حرم میں سے ہوں۔ اس نے کہا آپ تیس قبیلہ کے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے جواب دیا ہاں میں تیس بن مرہ سے ہوں اور میں عبداللہ بن عثمان بن عامر ہوں۔ اس نے کہا آپ کے باپ نے میں ایک بات میرے پاس ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھائیے۔ میں نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔ آپ مجھے بات بتائیں اس نے کہا مجھے علم صحیح سے معلوم ہوا ہے کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہوگا جس کی مدد ایک نوجوان اور ایک ادھیر عمر شخص کرے گا۔ نوجوان مصائب میں گھسنے والا اور مشکلات کو دور کرنے والا ہوگا۔ اور ادھیر عمر شخص سفید رنگ، کمزور اور اس کے پیٹ پر ایک تلی ہوگا اور اس کی بائیں ران پر نشان ہوگا۔ جو کچھ میں نے

تجھ سے کہا ہے اگر تو وہ مجھے دکھا دے تو کیا حرج ہے۔ مجھے تجھ میں وہ  
 صفات پوری نظر آئی ہیں۔ سوائے اس کے جو مجھ سے پوشیدہ ہے۔ حضرت  
 ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا تو اس نے  
 میری ناف کے اوپر سیاہ تل دیکھ لیا اور کہا۔ رب کعبہ کی قسم! تو وہی شخص  
 ہے میں تیرے سامنے ایک بات پیش کرنے لگا ہوں۔ اس کے متعلق  
 احتیاط سے کام لینا۔ میں نے کہا وہ کیا بات ہے اس نے کہا، راہ ہدایت  
 سے مجروری اختیار کرنے سے بچنا اور درمیانہ طریق سے تمسک کرنا اور  
 اللہ تعالیٰ نے جو تجھے دیا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے  
 ڈرتے رہنا۔ حضرت ابو بکر فرماتے ہیں میں نے بین میں اپنی ضرورت  
 کو پورا کیا۔ اور پھر شیخ کے پاس الوداع کیلئے آیا تو اس نے کہا میں نے  
 اس نبی کے بارے کچھ شعر کہے ہیں۔ کیا تو انہیں میری طرف سے لے جایگا  
 میں نے جواب دیا ہاں۔ تو اس نے کہا سے

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے خود کو اور اپنی قوم کو چھوڑ

دیا ہے۔ اور میں قبیلے میں، جاؤے امن ہو

گیا ہوں۔ اور میں تین سو نوے سال

زندہ رہا ہوں اور زمانے میں آرمی کیلئے

بڑی عبرت ہے۔

اس کے بعد اس نے متعدد اشعار سنائے جن میں سے یہ

شعر بھی ہیں۔

میری طاقت کا شمارہ بچہ چکا ہے۔ اور میں نے ایک

ایسے بوڑھے کو پایا ہے جس سے بغض و عداوت نہیں

رکھ سکتا۔ میں ہمیشہ ہی اعلانیہ اور خفیہ طور پر  
جس شہر میں اُترا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہا۔  
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے  
سلام پہنچا دینا۔ میں ان کے دین پر زندہ ہوں اگرچہ  
میں مر جاؤں۔

حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وصیت اور اشعار  
کو حفظ کر لیا اور مکہ آگیا۔ اور حضور علیہ السلام کی بعثت ہو چکی تھی۔ میرے  
پاس عقبہ بن ابی معیط، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور قریش کے  
مناوید آئے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ لوگوں کو کوئی مصیبت آئی  
ہے یا کوئی عظیم بات وقوع پذیر ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا ابوبکر! بڑی  
بات ہوئی ہے اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ابوطالب کا یتیم بھتیجا  
اپنے آپ کو نبی خیال کرتا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم انتظار نہ کرتے  
اب جب آپ آگئے ہیں تو آپ ہی اس معاملے کو نہٹائیں۔ حضرت ابوبکر  
فرماتے ہیں، میں نے انہیں آپ کے متعلق بہت بری باتیں کرتے پایا  
میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ  
آپ حضرت خدیجہ کے گھر میں ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ باہر  
تشریف لائے۔ میں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے گھر  
والوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے آپ پر فتنہ کا اتہام  
لگایا ہے۔ اور آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے  
آپ نے فرمایا اے ابوبکر! میں تیری اور ان سب لوگوں کی طرف اللہ  
کا رسول بن کر آیا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیے۔ میں نے کہا



آپ کے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ جسے آپ یمن میں ملے تھے میں نے کہا یمن میں میں کتنے ہی مشائخ سے ملا ہوں۔ خرید و فروخت کی ہے۔ مال دیا اور لیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ جس نے آپ کو اشعار دیئے ہیں۔ میں نے پوچھا میرے دوست آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے۔ آپ نے فرمایا اس عظیم بادشاہ نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کو خبر دیتا رہا ہے۔ میں نے کہا لا تھوڑھا ٹھائے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں واپس لوٹا تو دونوں پہاڑوں کے درمیان میرے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی خوش نہ تھا۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر حضرت علی کو فضیلت دی اس نے دونوں پر عیب لگایا اور خود حضرت علی پر بھی عیب لگایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن علی علیہ السلام نے فرمایا اے جابر مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر لے دے کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے محب ہیں اور ان کا یہ خیال بھی ہے کہ میں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں تک یہ اطلاع پہنچا دو کہ میں اللہ کے ہاں ان لوگوں سے بڑی ہوں۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں حکمران بن جاؤں تو میں ان کو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کروں۔

سیمان کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن الجحین بن المحسن کے پاس  
 تھا کہ ایک آدمی نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے ۔ ہم  
 چاہتے ہیں کہ ایک آدمی کے شرک پر آپ کو گواہ بنائیں ۔ فرمایا میں گواہی دیتا  
 ہوں کہ رافضی مشرک ہیں ۔ وہ مشرک کیسے نہیں ہو سکتے جب تو ان سے سوال  
 کرے کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار تھے تو وہ کہیں گے ہاں !  
 حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں ۔ اور  
 اگر تو ان سے پوچھے کہ کیا حضرت علی گنہگار ہیں تو وہ کہیں گے نہیں اور  
 جس نے آپ کے بارے میں یہ بات کہی اس نے کفر کیا ۔ اور محمد بن علی  
 بن الحسین فرماتے ہیں کہ جس نے ہمیں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر فضیلت  
 دی ۔ اس نے ہمارے ناما کی سنت کو چھوڑ دیا ۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے  
 حضور اس کے مقابلہ میں پیش ہوں گے ۔

حضرت علی بن ابیطالب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب ایک قوم ہوگی ۔ ان کی ایک علامت ہے  
 کہ انہیں رافضی کہا جائے گا تو انہیں جہاں پائے قتل کر دینا ۔ کیونکہ وہ  
 مشرک ہیں ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے فرمایا  
 وہ تیری بے جا تعریف کریں گے اور سلف اول پر زبان طعن دراز  
 کریں گے ۔

حضرت علی بن ابیطالب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے ایک قوم ظاہر  
 ہوگی جنہیں رافضی کہا جائے گا ۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہوگا پھر  
 اس بات کی ایمان و معرفت بھی ضروری ہوگی کہ نبیوں اور رسولوں کے

بعد سب سے افضل اور بہتر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے زیادہ مقدار ابو بکر صدیق، عبد اللہ بن عثمان، عقیق ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ میں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد روئے زمین پر ان اوصاف کا حامل کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا۔ جن کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ پھر ان کے بعد ان اوصاف کے حامل علی الترتیب حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کوثر سے سیراب ہونے والے ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات ہوں۔ ان کی محبت اور ان کے فضل کی معرفت سے دین قائم ہوا۔ سنت مکمل ہوئی اور دلیل صحیح قرار پائی۔

ہم بغیر کسی استثناء اور شک و شبہ کے عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل اصحاب ہیں۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ ان لوگوں سے فضل و خیر میں کوئی شخص آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور ہم ان سب لوگوں کے بارے میں جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔ شہادت دیتے ہیں کہ وہ جنتی ہیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار جنتی ہیں اور حضرت حسن اور حضرت حسین نو جوانان جنت کے سردار ہیں۔ اور ہم جمیع ہاجرین و انصار جنہوں نے بیعت رضوان کی پھر حضرت عائشہ صدیقہ جن کی برکت جبریل علیہ السلام



کی زبان مبارک سے ہوئی۔ جسے قرآن پاک میں قیامت تک پڑھا جائے گا، کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ وہ بھی جنت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں گی اور وہ دنیا و آخرت میں ام المومنین ہیں جو شخص اس بارے میں شک کرے یا طعن کرے یا توقف سے کام لے تو اس نے کتاب اللہ کی تکذیب کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کے بارے میں شک کیا اور اسے غیر اللہ کا کلام خیال کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لِعِظَمِ اللَّهِ أَنْ تَعُودَ وَالْمَثَلُ ابْدَأَ** ان کلمات مومنین نے۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو دوبارہ ایسا کام نہ کرنا۔ اور جو شخص اس کا انکار کرے اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب مراتب محبت رکھتے ہیں۔ جو پہلے ہے وہ پہلے ہے۔ ہم ابو عبد الرحمن معاویہ بن ابی سفیان جو حضرت ام حبیبہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور تمام مومنین کے ماموں اور کاتب و جی تھے۔ ان کے لئے رحم کی دعا کرتے ہیں۔ اور ان کے فضائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور ہم ان کے بارے میں وہ روایت بھی بیان کرتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس راستہ سے اہل جنت میں سے ایک آدمی آپ کے پاس آئے گا۔ تو حضرت معاویہ داخل ہوئے۔

۱۔ بقیہ حدیث یہ ہے کہ پھر آپ نے دوسرے روز بھی یہی فرمایا تو حضرت معاویہ

پس ان کے مقام و مرتبہ کو پہچان لیجئے۔ پھر جس نے ان کی اطاعت کی خواہ وہ سمجھ سے دور اور تیری دنیاوی مراوات کا مخالف ہی کیوں نہ ہو اس سے خدا کی خاطر محبت رکھ اور جس نے ان کی نافرمانی کی اور ان کے دشمنوں سے دوستی کی خواہ وہ تیرا قریبی اور موافق ہی کیوں نہ ہو اس سے خدا کی خاطر بغض رکھ۔

قطب ربانی حضرت عبدالقادر جیلی کی کتاب ”الغنیۃ“ سے منقول ہے کہ ہمارے امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل سے ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص علی اور اشارہ النص سے ثابت ہے۔ اور یہ مذہب حضرت حسن بصری کا ہے اور اصحاب حدیث کی ایک جماعت کا۔ اس روایت کے متعلق یہ نقطہ نظر ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے بیان کی گئی ہے جسے انہوں نے حضور علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مجھے

داخل ہوئے تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ یہ وہ شخص ہے پھر آپ نے فرمایا اے معاویہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور تو میرے ساتھ جنت کے دروازے پر اس طرح مزاحمت کر لگا جس طرح درمیانی اور شہادت کی انگلیاں مزاحمت کرتی ہیں۔ اسے دیکھی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور ابن جوزی نے الواہبائیں، وہ کہتے ہیں اس روایت میں عبداللہ بن دینار ہے جس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی اور اس سے عبدالعزیز بن یحییٰ المروزی نے روایت کی ہے۔ جسے ذہبی نے المیزان میں مہول کہا ہے۔ گو یہ اس نے حدیث کا مرقع کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں۔ اس کے مخالف یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ ہر امت کا فرعون ہوتا ہے۔ اور اس امت کا فرعون معاویہ ہے۔ مگر یہ ساقط ہے

معراج ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میرے بعد علی بن ابیطالب کو خلیفہ بنا دے تو فرشتوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ آپ کے بعد ابوبکر خلیفہ ہوگا۔ اور ابن عمر کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ابوبکر ہوگا وہ تھوڑا عرصہ ہی رہے گا۔ اس میں یہ بھی آیا ہے کہ اہل بدعت سے بکثرت میل جول نہ رکھ۔ نہ ان کے قریب جا اور نہ انہیں سلام کہہ۔ کیونکہ ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جس نے بدعتی کو سلام کہا اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق اس سے محبت کی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپس میں سلام کو ردواج دو۔ اس طرح تم آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ بدعتیوں کے پاس نہ بیٹھو نہ ان کے قریب جاؤ اور نہ ہی انہیں عید اور خوشی کے مواقع پر مبارک باد دو اور جب وہ مرجائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ ان کے لئے رحم کی دعا کرو بلکہ حضور علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے خدا کی خاطر بدعتی کی طرف بغض کی نظر سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔ اور جس نے اُسے ڈانٹا اللہ تعالیٰ سخت گھبراہٹ کے روز اس کو سکون بخشنے گا اور جس نے اُسے حقیر سمجھا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے سو درجات بلند کر دے گا۔ اور جو اُسے خندہ روئی سے ملا یا ایسی صورت میں جس سے اُسے خوشی ہو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ تعلیم کا استخفاف کیا۔

حضرت مغیرہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ



رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کر دے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو قبول کرنے سے انکار فرماتا ہے اور فضیل بن عیاض فرماتے ہیں جس نے بدعتی سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس کے اعمال ضائع کر دے گا اور اس کے دل سے نور ایمان کو خارج کر دیگا اور جب اللہ تعالیٰ کو کسی آدمی کے بارے پتہ چلتا ہے کہ وہ بدعتی سے بعض رکھتا ہے تو مجھے اللہ سے امید ہے کہ خواہ اس شخص کے عمل تھوڑے ہی ہوں وہ اُسے بخش دے گا۔ جب تو کسی راستے سے بدعتی کو دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کر لے۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں میں نے سفیان بن عیینہ کو فرمایا سنا ہے کہ بدعتی کے جواز کے پیچھے جانے والا جب تک واپس نہ آجائے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد رہتا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جس نے کوئی نئی چیز پیدا کی یا بدعتی کو نپاہ دی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور اس کے فرائض اور نوافل میں سے کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا۔



# باب ۳

## در بارہ تخمیر و خلافت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مرسلین کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ اور یہ بات احادیث صحیحہ مستفیضہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے جن میں کوئی علت اور سبب نہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فضل کے لفظ کے ساتھ ان کی تعریف بیان کی ہے۔ اور یہ بات بلا اختلاف ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے متعلق ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وثانی اثین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن۔ یہ آیت اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ آپ کی ربوبیت صحبت سے ہوئی ہے آپ نے انہیں سکنت کی بشارت دی اور ثانی اثین کے لقب سے آپ کو ملقب فرمایا۔ جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا ہے ان دو سے کوئی افضل ہو سکتا ہے جن کا تیسرا اللہ ہو۔

پھر فرماتا ہے والذی جاء بالصدق وصدق به۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ قول حضرت جعفر صادق اور حضرت علی کا ہے کہ والذی جاء بالصدق سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صدق بہ سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ اس سے بڑی منقبت

اور کیا ہو سکتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ سابقین کے ساتھ بعد میں آنے والے برابر ہی نہیں کر سکتے ۔ فرماتا ہے ۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ، اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی ۔

بخاری کی حدیث میں لکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں چادر ڈال کر آپ کا گلا گھونٹا تو حضرت ابو بکر کعبہ کے گرد دوڑتے ہوئے کہہ رہے تھے  
اقتتلون رجلاً یقول ربی کیا تم اس آدمی کو مارتے ہو جو کہتا  
ہے کہ میرا رب اللہ ہے ۔

تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا ۔ اور آکر حضرت ابو بکر کو مارنے لگا ۔ یہاں تک کہ آپ کے چہرے پر آپ کی ناک پہنچانی نہ جاتی تھی ۔ آپ جہاد و قتال اور نصرت دین کنزویانے پہلے شخص تھے ۔ آپ ہی کے ذریعے دین قائم اور غالب ہوا ۔ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور یہ ایک واضح بات ہے ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ ایک روز ہم در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دوسرے کے فضائل کا تذکرہ کر رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا کیا آپ لوگوں میں ابو بکر موجود ہیں ۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں ۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کسی کو ابو بکر پر فضیلت نہ دے ۔ وہ دنیا و آخرت میں تم سب سے افضل ہیں ۔



اور ابوالدرداء کی یہ روایت تو مشہور ہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت ابوبکر کے آگے چلتے دیکھا تو فرمایا ابوالدرداء تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے بہتر ہے۔ بلیوں اور مسلوں کے بعد سورج ابوبکر سے بہتر آدمی پر طلوع و غروب نہیں ہوا۔

ایک طرح سے یہ روایت یوں آئی ہے کہ کیا تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جو تم سے بہتر ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ سب اہل مکہ سے افضل ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے اور تمام اہل مکہ سے بہتر ہیں۔ فرمایا سب اہل مدینہ سے بھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے اور اہل حرمین سے بہتر ہیں۔ فرمایا زمین و آسمان میں نبیوں اور مسلوں کے بعد ابوبکر سے بہتر کوئی نہیں۔

ہم بہت سی روایات کا ذکر کریں گے جن میں حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ کو بہترین شخص قرار دیا گیا۔ ان میں ایک روایت ابی عقالؓ کی ہے جسے امام مالکؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے منبر پر سوال کیا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی کون ہے۔ انہوں نے فرمایا ابوبکرؓ، پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ پھر میں۔ اگر میں نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی تو میرے کان بہرے ہو جائیں۔ اور میری آنکھیں اندھی ہو جائیں اگر میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں دیکھا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے افضل، پاکباز اور بہتر آدمی پر سورج طلوع و غروب نہیں ہوا۔

محمد بن حنفیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت علی سے پوچھا اور میں آپ کی گود میں تھا۔ اے میرے باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں بہتر آدمی کون ہے۔ فرمایا: ابوبکر، میں نے کہا پھر کون، فرمایا عمر، پھر میں نے نو عمری میں کہا دیا پھر آپ، فرمایا تیرا باپ تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہے۔ جو ان کیلئے ہے۔ وہی اس کے لئے ہے۔ اور جو ان پر ذمہ داری ہے وہی اس پر ہے۔ ابوبکر میرے لئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے کہ انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر اولین و آخرین اور اہل زمین و آسمان کے بہتر آدمیوں سے ابوبکر سب سے بہتر آدمی ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حسین میرے اہل ہیں۔ اور ابوبکر اور عمر اہل اللہ ہیں۔ اور اہل اللہ میرے اہل سے بہتر ہیں۔ اور حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اگر ابوبکر کے ایمان کا تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا پلڑا بھاری ہوگا۔

حضرت عمار بن یاسر کی روایت تو مشہور ہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حضرت عمر کے فضائل کے متعلق بتائیے۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھ سے وہ بات دریافت کی ہے جو میں نے جبریل سے پوچھی تھی۔ جبریل نے مجھے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں آپ کے ساتھ حضرت نوح کی عمر کے مطابق یعنی نو سو پچاس سال رہوں اور حضرت عمر کے فضائل بیان کرتا رہوں تب بھی وہ ختم نہ ہوں گے۔ عمر ابوبکر نیکیوں میں سے

ایک نیکی ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر میں تیرے باپ  
 ابراہیم کے بعد کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا اور اگر تیرے بعد کسی کو  
 حبیب بناتا تو عمر کو اپنا حبیب بناتا۔ یہ سب کچھ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی  
 تفسیر القرآن سے نقل کیا گیا ہے جو آپ نے سورہ حشر کے آخر میں  
 آنے والی آیت والذین جاؤ امن بعدہم کے متعلق لکھا ہے اس  
 سے مراد تابعین ہیں جو انصار و مہاجرین کے بعد قیامت تک اُنیں گے  
 چہر انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے متعلق اور سابق الایمان لوگوں کے لئے مغفرت  
 کی دعا کرتے ہیں۔ یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا  
 بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤوف رحیم  
 پس جس کسی کے دل میں کسی ایک صحابی کے بارے میں بھی حسد و بغض  
 ہے اور وہ سب کیلئے رحمت کی دعا نہیں مانگتا وہ ان لوگوں میں شامل  
 نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مراد لئے ہیں اس لئے کہ  
 اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے تین مقام مرتب کئے ہیں۔

المہاجرین والذین تبوؤ الدار والایمان والذین جاؤ امن بعدہم  
 پس کوشش کرو کہ تم مومنین کی اقسام سے خارج نہ ہو۔

ابن ابی یعلیٰ کہتے ہیں کہ لوگ تین مراتب کے ہیں۔ الفقراء  
 المہاجرون والذین تبوؤ الدار والایمان والذین جاؤ امن بعدہم  
 کوشش کرو کہ تو ان مراتب سے باہر نہ رہے

اخبرنا ابو سعید الشریحی أنبانا ابو اسحاق الثعلبی أنبانا عبد اللہ

بن جلید، حدثنا احمد بن عبد اللہ بن سلیمان حدثنا ابن نمیر حدثنا ابی  
 عن اسماعیل بن ابراہیم عن عبد الملک بن عمیر مسروق عن عائشہ



وہ فرماتی ہیں۔ تمہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق استغفار کا حکم دیا گیا اور تم نے انہیں برا بھلا کہا۔ میں نے تمہارے نبی کو فرماتے سنا ہے کہ یہ امت ختم نہ ہوگی۔ جب تک اس کا آخری حصہ پہلے پر لعنت نہ کرے گا۔

مالک بن معرور کہتے ہیں۔ عامر بن شراحیل اشجعی نے کہا، اے مالک یہود و نصاریٰ ایک بات میں رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں یہود سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں۔ انہوں نے کہا اصحابِ موسیٰ علیہ السلام، نصاریٰ سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں انہوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری، رافضیوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں۔ انہوں نے کہا اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہیں ان کے متعلق استغفار کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے انہیں گالیاں دیں۔ ان پر قیامت تک تلوار سونتی رہے گی۔ ان کی کوئی حجت قائم نہ ہوگی۔ اور نہ ان کو ثابت قدمی حاصل ہوگی نہ ان میں وحدت پیدا ہوگی۔ جب کبھی انہوں نے جنگ کیلئے آگ جلائی خدا تعالیٰ نے انکی خوزری، ان کی جمعیت کی پراکندگی اور ان کے دلائل کو ختم کر کے اُسے بھجوا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان کی گمراہ کن خواہشات سے بچائے۔ مالک بن انس فرماتے ہیں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تنقیص کرے گا یا اس کے دل میں ان کے بارے میں کینہ ہوگا۔ اس کا فئی میں کوئی حق نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ يَهَانُ ثَمَنُكُمْ کہ آپ اس آیت تک آئے لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا

الدار والایمان والذین جاؤا من بعدہم الی قولہ رؤف رحیم  
 بغوی نے اللہ تعالیٰ کے قول ثانی انہیں کے بارے میں  
 نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا تو  
 میرا یارِ غار اور حوضِ کوثر پر میرا ساتھی ہے۔

حسن بن فضل کہتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ حضرت ابوبکر حضور  
 علیہ السلام کے صاحب نہیں وہ نص قرانی کے انکار کی وجہ سے کافر ہے  
 اور جب وہ دیگر صحابہ کے صاحب ہونے کا انکار کرے تو وہ بدعتی  
 ہوگا نہ کہ کافر، والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا  
 محمد و علی آلہ وصحبہ وسلم، تسلیما کثیرا دائما ابداً

## خاتمہ

شیخ الاسلام اور اپنے زمانے کے مجتہد التقی اسبکی حرمۃ اللہ علیہ  
 فرماتے ہیں کہ میں ۵۷۵ھ کی ۱۶ جمادی الاولیٰ کو سوہوار کے روزِ ظہر  
 کی نماز کے وقت جامع اموی میں تھا تو ایک شخص نمازیوں کی صفوں کو خیرتا  
 ہوا میرے پاس آیا۔ اس نے نماز بھی نہیں پڑھی تھی اور بتکرار کہہ رہا تھا  
 کہ جس نے آل محمد پر ظلم کیا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ میں نے  
 اس سے دریافت کیا وہ کون شخص ہے۔ اس نے کہا ابوبکر! میں نے  
 کہا ابوبکر صدیق اس نے کہا ابوبکر، عمر، زید اور معاویہ، میں نے  
 اُسے قید کرنے کا حکم دیا اور اس کے گلے میں طوق ڈالا گیا۔ پھر قاضی  
 مالکی نے اُسے پکڑ کر مارا۔ مگر وہ اس پر صبر تھا۔ اور اس نے مزید  
 بات کہی کہ فلاں دشمنِ خدا نے اس کے خلاف گواہی دیا ہے اور میرے  
 پاس اس کے دو گواہ ہیں۔ اور کہنے لگا وہ حق کی موت نہیں مرا۔ اس

نے حضرت فاطمہ پر میراث کے بارے میں ظلم کیا ہے۔ یعنی حضرت ابو بکر نے اس نے حضرت فاطمہ کو میراث سے روکنے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا۔ مالکی قاضی نے سوموار اور ساتھ دالے بدھ کے روز اُسے دوبارہ مارا۔ مگر وہ اسی بات پر مصر تھا۔ پھر جمعرات کے روز اُسے دارالعدل میں حاضر کیا گیا اور اس کے رو برو اس کے خلاف گواہی دی گئی اس نے نہ انکار کیا نہ اقرار، جب کبھی اسے دریافت کیا جاتا تو نے یہ بات کہی ہے وہ کہتا اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو اللہ کو اس کا علم ہے۔ یہ سوال اُس سے کئی بار کیا گیا اور وہ یہی جواب دیتا رہا پھر اُسے معذرت کرنے کو کہا گیا تو اس نے اس کے خلاف کچھ نہ کہا۔ پھر اُسے کہا گیا تو بہ کر، اس نے کہا میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی، اس سے بار بار توبہ کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہتا مجلس میں اس کے کفر اور عدم قبول توبہ پر بحث لمبی ہو گئی تو نائب قاضی کے حکم سے اُسے قتل کر دیا گیا میرے نزدیک جس استدلال کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس سے اس کا قتل آسان ہے۔ اس بات سے اس کی تکفیر پر اور عدم توبہ کی وجہ سے اس کے قتل پر میرا انشراح صدر ہو گیا اور اُس سبب کی طرف میرے سوا کسی نے سبقت نہیں کی۔ سوائے اس کے جو نووی کے کلام میں عنقریب بیان ہوگا۔ مگر اُسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ سبکی نے اس بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ میں اس کے کلام کا خلاصہ مع زائد بیان کے جو اس مسئلہ اور اس کے توابع سے تعلق رکھتا ہے۔ ذکر کرتا ہوں اور اس پر میں آیات اور دیگر باتوں کو اپنی طرف سے اضافہ بھی کروں گا۔ پس میں



کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ رافضی آدمی ناحق قتل کیا گیا تھا اور سبکی نے اپنی سمجھ کے مطابق اس مدعی کی تردید کرتے ہوئے اُسے بہت بُرا بھلا کہا ہے اور اُسے اپنا مذہب بتایا ہے۔ مگر ہمارے مذہب میں جیسا کہ تجھے علم ہو جائے گا۔ ایسے آدمی کی تکفیر نہیں کی جاتی۔ اس نے کہا ہے کہ جو کہتا ہے کہ وہ ناحق قتل کیا گیا ہے۔ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کا قتل برحق ہے۔ کیونکہ وہ کافر تھا اور اپنے کفر پر مصر تھا اور ہم نے صرف یہ کہا ہے کہ وہ کئی امور کا کافر تھا۔

اگر اے۔۔۔ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیحہ میں فرمایا ہے کہ جو شخص کسی پر کفر کی تہمت لگائے یا اُسے دشمن خدا کہے ماور وہ ایسا نہ ہو تو وہ بات اس پر لوٹ پڑتی ہے اور ہم اس بات پر سختی سے قائم ہیں کہ حضرت ابوبکر مومن ہیں اور دشمن خدا نہیں۔ اس لئے اس نص حدیث کے مطابق حضرت ابوبکر کے متعلق کہی گئی کفر کی بات تامل پر لوٹ پڑے گی۔ خواہ اس نے کفر کا اعتقاد نہ کیا ہو جیسے کہ قرآن کریم کو گند میں پھینکنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے۔ خواہ وہ اُسے کفر اعتقاد نہ کرتا ہو۔ حضرت امام مالک نے اس حدیث کو خوارج اور امت کے عظیم آدمیوں کی تکفیر کرنے والوں پر محمول کیا ہے۔ میں نے اس حدیث سے جو استنباط کیا ہے۔ وہ امام مالک کے بیان کے مطابق ہے یعنی وہ امام مالک کے قواعد کے موافق ہے۔ نہ کہ ثنائی کے قواعد کے موافق۔ عنقریب مالکیوں کا بیان آئے گا کہ وہ اس بارے میں کس پر اعتماد کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حدیث خبر واحدہ ہے۔ مگر تکفیر کے حکم میں

خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ انکار کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ظنی منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ قطعی منکر کی تکفیر کی جاتی ہے۔ نووی رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ اگر امام مالک نے اس حدیث کو بخوارج پر محمول کیا ہے۔ تو یہ ایک ضعیف قول ہے۔ کیونکہ صحیح مذہب ان کی عدم تکفیر کرتا ہے۔ اس میں اعتراض یہ ہے کہ اس کے منفع کی توجہ توبہ کی جائے گی۔ اگر ان سے خروج و قتال وغیرہ کے سوا اور کوئی

تکفیر کرنے والا سبب ظاہر نہ ہوا ہو پس بخوارج نے ان کے ایمان کے متحقق ہو جانے کے باوجود انہیں کافر کہا ہے پس یہ کافر کیوں نہ ہوں گے۔ پس نووی نے یہ بات کیسے کہی ہے۔ یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ امام شافعی کی اخذ ان کا یہ قول ہے کہ سوائے خطابیہ کے اہل بدع و اہواؤ کی شہادت کو قبول کر د۔ نووی نے جو کہا ہے یہ اس کی صراحت کرتا ہے۔ اور مفہوم بھی اس کی مسامحت کرتا ہے۔ ہمارے ائمہ نے بخوارج کے بارے میں تصریح کی ہے کہ خواہ وہ ہماری تکفیر کریں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

کیونکہ وہ تاویل سے ایسا کرتے ہیں۔ اس کا شہ غیر قطعیۃً ابطالان ہے اور نووی نے جو کہا ہے اس کی صراحت کرتا ہے اور اسکی تائید اصولیوں کے قول سے ہوتی ہے۔ کہ عظیم صحابہ کی تکفیر کرنے کی وجہ سے شیعہ اور بخوارج کی تکفیر نہیں کی جائے گی کہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جنہوں نے انہیں قطعی جنتی کہا ہے اس لئے کہ ان کفرین نے جس آدمی کی علی الاطلاق تکفیر کی ہے۔ اس کی موت تک اس کے ترکہ سے قطعی طور پر واقف نہیں ہوئے۔ ان کے کفر کی توجہ یہ کی جائے گی کہ اگر انہیں اس بات کا علم ہو جاتا تو پھر وہ رسول اللہ



صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذب شمار ہوتے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سبکی نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی اپنی پسند ہے۔ جو قوا عد شافعیہ کے خلاف ہے اور اس کا یہ قول مذکورہ اصولیوں کا جواب ہے انہوں نے اس میں عدم کفر دیکھا ہے۔ اس لئے کہ اس سے حضور علیہ السلام کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ مگر جو ہم نے کہا ہے اُسے وہ نہیں دیکھ سکے۔ گذشتہ حدیث ان کے کفر پر دلالت کرتی ہے۔ امام الحرمین وغیرہ نے کہا ہے کہ بت کو سجدہ کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی۔ اگرچہ وہ دل سے اس کی تکذیب نہ کرے۔ مگر اس سے اس شخص کا کفر لازم نہیں آتا۔ جو مسلمان کو کہے کہ اے کافر کیونکہ یہ بات ان کے بارے میں ہے جن کا ایمان قطعی طور پر ثابت ہے۔ جیسے عشرہ مبشرہ اور عبد اللہ بن سلام وغیرہ بخلاف دوسروں کے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول ان کان کما قال الا رجعت علیہ میں باطن کے اعتبار سے اشارہ کیا ہے۔ اگرچہ کسی متکلم اور فقیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا مگر میرے نزدیک وہ لوگ بھی ان کے ساتھ ہوں گے جن کے متعلق نص آئی ہے۔ اور جن کی صلاح و امامت پر اُمت کا اتفاق ہے۔ جیسے ابن المسیب، حسن، ابن سیرین، امام مالک اور امام شافعی۔ اگر تو کہے کہ کفر تو ربوبیت اور رسالت کے انکار کا نام ہے اور یہ مقتول اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، آپ کی آل اور کثیر صحابہ کو ماننے والا تھا۔ پس اس کی تکفیر کیسے کی جائیگی اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ تکفیر ایک شرعی حکم کا نام ہے جس کا سبب اس کا انکار ہے یا شائع کے حکم کے قول و فعل کا انکار ہے یہ کفر ہے



اور اگر انکار نہیں کیا تو یہ بھی اسی کی قسم سے ہے۔ اور یہ اس مسئلہ میں بہترین دلیل ہے۔ اس کے ساتھ علیہ کی حدیث بھی مل جاتی ہے من اذی لی ولیا فقد کز میرے ولی کو اذیت دیتا ہے تو میں اذیتہ بالحرب اس سے جنگ کیلئے چیلنج کرتا ہوں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔ اور حضرت ابوبکر مومنین کے اولیاء میں سے سب سے بڑے ہیں۔ پس اس رافضی کے قتل کے بارے میں یہ ماخذ مجھے نظر آیا ہے۔ اگرچہ میں نے فتویٰ اور حکم میں اس کی پیروی نہیں کی اور میرے احتجاج کو گزشتہ حدیث کے ساتھ ملاؤ اور اس رافضی کے ان افعال کو جس کا اظہار و اصرار اس نے لوگوں کے سامنے کیا اور اس کی بدعت اور اہل بدعت کے اعلان اور سنت اور اہل سنت کی تحقیر کو دیکھو۔ ان تمام امور شنیعہ کا بحیثیت مجموعی وہ حکم حاصل ہوتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ حاصل نہیں ہوتا اور یہی معنی امام مالک کے قول کے ہیں کہ لوگوں کے سامنے اسی قدر احکام بیان کرو جس قدر ان میں فحور ظاہر ہوتا ہے۔ ہم نہیں کہتے زمانے کے تغیر کے ساتھ احکام بدل جاتے ہیں بلکہ پیش آمدہ صورت کے اختلاف سے حکم بدلتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جس نے اس شخص کے قتل کے بارے میں میرے سینہ کو از حد کھول دیا ہے۔

اب رہ گئی بات آپ کو گالی دینے کی۔ اس کے متعلق میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ اور آئندہ بھی بیان کروں گا۔ اور آپ کو ایذا دینا ایک بہت بڑی بات ہے۔ مگر اس کے لئے کوئی ضابطہ چاہیئے

اس صورت میں تو سب گناہ آپ کو ایذا دیتے ہیں اور میں نے کسی عالم کے کلام میں یہ بات نہیں پائی کہ صحابی کو گالی دینا قتل کو واجب کہتا ہے۔ سوائے اس کے جو ہمارے بعض اصحاب اور اصحاب ابو حنیفہ کے اطلاق کفر کے متعلق آتا ہے۔ مگر انہوں نے بھی قتل کی تصریح نہیں کی۔ اور ابن المنذر کہتے ہیں کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو گالی دینے والے کا قتل واجب قرار دیتا ہو۔

بعض کوفیوں وغیرہ کی طرف سے قتل کی حکایت بیان ہوئی ہے بلکہ بعض حنابلہ نے بھی احمد سے یہ حکایت بیان کی ہے۔ مگر میرے نزدیک ان کو اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ بات ان کے قول سے اخذ کی ہے کہ حضرت عثمان کو گالی دینا زندقہ ہے اور میرے نزدیک اس کا یہ مقصد نہیں کہ ان کو گالی دینا کفر ہے ورنہ زندقہ نہ ہوتی۔ کیونکہ اس نے ایسا بر ملا کیا تھا۔ اس کے بیان کردہ قول کا مقصد دوسری جگہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حضرت عثمان کی خلافت پر طعن کیا۔ اس نے مہاجرین و انصار پر طعن کیا۔ اس لئے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف تین دن رات مہاجرین و انصار کے ہاں گھومتے رہے اور ان کے ہر مرد اور عورت سے علیحدگی میں مل کر ان سے مشورہ لیتے رہے کہ خلیفہ کسے ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ سب نے حضرت عثمان پر اتفاق کیا۔ اس وقت آپ کی بیعت کی گئی۔ احمد کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ ظاہری طور پر حضرت عثمان کو گالی دینا ان کے لئے گالی ہی ہے۔ لیکن باطن میں تمام مہاجرین و انصار کو خطا کار قرار دینا ہے اور

ان سب کو خطا کار کہنا کفر ہے۔ اس اعتبار سے زندیقوں سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ کہ انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی دی ہے اور یہ کفر ہے۔ یہ بات اصلاً احمد سے منقول نہیں اور آپ کے اصحاب میں سے جس نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے کہا ہے حضرت عثمان کو گالی دینا ایسے ہی ہے۔ جیسے حضرت ابوبکر کو گالی دینا اسے قتل کیا جائے گا۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس قول سے مراد آپ کی یہ نہیں۔ اصول یہ ہے کہ ہر گالی جس کا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہو کفر ہے جیسا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا۔ اور جس گالی کا مقصد یہ نہ ہو تو وہ کفر نہ ہوگا جیسا کہ قصہ افک میں مسطح سے ہوا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان کے مٹھی بھر جو کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اور ایک حدیث میں جس کے رجال ثقہ ہیں۔ اگرچہ ترمذی نے اُسے غریب کہا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بناؤ جو ان سے محبت رکھتا ہے۔ وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ ان سے میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے پکڑ لے آپ کے قول میں اصحابی سے مراد بظاہر وہ لوگ ہیں جو فتح سے



پہلے اسلام لائے۔ اس میں وہ لوگ بھی مخاطب ہیں جو بعد میں اسلام لائے  
 اس کی دلیل تفاوتِ انفاق ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے کہ  
 لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلَ الْآيَةُ لَيْسَ لَكَ اس  
 کی یہ یا اور کوئی تاویل کرتی پڑے گی تاکہ وہ صحابہ بھی مخاطب ہوں۔ جن  
 کے بارے میں وصیت نہیں کی گئی۔ پس وہ کبار صحابہ ہیں۔ اگرچہ صحابی  
 کا نام سب پر حاوی ہے۔ اور میں نے اپنے شیخ تاج بن عطاء اللہ  
 جو شاذلیہ کے طریق پر موفیاء کے متکلم ہیں سے سنا ہے۔ انہوں نے اپنے  
 وعظ میں ایک اور تاویل کی ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی کئی تجلیات ہیں جن میں آپ اپنے بعد میں آنے والوں کو بھی دیکھتے  
 ہیں۔ پس یہ خطاب تمام صحابہ کے لئے ہے۔ جو فتح سے پہلے اور بعد میں ہو  
 پس اگر آپ کی یہ بات ثابت ہو جائے تو حدیث کے مفہوم میں سب صحابہ  
 شامل ہوں گے۔ وگرنہ وہ ان صحابہ کیلئے ہوگی۔ جو فتح سے پہلے ہوئے ہیں  
 اور اس میں اس کے بعد آنے والوں کو بھی شامل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ  
 غیر صحابہ کی نسبت ہے۔ جو فتح سے پہلے والوں کی نسبت فتح کے بعد والے  
 لوگوں کی طرح تھے۔ دونوں صورتوں میں یہ بات واضح ہے کہ ان میں سے  
 ہر ایک کے لئے یہ حرمت ثابت ہے اور نوومی وغیرہ کی بات اس بارہ  
 میں درست ہے۔

پھر گفتگو اس امر میں ہوگی کہ یہ بعض صحابہ کو گالی دینے  
 کے متعلق ہے۔ بلاشبہ سب کو گالی دینا کفر ہے۔ اسی طرح ان میں سے  
 ایک کو گالی دینا بھی کفر ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی صحابی ہے۔ اور اس سے صحبت  
 کا استخفاف ہوتا ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استخفاف

ہوتا ہے۔ اس بناء پر اس بات کو طحاوی کے قول کہ اُن سے کُفْر سے رکھنا کُفر ہے پر محمول کیا جائے گا۔ پس تمام صحابہ سے یا کسی ایک صحابی سے بلحاظ صحبت کُفْر رکھنا بلاشبہ کُفر ہے۔ ہاں کسی اور وجہ سے کسی صحابی کو گالی دینا یا بغض رکھنا حتیٰ کہ شیخین سے بھی کُفر نہیں شیخین کو گالی دینے والے کے بارے میں قاضی نے دو وجوہات بیان کی ہیں اولے :- عدم کُفر کی وجہ یہ ہے کہ کسی معین صحابی کو گالی دینا یا اپنے کسی خاص دنیوی کام وغیرہ کی وجہ سے اس سے کُفْر رکھنا جیسے ایک رافضی ان سے کُفْر رکھتا ہے۔ اور وہ یہ بلحاظ رفض حضرت علی کی تقدیم اور اپنے جاہلانہ اعتقاد کی وجہ سے کرتا ہے کہ شیخین نے حضرت علی پر ظلم کیا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے بُری ہیں۔ اور وہ جہالت سے یہ اعتقاد بھی رکھتا ہے کہ اُسے حضرت علی کا بدلہ لینا چاہیے۔ کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ رافضی کا شیخین سے کُفْر رکھنا اس جہالت کی وجہ سے ہے جو اس کے ذہن میں استقرار پکڑ گئی ہے۔ اور ان کے ہاں حضرت علی پر ظلم کے اعتقاد کی وجہ سے فساد پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی حضرت علی قطعی طور پر ایسا اعتقاد رکھتے تھے پس رافضی کی تکفیر کا ماخذ یہ ہے کہ وہ اپنے اعتقاد کی وجہ سے شیخین کے بارے میں اس بات کا عادی ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ دین کے نقصان کی بات ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین ہی اقامت و اظہار دین اور مرتدین و معاندین سے جہاد میں اصل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔

کیونکہ باوجود صحابہ کی مخالفت کے انہوں نے مرتدین سے قتال کی رائے دی تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے واضح دلائل کے ساتھ مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے کے بارے میں ان پر حجت کر دی اور انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کیا اور مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے لڑے اور اللہ تعالیٰ نے آپ اور صحابہ کے ذریعے سے اس الجھن کو دور کر دیا اور اسلام سے اس مصیبت کو دور فرما دیا۔

۵۵ م :- اس رافضی کے قتل پر جو امور دلالت کرتے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے شیخین اور حضرت عثمان پر لعنت کرنے کو اپنے اقرار سے جائز قرار دیا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور حضرت صدیق پر لعنت کرنا اور آپ کو گالی دینا دونوں باتیں حرام ہیں۔ بلکہ لعنت زیادہ شدید ہے۔ اور حضرت صدیق پر لعنت کی تحریم دین سے ضرورت کے تحت معلوم ہے۔ اس لئے کہ آپ کا حسن اسلام اور وہ افعال جو آپ کے ایمان پر دلالت کرتے ہیں بالتواتر ثابت ہیں۔ اور وہ وفات تک اسی بات پر قائم ہے یہ وہ بات ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اگرچہ رافضی کو اس میں شک ہے۔ ہاں کفر کی شرط یہ ہے کہ اس ضروری بات کا انکار کیا جائے۔ جسے انکار کرنے والا بھی ضروری خیال کرتا ہو۔ تاکہ اس کے انکار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آئے اور رافضی حضرت ابوبکر پر لعنت کرنے کی تحریم کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ضرور کا ہے۔ اس سے یہ بات منفصل ہو جاتی ہے کہ تمام مخلوق کے نزدیک تحریم کا تواتر، رافضی کے اس شبہ کو



لغو قرار دیتا ہے۔ جس نے اس کا دل سخت کر دیا ہے۔ جتنی کہ اس نے اسے سمجھا ہی نہیں۔ اور یہ بات محل نظر و جدل ہے اور سبکی کے بیان کے مطابق دل کا میلان اس فیصلے کے بطلان کی طرف ہے۔ وگرنہ مذہب کے قواعد اس فیصلے جو عدم تکفیر کی نسبت ہے کو قبول کرنے کا فیصلہ دیتے ہیں۔ اس لئے گالی دینے یا لعنت کرنے والا متاثر ہے اگرچہ اس کی تاویل چہالت، عصبیت اور حمیت کی آئینہ دار ہے۔ لیکن باب کفر اس کے بارے میں محتاط ہے۔ جیسا کہ اپنے محل میں یہ بات بیان ہو چکی ہے۔

سورہ :- یہ بیٹ انت اجتماعی جس نے اس را فنی سے بر سر عام حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان پر لعنت کرنے اور اسے جائز قرار دینے کا صدمہ اٹھایا حالانکہ وہ ائمہ اسلام ہیں۔ اور جنہوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کو قائم کیا ہے۔ انہیں ان کے مناقب و کامرانیوں میں دین پر طعن کرنے کی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی اور دین پر طعن کرنا کفر ہے۔ ان تین ولیوں نے میرے دل پر غلبہ پالیا ہے ورنہ امام شافعی کے مذہب کا آپ کو علم ہی ہے۔

چہا ر :- علماء سے منقول ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ بعض نے اس کے خلاف بھی بیان کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ کافر ہے۔ اور مسئلہ مذکورہ ان کی کتب سروجی کی انصاف، فتاویٰ طہیریہ، محمد بن الحسن کی الاصل اور فتاویٰ بدیعہ میں موجود ہے۔ انہوں نے رافضیوں کو کفار و غیر ہم میں تقسیم کیا ہے۔ اور

ان کے بعض فرقوں کے اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور اس شخص کے متعلق بھی اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ جو حضرت ابوبکر کی امامت کا انکار کرے۔ اور ان کی تکفیر کو صحیح خیال کرے۔

المحیط میں ہے کہ امام محمد رافضیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے اس لئے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار کیا ہے۔ جبکہ صحابہ نے آپ کی خلافت پر اتفاق کیا ہے۔

المخلاصہ میں ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور رتمہ الفتاویٰ میں ہے کہ غالی رافضی جو حضرت ابوبکر کی خلافت کا منکر ہے۔ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اور المرغنیانی میں ہے کہ اہل ہواد بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور رافضی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ پھر کہتے ہیں حاصل کلام یہ کہ اگر وہ اپنی خواہش سے تکفیر کرتا ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز اور مکروہ ہے۔

شرح المختار میں ہے کہ کسی صحابی کو گالی دینا یا اس سے بغض رکھنا کفر نہیں ہوگا لیکن ایسے شخص کی تضحیل کی جائے گی۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے اپنے گالی دینے والے کی تکفیر نہیں کی۔ اور فتاویٰ بدلیعہ میں ہے کہ جو حضرت ابوبکر کی امامت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ بعض نے اُسے مبتدع قرار دیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور اصح اقوال کے مطابق حضرت عمرؓ کی خلافت کا منکر بھی ایسا ہی ہے۔ مگر اکثر لوگوں نے اس بارے میں کلام نہیں کیا۔ مگر ہمارے شافعی اصحاب میں سے قاضی حسینؒ نے اپنی تعلیق میں کہا ہے کہ جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اس کی تکفیر کی جائے۔ اور صحابی کو گالی دینے والے

کی تفسیق کی جائے اور جو شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دے تو اسکی  
دو وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی تکفیر کی جائے۔ اس لئے کہ امت  
نے ان کی امامت پر اجماع کیا ہے۔ دوسری یہ کہ اس کی تفسیق کی جائے  
تکفیر نہ کی جائے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو اہل اہواء پر کفر کا حکم  
نہ لگائے۔ اس کے ہمیشہ دوزخی ہونے کے بارے میں قطعی حکم نہیں  
لگایا جاسکتا۔ کیا ان کے دوزخی ہونے کے بارے میں قطعی حکم لگایا جا  
سکتا ہے؟ اس کی دو وجوہ ہیں۔ قاضی اسماعیل مالکی کہتے ہیں۔ امام مالک  
نے یہ قدر یہ کہ بارے میں کہا ہے۔ دوسرے اہل بدعت اگر توبہ  
کریں تو ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا کیونکہ  
یہ بات فساد فی الارض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محارب کے بارے  
میں کہا ہے۔ اس کا فساد مصالح دنیوی کیلئے ہوتا ہے۔ اور کبھی حج و جہاد  
کا راستہ روکنے والا بھی دین میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن اہل بدعت  
کا زیادہ فساد دین کے متعلق ہوتا ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی آپس میں کچھ  
عداوت دیکھ کر دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں۔ امام مالک اور اشعری کے  
قول تکفیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اکثر ترک تکفیر کے قائل ہیں۔  
قاضی عیاض کہتے ہیں کہ کفر ایک خصلت ہے۔ جو وجود باری  
سے جہالت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ آپ نے رافضیوں کو مشرک  
اور ان پر لعنت کا اطلاق جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح خوارج اور  
دیگر اہل اہواء مکفرین کیلئے حجت ہیں۔ دوسرے لوگوں نے اس کا یہ  
جواب دیا ہے کہ اس قسم کے الفاظ غیر کفریہ جگہوں پر سختی کے لئے  
استعمال ہوتے ہیں۔ کفر دون کفر اور اشراک دون اشراک۔ اور خوارج



کے بارے میں ان کا یہ قول کہ انہیں عام آدمی کی طرح قتل کر دے یہ کفر کا مقتضی ہے۔ لیکن مانع کہتا ہے یہ حد ہے کفر نہیں۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ صحابہ کی دشنام طرازی کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ اور مشہور مذہب امام مالک کا ہے۔ جس میں اجتہاد اور درزاں کا تادیب ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اُسے قتل کیا جائے اور اگر صحابہ کو گالی دے تو اس کی تادیب کی جائے پھر کہتے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان یا حضرت معاویہ یا حضرت عمرو بن العاص کو گالی دے اگر کہے کہ وہ گمراہ اور کفر پر تھے تو اُسے قتل کیا جائے۔ اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور گالی دے۔ جیسے لوگ گالیاں دیتے ہیں تو اُسے سخت عذاب دیا جائے آپ کا یہ قول کہ جو ان کی طرف گمراہی اور کفر کو منسوب کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ ایک اچھا قول ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے اور اگر وہ ان کی طرف ظلم منسوب کرے جو کفر سے کم ہو۔ جیسے کہ بعض رافضیوں کا خیال ہے۔ تو یہ تردد کا مقام ہے۔ کیونکہ یہ بات نہ بلحاظ صحبت ہے اور نہ کسی ایسے معاملے سے متعلق ہے جو دین سے تعلق رکھتا ہو یہ تو بعض صحابہ کی خصوصیات سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔ اور اس سے دین کی کوئی تنقیص نہیں ہوتی۔ بلاشبہ رافضی ان باتوں سے منکر ہیں جو ضرورت سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور وہ صحابہ پر افسوس کرتے ہیں جن سے ضرورت کے تحت امام

ان کی برأت سمجھتے ہیں۔ لیکن اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا اقتضاء ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت خیال کرتے ہیں اور ہم اس بارے میں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ اب تک امام مالک سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی جو اس قسم کے آدمی کے قتل کی مقتضی ہو۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ جو شیعہ حضرت عثمان سے بغض و اظہار بیزاری میں غلو کرے اسے سخت تادیب کی جائے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بغض میں بڑھ جائے اسے سخت سزا دی جائے اسے بار بار مارا جائے اور موت تک اسے قید میں رکھا جائے اگر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

سمنون کہتے ہیں تو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت علی یا حضرت عثمان یا دوسرے صحابہ پر جھوٹ بولے اسے روناک مار دی جائے۔

ابن ابی زید نے سمنون سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کے متعلق کہے کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے اسے قتل کیا جائے اور جو ان کے علاوہ صحابہ کو اس جیسی گالی دے اسے سخت عذاب دیا جائے۔ اصحاب اربعہ کی تکفیر کرنے والا قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے خلاۃ اور رافضی کو چھوڑ کر اجماع امت کی مخالفت کی ہے۔ اور اگر وہ اصحاب ثلاثہ کی تکفیر کرے اور حضرت علی کی تکفیر نہ کرے اس کے متعلق سمنون نے

کوئی تصریح نہیں کی۔ امام مالک کا کلام اس بارے میں زیادہ واضح ہے۔  
 امام مالک سے روایت کی گئی ہے کہ جو حضرت ابوبکر کو گالی  
 دے اُسے کوڑے مارے جائیں اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے  
 اُسے قتل کیا جائے اور احمد بن حنبل نے صحابہ کو گالی دینے والے  
 کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے قتل سے تو میں ڈرتا ہوں۔ لیکن میں  
 اُسے عبرتناک سزا دیتا ہوں۔ اور ابو یعلیٰ منبلی جس کے مذہب کو  
 فقہاء نے سب صحابہ کے بارے میں اختیار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ  
 جو شخص صحابہ کو گالی دینا جائز قرار دیتا ہے اس کی تکفیر کی جائے گی  
 اور اگر جائز قرار نہیں دیتا تو اس کی تفسیق کی جائے گی۔ اور تکفیر نہیں کی  
 جائے گی۔ اور اہل کوفہ وغیرہم کے فقہاء میں سے ایک گروہ نے صحابہ کو  
 گالی دینے والے اور رافضیوں کی تکفیر کرنے والے کے متعلق قطعی قتل  
 کا حکم لگایا ہے۔

محمد بن یوسف الغریابی سے حضرت ابوبکر کو گالی دینے والے  
 کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا ایسا شخص کافر ہے۔ دریافت کیا گیا  
 اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے فرمایا نہیں۔ رافضیوں کی تکفیر کرنے والوں میں  
 سے احمد بن یونس اور ابوبکر بن طانی ہیں۔ وہ کہتے ہیں وہ مرتد ہیں۔  
 ان کا ذبح نہ کھایا جائے۔ عبداللہ بن ادریس جو کوفہ کے ایک امام ہیں  
 کہتے ہیں کہ رافضی کو شفعہ کا حق نہیں۔ کیونکہ شفعہ مسلمان کے لئے ہے۔  
 احمد بن ابی طالب کی روایت میں کہا ہے کہ حضرت عثمان  
 کو گالی دینا زندقہ ہے۔ عدم تکفیر کے قائلین نے صحابہ کو گالیاں  
 دینے والوں کے متعلق متفقہ طور پر کہا ہے کہ ایسے لوگ فاسق ہیں اور



کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، عبدالرحمن ابنی صحابی کو گالی دینے پر وجوب قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عمر نے حضرت مقداد بن اسود کو گالی دی تو انہوں نے اس کی زبان کاٹ دی۔ اس بارے میں آپ سے گفتگو کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو۔ تاکہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی نہ دے سکے۔ اور ابن شعبان کی کتاب میں ہے کہ جو کسی ایک صحابی کو زانیہ کا بیٹا کہے اور اس کی ماں مسلمان ہو تو ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اُسے دو حدیں لگائی جائیں گی۔ ایک اس کی اور ایک اس کی ماں کی حد۔ میں اسے ایک جماعت پر تہمت تراشتے والے کی حیثیت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ صحابی کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میرے صحابہ کو گالی دے اُسے کوڑے مارو، دریافت کیا گیا جو کسی صحابی کی ماں پر تہمت تراشتے اور وہ کافر ہو اُسے جھوٹ کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ اس نے اُسے گالی دی ہے اور اگر اس صحابی کا کوئی بیٹا زندہ ہو تو وہ اسے حد لگائے گا ورنہ مسلمانوں میں سے وہ آدمی حد لگائے گا جسے امام قبول کرے گا۔ وہ کہتے ہیں یہ بات غیر صحابہ کے حقوق کی طرح نہیں کہ انہوں نے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہلائی کی ہے۔ اگر امام یہ بات سُنے اور اُسے گواہی مل جائے۔ تو وہ اس حد کے قیام کا ذمہ دار ہے اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے۔ اس بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔ دوسرا دیگر صحابہ کی طرح یہ ہے کہ اُسے مفری کی حد لگائی جائے۔ وہ کہتے

ہیں۔ میں پہلے قول کا قائل ہوں۔

ابو مصعب نے امام مالک سے روایت کی ہے جو اہل بیت  
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالی دے۔ اُسے دردناک مار دی جائے۔  
اُس کی تشہیر کی جائے اور توبہ کرنے تک اُسے قید میں رکھا جائے  
کیونکہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا استخفاف ہے۔ اور  
ابن مطرف نے اس شخص کے بارہ میں فتویٰ دیا ہے جو رات کو عورت کو  
حلف دینے کا انکار کرے۔ وہ کہتے ہیں خواہ حضرت ابوبکر کی لڑکی سو اُسے  
دن کو حلف اٹھانا پڑے گا۔ اس قسم کے موقع پر حضرت ابوبکر کی لڑکی کا  
ذکر بہت ادب کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

ہشام بن عمار کہتے ہیں۔ میں نے امام مالک کو فراتے سنا  
ہے کہ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی دے اُسے قتل کیا جائے  
اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے اُسے بھی قتل کیا جائے۔ کیونکہ اللہ  
ان کے بارے میں فرماتا ہے یُعْظِمُ اللَّهُ ان تَعُوذُوا الْمَثَلَةَ  
ابداً ان کنتم مومنین، جس نے حضرت عائشہ پر ہمت لگائی اس  
نے قرآن پاک کی مخالفت کی۔ اور جو قرآن پاک کی مخالفت کرے اُسے  
قتل کیا جائے گا۔

ابن خضر کہتے ہیں یہ قول صحیح ہے۔ شیعہ اور خوارج کی  
تکفیر کرنے والوں نے اس سے محبت بکڑی ہے۔ کیونکہ وہ غظیم القدر  
صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے اس قول کی تکذیب ہوتی ہے جس میں انہیں قطعی جنتی قرار دیا  
گیا ہے اور یہ احتجاج اس شخص کے بارے میں درست ہے جس

کافر تکفیر کرنا ثابت ہے۔ اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ائمہ  
 احناف نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کے منکر کی تکفیر کی  
 ہے۔ یہ مسئلہ انصاف اور دیگر کتب میں موجود ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا  
 ہے۔ اور محمد بن الحسن کی الاصل اور الظاہریں ہیں۔ کہ انہوں نے یہ بات  
 حضرت امام ابو حنیفہ سے اخذ کی ہے۔ اس لئے کہ وہ کوئی ہونے کی  
 وجہ سے روافض کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور کوفہ رافض کا منبع  
 ہے۔ روافض کے بعض فرقوں کی تکفیر واجب ہے۔ اور بعض کی تکفیر  
 واجب نہیں۔ جب حضرت امام ابو حنیفہ حضرت ابوبکر کی امامت کے منکر کی  
 تکفیر کرتے ہیں تو آپ پر لعنت کرنے والے کی تکفیر آپ کے ہاں اولیٰ  
 ثابت ہوئی۔ سوائے اس کے کہ آپ اس کا فرق بتائیں۔ بظاہر بات  
 یہ ہے کہ آپ کی امامت کے منکر کی تکفیر کا سبب یہ ہے کہ وہ اجماع  
 کا منکر ہے۔ اور اس کی بنیاد اس امر پر ہے کہ متفق علیہ حکم کا منکر  
 کافر ہوتا ہے۔ اور اصولیوں کے نزدیک یہ ایک مشہور بات ہے اور  
 آپ کی امامت حضرت عمر کی بیعت کے وقت سے متفق ہے۔ اس  
 پر اس بات سے منع وارد نہیں کیا جاسکتا کہ بعض صحابہ نے تاخیر  
 سے بیعت کی ہے۔ وہ آپ کی صحت امامت کے مخالف نہ تھے یہی  
 وجہ ہے کہ وہ آپ کی عطا کردہ چیزوں کو لیتے تھے۔ اور آپ کے پاس فیصلے  
 لے جاتے تھے۔ بیعت اور چیز ہے اور اجماع اور چیز ہے۔ ایک سے  
 دوسری چیز لازم نہیں آتی اور نہ ہی ایک کے عدم سے دوسرے کا  
 عدم لازم آتا ہے۔ اس بات کو سمجھ لیجئے اس میں بہت غلط فہمی پائی  
 جاتی ہے۔



اگر آپ کہیں کہ کفر کی شرط اس متفقہ بات کا انکار ہے۔ جو دینی ضرورت میں سے معلوم ہو تو میں کہوں گا صدیق کی خلافت ایسی ہی ہے۔ کیونکہ صحابہ کا آپ کی بیعت کرنا ضرورت کی حد تک انتہائی تواتر سے ثابت ہے تو یہ متفقہ بات کی طرح معلوم بالضرورت ہوئی۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان کے زمانے میں کوئی ایک رافضی بھی موجود نہ تھا۔ یہ تو بعد کی پیداوار ہیں۔ اسلئے ان کی باتیں نئی نئی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خلافت بھی نئے واقعات میں سے ہے۔ کوئی شرعی حکم نہیں۔ اور امر ضروری کے منکر کی تب تکفر کی جائے گی۔ جب وہ ضروری امر حکم شرعی ہو۔ جیسے نماز اور حج۔ کیونکہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ بخلاف مذکورہ خلافت کے۔ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اس کے ساتھ احکام شرعیہ کا تعلق ہے۔ جیسے وجوب اطاعت وغیرہ۔

قاضی حسین کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دینے کے بارے میں دو وجوہ ہیں۔ یہ اس بات کے منافی نہیں کہ انہوں نے دوسری جگہ صحابہ کو گالی دینے والے کے فسق کے متعلق جرم کیا ہے۔

اسی طرح ابن الصباغ وغیرہ نے حضرت امام شافعی سے اسے بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ دو مسئلے ہیں۔ دوسرا مسئلہ گالی دینے کے بارے میں ہے۔ اس کی تفسیق کی جائے گی۔ اگر چہ جسے گالی دی گئی ہے وہ کوئی ایک صحابی ہو جو پہلوں کی نسبت چھوٹے درجے کا ہو۔ کیونکہ یہ بابت خاص طور پر شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دینے

کے بارے میں ہے اور یہ زہر و توتیخ کے لحاظ سے اشد بات ہے کیونکہ اس میں ایک وجہ کفر بھی ہے اور حضرت ابوبکر اور ان جیسے لوگوں کی تکفیر کمر ناجن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے اس بارے میں اصحاب شافعی نے کوئی بات نہیں کی اور جس نے اسے قطعی کفر خیال کیا ہے اس نے ان لوگوں کے ساتھ موافقت کی ہے جن کا بیان پہلے گذر چکا ہے اور احمد سے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ خلافت عثمان میں طعن کرنا، مہاجرین و انصار پر طعن کرنا ہے اور یہ بات درست ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے خلافت کے لئے مجلس شوریٰ بنائی تھی جو چھ آدمیوں پر مشتمل تھی حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص، آخری تین اپنے حقوق سے دستبردار ہو گئے۔ اور حضرت عبدالرحمن اسے اپنے لئے نہ چاہتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کسی کی لوگ بیعت کر لیں۔ انہوں نے اپنے دین کیلئے بہت احتیاط اختیار کی۔ تین دن رات بغیر سوئے وہ مہاجرین و انصار کے گھروں میں گھومتے رہے اور ان سے مشورہ لیتے رہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کسی کی بیعت کرنی ہے۔ وہ عورتوں، مردوں، جماعتوں اور افراد سے ملے اور ہر ایک سے اس کا عندیہ معلوم کیا۔ یہاں تک کہ سب کی آراء حضرت عثمان کے بارے میں متفق ہو گئیں۔ پس آپ نے انکی بیعت کی اور حضرت عثمان کی بیعت مہاجرین و انصار کے قطعی اجماع سے ہے۔ اس پر طعن کرنا دونوں فرقوں پر طعن کرنا ہے۔ احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عثمان کو گالی گونج کرنا زندقیت

ہے۔ اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ بظاہر تو یہ کفر نہیں مگر باطن کفر ہے۔ کیونکہ اس سے فریقین کی تکذیب تک بات نہ پہنچتی ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ پس آپ کے کلام سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ صحابی کے گالی دینے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔ بخلاف بعض صحابہ کے، جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ احناف کے نزدیک حضرت ابو بکر کو گالی دینا کفر ہے۔ اور ایک وجہ سے شافعیہ کے نزدیک بھی، امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ اُسے کوڑے مارنا واجب قرار دیتے ہیں اس کے کفر کے قائل نہیں۔ ہاں اس سے وہ بات خارج ہو جاتی ہے جو آپ سے خوارج کے بارے میں بیان ہوئی ہے، کہ انہوں نے کفر کیا ہے۔ آپ کے ہاں اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اگر بغیر تکفیر کے صرف گالی دی جائے تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اگر وہ تکفیر کرے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ جس رافضی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ایک وجہ سے کافر ہے۔ اور احمد کے نزدیک حضرت عثمان سے متعرض ہونے کی وجہ سے زندیق ہے۔ کیونکہ اس طرح ہاجرین و انصار کو خطا کار قرار دینا پڑتا ہے۔ اور اس کا یہ کفر ارتداد ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے حکم میں تھا اور مرتد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ وگرنہ اُسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس کا قتل جمہور علماء کے مذہب یا سب کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ جو گالی دینے والے کی تکفیر کا قائل نہیں اس سے یہ بات متحقق نہیں ہوئی کہ وہ اسے دھتکار



دے گا جو عظیم الشان صحابہ کی تکفیر کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک ایک وجہ یہ ہے کہ اس نے تکفیر کے بغیر محض گالی دینے پر فاسق قرار دیا ہے۔ یہی بات احمد نے کہی ہے کہ وہ صرف گالی دینے والے کے قتل سے ڈر گئے ہیں اور جو بات اس آدمی سے صادر ہوتی ہے وہ گالی سے بڑی ہے۔ اور بیان ہو چکا ہے کہ طحطاوی نے اپنے ”عقیدہ“ میں کہا ہے کہ صحابہ سے بغض رکھنا کفر ہے۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسے سب صحابہ پر محمول کیا ہو یا ہر ایک صحابی پر، لیکن اس صورت میں جب وہ محبت کی وجہ سے بغض رکھے اور محض بغض کو کفر قرار دینا دلیل کا محتاج ہے۔ اس رافضی اور اس کے اشیاء کا شیخین اور حضرت عثمان سے بغض رکھنا محبت کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ وہ حضرت علی اور حسنین وغیرہا سے محبت رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ بغض ہوائے نفس اور جاہلانہ اعتقاد اور اہل بیت پر ان کے مزعومہ ظلم و عناد کی وجہ سے ہے۔ پس یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے بغیر تکفیر کے صرف گالی دی ہے۔ اور متفقہ بات کا انکار نہیں کیا۔ اس لئے ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

پانچم۔۔۔ اس رافضی کے قتل کے بارے میں اسی طرح تمسک ممکن ہے کیونکہ جس مقام پر وہ کھڑا ہے بلاشبہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچتی ہے۔ اور آپ کی ایذا موجب قتل ہے اس کی دلیل حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے ایک ایذا دینے والے کے بارے میں فرمایا میرے دشمن کے بارے میں مجھے کون کافی ہوگا۔ حضرت خالد بن ولید نے کہا میں اُسے کافی ہوں گا۔ آپ نے حضرت خالد کو اس کی طرف بھیجا تو آپ نے اُسے قتل کر دیا۔ لیکن یہ غدرشہ



دی اُس نے مجھے ایذا دی۔ یہ بات سب صحابہ کے لئے ہے۔ لیکن ان کے درجات ہیں اور ان کے متفاوت درجات کی وجہ سے حکم میں بھی تفاوت ہو جائے گا۔ اور جرم جس سے تعلق رکھتا ہوگا اُس کے مقام کے مطابق بڑھ جائیگا۔ پس حضرت ابو بکر کو گالی دینے پر صرف کوڑوں پر اکتفا نہیں کیا جائیگا۔ جیسا کہ دوسرے کے بارے میں کوڑوں پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ کوڑے تو صرف حق صحبت کے باعث ہیں۔ جب صحبت کے ساتھ دوسری چیزیں بھی مل جائیں جو دین اور مسلمانوں کی نصرت کی وجہ سے احترام کا تقاضا کریں۔ اور آپ کے ہاتھ پر جو فتوحات ہوئی ہیں۔ آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت وغیرہ ملی ہے۔ ان میں سے ہر بات آپ کے متعلق جرات کرنے والے کے بارے میں مزید حق عقوبت کا تقاضا کرتی ہے۔ پس عقوبت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ آپ نے احکام دیئے ہیں۔ اور انہیں اسباب سے منسلک کیا ہے۔ پس ہم اسباب کا اتباع کرتے ہیں۔ اور ہر سبب پر اس کا حکم مرتب کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت صدیق کو حق سبقت اسلام اور تصدیق حاصل تھا۔ اور آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھڑے ہوئے اور آپ سے کامل محبت کی اور حضور علیہ السلام کی ذات اور آپ کے اصحاب پر عذر و برہم خرچ کیا اور دین کی مدد کی اور دیگر ایسے خصائل حمیدہ آپ میں تھے جن کا ذکر اس کتاب اور دوسری کتابوں میں آیا ہے۔ حضور علیہ السلام



کے بعد آپ کو اور خصوصیات اور فضائل حاصل ہوئے جیسے آپ کی خلافت آپ نے جس طرح حق خلافت ادا کیا۔ ممکن نہیں کہ امت کا کوئی شخص آپ کے بعد ایسا کر سکے۔ یہ ایک قطعی اور معلوم بات ہے۔ اس کا انکار کوئی معاند، مکابر، جاہل اور غبی ہی کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی اور ایسی شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ کوئی آپ سے بازی نہ لے جاسکا۔ اس لحاظ سے آپ کے حق اور حرمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور آپ پر حرمت کرنے والا زیادہ سزا کا مستحق ہو جاتا ہے پس یہ بات بعید نہیں کہ اس بلند مقام اور فضیلت کے حامل انسان پر طعن کرنے والا دین میں طعن کرنے والا بن جاتا ہے۔ اور قتل کا مستحق قرار پاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سبب ۷۵ ہزار لوگوں کو قتل کیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ہر نبی کی دیت ہے، کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کی وجہ سے ۷۵ ہزار کو قتل کیا تھا۔ اور تیری بیٹی کے بیٹے حسین کے بدلے میں میں ضرور ستر، ستر ہزار آدمیوں کو قتل کروں گا۔ اے

اے اس حدیث کو ابو بکر الشافعی نے العیال نیات میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے ابن حبان کہتے ہیں اسکی کوئی اصل نہیں اور اسکا تعاقب کیا گیا ہے۔ کیونکہ حاکم نے اسے چھ آدمیوں سے، ابونعیم سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اور ذہبی نے اپنی تلمیخ میں اسکی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بہت سے روافض کو ذلیل کر کے حضرت صدیق کے حق و حرمت کا اظہار کرے گا۔ اللہ ان پر لعنت کرے جن کو اس نے اس رافضی کے قتل کی وجہ سے ذلیل کیا ہے۔ اور ان کے ناک بلند ہی رہتے ہیں۔ خواہ وہ ان سے پہلو تہی کرے اور امام ابو یوسف جو حضرت ابو حنیفہ کے ساتھی ہیں انے کہا ہے کہ تعزیر قتل کو جائز قرار دیتی ہے۔ اور اس رافضی کا اس بلند مقام پر حرأت کرنا جو حضرت صدیق اور خلفائے راشدین کا مقام ہے۔ یہ ان اعلیٰ اسباب میں سے ہے جو تعزیر کے مقتضی ہیں۔ جس کی رو سے امام ابو یوسف کے نزدیک قتل تک نوبت پہنچتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس رافضی کا قتل درست اور صحیح ہے۔ اور اس پر مالکی حاکم کے مذہب کی بنا پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ان کا مذہب بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ کے مذہب کی رو سے بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور نہ شافعیہ کے مذہب کی ایک وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی حنابلہ کے مذہب کی رو سے ایسا ہو سکتا ہے۔ پس اس واقعہ اور علماء کے کلام پر غور کرو جسے میں نے درج کیا ہے۔ کیونکہ اس میں اہم احکام ہیں۔ اور بہت سے فوائد ہیں۔ تو ان کو واضح طور پر شک و طعن سے سالم اور تعصب و عیب سے منزہ کسی کتاب میں اکٹھے کم ہی پائے گا میں نے اپنی کتاب ”الاعلام فی قواطع الاسلام“ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ جن سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جس کی طرف میں نے نیکی کے کلام کے دوران اشارہ کیا ہے۔ جسے وہ ہمارے مذہب کے قواعد کے خلاف اپنی پسند کے مطابق کسی اور حکم کی بناء پر استخراج کرتا ہے

پس مذکورہ کتاب سے یہ بیان دیکھ لیجئے اسے کیوں کہ اس باب میں اس نے اس جیسا نہیں لکھا بلکہ میں اپنے کسی امام کے بارے میں بھی کامیاب نہیں ہوا کہ اس نے صرف مکفرات کے بارے میں کوئی کتاب تالیف کی ہو اور نہ ہی مذاہب اربعہ کے مطابق اسکے تمام مسائل کے بارے میں مکمل حکم بیان کیا ہو جس سے انشراح صدر ہوتا ہو۔ میں نے یہ سب کچھ اس عدیم النظیر مؤلف سے لیا ہے۔ جو حسد اور کینہ کی بیماری سے بچتا ہے اور وہ عناد پر ہمیشہ قائم نہ رہنے والے نیک و نیک ایسا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اور اپنے جوڑ و کرم اور فضل و خیر کو ہمیشہ میرے شامل حال رکھے۔ وہ رؤوف کریم، سخی اور رحمن و رحیم ہے۔

اے مؤلف نے الاعلام میں ذکر کیا ہے کہ بعض متاخرین نے حضرت ابو بکر کے وجود اور خلافت کے منکر کے متعلق تکفیر میں جرم کیا ہے خواہ منکر کے نزدیک یہ متواتر نہ بھی ہو۔ اور آپ کے غیر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس سے کسی ایسے اصل دین کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ جس کی تصدیق واجب ہو اور اس کتاب میں کسی دوسری جگہ کتاب الانوار کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ حضرت صدیق کی خلافت کا منکر متبدع ہے کافر نہیں۔ اور جو صحابہ یا سیدہ عائشہ کو گالی دینے کو جائز قرار دیئے بغیر گالی دے وہ فاسق ہے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو گالی دینے والے کے بارے میں اختلاف ہے اور حسنین کو گالی دینے والے کے کفر میں بھی دو وجہ سے اختلاف ہے۔



أَفْضَلُ الذِّكْرِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ی۔ یا بقا دی لوڑ ہوئے کلمے پاک داورد کما ئے جی  
اسم ذات دارنگ کمال گوہر لوں لوں رنگ چٹھائے جی  
چمبی مار توحیدے بحر اندر موتی ذات داکڑ لیا ئے جی  
کلمے پاک الطاف لوں پاک کیتا کلمے نال حضور یاں پائے جی

○  
بَاهُو سُلْطَانُ حَمْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ  
کی اصل فارسی تصنیفات کا اردو ترجمہ

- |               |              |                                   |
|---------------|--------------|-----------------------------------|
| ① اورنگ شاہی  | ② طرفہ العین | ③ دیدار بخش خور د                 |
| ④ عین الفقر   | ⑤ کلید حقیقت | ⑥ مجالسہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم |
| ⑦ اسرار قادری | ⑧ عقل بیدار  | ⑨ امیر الکونین                    |

ملنے کا پتہ: شبیر براء درز ○ اردو بازار ○ لاہور

|       |                      |       |                   |
|-------|----------------------|-------|-------------------|
| ۲     | عجائب الفقہ          | ۱/-   | کمیا تے سعادت     |
| ۱     | تغظیم نبی            |       | منہاج العابدین    |
|       | عاشق رسول حضرت بلالؓ |       | مکاشفۃ القلوب     |
|       | حضرت اویس قرنیؓ      | ۶۱/-  | خطبات غزالی       |
|       | یا نبی سلام علیک     | ۱/-   | انوار جمال مصطفیٰ |
|       | قافلہ بقیع           | ۱۰۰/- | سرور القلوب       |
|       | مدینے کی گلیاں       | ۱/-   | احکام شریعت       |
| ۶/-   | سوئے مدینے           | ۱/-   | الامن والا علی    |
| ۱۵۰/- | محکم الفقراء         | ۱/-   | حقائق بخشش بڑی    |
| ۱۵۰/- | کلید التوحید         | ۱/-   | حقائق بخشش پاکٹ   |
| ۲۲/-  | کر بلا کے بعد        | ۱/-   | فتویٰ فیض الرسول  |
|       | قصص الانبیاء         |       | انوار الحدیث      |
|       | شرح الصدر            |       | خطبات محرم        |

# حکم و احکام کی تصانیف

احکام حج - نماز جنفی

احکام روزہ - نماز متعجم

احکام زکوٰۃ - احکام نماز

اذکار قرآنی - گلزار صوفیاء - اللہ سے دوستی - روحانی تمییات

اللہ کا فقیر - اسم اعظم - اللہ کی سی توبہ - اولیائے پاکستان

روحانی آری - احکام اطہار - پیارے رسول پیاری عائش - تذکرہ علیؑ صبار کلیریؒ

اواسنت - اقوال تصوف - پیغمبر مصطفیٰ - روحانی اعتکاف

ہمارا اخلاق - خلاق حسنہ - سستی بہشتی زیور - برکات درود

منزل الایات - خزانہ اخلاق - سنی فضائل اعمال - فقری مجموعہ وظائف

فقری عنق - تکریمہ القلوب - خزانہ درود شریف - نماز کی کتاب

شبیب سرگودرز - اردو بازار - لاہور